خاص بابا لوگ کے واسطے

بابا لوگ کی واقفیت کے واسطے سرگزشت اپنے پچھلے نمبروں میں ظہور واڈ اور انگلش ہاؤس کے حالات لکھ چکا ہے۔ آج ہم منٹو سرکل جو اسکول کے بابا لوگ کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ اس کا کچھ حال لکھتے ہیں۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ لارڈ منٹو سابق وائسرائے ہند کی یادگار ہے اور جس کی یادگار ہے اس کے شایان شان یہ شاندار بورڈنگ ہاؤس درسگاہ کے آخری سرے پر واقع ہے۔ اس کے چار حصے ہیں جو منٹو اے۔ بی۔ سی اور ڈی کہلاتے ہیں منزلوں کے بالائی حصے میں اسکول کلاسیں اور دفاتر بھی ہیں۔ منٹو ڈی میں بھی کچھ کلاسیں ہیں۔ درمیان میں بڑا اور پرفضا لان ہے جس میں ٹینس کورٹ ہیں بورڈنگ کے باہر کرکٹ۔ ہاکی و فٹ بال فیلڈ ہیں۔ ہاسٹلس کے کمروں کے علاوہ ہر حصہ بورڈنگ میں نماز کا کمرہ ہے۔ وارڈن صاحبان کے واسطے بھی مخصوص کمرے ہیں اور سب کے واسطے ایک بڑا ہال ہے جو ڈائننگ ہال ہے اور اب اس میں ہر جمعرات کو پڑھائی کے بعد سب طلباء و اساتذہ جمع ہوتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہدایات کے بعد کوئی ایک اسٹاف کا ممبر مضمون پر تقریر کر کے اپنے خیالات سے طلبہ کو مستفید کرتا ہے۔

یکم اگست کے جلسہ میں ہم کو بھی پہلی مرتبہ اس میں شرکت کرنے کا موقع ملا تھا اسی روز ہم نے موجودہ بورڈرس کا بھی جائزہ لیا اور اس سال کے آنے والوں میں سب سے کم عمر طالب علم عزیزی نیاز محمد خاں رانا سلمہ کو پایا جو ساتویں جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور اپنے بڑے بھائی عزیزی دلدار محمد خاں رانا سلمہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ خان بہادر طالع محمد خاں صاحب انسپکٹر جنرل پولیس ریاست پٹیالہ کے نور نظر ہیں۔ بات چیت سے ماشاء اللہ نہایت ذہین اور ہونہار پائے جاتے ہیں۔ یہاں آنے سے پہلے دہرہ دون انگلش اسکول میں تعلیم پا رہے تھے۔ دریافت پر بتایا کہ ان کو دہرہ دون سے زیادہ علی گڑھ پسند ہے اور یہاں کی دلچسپیوں کے سبب گھر اور اعزار کی جدائی بھی شاق نہیں ہے۔ خوب خوش ہیں۔ ہمارے دریافت پر کہ آپ رانا کیوں کہلاتے ہیں برجستہ جواب دیا کہ ہم راجپوت نسل سے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے تو بتایا کہ کل ہی ایک طالب علم کو جو دق کر رہا تھا اٹھا کر پٹک چکے ہیں۔ ہم نے شاباشی دی۔ پیٹھ ٹھونکی اور دعا کی کہ آئندہ زندگی میں بھی سب کو پٹکتے رہو۔

چونکہ کلب کے کافی جراثیم ان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ چونکہ کلب کے یہ بہترین ممبر ثابت ہوں گے جس کے کچھ اصولوں کی ان کو ہم نے تلقین کر دی ہے اور آئندہ ملاقات پر اس کے متعلق ہدایات دیتے رہیں گے۔

سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن آف میسور کی

اکتیسویں سالانہ رپورٹ معہ حساب کتاب

جس کی رپورٹ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں جون ۱۹۳۸ء تک کی انجمن کی روداد اور سالانہ حسابات ہیں۔ یہ انجمن ۴ اپریل ۱۹۰۸ء میں قائم ہوئی ہے اور ۱۹۳۸ء میں اس کی آمدنی تین لاکھ پچیس ہزار آٹھ سو چون روپیہ پندرہ آنہ سات پائی ہوئی۔ اور خرچ تین لاکھ چوبیس ہزار نو سو اکتر روپیہ دو آنہ سات پائی ہوا۔ اسی طرح ختم سال جون ۱۹۳۸ء کو اس کی تحویل میں بعد بچت آٹھ سو بیاسی روپیہ تیرہ آنہ تھی۔ ۱۹۳۷-۳۸ء کی رپورٹ پریس میں ہے۔ آمدنی کی مد سے انجمن نے اس عرصہ میں ایک لاکھ چھتر ہزار آٹھ سو چھہتر روپیہ قیمت کی منقولہ و غیر منقولہ املاک خرید کی ہیں جس میں مسلم ہال کی بلڈنگ بھی ہے۔ اسی ہزار ایک سو اٹھاسی روپیہ بھی شامل ہیں جس کے پانچ حصہ مع ایک بالاخانہ ہیں۔ نیز دیگر عمارات قیمتی چھتیس ہزار تین سو چالیس روپیہ قیمت کی ہیں۔ شہر کے قبرستانوں اور عیدگاہ پر بھی خاص رقم انجمن صرف کرتی رہی ہے۔ ان املاک کے سبب انجمن روزانہ چندوں کی معیت سے بہت کچھ بچ گئی ہے اور کرایہ کے ذریعہ اس کی معقول آمدنی قریب ۹ ہزار سالانہ کے ہو گئی ہے۔ میسور گورنمنٹ اور میونسپل بورڈ سے بھی اس کو ڈھائی ہزار سالانہ کے قریب امداد ملتی ہے۔ اس طرح ۱۹۳۸ء میں اس کی مستقل آمدنی دس ہزار کے قریب رہی۔ انجمن کا بڑا خرچ تعلیم کا ہے جس میں ابتدائی مدارس و ہوسٹل کے اخراجات ریڈنگ روم اور کتب خانہ بھی شامل ہیں جو دس گیارہ ہزار روپیہ سالانہ رہتا ہے۔ امور مذہبی اور اوقاف پر بھی انجمن خرچ کرتی ہے۔ انجمن کا اپنا پریس اور موٹر بس بھی ہے۔ انجمن کی طرف سے اکثر وعظ اور تقریبات ہوتی رہتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بنگلور ڈسٹرکٹ بورڈ اور اسمبلی میں انجمن کے نمائندے جاتے ہیں۔ المختصر یہ کہ انجمن ایسی باقاعدگی سے چلائی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کی چھوٹی موٹی گورنمنٹ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی ایگزیکیوٹیو کمیٹی بھی ہے جس میں چودہ ذی عزت اصحاب ممبر ہیں۔ جلسوں کی رودادیں اور حسابات کی سالانہ جانچ اور آمد و خرچ کے حسابات رپورٹ میں نہایت جامع اور خوبی سے دئے گئے ہیں۔ یوں تو ریاست میسور اور خاصکر بنگلور کے بکثرت مسلمان انجمن کے شریک و ہمدرد ہیں لیکن اس کی روح رواں دو خاص ہستیاں ہیں جو ہمارے علم و یقین میں کبھی نام و نمود کی خواہاں نہیں ہوئیں بنگلور کی تحریرات اور وہاں کے طلبا قدیمی علی گڑھ سے ہمیشہ یہی سنا کہ یہ دونوں بزرگوار محض فی سبیل اللہ وہ کام کر رہے ہیں جو عرصہ دراز تک سنہری حروف میں روشن رہے گا۔ ہم بھی محض متعلے ہیں اپنی بڑی بات کی وجہ سے ان کے نام نامی و اسم گرامی لکھ رہے ہیں اور یہ دونوں بزرگوار نواب غلام احمد صاحب کلامی صدر انجمن و خان بہادر محمد عباس خانصاحب جنرل سکریٹری انجمن ہیں۔

سرگزشت کی دعا ہے کہ دونوں بوڑھے ابھی عرصہ دراز تک قوم کی خدمت کرتے رہیں اور ہر جگہ ایسے ہی مخلص کارکن قوم میں پیدا ہوں۔ آمین

سرگزشت

جلد ۱۲ | ۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۴۰ء | نمبر ۲۳

مسلم یونیورسٹی کے ناقص قواعد و ضوابط

(۲)

برٹش انڈیا کی ہر ایک یونیورسٹی کے واسطے قواعد و ضوابط میں پہلا نمبر ایکٹ کا ہے جو صرف حکومت سے ہی آتا ہے۔ اور بلا منظوری اسمبلی پاس نہیں ہوتا ہے۔

دوسرا نمبر اسٹیٹیوٹ کا ہے جو اگزیکیٹو کونسل سے پاس ہو کر کورٹ کے ذریعہ حکومت میں منظوری کے واسطے جاتے ہیں۔

تیسرا نمبر آرڈیننس کا ہے جو اکیڈمک سے پاس ہوتے اور کورٹ کے ذریعہ گورنمنٹ میں جاتے ہیں۔

چوتھا نمبر ریگولیشن کا ہے جو اکیڈمک کونسل سے پاس ہوتے ہیں اور اگزیکیٹو کونسل تک آتے ہیں یہ گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جاتے ہیں۔

(۵) یونیورسٹی کے ہر شعبہ کا تعلق اگرچہ اکیڈمک کونسل سے رہتا ہے لیکن بغیر منظوری گورنمنٹ نہیں کھولے جا سکتے ہیں۔

(۶) تعلیمی انتظام کا تعلق اکیڈمک کونسل کرتی ہے مگر اخراجات کی منظوری اگزیکیٹو کونسل سے حاصل کرنی پڑتی ہے اور حکومت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا ہے۔

(۷) داخلہ کا تعلق، کورس کا مقرر کرنا یہ سب اکیڈمک کونسل سے متعلق ہے۔ اس میں حکومت کی کچھ دخل اندازی نہیں ہوتی اور نہ کسی اجازت کی ضرورت۔

(۸) یونیورسٹی اخراجات کا تعلق اگزیکیٹو کونسل سے ہے جس کی منظوری کورٹ سے لینی ضروری ہے مگر حکومت کا اس میں بھی کوئی دخل نہیں۔ ان کے دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہر یونیورسٹی کو حکومت کے مقرر کردہ اصولوں پر چلنا لازمی و ضروری ہے۔ ان کو کوئی دوسرا شخص بجبر حکومت کے خود نہیں بنا سکتا ہے۔ باقی جس قدر قواعد و ضوابط ہیں ان میں بعض کے واسطے حکومت کی منظوری لازمی ہے اور بعض کے واسطے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہر درسگاہ کی عمارت حکومت کے اصول کے مطابق بنانا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات کہ اس عمارت میں بیٹھنے کے واسطے کرسیاں ہوں یا مونڈھے اس میں حکومت کا کچھ دخل نہیں۔ پچھلے نمبر یعنی یکم ستمبر کے سرگزشت میں لکھا گیا ہے کہ ہندو یونیورسٹی بنارس اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ایک ہی حکومت سے قریب قریب ایک ہی قسم کا چارٹر ملا اور ایک ہی قسم کے قواعد و ضوابط ان دونوں درسگاہوں میں جاری ہیں لیکن ہندو عقلاء قوم نے ان ناقص قواعد و ضوابط کو اپنی قوم کی حالت و ضرورت کے پیش نظر خود جو قواعد بنائے ان کو ایسا بنایا ہے کہ حکومت کے قائم کردہ اصول بھی نہ ٹوٹیں اور قوم کو نقصان پہونچنے کی بجائے ترقی ہوتی رہے۔ اس کی بہت موٹی مثال یہ ہے بنارس ہندو یونیورسٹی میں جو وائس چانسلر یعنی اصل کارکن ابتدا میں مقرر ہوا۔ وہ قریب تیس سال کام کرتا رہا تا آنکہ ضعیفی کے سبب وہ سبکدوش ہوا لیکن مسلم یونیورسٹی میں صرف بیس سال کے اندر پانچ مستقل وائس چانسلر منتخب ہوئے اور تین کو بطور ایکٹنگ وائس چانسلر خدمات انجام دینی پڑیں۔

بنارس ہندو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے اس طویل دور میں اگرچہ متعدد مرتبہ غبن جیسے واقعات اور سیکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ کے غبن ہوئے اور بعض ممبران اسٹاف سے سخت سے سخت اختلافات پیش آئے لیکن کسی کے کانوں کان ان باتوں کی خبر بھی نہیں ہوئی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا دامن بنارس ہندو یونیورسٹی سے کہیں زیادہ پاک و صاف رہا لیکن ہر وائس چانسلر کو ناقص قوانین اور بعض حضرات کی خوبی پر وہ مشکلات پیش آئیں جن کے چرچے بھی دنیا میں پھیلے اور کوئی ایک بھی یہاں کا وائس چانسلر یہاں سے ایسے نہیں گیا کہ پھر اس نے اس طرف مڑ کر دیکھنے کی قسم نہ کھائی ہو۔ قانون کے نقص اور وائس چانسلر کی مشکلات کی طرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ کہ یہاں پر وائس چانسلر کی میعاد تو صرف تین سال رکھی گئی ہے اور پرو وائس چانسلر و ممبران کورٹ کی میعاد پانچ سال ہے۔ اس ایک نقص کی بدولت ہر ایک وائس چانسلر کو جو مشکلات پیش آتی رہی ہیں ان کی تفصیل کی گنجائش اور وقت نہیں۔ پچھلے حالات اور واقعات اس کی کھلی اور انمٹ مثالیں ہیں۔ اسی ایک ناقص قانون کی بدولت کسی وائس چانسلر کو اتنا وقت بھی نہیں ملتا ہے کہ وہ کوئی مفید کام انجام کو پہونچا سکے۔ نواب مسعود جنگ بہادر سر راس مسعود مرحوم سے زیادہ قریبی تعلق والا اور کوئی وائس چانسلر یہاں نہیں آیا۔ سر راس مسعود مرحوم کو بھی اول تین سال یہاں کے سمجھنے میں گذر گئے تھے اور جب وہ اس کو کچھ سمجھ چکے تھے اس وقت انھوں نے چند اسکیمیں درسگاہ اور قومی فلاح کے واسطے بنائی تھیں۔ وہ ابھی کاغذ پر بھی پوری نہیں ہونے پائی تھیں کہ ان کو مستعفی ہونا پڑا اور وہ اسکیمیں بھی انھیں کے ساتھ رخصت ہو گئیں۔ ابھی اس بات کے سننے والے موجود ہیں جو مرحوم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تین سال میں صدہا گاڑی کوڑا یہاں سے صاف کیا ہے مگر ابھی بہت کچھ باقی ہے اور یہاں کی ایک ایک اینٹ بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔

سرگزشت اس نقص کے متعلق اس بارہ سال کے زمانہ میں درجنوں مرتبہ لکھ چکا ہے لیکن درسگاہ کے منتظمین یا کورٹ کے ممبران و بہی خواہان درسگاہ نے اس وقت تک اس بڑے نقص کے دور کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی ہے۔ لہذا اس دفعہ پھر اس اہم معاملہ کی طرف ممبران کورٹ و بہی خواہان درسگاہ کو توجہ ہی نہیں دلاتا بلکہ اس پر غور اور جلد اس کی اصلاح کی درخواست کرتا ہے۔ (باقی آئندہ)

ہسٹوریکل سوسائٹی علی گڑھ کا شاندار کارنامہ

ہسٹوریکل سوسائٹی علی گڑھ کے متعلق ابتدا سے سرگزشت اطلاعات دے رہا ہے جس کے بانی مبانی اور روح رواں مسٹر ایم۔ بی احمد علیگ آئی۔سی۔ایس اور آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان بالقابہ سرپرست ہیں۔ اس سوسائٹی کو قائم ہوئے اگرچہ زیادہ وقت نہیں ہوا ہے لیکن اس قلیل عرصہ میں اس نے جو کچھ عملی کام کر دکھایا ہے وہ مسلمانوں کی موجودہ روش کے یقیناً خلاف ہے اور کام کرنے والوں کے واسطے باعث فخر کارنامہ ہے۔ جو بڑا کام اس کے پیش نظر ہے اس کا پورا خاکہ اس نے تیار کر دیا اور اس کو سوسائٹی کے ممبران کے پاس برائے رائے زنی کے واسطے بھیجا ہے اور ہم کو اس کے اظہار میں مسرت ہے کہ ممبران سوسائٹی جن کے جوابات موصول ہوئے ہیں انہوں نے اس سے کافی دلچسپی لی ہے اور بہت مفید آرا سے سوسائٹی کو مستفید فرما رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ناشکری ہوگی اگر سرگزشت جناب اے۔بی۔اے حلیم پرو وائس چانسلر اور پروفیسر حبیب صاحب و مسٹر شیخ عبدالرشید کی خدمات و دلچسپی کا شکریہ ادا نہ کرے جنہوں نے باوجود دیگر ضروری مشاغل کے اپنے آرام کے اوقات سے کافی وقت اس میں صرف کیا ہے۔ خدا پاک ان مخلص و فاضل حضرات کی اس خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے جس سے نہ صرف مسلم یونیورسٹی بلکہ ملک کی نیکنامی اور آئندہ نسلوں کی فلاح ہے۔

سوسائٹی کے سرپرست اور روح رواں کی خدمت میں سرگزشت عرض کرتا ہے کہ اس سوسائٹی کے ممبروں میں اگر حضرات ذیل کا اور اضافہ کر دیا جائے گا تو سوسائٹی کو ان شاء اللہ اور بہت کچھ مفید مشورہ اور امداد ان حضرات کی قابلیت سے حاصل ہوں گے۔

(۱) ڈاکٹر ملک عمر حیات صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج پشاور

(۲) ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب پرنسپل جوگیشری کالج بمبئی

(۳) نواب ذوالقدر جنگ بہادر - حیدر آباد

یونیورسٹی میں داخلہ

شکر ہے کہ یہ زبردست مرحلہ طے ہوگیا اور بہت زیادہ مسرت اس کی ہے کہ اس سال (خیال تو یہ تھا کہ جنگ کے اثرات کی بدولت داخلہ کم رہے گا) خلاف توقع و امید ہر سال سے زیادہ داخلہ ہوا ہے اور اس سے بھی زیادہ خوشی اس امر کی ہے کہ اس سال فرسٹ ڈویژن پاس طلبا زیادہ آئے ہیں۔ ۳۱ر جولائی تک یونیورسٹی میں داخل ہونے والے طلبا کی تعداد ۱۲۰۵ رہی جو سال گذشتہ کے مقابلہ ۲۳۲ زیادہ ہے اور آنے والے طلبا کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے جس سے امید ہے کہ یہ تعداد ۱۲۵۰ سے متجاوز ہو جائے گی۔ اس تعداد میں درسگاہ کے متعلقہ ادارات یعنی ٹریننگ کالج - طبیہ کالج - یونیورسٹی اسکول و سٹی اسکول اور گرلس کالج کی تعداد شامل نہیں ہے جو سب ملا کر ان شاء اللہ تین ہزار سے اوپر ہو جائے گی۔

اس سال آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان بالقابہ وائس چانسلر درسگاہ کے چھوٹے صاحبزادے بھی تھرڈ ایر کلاس میں داخل ہوئے ہیں اور سر سید کورٹ میں بطور بورڈر رہے ہیں۔ اسکول کلاسیز تو اس کے کھلتے ہی شروع ہو گئی تھیں اور یونیورسٹی کلاسیں بھی یکم اگست سے پورے زور کے ساتھ شروع ہو گئی ہیں۔

سرگزشت اس غیر متوقع داخلہ پر آنریبل وائس چانسلر صاحب اور پرو وائس چانسلر صاحب دونوں کو مبارکباد دیتا ہے اور جن بھی خواہ درسگاہ و قوم نے اپنے نونہالوں کو اپنی مادر جامعہ میں بھیجا ہے ان کو دلی مبارکباد۔ لیکن اس کے ساتھ ہی محترم منتظمین درسگاہ سے نہایت زور کے ساتھ یہ درخواست بھی کرتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اسی سیشن سے ورنہ آئندہ سیشن سے تو بالضرور سر سید ہال کے علاوہ باقی اور ہالس کے اخراجات آفتاب ہال کے برابر کر دئے جائیں تاکہ آفتاب ہال کے پرو وسٹ مسٹر سرور کو بھی دم لینے کی مہلت مل جائے۔

سرگزشت محترم منتظمین درسگاہ کا شکر گذار ہے کہ انہوں نے اس کی درخواست پر اس سال امداد کے مسئلہ کو جلد فیصل کرنے کے واسطے امدادی درخواستوں کی آخری تاریخ ۵ر اگست مقرر کر دی تھی اور امداد دینے کے مسئلہ کو بھی ان شاء اللہ اسی ہفتہ طے کر دیں گے۔

ڈیوٹی ڈیپوٹیشن

سرگزشت کو بے حد مسرت ہے کہ اس سال ہمارے ڈیپوٹیشنوں کو بھی بالکل خلاف توقع و امید بے مثل کامیابی ہوئی ہے خاصکر چار ڈیپوٹیشن تو بہت ہی بامراد واپس آئے ہیں۔ ابھی چونکہ حساب کتاب مکمل نہیں ہوا ہے اس واسطے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس ڈیپوٹیشن کا نمبر اول رہا ہے لیکن پنجاب ڈیپوٹیشن جس کے عزیز بھائی مسٹر نصرت جیسے ماشاء اللہ قابل و ہونہار سکریٹری تھے اور جنوبی ہند والا ڈیپوٹیشن جس کے عزیزی مسٹر مختار آزاد جیسے قابل سکریٹری تھے یہ دونوں سب سے زیادہ روپیہ لائے ہیں۔ فرنٹیر اور سندھ ڈیپوٹیشن کے کارنامے بھی قابل داد ہیں۔ سندھ اور پنجاب ڈیپوٹیشن کی رپورٹ سرگزشت شائع کر چکا ہے۔ آج ہم مدراس کی رپورٹ شائع کرتے ہیں جو بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ اس وفد کے سکریٹری عزیزی مسٹر نذیر آزاد اور عزیزان عبدالصمد رحبستانی و وزیر محمد خاں ممبر تھے جنہوں نے بیزواڑہ - گنٹور - مچھلی پٹم - نیلور - مدراس - تنجور - ترچناپلی دھنش کٹی (یہ مقام باوا آدم کے پل کے پاس ہے) منڈورا - بنگلور و میسور کا دورہ کیا ہے اور اس نے علی گڑھ تحریک کو ان مقامات میں پہونچایا جہاں غالباً اب تک کوئی نہیں گیا تھا۔ چندہ دہندگان میں خاص بزرگ جنہوں نے گرانقدر عطیہ عنایت فرمائے ہیں ان کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

برائے تعمیر کردہ ڈیوٹی ہوسٹل

(۱) خانصاحب عبدالرحمٰن مرکائر رئیس منڈپم (مدراس) ۱۰۰۰ روپیہ

(۲) سید قادر صاحب پرو پرائٹر تاج محل بیڑی مدراس معرفت محمد عظیم صاحب علیگ نج مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۳) خانصاحب ساہوکار محمد عمر صاحب پرو پرائٹر کلاور بیڑی مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۴) جناب عبدالرحمٰن صاحب رئیس لیدر مرچنٹ معرفت ملنگ احمد بادشاہ صاحب بیرسٹر مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۵) جناب مولوی ملنگ احمد بادشاہ صاحب ایم اے ایل بیرسٹر مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۶) جناب کاکا محمد اسمٰعیل صاحب پرو پرائٹر مکشن کمپنی مدراس معرفت ملنگ احمد بادشاہ صاحب مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۷) پی۔آر۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب اینڈ کو۔ بیرسٹر معرفت ملنگ احمد بادشاہ صاحب مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۸) پنجابی لیدر ایسوسی ایشن مدراس۔ معرفت صادق اینڈ برادرس رنگا پیا اسٹریٹ مدراس ۲۵۰ روپیہ

(۹) مسلمانان ترچناپلی معرفت غلام جیلانی صاحب قریشی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج ترچناپلی　۲۵۰ روپیہ

(۱۰) حاجی عبدالرحمن صاحب رئیس اعظم کاٹھیاواڑ۔ جنرل کلاتھ مرچنٹ بنگلور سٹی معرفت جناب اے جی خلیل ایڈوکیٹ　۲۵۰ روپیہ

(۱۱) حاجی ابراہیم اسحٰق اینڈ سنس۔ بنگلور سٹی۔ معرفت جناب اے جی خلیل ایڈوکیٹ　۲۵۰ روپیہ

(۱۲) حاجی جعفر حاجی ابراہیم۔ پروپرائٹر گرین شاپ بنگلور معرفت جناب محمود شریف صاحب ایڈوکیٹ　۲۵۰ روپیہ

(۱۳) جناب حاجی محمد صالح سیٹھ صاحب بنگلور معرفت جناب محمود شریف صاحب ایڈوکیٹ　۲۵۰ روپیہ

(۱۴) جناب سید محمد یوسف صاحب پروپرائٹر ہیم فیکٹری محبوب آباد۔ اسماعیل سن۔ بنگلور سٹی　۲۵۰ روپیہ

(۱۵) جناب رحیم خلیلی شیرازی صاحب بنگلور سٹی　۱۰۰ روپیہ

	۴۳۵۰ روپیہ
متفرق چندہ	۹۷۹
کل میزان	۵۳۲۹ روپیہ

سرگزشت ان کل محترم و مخیر بزرگوں کا جنہوں نے اپنی واحد جامعہ اور ڈیولی سوسائٹی جیسے کارخیر والے شعبہ کی ٹھوس امداد فرمائی ہے اپنے متعلقین مدرسگا و ادخلاصکر ملک برادری کی طرف سے بے حد و حساب شکریہ ادا کرتا ہے اور جنوبی ہند کے ڈیپوٹیشن خاصکر اس کے سکریٹری عزیز بھائی مسٹر مختار آزاد سلمہٗ کو دل سے مبارکباد دیتا ہے۔

سرگزشت پنجاب۔ سندھ۔ فرنٹیر اور جنوبی ہند والے ڈیپوٹیشنوں کے سکریٹری صاحبان سے درخواست کرتا ہے کہ اپنے اپنے تجربات کے متعلق سرگزشت کو مضامین دیں جن کو سرگزشت "داستان چہار درویش" کے عنوان سے انشاءاللہ شائع کریگا جو ناظرین کے واسطے بھی موجب دلچسپی ہوں گے اور سوسائٹی کو بھی ان سے فائدہ پہونچیگا۔

متوازی حکومت کے قیام کی کوششیں گوارا نہیں کیجاسکتیں

حکومت ہند کا تشریحی بیان

حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ ہندوستان کی کسی غیر سرکاری والنٹیر جماعت کے ارکان ہتھیار رکھکر یا بغیر ہتھیار لئے فوجی کسرت یا ڈرل نہ کریں۔ حکومت نے اپنے اس فیصلہ کی وضاحت میں ایک کمیونک شائع کیا ہے جس میں مرقوم ہے کہ "حکومت ہند کچھ عرصہ سے غیر سرکاری والنٹیر جماعتوں کی ترقی کو تشویش کی نظر سے دیکھ رہی ہے۔ ان جماعتوں کے ممبر فوجی اصولوں پر عمل کرتے ہیں اور اکثر فوجی قسم کی امتیازی وردی پہنتے ہیں۔ بعض حالات میں لاٹھیاں لیکر یا دوسری چیزیں لئے جو بطور ہتھیار کے طور پر استعمال ہوسکتی ہیں ڈرل کی جاتی ہے۔ یہ جماعتیں زیادہ تر فرقہ وارانہ ہیں اور ان میں سے اکثر کا تعلق ایسی جماعتوں سے ہے جن کے مقاصد سیاسی ہیں۔ حکومت ہند نے ابتک ان جماعتوں کی سرگرمیوں میں مداخلت نہ کی اور حال ہی میں ان کی تعداد اور طاقت میں اضافہ ہونے ان کے ظاہرہ ارادوں اور امن عامہ اور ملک کے تحفظ کو ان سے جو خطرہ لاحق ہے اس کو دیکھکر حکومت ہند نے یہ ضروری خیال کیا کہ وہ اس قسم کی سرگرمیوں کے بارے میں اپنی پالیسی ظاہر کردے اور ان کو قاعدہ کے اندر لانے کیلئے قدم اٹھائے۔

والنٹیر جماعتوں کا مقصد حکومت ہند اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ بعض مستثنےٰ معاملات میں بعض ایسی منضبط جماعتیں ہیں جو مفید اور بے ضرر ہیں اور بالخصوص نوجوانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں قائم کی گئی ہیں۔ لیکن ان والنٹیر جماعتوں کی زبردست اکثریت کے بارے میں یہ سمجھنا ناممکن ہے کہ وہ کسی جائز اور بے ضرر مقصد کے لئے قائم ہیں اور عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان جماعتوں کے ارکین سے یا تو فرقہ وارانہ فساد کے لئے یا موجودہ حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے ڈرل کرائی جارہی ہے۔ خود ڈرل سے یہ ارادہ ظاہر ہوتا ہے کہ منظم طاقت کو جماعت کے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جائے گا اور وردیاں پہننے سے یہ خطرہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ لاٹھیاں اور دوسرے ہتھیار لے کر چلنے سے طاقت کا استعمال اور زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے اور کبھی کوئی سیاسی پارٹی یا گروپ اس قسم کی جماعت قائم کرے تو عوام کے ذہن پر اس کا بھی اثر پڑ سکتا ہے کہ جبر کے ذریعہ پارٹی کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے۔

فرقہ وارانہ والنٹیر جماعتیں فرقہ وارانہ قسم کی والنٹیر جماعتوں میں یہ عذر پیش کرکے دھڑادھڑ والنٹیر بھرتی کئے جارہے ہیں کہ وہ اس فرقے کی جان مال اور آزادی کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ حکومت اس عذر کو تسلیم نہیں کرتی وہ تو اس اصول کو تسلیم کرتی ہے جو علانیہ پالیسی اور حفاظت کے مطابق ہے کہ کسی فرقہ یا طبقہ کا تحفظ ان باقاعدہ قوتوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہیئے جو اس مقصد کے لئے حکومت نے قائم کی ہیں۔ ہر قسم کی بدنظمی کو دبانے کے لئے حکومت ہند کے پاس بہت بڑی طاقت موجود ہے اور ملک کے داخلی امن اور حفاظت کو محفوظ رکھنے کے لئے ان طاقتوں کو استعمال کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا جائیگا۔ جنگ کی رفتار اور اس کے ہندوستان سے قریب تر ہوجانے کی وجہ سے عدم تحفظ کا جو احساس پیدا ہوگیا ہے اسے حکومت محسوس کرتی ہے اور عوام میں باہمی امداد اور مدافعت کے لئے خود منظم ہونیکی جو خواہش ہے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ حال ہی میں حکومت نے سوک گارڈوں کی صورت میں اس قدرتی خواہش کو پورا کرنے کے لئے جائز راستہ فراہم کیا۔ جو لوگ پبلک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں انھیں سوک گارڈوں میں مفید موقع ملیگا۔

پرائیویٹ فوجیں جن جن ملکوں میں پرائیویٹ فوجوں کو بڑھنے دیا جاتا ہے وہ جلد یا بدیر امن عامہ کی حفاظت اور آزادی کے لئے تباہ کن نتیجے ثابت ہوئے ہیں۔ حکومت ہند کو یقین ہے کہ والنٹیر جماعتوں میں اضافہ خواہ فرقہ وارانہ اصولوں پر ہو یا پارٹی لائنوں پر اس سے عدم تحفظ کا احساس کم ہونے کے بجائے اور بڑھیگا اور جس خطرہ کو روکنا چاہتی ہو وہ اور بڑھ جائیگا۔ اس کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ فوجوں سے حقیقی ہنگامی حالت میں انتشار پیدا ہوجائیگا۔ موجودہ حالات میں اس بات کی اہم ضرورت ہے کہ عوام ہر قسم کی سرکاری وردیوں کو صاف طور پر پہچان لیں اور لوگ عوام کی نظر میں وہ پوزیشن اختیار نہ کریں جو انھیں حاصل نہیں ہو۔

جنگ کے دوران میں حصول تدبیر کے طور پر ایسی دفعہ موجود ہے کہ غیر قانونی طور پر ڈرل کرنے اور غیر سرکاری وردیاں پہننے کو قاعدہ کے اندر لایا جائے۔ چنانچہ حکومت ہند نے تمامی صوبجاتی حکومتوں کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کارروائیوں پر قابو پانے کے لئے زبردست تدبیریں اختیار کی جائیں۔

نوٹ حکومت کا حکم سر اور آنکھوں پر لیکن اتنی گذارش ضرور ہے کہ دنیا میں اس وقت مارشل اسپرٹ کارفرما ہے اور غلام ہندوستان بھی اس احساس سے خالی نہیں۔ چند تعلیم یافتہ کے واسطے سوک گارڈ کافی ہو لیکن عوام میں جو یہ اسپرٹ پیدا ہوچکی ہے اس کا کیا علاج ہے۔

(ایڈیٹر)

سوالنامہ متعلق تعلیم مسلمانان ہند

مرتبہ

کمال یار جنگ تعلیمی کمیٹی

مقرر کردہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

(ترجمہ سید الطاف علی صاحب بی اے علیگ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۶) کچھ اہل الرائے حضرات کی رائے ہے کہ ہندوستان کی بہت سی تعلیمی اور دوسرے مسائل کا حل تمام ہندوستانی زبانوں کے لئے رومن رسم الخط اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

(۱۷) کیا آپ نسخ ٹائپ کو پسند کرتے ہیں یا اردو کتابوں کے چھاپنے کے لئے نستعلیق ٹائپ کو۔ نستعلیق ٹائپ کو رواج دینے کی کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔

(۱۸) موجودہ نظام تعلیم میں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے حسب ذیل تبدیلیاں عمل میں لانے میں آپ کیا اصلاحات تجویز کرتے ہیں۔
(الف) مختلف نظم و نسق اور انتظامی امور کی کمیٹیوں، اور [illegible] کے دستور العمل کے متعلق قانون (ب) نصاب تعلیم اور درسیات متعین کرنے کے قوانین و قواعد (ج) کتابوں کے انتخاب کا طریقہ

(۱۹) کیا آپ کی رائے میں ایک مکمل تعلیمی اسکیم جو مسلمانوں کی مخصوص ضروریات اور خواہشات کے مطابق ہو اس کا بنایا جانا قابل عمل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو آپ کی رائے میں وہ کس قسم کی ہو۔ اس قسم کی اسکیم میں آپ رائج الوقت تعلیمی اسکیموں کا کس طرح امتزاج پیدا کریں گے۔ براہ مہربانی اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلہ میں [illegible] مالیات اور انتظامی پہلو پر بھی روشنی ڈالئے

(۲۰) مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق اگر کوئی اور مسئلہ یا پہلو آپ کے خیال میں ہو جس پر آپ توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس کو لکھئے

اعلیٰ یونیورسٹی تعلیم

(۲۱) کیا آپ کو اپنے صوبہ کی یونیورسٹیوں کے نصاب درسیات اور کورس کی کتابوں پر کچھ اعتراضات ہیں۔

(۲۲) کیا آپ کے خیال میں یونیورسٹیوں کے حدود میں اسلام کی تاریخ اور کلچر کے پڑھائے جانے کا کافی انتظام [illegible] ہے۔ اگر نہیں ہے تو اس بارے میں آپ کی کیا تجویز ہے۔

(۲۳) کیا مادری زبان کی تعلیم کے علاوہ یونیورسٹی کے امتحانات میں اردو بطور ثانوی زبان کے تسلیم کی جاتی ہے۔

(۲۴) [illegible] نے امتحان میں جہاں مادری زبان کی تعلیم کے علاوہ کوئی دوسری زبان بھی بطور لازمی زبان کے کیا لازمی مضمون ہے اور ساتھ ہی طالب علم کو عربی، فارسی یا اردو جو اس کی مادری زبان نہیں ہے بطور اختیاری مضمون کے لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک اوسط درجہ کے مسلمان طالب علم کو کون سی زبان کی تعلیم کا اس صورت میں انتخاب کرنا چاہئے جبکہ یونیورسٹی کے اعلیٰ امتحانات کے لئے یا تو اسے ان زبانوں میں سے کوئی زبان نہیں لینا ہے یا وہ سائنس کے مضامین لے گا۔

(۲۵) یونیورسٹی کی تعلیم کے زیادہ مصارف کس حد تک مسلمانوں کی تعلیم میں مانع ہیں۔ کیا آپ کو اس خصوص میں کچھ تجاویز پیش کرنی چاہئیں۔

(۲۶) کیا آپ سائنس کی کلاسوں میں مسلمان طلبہ کی موجودہ تعداد سے مطمئن ہیں۔ اور اگر نہیں ہیں تو ان کلاسوں میں مسلمانوں کی کمی تعداد کے کیا اسباب ہیں۔

(۲۷) یونیورسٹیوں کی انتظامی اور نظم و نسق کی جماعتوں میں مسلمانوں کی دوسری اقوام کے مقابلہ میں کیا تعداد ہے۔ اس خیال کے ماتحت کہ یونیورسٹیوں کو زیادہ تر خالص تعلیمی ادارہ رہنا چاہئے [illegible] مسلمانوں کی [illegible] تعداد آپ کس طرح [illegible] کیا آپ کی رائے میں اس بات کی ضرورت محسوس [illegible] یا نہیں۔

(۲۸) کیا آپ کی رائے میں یونیورسٹی کی تعلیم سے متعلق کوئی اور پہلو یا مسئلہ بھی ہے جس پر آپ توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

ثانوی تعلیم

(۲۹) کیا مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ثانوی اسکولوں کا نظم و نسق اور انتظام قابل اطمینان ہے اور اگر نہیں ہے تو [illegible] کس قسم کی اصلاحات اور تبدیلیاں تجویز کرتے ہیں۔

(۳۰) جو ہائی اسکول پورے طور پر مسلمانوں کے زیر انتظام ہیں اور [illegible] کام انجام دیتے ہیں کیا ان کی کارکردگی پر آپ کو کچھ اعتراضات ہیں۔

(۳۱) کیا آپ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ثانوی اسکولوں کے نصاب اور درسیات کو موزوں خیال کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو کس قسم کی ترمیم و تبدیلی ان میں ہونا چاہئے۔

(۳۲) ثانوی اسکولوں کی انتظامیہ کمیٹیوں کے کیا کچھ قواعد و ضوابط ہیں اور کیا ان انتظامیہ کمیٹیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کافی ہے۔ اگر نہیں ہے تو آپ کی رائے میں اس بارے میں کیا کرنا چاہئے

(۳۳) ثانوی اسکولوں کا ذریعہ تعلیم اور یونیورسٹیوں کے مشترکہ [illegible] کے امتحان یا [illegible] اس کے دوسرے امتحانات کی زبان کیا ہونی چاہئے۔

ابتدائی تعلیم

(۳۴) کیا ابتدائی تعلیم کے آپ کے صوبہ میں کسی خاص قسم کے اسلامیہ اسکول ہیں اور اگر ایسا ہے تو کیا ان کا نصاب تعلیم عام پرائمری اسکولوں سے مختلف ہے۔

(۳۵) کیا آپ ان اسلامیہ پرائمری اسکولوں کے عام پرائمری اسکولوں سے علیحدہ قائم رکھے جانے کے حق میں ہیں یا صرف ایک ہی قسم کے تمام پرائمری اسکول ہوں۔ کیا آپ اس نقطہ نظر سے موجودہ پرائمری اسکولوں کے نصاب میں کوئی ترمیم و تبدیلی ضروری خیال کرتے ہیں۔

(۳۶) ایک پرائمری اسکول میں مسلمانوں کے لئے کس قدر مذہبی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے اور آپ کی رائے میں اس کی کیا اہم خصوصیات۔ نوعیت اور طریقہ تعلیم ہونا چاہئے تاکہ وہ چار پانچ سال کی تعلیم میں چھ سے دس تک کی عمر کے بچوں کے لئے موزوں ہو سکے۔

(۳۷) کیا آپ کی رائے میں جس قسم کی تعلیم پرائمری اسکولوں میں دی جاتی ہے وہ بہ نسبت دیہات کے زیادہ تر شہری رجحان کی حامل ہے اور اگر ایسا ہے تو کیا نصاب تعلیم اور پرائمری اسکولوں کی درسیات میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا خاص خاص تجاویز ہیں۔

(۳۸) آپ کے صوبہ میں ابتدائی تعلیم کس کے زیر انتظام ہے کیا ابتدائی مدارس لوکل باڈیز مثلاً میونسپلٹیاں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ، تعلقہ اور تحصیلوں کے بورڈ یا اسکول بورڈ چلاتے ہیں۔ آپ کی رائے میں مسلمانوں کے نقطہ نظر سے یہ انتظام قابل اطمینان ہے یا نہیں۔ کیا مسلمانوں کو پرائمری اسکولوں کے انتظامات اور نظم و نسق کے متعلق کچھ شکایات ہیں اور اگر ہیں تو کیا ہیں۔

(۳۹) کیا آپ لوکل باڈیز کے زیر انتظام پرائمری اسکولوں کے رکھے جانے کے حق میں ہیں یا ان کو آپ کی رائے میں صوبوں کی گورنمنٹ کی سپردگی میں دے دیا جائے۔

(۴۰) کیا گذشتہ چند سال کے عرصہ میں پرائمری تعلیم یا پرائمری اسکولوں کے متعلق آپ کے صوبہ میں پالیسی یا طریقہ عمل میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں اور کسی کمیٹی کی ایسی سفارشات ہوئی ہیں جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف اثر اندازی کرتی ہیں۔

(۴۱) کیا آپ نے واردھا اسکیم، ودیا مندر اسکیم یا کسی اور نئی اسکیم کو جو آپ کے صوبہ میں حال ہی میں رائج کی گئی ہو یا رائج کئے جانے کی سفارش کی گئی ہو اس کو پڑھا ہے۔ تعلیمی نقطہ نظر سے یا مسلمانوں کے تعلیمی مفاد کے نقطہ نظر سے آپ کے ان اسکیموں کے

نل کا پانی استعمال کیجئے

آجکل عموماً پانی صاف نہ ملنے کی وجہ سے لوگ بہت سی مہلک بیماریوں مثلاً کالرا وغیرہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ چونکہ کنوؤں کے پانی میں آجکل کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں اس لئے آجکل کنوئیں کا پانی نہیں پینا چاہئے۔ اگر آپ بالکل صاف اور صحت بخش پانی چاہتے ہیں تو واٹر ورکس سے نل اپنے مکان میں لے لیجئے۔ نل کے پانی کو روزانہ میڈیکل آفیسر معائنہ کرتے ہیں اور اس کے استعمال سے کسی قسم کی بیماری کا اندیشہ نہیں ہے۔ باقی مفصل حال انجنیر صاحب واٹر ورکس علی گڑھ سے معلوم فرمائیے۔

جناب رشید احمد صاحب صدیقی علیگ

لکچرر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی چالیس ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ

موسوم بہ

خنداں

مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع ہوگیا

مضبوط خوبصورت جلد، ستھری لکھائی چھپائی، سفید چکنا کاغذ

۳۸۱ صفحات قیمت ۸؍ علاوہ محصولڈاک

کتابخانہ اُردو، لاہور

اس کا اجراء لاہور کے چند ادیبوں نے کیا ہے جن کی زندگیاں سرمایہ پرستوں کے ہاتھوں برباد ہورہی تھیں اور ان کی محنت کا پسینہ بیکار جارہا تھا۔ مقصد کے حصول کے واسطے ایک کتب خانہ قائم کیا گیا ہے جو وقتاً فوقتاً اپنی مفید عام تصانیف سلیس اردو میں شائع کرے گا۔ چنانچہ ادارہ کی دو کتابیں

(۱) "ہمارے بزرگ" مولفہ جناب رشید اختر صاحب ندوی قیمت ۱۲؍ اور (۲) "اسلامی تعلیم" مولفہ ظہیر احمد عثمانی صاحب ماہر تبلیغ قیمتی ۲؍ اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ لکھائی، چھپائی و کاغذ نہایت اچھا ہے اور مضامین کے لحاظ سے مسلمان بچوں بلکہ نوجوانوں کے واسطے بھی نہایت درجہ مفید و کارآمد ہیں۔

کتب خانہ کے پروپرائٹر جناب محمد شفیع صاحب امرتسری ہیں۔ کتابوں کے علاوہ پندرہ روزہ اخبار سعادت بھی نکالتے ہیں جس میں لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی ذہنی ترقی کے واسطے مفید مضامین ہوتے ہیں۔

ہفتہ وار

علی گڑھ

تاریخہائے اشاعت ا ـ ۸ ـ ۱۶ ـ ۲۴

ابراہیم بیگ
علیگ
ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر

چندہ سالانہ

۱۶۱

جلد ۱۲ ‖ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۴۰ء ‖ نمبر ۲۵

علی گڑھ کی — او

ڈاکٹر ڈنگ کے فلسفے کے بعد ناموں کا فلسفہ بھی سرگزشت پچھلے نمبر میں بیان کر چکا ہے اور مثال کے طور پر ان ہزار ہا ناموں میں سے دو نام بھی بطور مثال پیش کر چکا ہے۔ ناموں کے علاوہ خاندانی خطاب بھی دئے جاتے تھے جو فی الفور صورت دیکھتے ہی تجویز نہیں ہوتے تھے بلکہ کچھ دن کے مشاہدات کے بعد اور خوب سوچ سمجھ کر دئے جاتے تھے اس وجہ سے خطاب کا درجہ ناموں سے [illegible] ہوتا تھا اور یہ رتبہ کسی تنہا فرد کو نصیب نہیں ہوتا تھا [illegible] پانے والے وہ خوش قسمت ہوتے تھے جو [illegible] سے زیادہ کی تعداد میں بورڈنگ میں رہتے تھے۔ یعنی دو تین چار بھائی یا خاندان کے لوگ۔ خاندانی خطابات میں سب سے بڑا درجہ آجتک "سوپ فیکٹری" میرٹھ کا ہے صوبہ کے اس نامور خاندان سے جس کے بزرگ خاندان آجکل محترم بھائی خان بہادر نواب محمد اسلام احمد خاں صاحب علیگ سپرنٹنڈنٹ پولیس ریٹائرڈ و رئیس میرٹھ ہیں اور یہ نامور خاندان شاہی زمانہ سے بفضلہ اس وقت تک حکومت و سلطنت میں صوبہ ہذا میں بہت ہی معزز و محترم شمار ہوتا ہے۔ بزرگ خاندان کو نوابی کا خطاب گورنمنٹ سے منظور شدہ ہے۔ اس خاندان کے بزرگ ہمیشہ علی گڑھ تحریک کے ہر طرح حامی رہے اور اپنے عزیزان کو زیادہ تر علی گڑھ ہی میں تعلیم کے واسطے بھیجے تھے۔ آج بھی اس خاندان کے کئی بچے یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کالج کے زمانہ وسطی میں اس خاندان کے کئی فرد یہاں تعلیم پاتے تھے۔ یکی بارگ جو اب سید کورٹ کہلاتا ہے اسی میں قیام تھا۔ یہ سب لوگ کی طرح رنگ کے بھی نہایت صاف۔ بالکل ہم رنگ — ایک قلب۔ ایک جسم اور ایک ہی عادت کے تھے۔ پڑھنے۔ کھیلنے۔ کھانے و مسجد سب ساتھ جاتے تھے۔ لہذا یار لوگوں نے ان کو نمبر شو "سوپ فیکٹری" کا خاندانی خطاب دیا تھا جو آجتک مشہور ہی نہیں ہے بلکہ اس خاندان کا بڑے سے بڑا فرد بھی اس سے مخاطب کرنے پر جو روحانی لطف حاصل کرتا ہے بیان سے باہر ہے۔ [illegible] اور [illegible] بھی بہت ہی مشہور و نامور خاندانی خطابات ہیں۔ [illegible] کا مشہور خطاب حاصل کرنیوالے دو بھائی تھے۔ بڑے بھائی [illegible] اعظم کہلاتے تھے جو کالج ہی میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے تھے اور پھر دنیا میں داخل ہو کر بھی [illegible] کے صحیح معنی میں علمبردار رہے اور واقعی عجیب و غریب [illegible] ہوئے۔

[illegible] فیملی میں [illegible] ممبر کالج میں تھے۔

سب سے بڑے [illegible]

ان سے چھوٹے [illegible]

سب سے چھوٹے "[illegible]"

تھے اور عجب اتفاق کہ دنیا میں داخل ہو کر اسی ریشیو سے ان بھائیوں نے [illegible]۔ دولت اور نام حاصل کیا۔

خاص بابا لوگ کے [illegible] سط
منٹوسی

[illegible] جب [illegible] دیکھا تھا [illegible]
[illegible] بورڈنگ کا حال جو منٹو سی کے نام سے مشہور [illegible] اس
[illegible] و برما کے نہایت مخیر بزرگ سیٹھ جمال رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی کی [illegible] بابا لوگ
کی آگاہی کے واسطے دیا جاتا ہے۔ منٹو سرکل کے شاندار پھاٹک میں داخل ہونے والے
کو یہ حصہ بورڈنگ ۲۳ قدم چل کر داہنی جانب ملتا ہے۔ اس میں بھی ۲۳ کمرے طلبا
کی رہائش کے واسطے اور دو نگراں صاحبان کے کمرے اور ایک بڑا ہال وسط عمارت
میں ہے۔ سرسنتے دو نگہبانوں میں سے ایک کمرہ میں اسکول کے سیکنڈ ماسٹر سید
صبیح الدین حیدر صاحب کا جو "دنوں میں چچا" کے پیارے نام سے مشہور ہیں قیام رہتا ہے
اور ہوسٹل کے آخر کمرے میں ماسٹر حنیف صاحب وارڈن کا قیام ہے اور عجب اتفاق
کہ جسم کی ساخت و قدو قامت اور قابلیت کے لحاظ سے یہ دونوں صاحبان
بالکل "ع سیخ" ہیں۔ اگر جناب حنیف صاحب ذرا سی داڑھی سامنے نکالیں اور
[illegible] زیادہ [illegible] تو دن کے وقت بھائی صبیح الدین حیدر صاحب کا ان پر
دھوکہ ہو جائے۔ جس طرح [illegible] کا [illegible]
میں بہت چھوٹے بچے ہیں۔ اسی طرح منٹو سی میں [illegible] بجائے گرانڈ ہیڈ [illegible] بورڈنگ
زیادہ تر طالب علم ہیں اور افریقہ تک کے لڑکے ہیں۔ پچھلی مرتبہ جبکہ ہیڈ ماسٹر
صاحب نے بورڈنگ ہاؤسوں کی صفائی کا معائنہ کیا تھا تو اس بورڈنگ کی "لے
سائڈ منٹو سرکل کے تمام بورڈنگ ہاؤسوں میں سب سے زیادہ صاف ستھری رہی۔
سرگزشت عزیز طلباء و محترم وارڈن صاحبان کو اس کی مبارکباد دیتا ہے۔ اس
بورڈنگ اور اس کے رہنے والوں کا حال عزیزی اسحاق حسین سلمہ جو فیروز آباد شریف
کے ایک نہایت معزز و شریف خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور آجکل اسی بورڈنگ میں
رہتے ہیں۔ اس ہفتہ ہم کو لکھ کر بھیجا ہے اس واسطے ہم اپنا مضمون شائع کرنے کی بجائے
عزیزی سلمہ ہی کا مضمون شائع کر رہے ہیں جو مختصر مگر جامع ہونے کے علاوہ زبان کے
لحاظ سے بھی قابل تعریف ہے اور بابا لوگ اپنے ان بھائی کو جس قدر بھی گرینڈ
ہیزی ڈنر کھلائیں یا گرینڈ ٹی دیں کم ہے۔ انشاء اللہ سرگزشت بھی ان کو جلد اس
مضمون کے صلہ میں ڈنر یا ایٹ ہوم دیگا۔ اب ان کا مضمون پڑھئے۔
"ہمارا بورڈنگ منٹو سرکل کا ایک حصہ ہے جس کو رنگون کے ایک مخیر بزرگ جناب سیٹھ
جمال صاحب نے تعمیر کرایا ہے اس واسطے اس کا نام "جمال ہوسٹل" ہے۔ اس کے رہنے
والے سب نوجوان اور تہذیب یافتہ ہیں۔ اتحاد اور اتفاق کا دریا یہاں بفضلہ بہتا رہتا
ہے۔ لڑائی جھگڑے کا نام نہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ ہمارے ہر دو وارڈن صاحبان
یعنی ماسٹر صبیح الدین حیدر صاحب اور ماسٹر حنیف صاحب کا طرز عمل ہر طالب علم کے ساتھ
یکساں اور مشفقانہ ہے۔ اس واسطے سب ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے اور ایک دوسرے
کے ہر حال میں شریک رہتے ہیں۔ ہمارا بورڈنگ صفائی کے لحاظ سے تمام منٹو سرکل میں
ممتاز ہے۔ حال ہی میں جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسکول کے تمام بورڈنگ ہاؤسوں
کی صفائی کا معائنہ کیا تھا تو ہمارے بورڈنگ کو "لے سائڈ" تمام منٹو سرکل میں اول
دن رہا۔ دوسری بات جس پر ہم کو فخر ہے اور بجا فخر ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں نے
خود ہی اپنے کمروں کو صاف کیا۔ یہ کام کسی ملازم و بیرے سے نہیں لیا گیا تھا۔ جھاڑو تک خود
ہی دی تھی اور خود ہی کمروں و برآمدوں کے فرش پانی سے دھوئے تھے۔ پانی بھی
نل سے خود ہی لائے تھے۔ اپنا کام کرنے کی اسپرٹ ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب اور
[illegible] وارڈن صاحبان نے خود بھی اپنے کمروں
کی صفائی اپنے ہاتھوں کر کے ہم کو عملی سبق دیا تھا۔ ہم لوگوں [illegible]
ہیڈ ماسٹر صاحب نے بہت تعریف کی اور ہم کو شاباش دی۔ اس مقابلہ میں ہمارے
بھائی [illegible] ارشاد علی القادری اور حسن امیر نقوی کا کمرہ صفائی کے لحاظ سے بورڈنگ
میں اول رہا اور اس کی سادگی اس کا زیور تھی۔ عزیز بھائی صادق حسین کا کمرہ دوسرے
نمبر رہا جو اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے سجا ہوا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ صادق بھائی اپنے
کمرے کو چھوٹا موٹا نگار خانہ چین بنائے ہوئے ہیں۔ تصاویر و سامان اس طرح
سجایا ہے کہ ان کی خوش سلیقگی کی بولتی ہوئی تصویر ہے۔ لیکن ہمارے ہر دلعزیز
ہیڈ ماسٹر صاحب نے سادگی کو اول نمبر دیا۔ ان کے بعد بھائی مرزا احمد حسین کا کمرہ رہا۔
مرزا بھائی بورڈنگ کے بی۔ سائڈ کے مانیٹر ہیں۔ ان کو ورزش سے خاص شوق ہے
اس واسطے کمرہ میں زیادہ تر پہلوانوں کے فوٹو ہیں۔ جسم کا ورزشی سامان ہے
اسی وجہ سے اور کئی بھائی ان سے کہ ساتھ ورزش کرنے جاتے ہیں۔ اس وقت ہمارے
بورڈنگ کے بیس کمروں میں طلباء رہتے ہیں جن کی تعداد ۴۲ ہے۔ ان میں بڑے بڑے
صاحب کمال بھی ہیں جن کے جوہر ابھی سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یقین ہے کہ آئندہ زندگی میں
انشاء اللہ مادر درسگاہ اور قوم کا نام خوب روشن کریں گے۔ سید حسن امیر صاحب جن
کا کمرہ صفائی کے لحاظ سے اول مانا گیا ہے عجیب خوبی کے بھائی ہیں۔ اسی سال آگرہ سے
آئے ہیں اور ایسے اسپورٹ مین ہیں کہ ہر کھیل میں طاق ہیں۔ تقریر کرنے میں ماہر ہیں۔
کھیل کے میدان اور کلاس روم دونوں میں تیز و ذہین ہیں۔ اسی وجہ اس قدر جلد کلاس
کے مانیٹر کر دئے گئے ہیں۔ شاعری سے بھی خاص ذوق ہے اور سائل تخلص فرماتے ہیں
بھائی نوابزادہ مونس رضا خاں ہز ہائی نس نواب صاحب رامپور کے بھانجے ہیں۔ اسکول کے
پرانے طالب علم ہیں۔ اس سال ٹینس کے سکریٹری ہوئے ہیں اور اے سائڈ کے مانیٹر بھی ہو گئے ہیں
اے سائڈ کے دوسرے مانیٹر بھائی حیدر علی [illegible] بہت ہی ذہین ہیں (ماشاء اللہ) خاص کر
گرامر کے ماہر ہیں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو دریافت کرنے پر بہت خوشی سے سمجھاتے
ہیں۔ بھائی صادق صاحب جن کا [illegible] اوپر کر چکا ہوں ہمارے بورڈنگ کے کامن روم
کے سکریٹری ہیں اور اپنے فرائض بہت خوبی سے انجام دیتے ہیں۔ انھوں نے جناب حنیف
صاحب وارڈن کے ایما پر کامن روم کے واسطے بہت کچھ سامان تفریح منگایا ہے جس سے
اس میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ بھائی موبائی (افریقین) بورڈنگ کے نہایت ہردلعزیز
طالب علم ہیں۔ جنوبی افریقہ کے رہنے والے ہیں۔ تین چار سال سے یہاں ہیں اور ہر ایک
کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔ خاص کر فٹ بال اور ہاکی کے اچھے کھلاڑی ہیں۔ پچھلے سال ٹینس کے
سکریٹری اور مانیٹر بھی تھے۔ ان کا سب سے عزیز شغل ناول پڑھنا اور سونا ہے خوش کلامی میں
بھی ماشاء اللہ کسی سے کم نہیں۔ قبلہ سرگزشت صاحب کے ہیٹو کلب کے ماہور ممبر ہیں۔

(باقی آئندہ)

سرگزشت

جلد ۱۲ | ۲۶ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۴۰ء | نمبر (۲۵)

مسلم یونیورسٹی کے ناقص قواعد و ضوابط

(۴)

قاعدہ کے لحاظ سے مسلم یونیورسٹی کو پہلی یونیورسٹی ہونا چاہیے تھی جہاں اردو زبان کی نہایت جامع چیز ہونا لازمی تھی لیکن کس درجہ افسوس کا مقام ہے کہ یہاں اس وقت تک شعبہ اردو کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جو ہندوستان کی اور دارالعلوم میں اب سے بہت پہلے حاصل ہو چکی ہے۔ انصاف کی نظر دیکھا جائے تو اس وقت بھی جبکہ غریب اردو زبان کو مٹانے کے واسطے ہر طرف سے یورش ہے مسلم یونیورسٹی میں اس کی طرف سے جو بے اعتنائی ہے اس کا اندازہ یونیورسٹی کورٹ کے ممبر خان بہادر مولوی محمد یونس خاں صاحب شروانی کے دو رزولیوشن ہیں جو موصوف نے پچھلے اجلاس مجلس کورٹ میں پیش ہونے کے واسطے بھیجے تھے۔ جن میں آپ نے منتظمین درسگاہ کو توجہ دلائی ہے۔

(۱) مسلم یونیورسٹی کورٹ کی روئداد آئندہ اردو زبان میں مرتب کی جائے اور میزانیہ کے ساتھ آنریری [illegible] صاحب کا سالانہ نوٹ آئندہ اردو زبان میں شائع کیا جائے۔ (۲) مسلم یونیورسٹی کے متعلقہ اداروں کے دفاتر حتی المقدور خط و کتابت اردو زبان میں رکھیں وغیرہ وغیرہ۔ غور فرمایئے کہ ان سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور غریب اردو زبان یہاں ابتک کس درجہ کس مپرسی میں ہے اور ہمارے محترم منتظمین درسگاہ کو اس کا کہاں تک خیال ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہماری بے حسی کی اب کوئی حد ہی نہیں رہی ہے۔ اس وقت جبکہ دنیا طے کر چکی ہے کہ ہماری تعلیم جب تک کہ وہ اپنی زبان میں نہ ہو کبھی مکمل اور بارآور نہیں ہو سکتی ہے۔ ہم آج بھی سوچتے ہیں تو انگریزی زبان میں بولتے ہیں تو انگریزی میں ہیں۔ لکھتے ہیں تو انگریزی زبان میں اور اردو زبان کی جو مٹی خراب یہاں ہوتی ہے اور اس سے جو نقصان خود ہمارے ہاتھوں ہو رہا ہے حقیقت میں اس کا تشخیص بھی اعداد کے ذریعہ نہیں ہو سکتا ہے۔ طلباء کی سہولت کے واسطے بعض دوسری درسگاہوں میں کیا منتقل امتحان کا طریقہ عرصہ سے جاری ہے لیکن مسلم یونیورسٹی کے طلباء ابتک اس سے محروم ہیں۔ اکثر دوسری درسگاہیں اپنے یہاں کے گریجویٹ کو اگر کسی خاص مضمون میں پھر امتحان پاس کرنا چاہیں بخوشی اجازت دیتی ہیں لیکن مسلم یونیورسٹی کا گریجویٹ اگر چاہے کہ وہ کسی خاص مضمون میں امتحان دے سکے تو وہ یہاں ایسا نہیں کر سکتا ہے اور دوسری یونیورسٹیوں کو لکھتا ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ ہمارے یہاں دوسری یونیورسٹی کے گریجویٹ کو اس کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔

سرگزشت کئی مرتبہ اپنے محترم منتظمین درسگاہ کو اس امر خاص کی طرف توجہ دلا چکا ہے کہ مسلم یونیورسٹی اور اس کے ملحقہ جات اداروں میں کم سے کم اسلامی تاریخ تو ایسی پڑھائی جانی چاہیے جو غلط واقعات سے صاف اور تعصب سے پاک ہو لیکن افسوس کہ اس کی طرف بھی مطلق توجہ نہیں کی جاتی اور معصوم بچوں کو ابتداء ہی سے ایسی تاریخی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن سے ان کے قلوب ہمیشہ کے واسطے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن میں حکومت کا کوئی دخل نہیں منتظمین درسگاہ جب چاہیں اس کی اصلاح فرما سکتے ہیں لیکن باوجود اکیڈیمک کونسل۔ اگزیکٹو کونسل اور کورٹ جماعت کورٹ کے کبھی کوئی اس طرف توجہ ہی نہیں کرتا ہے اور جو نقص ابتدا سے یہاں چلا آ رہا ہے وہ برابر قائم ہے۔ مسلمان کی ذہنیت اس وقت عجیب ہو رہی ہے جو بات آنکھوں کے سامنے ہے اس کو نہ وہ دیکھتا ہے اور نہ کبھی غور کرتا ہے۔ البتہ بیرونی پروپیگنڈا کا اس درجہ اثر لیتا ہے کہ بدحواس ہو جاتا ہے اور اس برائی پر اچھی بات کو قربان کرنے کے واسطے ہر وقت تیار رہتا ہے اور اس کا اصل سبب وہی ایک سبب ہے بڑا قانونی نقص وائس چانسلر کے عہدہ کی میعاد کا صرف تین سال ہونا ہے۔ جس میعاد میں کہ قابل سے قابل ہستی بھی یہاں کے اصل حالات سے واقفیت حاصل نہیں کر سکتی ہے چہ جائیکہ کوئی مفید اصلاح کر سکے۔ (باقی آئندہ)

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن علی گڑھ کا ماہانہ جلسہ

ماہ اپریل گذشتہ والا ملتوی شدہ سالانہ جلسہ اب ۱۰ اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں آنریری سکریٹری کے علاوہ اور تین ممبران کمیٹی کا بھی انتخاب ہے۔ مسٹر عمر الدین موجودہ ایکٹنگ سکریٹری نے ممبران کی جدید فہرست تیار کی ہے جس کے مطابق فقط وہی ممبران مسئلہ انتخاب میں رائے دینے کے مستحق ہوں گے جن کے ذمہ چندہ ممبری کا بقایا نہیں ہے۔ ہم کو یہ دیکھ کر کس درجہ حیرت و افسوس ہے کہ بیرونی ممبران ایسوسی ایشن میں سے جن کی تعداد قریب ۴۰۰ کے ہے۔ صرف سو کے قریب رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ باقی ممبران کے ذمہ بقایا ہے۔ لوکل ممبران ایسوسی ایشن کی تعداد قریب سوا سو کے ہے۔ ان میں بھی قریب نصف کے ایسے ہیں جن پر چندہ واجب الادا ہے۔ یہ فہرست دفتر ایسوسی ایشن سے ممبران کی خدمت میں روانہ کی گئی ہے اور ایکٹنگ سکریٹری صاحب نے تجاویز انتخاب کے

لئے نمائندوں کے نام پوسٹ برنگ طلب کئے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اب جبکہ ایسوسی ایشن کا نئے سرے سے نیا دور شروع ہو رہا ہے یعنی آئندہ سال کونسل میں نمائندگی کا حق مل رہا ہے موجودہ ممبران ایسوسی ایشن بھی قاعدے کے مطابق چندہ واجب الادا کرکے ووٹ دینے کے مستحق بنیں اور اپنے اور بھائیوں کو جو ابھی تک اپنی ایسوسی ایشن سے لاپرواہ ہیں ممبر بنا کر ایسوسی ایشن کی قوت کو بڑھائیں اور اس کو صحیح معنی میں کارآمد بنائیں۔

صوبہ ہذا کے محکمہ تعلیم میں مسلمانوں کے حقوق کی پامالی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مسلمانوں کی سررشتہ و حکومت سے مسلسل انصاف طلبی کے باوجود اس محکمہ میں وہی پچھلی ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کے حقوق کی پامالی بدستور جاری ہے جس کا کھلا ثبوت سررشتہ کا وہ انتخاب ہے جس کا گورنمنٹ گزٹ کے ذریعہ ماہ جولائی میں اعلان ہوا ہے۔ یعنی صوبہ میں عہدہ ہیڈ ماسٹری کی جو آسامیاں خالی تھیں ان کے پُر کرنے کے واسطے سررشتہ نے آٹھ جدید ہیڈ ماسٹر منتخب کئے۔ ان میں صرف ایک مسلمان ہیڈ ماسٹر مسٹر بشیر الحق حقی کا انتخاب ہوا اور یہ بھی اٹاوہ انٹر کالج کے عہدہ وائس پرنسپلی سے لے کر ہیڈ ماسٹر کئے گئے ہیں۔ غور کیا جائے تو اس میں بھی مسلمانوں ہی کا نقصان کیا گیا ہے کیونکہ اب صوبے کے انٹر کالجوں میں صرف ایک مسلمان باقی رکھا گیا اور ہیڈ ماسٹر تو تمام صوبہ میں ایک بھی مستقل نہیں رہا۔ صرف تین مسلمان ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ سب عارضی ہیں جن کو مسٹر عطاء اللہ ہیڈ ماسٹر دیوریا اسکول کی طرح جب چاہیں گے ہٹا دیں گے اور نہ کوئی داد نہ فریاد ہوگی۔ دیکھا جائے تو اس انتخاب میں بالکل ہی عالمی کارروائی ہوئی ہے۔ اس مرتبہ سینیارٹی اور نمبر کا قطعاً لحاظ نہیں کیا گیا کیونکہ کئی مسلمان سیکنڈ ماسٹروں کا نمبر تھا۔ مگر اس مرتبہ نمبر کا لحاظ کیسے کیا جاتا کیونکہ عمل تو یہ رہا ہے کہ "چت بھی میری پٹ بھی میری اور انٹا میرے باپ کا"

ظہور واڑا اور بچہ اسکول کا پکنک

یونیورسٹی ہائی اسکول کی طرح بچہ اسکول کے معصوموں نے بھی اس ہفتہ پکنک منایا۔

محترمہ مس قمر جہاں صاحبہ کی خاص انتظامی دلچسپی کے سبب بچہ اسکول جس درجہ نیک شہرت حاصل کر رہا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امسال اس میں سو سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں بعض واقعی اتنے کم عمر بلکہ کم عمر ہیں کہ ان کو ابھی کمربند باندھنا بھی نہیں آتا ہے۔ صبح سات بجے یہ بچے جو قریب اسی کے تعداد میں مس قمر جہاں صاحبہ و دیگر اساتذہ کی ہمراہی میں ایک ڈریس اور ایک لائن میں اگریکلچر فارم میں پکنک منانے گئے ان کو ایک قطار اور لباس میں دیکھنے والوں کے دل میں ایک عجیب خوشی پیدا ہوتی تھی۔ بہت چھوٹے بچوں کے واسطے اگرچہ تانگہ کرایہ کئے تھے لیکن یہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ پیدل ہی جا رہے تھے۔ ان کی اس وقت کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔ ملازم خورد و نوش کا سامان لے کر پہلے ہی جا پہونچے تھے اور بچوں کے آرام کے واسطے فرش بچھا دیا گیا تھا۔ فارم پہونچ کر سب سے پہلے بچوں نے دل کھول کر بیٹ بھر کھایا اور کچھ دیر آرام کے بعد اپنے اساتذہ کے ساتھ فارم کا سامان دیکھا اور سیر و گشت کے علاوہ خوب جھولا جھولے۔ پھر اسٹنڈی کے ماسٹر صاحب نے بچوں کو تیل چلانے کے آلات اور پودوں وغیرہ سے روشناس کیا۔ اس تفریح کے بعد پکوان سے شغل رہا۔ اس میں خاص پُر لطف بات یہ تھی کہ بعض بچوں نے پہلے اپنے بجائے ماسٹروں اور ملازموں کو کھلایا اور خود سب کے بعد کھایا۔ واپسی پر جن بچوں کے مکان راستہ میں تھے ان کو وہاں پہونچاتے ہوئے باقی بچے ظہور وارڈ آئے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ننھے بچوں کو پکنک پر لے جایا گیا تھا۔ اس کی داد کی مستحق بچوں کی شفیق نگراں مس قمر جہاں صاحبہ سپرنٹنڈنٹ مدرسہ و دیگر اساتذہ ہیں۔

مسٹر اے بی اے حلیم پرو وائس چانسلر کا طلبا کو ایڈریس

درسگاہ کی روایت کے مطابق اس سال بھی پرو وائس چانسلر صاحب نے ۲۲ اگست کو طلبا کو اسٹریچی ہال میں ایڈریس کیا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور باہر بھی کھڑے ہونے کی جگہ مشکل سے تھی۔ فاضل پرو وائس چانسلر صاحب نے اس سال جو ایڈریس کیا ہے زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کی ماسٹر پیس تقریر تھی اور مسلم یونیورسٹی کے طلبا ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے نوجوانوں کے واسطے بہترین دستور العمل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قوموں کی ترقی صرف پالٹکس ہی کے ذریعہ نہیں ہوتی ہے۔ اس کے واسطے اقتصادی درستی اور خصوصاً صحیح تعلیم خیر مدار اول ہے۔ مثال کے طور پر موصوف نے یورپ کی حالت جو انیسویں صدی کے شروع زمانہ میں تھی جبکہ یورپین طاقتیں نپولین اعظم کے خلاف برسر پیکار تھیں بتائی اور فرمایا کہ اس وقت اسپین اپنی تمام تر قوت پالٹکس پر صرف کر رہا تھا اور جرمنی اپنی اندرونی اصلاحات و ترقی دیہات سدھار اور تعلیم کے ذریعہ کر رہا تھا۔ ایسی اصول پر اس وقت کے جرمنی کی بنیاد رکھی گئی لیکن آج جرمنی کی قوت کا انحصار چند بے راہ لوگوں نے محض پالٹکس پر رکھا ہے جو ملک گیری کی ہوس میں دنیا کی تہذیب و امن کو پامال کر رہے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بڑی مصیبت کے مقابلہ کے واسطے جو دنیا کے سامنے ہے اپنے کو تیار کریں اور یہی مسلم یونیورسٹی کی پالسی ہے کہ طلبا کو ہندوستان کے بچاؤ میں حصہ لینے کے واسطے تیار کریں۔ ہم اس وقت انتہائی نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے طالب علموں کا فرض ہے کہ وہ نہایت ٹھنڈے دماغ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ ہمارے طالب علموں کا فرض ہے کہ وہ جلد بازی کے سبب غلط راہ اختیار نہ کریں بلکہ زمانہ کے حالات کو دیکھیں اور سمجھیں اور ایک صحیح رائے قائم کریں۔ فاضل پرو وائس چانسلر صاحب نے درسگاہ کی موجودہ ترقیوں خصوصاً ۱۳ اگست [illegible] سے الکٹریکل و مکینکل انجنیرنگ کلاسوں کے اجراء اور پوسٹ گریجویٹ طالبات کی پردہ کے ساتھ تعلیم کا بھی تذکرہ فرمایا۔

ڈیوٹی ورکرس کی عزت افزائی

مسٹر اے۔ بی۔ اے حلیم کے ایڈریس کے بعد جناب رشید احمد صاحب صدیقی اسسٹنٹ کیپر ڈیوٹی سوسائٹی نے طلبا کو ڈیوٹی سوسائٹی کی تاریخ اور مقاصد سے آگاہ

کیا اور اپنی رپورٹ پڑھکر سنائی اسی درمیان ان
تمام ورکرس کی جو زمانۂ تعطیل میں سوسائٹی کی طرف سے چندہ
جمع کرنے گئے تھے ان کی خدمات کی تعریف کی۔ پنجاب
ڈیوٹی ڈپوٹیشن چندہ لانے میں اول نمبر رہا اسی
واسطے سب سے پہلے اس کے سکریٹری مسٹر نصرت سلمہٗ
کو جناب رشید احمد صاحب صدیقی نے تالیوں کی گونج
میں زریں ہار پہنایا۔ پھر مسٹر آزاد سکریٹری مدراس
ڈپوٹیشن وحیدرآباد دسندھ و فرنٹیر وغیرہ کے سات اور
ڈپوٹیشن کے سکریٹری صاحبان کو بھی زریں ہار پہنائے
گئے۔ یہ ہار مسٹر اے۔ بی۔ اے حلیم پرو وائس چانسلر
کیپر سوسائٹی نے اپنی جیب سے دئے ہیں۔ معتبر اور
باوثوق ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ جناب حلیم صاحب عنقریب
گرینڈ پرہیزی ڈنر اور جناب رشید احمد صاحب صدیقی
محبت کی گرماگرم چائے ان قومی کارکنان کو دینے والے
ہیں جس کا مفصل حال انشاء اللہ کہانی کر نذر ناظرین
ہوگا۔

چہار درویش کی کہانی خود انکی زبانی

۲۶ اگست کے سرگزشت میں اعلان کیا گیا تھا کہ
اس سال جو ڈیوٹی ڈپوٹیشن گئے تھے ان کا مفصل حال
خود ان کے سکریٹری صاحبان کے قلم سے لکھوا کر نذر ناظرین
کیا جائے گا۔ اس سال سات ڈپوٹیشن روانہ کئے گئے
تھے ان میں سے چار ڈپوٹیشن زیادہ کامیاب آئے
اور خاکسار پنجاب ڈپوٹیشن کا نمبر اول رہا اس واسطے
اس کے سکریٹری مسٹر نصرت حسین سلمہٗ کی داستان
سب سے پہلے شائع کی جاتی ہے۔ چہار درویش میں
یہ پہلے درویش ہیں جو اپنی بپتا اس طرح بیان کرتے
ہیں۔

بندہ حقیر فقیر صوبہ کے مشہور شہر مرادآباد کے محلہ نواب پورہ
کا رہنے والا ہے اور ایک ایسے خاندان سے متعلق ہے جو
بفضلہ شہر و ضلع میں عزت کی نظر دیکھا جاتا ہے۔ اسی
شہر مرادآباد کے انٹر کالج سے اس فقیر نے ایف۔اے
پاس کیا تھا اور مرادآباد ڈویژن میں انٹرمیڈیٹ میں
اول رہا تھا پھر اپنی اس واحد قومی درسگاہ میں آیا
جس کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے اور جہاں
بیرونی ہندستان سے علم کے پیاسے آکر سیراب ہوتے ہیں
یہاں بھی بفضلہ بی۔اے میں تمام یونیورسٹی میں اول آیا
اور جس مقصد یعنی حصول علم کے واسطے آیا تھا اس میں
کامیاب ہوا۔ باوجود اس سب کے مجھ فقیر کے دل
میں ایک غیر محسوس کھٹک ضرور تھی جس کو یہ فقیر خود
بھی نہیں سمجھتا تھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے۔ اکثر
غور کرتا اور خاموش ہو جاتا تھا لیکن وہ جو کہتے
ہیں کہ جوئندہ یابندہ آخر ایک شب خود بخود یہ القا
ہوا کہ اب کوئی ایسا کام بھی کرنا چاہیئے کہ جس سے
حقیقی سکون قلب بھی حاصل ہو اور آخرت کا سامان
بھی ہو جائے۔ چنانچہ تعطیل کا زمانہ قریب تھا اور
ڈیوٹی ڈپوٹیشن تیار کئے جا رہے تھے کہ میں نے اپنے
محبوب پرو وائس چانسلر صاحب سے اپنی دلی خواہش
کا اظہار کیا اور انھوں نے مجھ کو پنجاب ڈپوٹیشن
لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ قومی خدمت کی
اجازت بھی مل گئی اور دلی خلش بھی دفع ہو گئی۔
روح میں ایک تازگی پیدا ہوئی اور کمر ہمت باندھی
لیکن جس دوست نے سنا یہی کہا کہ مسلمانوں سے
چندہ حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے بھی دشوار کام
ہے اور پھر گرمی کے زمانہ میں پنجاب کا سفر صحیح
معنی میں سقر کا واسطہ ہے۔ ہر طرف سے ایسی ہی باتیں
سننے میں آتی تھیں جن سے ہمت ہی پست نہیں ہوتی
تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفر آخرت ہے۔ لیکن
ایسے بھی ہمدرد تھے جو ہر طرح ہمت بڑھاتے تھے اور
پنجاب ڈپوٹیشن کے سکریٹری ہونے کی مبارکباد
دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بڑے خوش قسمت ہو۔ زندہ
دلان پنجاب روپیہ بھی خوب دیں گے اور قبلہ مرزا سرگزشت
کے بقول گرینڈ پرہیزی یعنی مرغ مسلم بھی خوب کھانے
کو ملیں گے۔

جناب حلیم صاحب اور رشید صاحب قبلہ کی ہمت
افزائی تھی کہ میرے ارادہ میں تنزل واقع نہیں ہوا
ان بزرگوں اور بعض دوسرے مہربانوں نے
اپنے پنجاب کے احباب کے نام تعارفی خطوط دیئے
اب مجھ کو اپنے ساتھیوں کی جو بطور ممبر وفد میں جا سکیں
ان کے انتخاب کا مرحلہ باقی تھا۔ ورنہ الحمد للہ ہر طرح
بندہ حقیر بالکل لیس اور تیار رہتا۔

(باقی آئندہ)

سوالنامہ متعلق تعلیم مسلمانان ہند

مرتبہ

کمال یار جنگ تعلیمی کمیٹی

مقرر کردہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

(مترجمہ سید الطاف علی صاحب بی اے علیگ)

(۷۹) موجودہ تجارتی اور صنعتی کارخانوں میں تعلیم یافتہ مسلمانوں
کو کس قدر ملازمتیں مل جاتی ہیں۔

(۸۰) کیا آپ کے صوبہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو ملازمت
دینے والی ایجنسیوں سے تعلق پیدا کرنیوالی کوئی جماعت ہے
اور اگر نہیں ہے تو آپ کے صوبہ میں اس قسم کی جماعت معرض
وجود میں لانے کے لئے آپ کی کیا تجویز ہے

صنعتی وظائف اور وثیقہ

(۸۱) کیا مخصوص مسلمانوں کے لئے کچھ وظائف اور وثیقے
ہیں۔ کیا آپ کی رائے میں تقسیم وظائف کا موجودہ طریقہ قابل اطمینان
ہے اور اگر نہیں ہے تو اس میں کیا تبدیلیاں ہونی چاہئیں۔

(۸۲) اگر مزید روپیہ کا فوری انتظام نہ ہو سکے تو کیا آپ کو اس رائے
سے اتفاق ہے کہ عام تعلیم کے کچھ وظائف اور وثیقے سائنس، صنعتی
تعلیم اور پیشہ وارانہ تعلیم کی طرف منتقل کرائے جائیں۔

(۸۳) کیا کوئی ایسا مرکزی ادارہ موجود ہے جو غریب ہونہار
مسلم طلباء کے وظائف یا دوسری مالی امدادوں کے ذریعہ
مدد کرتا ہے۔ کیا اس قسم کی کوئی مقامی یا شہری جماعت آپ کے
یہاں موجود ہے۔

اقامت گاہ

(۸۴) کیا آپ اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں اور
دوسرے تعلیمی مرکزوں میں یا انکے قریب مسلم طلباء کے موجودہ اقامتی
انتظامات سے مطمئن ہیں کیا مسلم طلباء اور طالبات کے اقامتی
انتظام سے متعلق کوئی اور ایسا پہلو یا مسئلہ ہے جس پر آپ توجہ
دلانا چاہتے ہیں۔

(۸۵) کیا آپ مسلم ہوسٹلوں میں اسلام کے بارے میں تعلیم کی
خاص سہولتیں بہم پہنچائے جانے کے حق میں ہیں۔

کچھ متفرق سوالات

(۸۶) کیا آپ کے صوبہ میں مسلم طلباء کو دیہات سدھار
اصلاح معاشرت اور دوسرے فلاح اور بہبود کے کاموں
کا ٹریننگ دینے کے لئے کوئی ادارہ ہے۔

(۸۷) کیا آپ کے صوبہ میں کوئی اسکول، کالج، یا ادارہ فوجی، اور تجارتی، جہازرانی، نیز بحری تعلیم، کا ٹرینگ دینے کے لئے موجود ہے۔ اس قسم کے ٹرینگ کی موجودہ سہولتوں سے مسلمان کس حد تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۸۸) "یونیورسٹی ٹرینگ کور" میں کس قدر مسلمان طلباء شریک ہوئے ہیں۔ دوسری اقوام کے مقابلہ میں نسبتی اعداد تحریر کیجئے۔

(۸۹) کیا جسمانی محنت کی تعلیم دینے والوں کے ٹرینگ کا کوئی ادارہ آپ کے یہاں موجود ہے۔ اور اس قسم کے اداروں میں مسلمان کس حد تک داخل ہوئے ہیں۔

(۹۰) مسلمان طلباء کس قدر تعداد میں "بوائے اسکوٹ" "گرل گائیڈ" یا اسی قسم کی دوسری جماعتوں میں حصہ لیتے ہیں۔ کیا مندرجہ بالا جماعتوں کے مماثل یا ان کے متقابل کچھ ایسی جماعتیں بھی ہیں جو مسلم طلباء کو داخل نہیں کرتی ہیں

(۹۱) ٹیچروں کے ٹرینگ جی، ٹی یا اسی قسم کے دوسرے کورسوں کی ٹرینگ کے کس قدر ادارے موجود ہیں ان میں کتنے مسلمان داخل ہوئے ہیں۔ کیا مسلمانوں کو ان میں داخلہ لینے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ براہ مہربانی گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں جس قدر مسلمانوں نے بی ٹی یا اسی قسم کے دوسرے امتحانات نیز کسی اور طریقہ پر ٹرینگ پاس کیا ہوا ان کی تعداد لکھئے۔

(۹۲) "بنیادی تعلیم" کے ٹرینگ اسکولوں کا آپ دوسرے معمولی ٹرینگ اسکولوں سے کس طرح مقابلہ کرینگے۔ "بنیادی تعلیم" کے ٹرینگ اسکولوں کی کیا امتیازی خصوصیات ہیں۔

(۹۳) کیا مسلمان طلباء کو "آرٹس" "سائنس" "علوم مشرقیہ" یا دوسرے اعلیٰ مذہبی علوم کے مضامین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ممالک، اسلامیہ اور دوسرے ممالک غیر میں جانے کی کچھ سہولتیں ہیں۔ کیا آپ اس قسم کی تعلیم کی ہمت افزائی کے حامی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں آپ کی کیا تجاویز ہیں۔

گرانٹ ان ایڈ (سرکاری امداد)

(۹۴) محکمہ تعلیم کی طرف سے (الف) پرائمری اسکولوں (ب) سکنڈری اسکولوں۔ (ج) کالجوں۔ (د) یونیورسٹیوں (ہ) دوسرے قسم کی تعلیم گاہوں کو سالانہ کس قدر سرکاری امداد ملتی ہے۔

(۹۵) مسلم اسکولوں اور کالجوں کو یہ امدادیں کس تناسب اور مقدار میں ملتی ہیں اور کیا مسلم درسگاہوں کو سرکاری امداد کے حصول میں کچھ مشکلات پیش آتی ہیں

(۹۶) کیا کچھ ایسے اسکول اور کالج ہیں جن کو گورنمنٹ گرانٹ ملتی ہے اور وہ مسلمان طلباء کو داخل نہیں کرتے ہیں اور کیا کچھ ایسے ادارہ بھی ہیں جو اسی طرح ہندو طلباء کو داخل نہیں کرتے ہیں۔

نظم ونسق

(۹۷) کیا آپ کے صوبہ یا ضلع میں مسلمانوں کے مخصوص تعلیمی مفاد کی نگہداشت کے لئے کوئی ایسوسی ایشن، انجمن، کانفرنس، لیگ یا کوئی دوسرا ادارہ ہے اگر ہے تو ان کے سکریٹری اور پریسیڈنٹ کے نام اور پتوں سے مطلع کیجئے۔

تعلیمی اعداد

(۹۸) براہ مہربانی جس حد تک بھی ممکن ہو اپنے صوبہ یا ضلع یا یونیورسٹی سے متعلق حسب ذیل نسبتی اعداد وشمار تحریر کیجئے۔ جن میں ہندو مسلمانوں کی مجموعی تعداد اور خاص مسلمانوں کی اعداد کو بھی ظاہر کیجئے۔

(الف) فارسی، عربی، سنسکرت، اردو، یا دوسری دوسری ہندوستانی زبانوں کے علاوہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے دوسرے مضامین کے ٹیچروں کی تعداد۔

(ب) ایف، اے، بی اے اور ایم اے کے امتحانات میں گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں سال شامل ہونے والے اور پاس ہونے والے طلباء کی تعداد

(ج) گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں سال بسال ایف ایس۔ سی۔ بی۔ ایس۔ سی کے امتحانات میں شریک اور پاس ہونے والے طلباء کی تعداد۔

(د) متذکرہ بالا نمبر (الف میں) دیسی زبانوں کے ممتحنوں کے علاوہ یونیورسٹی کے دوسرے مضامین کے ممتحنوں کی تعداد۔

(ہ) انتظامی اور نظم ونسق کی جماعتوں مثل "بورڈ آف اسٹڈیز" "بورڈ آف ایجوکیشن" یونیورسٹی اور دوسرے شعبہ جات تعلیمی کے ممبروں کی تعداد۔

(و) گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں انجینیرنگ، ڈاکٹری، پیشوں کی تعلیم، صنعتی تعلیم، ودوسرے مخصوص مضامین کے امتحانات میں سال بسال شریک ہونے والے اور پاس ہونے والے طلباء کی تعداد۔

(ز) پرائمری اسکولوں کے ٹیچروں کی تعداد

(ح) پرائمری اسکولوں میں معلمات کی تعداد

(۹۹) براہ مہربانی اپنے صوبہ کے مسلم اسکولوں اور کالجوں کی ایک فہرست تیار کرکے دیدیجئے۔

(۱۰۰) براہ مہربانی ان خاص تعلیمی وظائف کی تعداد لکھیے جو مسلمانوں کے لئے آپ کے صوبہ کی ابتدائی ثانوی، اور یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم میں آرٹ۔ سائنس صنعتی پیشہ ورانہ۔ مدرسوں، اور علوم مشرقیہ کی تعلیم کے حصول کی غرض سے مخصوص ہیں۔ فقط۔

ہفتہ کی خاص خبریں اور نوٹ

اس ہفتہ کی خبروں سے معلوم ہوا کہ ہٹلر انگلینڈ کر کے انگلستان پر ہوائی حملے منتہائے کمال کو ہوئے اور اس مرتبہ جو بم گرائے گئے وہ بھی خاص قسم کے تھے جن سے اس قسم کے شعلے نکلتے تھے جو شعلہ جوالا معلوم ہوتے تھے اور چاروں طرف آگ لگا دیتے تھے شعلوں کے علاوہ انتہائی ہیبت ناک تیز آوازیں پیدا کرتے تھے جن سے دل دہلتے تھے۔ اس ہفتہ کے حملوں میں سابقہ کی نسبت انگلستان میں جانی و مالی نقصان بھی زیادہ ہوا کیونکہ یہ بم زیادہ تر سول آبادی پر برسائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ بچوں پر بھی بم گرائے گئے اور ان کو گولیوں کا بھی نشانہ بنایا گیا۔ مریضوں، بوڑھوں اور عورتوں کی بھی جانیں لی گئیں۔ المختصر ہٹلر نے اپنے ایجاد کردہ مظالم سے دنیا کی سفاکیوں کے پچھلے سب ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ لمبی مار والی توپیں جو اس نے ساحل فرانس پر دور تک نصب کر رکھی ہیں وہ بھی اس ہفتہ برابر کام کرتی رہیں لیکن اس کا جو اثر انگلستان پر ہوا اس نے ظالم ہٹلر کے تمام منصوبوں کو ہی خاک میں نہیں ملا دیا بلکہ دنیا کی نظروں میں اس کو اور بھی گرا دیا ہے۔ تمام مہذب دنیا اس کے ان افعال پر لعنت کر رہی ہے اور برطانیہ کے ساتھ دنیا کی ہمدردی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ہٹلر کا یہ دعوے اور اس کی یہ کوشش کہ انگلستان کے سمندروں میں سرنگیں ڈال کر اس کی ناکہ بندی کر دے یہ بھی کچھ کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ انگلستان کی پبلک میں خوف و ہراس کی بجائے نازی ازم کو دنیا سے مٹانے کا جذبہ ہر ساعت بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ جس استقلال سے ہٹلر کے مظالم کا مقابلہ کر رہی ہے اس نے دنیا کو دنگ کر دیا ہے۔

برطانیہ کی بحری قوت کی طرح اس کی ہوائی قوت میں ہر ساعت اضافہ ہو رہا ہے اور یہ ان مظالم کی مدافعت ہی نہیں کر رہی ہے بلکہ اپنی ہوائی قوت سے خاص برلن اور جرمنی کے دوسرے اہم مقامات پر ایسے شدید حملے کر رہی ہے کہ ہٹلر اینڈ کو کا ناطقہ بند جرمن پبلک میں اس کی طرف سے بد اعتمادی بڑھ رہی ہے اور اب اس کو لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔ ہٹلر برطانیہ کی دشمنی میں جرمنی کی کل قوت کو داؤں پر لگا چکا ہے اور اتنا زبردست نقصان اٹھا رہا ہے کہ جس کا بدل ہی نہیں کر سکتا ہے۔ اس نے جس وقت سے انگلستان پر ہوائی حملے شروع کئے ہیں اس وقت سے اب تک اس کے ڈیڑھ ہزار کے قریب ہوائی جہاز تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور ہوابازوں کے مارے جانے کی تو کوئی گنتی ہی نہیں ہے۔ اب یہ خود محاذ جنگ پر آ گیا ہے اور وہ دن دور نہیں کہ جب اس کے کل دنیا سے فنا ہونے کی خبر فضائے عالم میں گونجے اور برطانیہ کے استقلال و ہمت و عزم کی بدولت دنیا پھر اطمینان کا سانس لے۔

مسولینی بھی ہٹلر سے کچھ کم مظالم نہیں کر رہا ہے صومالی لینڈ جیسے بیکار خطہ پر قابض ہو کر اس کے ہوش بھی بجا نہیں رہے ہیں اور وہ بھی جا بجا اندھا دھند بمباری پر اتر آیا ہے۔ محافظ اسلام کے اس دعویٰ کے اسلامی ممالک پر جو ظلم ہو رہے ہیں۔ اور مصر پر جیسی حریصانہ اس کی نگاہیں ہیں اس کو بھی دنیا خوب دیکھ رہی ہے۔ یونان سے الجھنے کے ہر ساعت منصوبے اور کوششیں ہیں اور یونان سے الجھنے کے معنی پھر ترکی اور عالم اسلام سے کھلم کھلا لڑائی مول لینا ہے۔

جاپان صاحب جن کو دنیا میں آئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے یہ بھی ہٹلر اینڈ کو کی طرح اس وقت آفت ڈھائے ہوئے ہیں لیکن مشہور قول ہے۔

گرم تا کے بماند این بازار۔

ان سے بھی چین جلد چھوٹتے معلوم ہوتے ہیں۔ امریکہ ان کو کافی تنبیہ کر چکا ہے اور اگر یہ اب بھی اپنی حرکات سے باز نہیں آیا تو امریکہ کا بھی میدان میں آ جانا کچھ بعید نہیں بلکہ یقینی ہے۔ پھر ان کا بھی قسمت بالخیر نہیں بلکہ فل اسٹوپ کا معاملہ ہے۔

کانگریس کمیٹی وردھا کا فیصلہ عام ہو چکا ہے۔ اس میں بھی خالی الفاظ اور پرانی ذہنیت کے اظہار کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے اور جب تک گاندھی جی اور آپ کے ہمنواؤں کے دماغ سے ہندو راج کا سودا نہیں جاتا ہے کانگریس بھی ایک بے عمل جماعت کی طرح [illegible] ہی رہے گی۔

۲۲ اگست کی شب کو دہلی میں جنم اشٹمی کا جلوس محلہ پہاڑ گنج سے نکل رہا تھا۔ محلہ کی مسجد میں عشاء کی نماز ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود جلوس باجہ بجاتے ہوئے مسجد کے سامنے سے گزرا اس پر سخت فساد ہو گیا۔ سب انسپکٹر پولیس جو جلوس کا انچارج تھا وہ اور [illegible] کانسٹبل زخمی ہوئے۔ اسپتال میں پہنچ کر سب انسپکٹر تو مر گیا۔

دہرہ دون کی اطلاع ہے کہ سرگزشت میں جو نوٹ بیگم عباد صاحب کی رخصتی کے متعلق نکلا تھا اس میں بیگم بشیر اللہ خاں کا تذکرہ غلطی سے لکھا تھا۔ دہرہ دون کی خواتین کی بیداری میں بیگم بشیر اللہ خاں کا نمبر اول ہے جو قومی کاموں میں زنانہ مسلم لیگ اور زنانہ مدارس کی ترقی میں رات دن مصروف رہتی ہیں اور مینا کلب کی صحیح معنی میں سرگرم ممبر ہیں۔ چنانچہ بیگم عباد کی رخصتی کے موقع پر آپ نے نصف درجن گرینڈ پرہیزی ڈنر دایٹ ہوم دے رکھے تھے۔

لوکل

ہز اکسی لینسی گورنر صاحب بہادر صوبہ کی تشریف آوری کے سبب اس ہفتہ شہر میں خوب چہل پہل رہی۔ ہز اکسی لینسی تاریخ اور وقت مقررہ پر ۲۶ اگست ½۹ بجے دن کو شہر میں داخل ہوئے۔ پبلک نے کئی پختہ و منقش پھاٹک نصب کئے تھے سڑکوں کو دونوں طرف یونین جیک سے خوشنما بنایا گیا تھا۔ ۲۶ کو تمام دن یونیورسٹی میں پروگرام تھا اور ۲۷ کو صبح ۹ بجے دن کو کراس ویٹ ٹاؤن ہال میں ڈسٹرکٹ بورڈ کی جانب سے اڈریس۔ دوپہر کو مسٹر اے۔ ٹی۔ نقوی آئی۔ سی۔ ایس مجسٹریٹ ضلع کے یہاں لنچ اور شام کو کلاک ٹاور گارڈن میں ایٹ ہوم رہا۔ بعد مغرب ہز اکسی لینسی شہر کے براڈکاسٹنگ اسٹیشن پر تشریف لائے اور علی گڑھ پبلک نے جس فراخدلی سے وار فنڈ میں حصہ لیا اس کی اور مسٹر اے۔ ٹی۔ نقوی آئی۔ سی۔ ایس مجسٹریٹ ضلع کی خدمات کی تعریف فرمائی اور مسلم یونیورسٹی کی تعریف فرمائی۔ ہز اکسی لینسی ۲۸ کی صبح کو معہ الخیر نینی تال تشریف لے گئے۔

انتقال پُر ملال

خان بہادر حاجی مولانا عبد الغنی خاں صاحب جو کچھ عرصہ سے قلب کی تکلیف میں مبتلا تھے اور تین ماہ سے صاحب فراش تھے باوجود دوا دوش کے جانبر نہ ہو سکے اور ۲۶ کی سہ پہر داعی اجل کو لبیک فرما گئے۔ افسوس ہے کہ مولانا جیسے نیک دل۔ شریف النفس اور قابل ہستی کے انتقال سے مسلمانان علی گڑھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے جو

مردانہ قوت
صحت
جوانی اور
طاقت
قائم رکھنے کیلئے
اوکاسا
Glands
GROWTH AND VITALITY
METABOLISM
WEIGHT CONTROL
BLOOD PRESSURE
INTESTINAL ACTION
VITALITY
OKASA
انسان کے جسم میں چند غدود ہیں جن پر طاقت۔ جوانی۔ صحت اور مردانہ قوت یا نسوانی خصوصیات کا دارومدار ہے۔ اوکاسا ان غدود کو تقویت دیتا ہے جیسا کہ تصویر میں دکھایا ہے اور انسان کو ایک نیا طاقتور انسان بناتا ہے۔
دنیا کی بہترین دوا ہے
نوٹ :- جنگ کی وجہ سے اوکاسا کی قیمتوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا
قیمت چھوٹا بکس ۱۲ آنے۔ بڑا بکس ۵ روپے۔ اگر کوئی دوا فروش زیادہ طلب کرے تو فوراً ذیل کے پتہ سے منگائیے۔
اوکاسا کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۲۹۶ بمبئی (محصول ڈاک اور پیکنگ مفت)

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

بحکم جناب مسٹر ڈی سی ہنٹر صاحب بہادر آئی سی ایس ڈسٹرکٹ جج بہادر کانپور

نمبر مقدمہ ۸ سنہ ۱۹۳۹ء

بعدالت صاحب جج بہادر کانپور ضلع کانپور

سیٹھ ماتا دین ولد موسے لال قوم ویش ساکن ٹکرہا پرگنہ کوڑا ضلع فتحپور — مدعی

بنام برج لال ولد شیو پرشاد قوم ویش ساکن چوک صرافہ اوجین — مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت دفعہ ۹۲ ضابطہ دیوانی کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۳ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط [illegible]

نوٹس

بعدالت اسسٹنٹ منصفی جج بہادر علی گڑھ

اجلاسی مسٹر سید محمد منیر صاحب بہادر بار ایٹ لاء جج

نمبر مقدمہ ۱۵ سنہ ۱۹۴۰ء

ٹیکا رام ولد رادھا رمن قوم برہمن موضع کھورنا پرگنہ و تحصیل ہاتھرس ضلع علی گڑھ — سائل

مقدمہ صدر میں سائل نے ایک قطعہ درخواست بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کو عدالت ہذا میں پیش کر کے استدعا کی ہے کہ اس کو دیوالیہ قرار دیا جائے۔ عدالت ہذا نے تاریخ سماعت درخواست مذکور ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء مقرر کی ہے۔ پس جملہ قرضخواہان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو درخواست مذکور کے خلاف کچھ اعتراض ہو تو تاریخ مقررہ بوقت ۱۰ بجے حاضر عدالت ہو کر پیش کرے۔ المرقوم

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط محمد یسین فاروقی منصرم

حکم امتناعی در حالیکہ جائداد غیر منقولہ قابل قرقی ہو

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۵۴)

بعدالت جناب صاحب کلکٹر بہادر مقام و ضلع علی گڑھ

مقدمہ نمبر ۱۶۵ بابتہ سنہ ۱۹۴۰ء

بجے سنگھ ولد کنچن سنگھ قوم ٹھاکر ساکن ادنشا [illegible] تحصیل کھیر — مدعی

بنام مہونت سنگھ و بابو سنگھ پسران نیوسنگھ و فتح سنگھ ولد کالا پھرن قوم ٹھاکر ساکن شاہ نگر شوردلہ پرگنہ ٹپل — مدعا علیہ

بنام مہونت سنگھ - بابو سنگھ - فتح سنگھ

ہرگاہ آپ نے ایفاء اس ڈگری کا نہیں کیا جو آپ پر بتاریخ ۱۲ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۹ء مقدمہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۸ء بحق ڈگریدار بابتہ مبلغ -/۱۶۱/۱ صادر ہوئی تھی۔ لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ آپ مدیونان مذکور تاوقتیکہ حکم ثانی صادر نہ ہو جائداد مصرحہ فرد تعلیقہ منسلکہ کو بذریعہ بیع یا ہبہ کے یا اور طور پر منتقل کرنے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہو اور تمام اشخاص جائداد مذکور بذریعہ خرید یا ہبہ کے یا اور طور پر لینے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں۔ تاریخ پیشی ۱۲ بجے ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء

آج بتاریخ ۱۴ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

فرد تعلیقہ موضع شاہ نگر شوردلہ پرگنہ ٹپل

حق راہنی ۴۴ حصہ منجملہ ۹۲ حصہ کھاتہ کھیوٹ [illegible] رقبی [illegible] جمعی [illegible] و ۲۱ حصہ منجملہ [illegible] کھاتہ کھیوٹ [illegible] رقبی [illegible] جمعی [illegible] و شاملات حصہ رسدی کھیوٹ [illegible] رقبی [illegible] مع جملہ حقوق داخلی و خارجی

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط صاحب کلکٹر بہادر

فارم نمبر ۱۴۹

قرضخواہوں کو درخواست ڈسچارج داخل ہونیکی نوٹس

دفعہ ۴۱ (الف)

بعدالت جج خفیفہ بہادر مقام کانپور ضلع کانپور

درخواست دیوالیہ نمبر ۷۷ سنہ ۱۹۳۸ء

بمقدمہ محمد شفیع سائل ولد عبدالرزاق قوم شیخ ساکن بوچڑخانہ خورد کانپور

بنام وزیر خاں ولد کریم خاں قوم پٹھان کابلی ساکن نئی سڑک کانپور تعداد قرضہ -/-/۲۶

بہادر خاں ولد نامعلوم قوم پٹھان کابلی ساکن کرنل گنج کانپور تعداد قرضہ -/-/۱۶

مطلع ہو کر انسالونٹ متذکرہ صدر نے عدالت میں ڈسچارج کی درخواست دی ہے اور عدالت نے اس کی سماعت کے لئے تاریخ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء وقت ۱۰ بجے مقرر کیا ہے۔

مورخہ ۲۰ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط

(مطبوعہ [illegible] پریس علی گڑھ)

باتوں میں باتیں

"اودھ پنچ" والی دلفیبین تو خدا بخشے بڑی جنتی اور منہ پھٹ تھیں۔ بات آپہنچی تھی تو نہتیں اور بے حجاب کہتیں۔ پردے کے اندر رنگ۔ بیاں کرنے والیوں سے سبقت مارتی ۔ اوسبے پردہ والیاں پھر بھی ہیں۔
منہ چڑھانا، آنکھیں دکھانا، زبان نکالنا، شوخی طراری شرماتے ہیں وہ بھی پردہ کے اندر معالی اور دیگر کئی چیزیں، خدانخواستہ کسی گستاخ نے اگر یہ شعر پڑھکر پردہ اٹھا دیا کہ :-

یہ کہکے رخنے ڈالے ان کی نقاب میں
اچھے برے کا حال کھلے کیا حجاب میں

تو بقول سعدی شیرازی سے

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد
چوں باز کنی مادر مادر باشد

یہ کھل جانے کے بعد حافظ کا شعر سن لیجئے اور خاموش ہو جائیے سہ

چوں پیر شدی حافظا از میکدہ بیروں شو
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولی

صرف تند مزاجی اور تلخ گوئی ہی حسن کی علامت نہیں بلکہ
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

یورپ کی گرانی

امریکہ کا ایک اخبار نویس اس پر حسب ذیل بیان شائع کرتا ہے :-
یورپ کے باشندے بھوک اور سردی سے مر رہے ہیں۔ جو ممالک جنگ میں شریک نہیں ہوتے ان میں رہنے والے امراء ہی پیٹ بھر کھانا کھا سکتے ہیں۔ مرغی کے ایک جوڑے کی قیمت ۲۴ روپیہ۔ بکری کا گوشت نایاب۔ پاؤ بھر مکھن سوا دو روپیہ میں ملتا ہے۔ ایک پیالی چائے ایک روپیہ چار آنہ میں ملتی ہے۔ پہننے کے لئے تو کیا بدن ڈھکنے کے لئے مشکل سے کپڑا ملتا ہے۔ سبزی ترکاری بھی بہت گراں ہیں۔

اقتباسات وتراجم

دول بلقان اور یورپ کا دکھنی پوربی حصہ آبادی

نمبر	نام ملک	مردم شماری	رقبہ	پایۂ تخت	مردم شماری
۱	البانیہ	۱۰۰۳۱۲۴	۱۰۶۲۹ مربع میل	تیرانا	۳۰۹۰۶
۲	ہنگری	۱۱۱۲۰۹۹۳	۳۵۰۳۰	بوڈاپسٹ	۱۰۵۹۲۸۷
۳	یونان	۶۱۹۶۹۰۰	۵۰۱۸۴	ایتھنز	۳۹۲۷۸۱
۴	اٹلی	۴۴۰۲۶۰۰۰	۱۱۹۷۶۴	روم	۱۱۵۵۷۴۴
۵	بلغاریہ	۶۱۷۱۳۰۰۰	۳۹۸۲۵	صوفیہ	۲۹۰۰۰۰۰
۶	ترکی	۱۶۱۵۸۰۱۸	۲۴۹۴۱۶	انقرہ	۱۲۲۷۲۰
				استنبول	۷۴۱۱۴۸
۷	رومانیا	۱۹۵۳۵۳۹۸	۱۱۳۸۸۴	بخارسٹ	۶۳۳۲۹۳
۸	یوگوسلاویہ	۱۵۶۳۰۰۰۰	۹۵۵۵۸	بلغراد	۲۲۶۸۴۹

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب آرڈر ۵ (۱) و (۵) (العرب)

از پیشی منشی محمد رفیق صاحب بی اے ایل ایل بی سول جج دربار ٹونک

دیوان بہادر سیٹھ کیسری سنگھ ماہوان رتلام کوٹھی ٹونک کہنہ مدعی

بنام

محمد داروغہ جامع مسجد ساکن امیر گنج حال مقیم دہلی حویلی اعظم خاں صاحب مدعا علیہ

دعوے مابت ...

بنام محمد داروغہ جامع مسجد حال مقیم دہلی بر حویلی اعظم خاں صاحب پہونچکر معرفت ممتاز الدین محمد داروغہ ٹونکی۔

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ مابت ... دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶ ؍ جولائی ۱۹۴۱ء وقت ۷ بجے دن اصالتاً یا وکالتاً معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جس پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ؍ ماہ جون ۱۹۴۱ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت جناب صاحب کلکٹر بہادر علی گڑھ مقام علی گڑھ ضلع علی گڑھ

مقدمہ نمبر ۶۹ بابتہ ۱۹۴۱ء قصبہ ٹپل پرگنہ ٹپل

لالہ شیام لال ڈگریدار محسن علیخاں وغیرہ مدیونان

بنام محسن علیخاں ونجف علیخاں پسران و مساۃ کلثوم و مساۃ خورشید دختر چھوٹے خاں عبد ... ولد محسن علیخاں و مساۃ اصغری بیگم زوجہ نجف علیخاں و مساۃ ممتاز و مساۃ آبادی قوم راجپوت نومسلم ساکن ٹپل پرگنہ ٹپل تحصیل کھیر و مساۃ مراد دختر و مساۃ بشیرا قوم راجپوت نومسلم ساکن رام پور پرگنہ چندوس تحصیل کھیر

سرگزشت

جلد ۱۳ | مورخہ ۸ رجولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۰ھ | نمبر ۱۸

اُردو مطبوعات

گذشتہ اشاعت میں اردو اور ہندی کی مطبوعات کے شمار و اعداد شائع کئے گئے جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ صوبہ دہلی میں ایک سال کے اندر جو کتابیں ہندی میں شائع ہوئیں اُن کا صرف آٹھواں حصہ اردو میں شائع ہوا اور صوبہ متحدہ میں ۹ کتابیں ہندی میں شائع ہوئیں اور ان کے مقابلہ میں صرف ایک کتاب اردو میں شائع ہوئی۔ یہ دونوں صوبے اردو بولنے اور پڑھنے والوں کے گھر شمار کئے جاتے ہیں۔ جہاں اردو پیدا ہوئی اور پھولی پھلی۔ اس لحاظ سے اردو مطبوعات کی یہ کمی حد درجہ قابل افسوس ہے۔

ہمیں یاد ہے اور گورنمنٹ گزٹ سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے کہ سنہ ۱۹۰۳ء میں اردو اور ہندی مطبوعات کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ یعنی تین اردو کتابوں کے مقابلہ میں صرف ایک ہندی کتاب شائع ہوتی تھی۔ یہی حال اردو اخبارات کا تھا۔ اس زمانہ میں پنڈت مدن موہن مالویہ کی ہندی نوازی کی صرف ابتدا تھی۔ ہندو اور مسلمان اردو کو اپنی زبان سمجھتے تھے اور دونوں اردو کی کتابوں اور اخبارات کو شوق سے پڑھتے تھے۔ کتابوں اور اخبارات کے معاملہ میں تعصب کو دخل نہ تھا وہ اخبار جو اردو کا بہترین اخبار خیال کیا جاتا تھا منشی نول کشور نے بیس سال سے لکھنؤ میں جاری کر رکھا تھا جس میں ہندو اور مسلمان مضامین لکھتے تھے۔ کانگریس کا پروپگنڈا کرنے کے لئے صوبہ کے سب سے بڑے لیڈر منشی گنگا پرشاد نے اخبار ہندوستانی جاری کیا تھا جو اردو زبان میں تھا۔

لیکن پنڈت مالویہ کی اردو دشمنی یا یہ کہئے کہ ہندی دوستی نے جلد اس حالت کو بدل دیا۔ بڑے شہروں میں ہندی پرچار کے لئے انجمنیں اور نشر گاہیں قائم ہوئیں۔ ہندی کے اخبارات جاری ہوئے۔ اس کی روک تھام کے لئے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے ترقی اردو کا صیغہ کھولا مگر مسلمانوں کی بے عملی نے اسے کانفرنس کی چہار دیواری تک محدود رکھا۔ بالآخر مولوی عبدالحق صاحب نے اسے سنبھالا اور اپنی تمام زندگی اردو کے لئے وقف کر دی۔ لیکن بہت دیر ہو گئی تھی اور مسلمانوں کی بے عملی اور اردو داں طبقہ کی لاپروائی نے اردو نشر و اشاعت کو اس درجہ تک ترقی نہ کرنے دی جس کی وہ مستحق تھی۔ خود مولوی عبدالحق صاحب کو شکایت ہے کہ انھیں کافی امداد اردو داں خصوصاً مسلمان طبقہ سے نہیں ملتی۔ انگریزی داں مسلمان اردو کتابیں اور اخبار بہت کم پڑھتے ہیں۔

کانگریس نے قوت اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد ہندی نوازی کا علم بلند کر دیا ہے اور آئندہ ملکی زبان ہندی کو بنانے کا اعلان کر دیا ہے اور ہندی کا پرچار زور شور کے ساتھ تمام ملک میں ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اردو دوست اصحاب خصوصاً مسلمانوں کا فرض ہے کہ موجودہ حالات کا جائزہ لیں اور اردو کی ترویج میں صرف زبانی نہیں بلکہ عملی حصہ لیں۔ ہمارے نزدیک اردو کی ترویج اور ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ نشر و اشاعت کے ذرائع کا فقدان ہے۔ ملک میں اس وقت بہ کثرت انجمنیں اور نشر گاہیں ایسی قائم ہیں جو ہندی کتابوں کو کم قیمت پر چھاپ کر عوام میں پہونچاتے ہیں۔ بدقسمتی سے اردو کتابوں کی اشاعت کا کہیں بھی ایسا انتظام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں جامعہ ملیہ کے کارکنوں نے جو سرگرمی دکھائی ہے وہ قابل تحسین و شکریہ ہے لیکن صرف اس ادارہ کے کارپردازوں کے ایثار اور جانفشانی اس بڑے کام کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس وقت ملک میں بہ کثرت لکھنے والے موجود ہیں۔ زیادہ تر ایسے ہیں جن کے پاس سوائے اپنے دماغ اور قابلیت کے کوئی مالی سرمایہ نہیں ہے کہ وہ کتابیں اپنے صرف سے شائع کریں۔ پھر اس کی اشاعت کا بندوبست کریں۔ نہ وہ حضرات اور نہ حاملہ کتب فروشوں کی آئے دن کی شرارتوں کا مقابلہ کر سکیں اور برسوں کتابوں کے بوجھ کو سنگ گراں کی طرح اپنے سینہ پر لئے پھرا کریں۔ ان نامساعد حالات میں جو لوگ کتاب لکھتے ہیں انھیں کا دل جانتا ہے کہ کتاب کا لکھنا آسان لیکن اس کی اشاعت ناقابل برداشت تکلیف ہے۔ ایک زمانہ میں علی گڑھ میں ڈیوٹی ٹاپ ڈپو ایک حد تک اشاعت کی خدمات کو انجام دیتی تھی لیکن یونیورسٹی کے قائم ہوتے ہی اس ضروری کام کی طرف سے لاپروائی برتی گئی اور بک ڈپو مدت سے بند پڑی ہے۔

علی گڑھ کو سستی اور عمدہ کتابوں کی اشاعت کے کام کی طرف توجہ کرنا لازم ہے اور ہم شکر گزار ہونگے اگر ناظرین اپنے خیالات سے ہمیں مطلع کریں گے۔

جیت بھی میری پٹ بھی میری

اہنسا یا عدم تشدد گاندھی جی کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد رہا ہے اور آنکے مسلک کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ جنگ شروع ہوتے وقت انھوں نے انگلستان کے باشندوں کو صلاح دی تھی کہ نازی ظالم تمہارا مال مانگیں تو ان کے حوالہ کر دو۔ جان کے خواہاں ہوں تو خوشی سے ہلاک ہو جاؤ مگر مدافعت میں ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ گاندھی جی کے دربار میں چیلوں کی اسی نسبت سے قدر ہوتی ہے جس قدر زیادہ وہ اہنسا کے قائل ہوں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ابھی حال میں مسٹر منشی جو بمبئی کانگریس کے وزیر تھے اور کانگریس لوزتین میں بڑا درجہ رکھتے ہیں کانگریس سے مستعفی ہو گئے ہیں تاکہ "پاکستانی غنڈوں" کے خلاف بمبئی میں تشدد کا محاذ قائم کریں۔ "پاکستانی غنڈوں" سے ظاہر ہے کہ مسلمان مراد ہیں۔ مسٹر منشی کے مستعفی ہونے پر گاندھی جی نے مبارکباد کا تار بھیجا ہے کہ انھوں نے جرأت کر کے کانگریس جیسی پرانی رفیق کو چھوڑ دیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اہنسا کو اختیار کرو تو قابل ستائش۔ مسلمان غنڈوں کے خلاف تشدد کا محاذ قائم کرو تو قابل مبارکباد۔ مسٹر منشی کا دل مسلمانوں کی طرف سے کبھی صاف نہیں رہا اور "پاکستانی غنڈوں" کے خلاف محاذ قائم کر کے انھوں نے ثابت کر دیا کہ باوجود کانگریس کریڈ اور کھدر پوشی کے ہندو ذہنیت نہیں بدلتی۔ یہی وجہ ہے

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے

اس وقت ہندوستان "غم صیاد و فکر باغباں" کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ "ہٹلر" نے جب سے "روس" پر حملہ کیا ہے، ہندوستان خطرے سے قریب تر ہو گیا۔

معاصر ہندوستان ٹائمز دہلی نے اپنے ایک اداریہ میں اس خطرے کے قریب تر ہونے میں غالباً مبالغہ سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس خطرے کی ہندوستان کی طرف رخ کرنے میں دنوں کی نہیں تو ہفتوں کی بات سمجھیے۔

یہ قول حرف بحرف صحیح نہ ہو جب بھی اہل ہند کا فرض ہے کہ وہ اندرونی تمام معاملات کو پس پشت ڈال کر بیرونی خطرے کا پامردی اور یکدلی سے مقابلہ کرنے کی تدابیر پر غور کریں۔ چنانچہ کانگریسی حلقوں سے "ہندو مسلم اتحاد" کا پرانا گیت نئے ساز سے بلند آواز میں گایا جا رہا ہے۔ ٹھیک اسی وقت "راجندر بابو" ہندی میں ملک کی زبان ہے۔ اپنی ڈفلی سے وہ اپنا راگ سنا رہے ہیں جو وقت کے بالکل خلاف ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

زبان سے پہلے قوم کا وجود ضروری ہے۔ قوم کے معرض خطر میں آنے کے بعد زبان خود بخود خطرے میں آ جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے رجحانات غلامی کی برکات ہیں جو بڑے بڑے مفکروں کے ہوش و حواس کو مختل کر دیتی ہے۔

اضطراب و جمود

ایک ہی وقت میں، ایک ہی جگہ یہ دو متضاد حالتیں جا ہے اور کہیں جمع نہ ہوں، لیکن اضطراب ہے دنیائے اسلام میں اور جمود ہے مسلمانوں میں۔ یہ دونوں حالتیں یہاں جمع ہو گئیں۔ شام، فلسطین اور عراق نازی ازم اور فرانسیسی جوع البقر کی زد میں جس طرح ہے اور اندرونی خلفشار یعنی دوستوں کی مدد اور دشمنوں کی عداوت جو کچھ کر رہی اور جو کچھ کرنے والی ہے وہ غالباً مسلمانوں کی موت اور حیات کا فیصلہ ہوگا لیکن مسلمان اسی اطمینان اور چین کی نیند میں غافل ہیں۔ مسلمانوں کو کوئی غلام بناتا نہیں بلکہ شوق اور خوشی سے خود بنتا ہے، مسلمان خدا کے سامنے غلامی کا اقرار کرنے کے بعد اگر اپنی مصلحت کا غلام ہے اور اس کی یہ غلامی خدا کو پسند نہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کا رشتہ خدا سے ٹوٹ گیا، اب وہ ہر قسم کی بندشوں اور زنجیروں کے لئے آزاد ہے۔ کیا ہندوستان کے مسلمان اتنا سوچنے کے لئے بھی آزاد نہیں؟

مارا از یں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود

ستم ظریفی دیکھئے کہ

روس کی مخالفت اور ہٹلر کی فرمانبرداری میں تمام دول بلقان کی طرح "البانیا" بھی خم ٹھونک کر سامنے آ گئی ہے۔

بلقان کی اور ریاستیں تو "ہٹلر" کی غلام ہیں اور البانیا ہٹلر کے غلام مسولینی کی جاگیر ہے۔ ابھی صبح کی شام بھی نہیں ہوئی کہ مسولینی نے البانیہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تھا اور البانیہ کا کوئی رہنے والا ایسا نہیں ہے جس کو اٹلی اور مسولینی کی بربریت سے عداوت نہ ہو لیکن عداوت اطاعت سے بدل گئی۔ یہ ملعون استعمار کے مکروہ چشم و ابرو کا مردود اشارہ ہے۔

سر سی۔ وائی چنتا منی

کی وفات سے ہندوستانی صحافت اور سیاسیات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ صوبہ متحدہ نے ہندوستان کی سیاست میں تیس سال سے جو نمایاں خدمات کی ہیں اس میں چنتا منی کا بہت بڑا حصہ ہے سر چنتا منی نے بنارس سے صرف ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا تھا اور یونیورسٹی کی تعلیم کی نوبت نہ پہنچی۔ غریب گھر پیدا ہوئے۔ نہ کوئی سعی سفارش کرنے والا اور نہ کوئی صاحب ثروت اور صاحب اثر رشتہ دار تھا جو مدد کرتا۔ محض ذاتی مطالعہ اور محنت سے سر چنتا منی نے اپنی قابلیت کو بڑھایا اور میدان صحافت اور سیاست میں اس قدر نام پیدا کیا۔ اخبار لیڈر کی ایڈیٹری کر کے انھوں نے اس اخبار کو ہندوستان کے بہترین اخباروں کے درجہ کو پہنچا دیا۔ کونسل کے ممبر ہوتے اور اصلاحات جدیدہ کے سلسلہ میں صوبہ متحدہ کے پہلے وزیر مقرر ہوئے۔ وزارت کے زمانہ میں انھوں نے بڑی مردانگی اور آزادی کا اظہار کیا۔ نہ طبقۂ امراء سے مرعوب ہوتے اور نہ انگریزی حکام سے۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں لبرل پارٹی کی نمائندگی کی اور اخیر میں نائٹ بنائے گئے۔ کانگریس کے بڑے سرگرم ممبر تھے لیکن ۱۹۱۸ء کے اختلاف کے بعد اسے چھوڑ دیا اور لبرل پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ وہ کانگریس کی پالیسی اور طرز عمل پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے اور کانگریس کے بڑے بڑے لیڈروں کو ان کی صورت گیر تنقید کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ آپ کے سیاسی عقائد سے ہمیں اختلاف ہو لیکن ان کی زندگی ہمارے نوجوانوں کے لئے درخشاں مثال ہے۔ محنت اور ذاتی کردار سے غریب سے غریب آدمی بھی اعلیٰ مراتب پر پہنچ سکتا ہے۔

وائسرائے کی کونسل کی توسیع

اگست ۱۹۴۰ء میں ہندوستانیوں کو حکومت ہند میں شامل کرنے کے لئے گورنمنٹ نے وائسرائے کی کونسل کی توسیع کا اعلان کیا تھا۔ کانگریس پارٹی نے ایسے نام نہاد حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ مسلم لیگ سے شرکت کی درخواست کی گئی مگر قائد اعظم نے کہا کہ لیگ کے نمائندے حکومت میں شامل ہونگے۔ انھیں محض زیبائش کونسل نہ سمجھا جائے بلکہ وزارت کے پورے اختیارات حاصل ہوں اور ملک کے اہم ترین محکمے ان کے سپرد ہوں۔ حضور وائسرائے نے ان شرائط کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور توسیع کونسل کا مسئلہ تعویق میں پڑا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی صورت حال نے شملہ کے سونے والوں کو نیند سے بیدار کیا ہے اور کونسل میں اضافہ کا فیصلہ کر لیا گیا ہے سر ظفر اللہ خاں کو ہٹا کر فیڈرل کورٹ کا جج بنائے سر شاہ محمد سلیمان مقرر کیا گیا ہے اور ان کی بجائے سر ہومی موڈی اور سر سلطان احمد خاں کے مقرر ہونے کی خبر ہے۔ شملہ سے پانیر کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ سر سلطان احمد چونکہ مسلم لیگ کے بڑے لیڈر ہیں اس لئے ان کا تقرر لیگ کے حلقوں میں اطمینان بخش خیال کیا جائے گا۔ اگر سر سلطان احمد کو لیگ کی لیڈری کا فخر حاصل ہوتا تو وہ لیگ ورکنگ کمیٹی اور قائد اعظم کے فیصلہ کے خلاف کونسل کا عہدہ کیوں قبول کرتے۔ ایسا کرنا لیگ کے ڈسپلن کے سراسر خلاف ہے۔ سال گزشتہ انھوں نے لیگ کے مسلک کے خلاف علی گڑھ آکر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اب یہ عہدہ قبول کرنا لیگ کے ساتھ سراسر غداری ہے۔

مراسلات

علی گڑھ کا کھلنڈرہ حیدرآباد میں

[منظور محمود جنہیں بعض "ترانہ ملیہ" اور بعض جین وعرب کہتے ہیں حال ہی میں حیدرآباد کے سفر سے آئے ہیں یہاں اسلامی اخوت اور علیگ برادری کی محبت کے جو تاثرات ہمارے بھائی نے سپرد قلم کئے ہیں انہیں پڑھکر بے اختیار دل چاہتا ہے کہ

آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

بھائی ناظر بھائی صمد اور دوسرے احباب مدت سے بلا رہے ہیں۔ گذشتہ موسم سرما میں ہمارے مخدوم ومکرم نواب مہدی یار جنگ حضور شاہزادہ ولیعہد بہادر کے ہمرکاب علی گڑھ تشریف لائے تھے۔ اولڈ بوائز لاج میں بیٹھے ہوئے حیدرآباد کے موسموں کا ذکر فرما رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ فرمائیے بھیک مانگنے کے لئے حیدرآباد میں کونسا موسم مناسب ہے۔ فرمایا۔ اس کے لئے ہر موسم مناسب ہے۔ "آنا شرط ہے"۔ ہمیں شوکت علی اور محمد علی کی یادگار میں لاج کی بالائی عمارت تعمیر کرنا ہے۔ اس لئے حیدرآباد کا سفر ضروری ہے۔ بھیک کے ساتھ جب نظیر کو ایسی پُرتکلف دعوتیں اور دیرینہ احباب کی محبت بھی مل جائے جس کا ذکر منظور محمود صاحب نے کیا ہے تو سفر کا ارادہ کرنے میں دیر نہ ہونی چاہیئے"

ظفر عمر]

لکھنؤ۔ یکم جولائی۔

برادر مکرم ظفر عمر صاحب۔ السلام علیکم۔

حال ہی میں میں حیدرآباد گیا تھا۔ اپنی عمر میں پہلی بار میرے بہت سے پیارے ساتھیوں نے آخر مجھے ساتھ لے جانا چاہا مگر اس اسلامی سلطنت آصفیہ کا دیدار میری قسمت میں کب لکھا تھا۔ خیر دیر آید درست آید۔ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق سلطنت آصفیہ کے فرنچ سے گیا اور وہاں ایک ماہ رہکر خوب سیر کی اور دعوتیں اڑائیں نشرگاہ حیدرآباد نے مجھے اور میرے لڑکے طلعت کو بلایا اور ہم دونوں گئے اور خیال تو یہی ہے کہ بہت کامیاب رہے۔ الله راست لائے۔ ایسے ایسے پرانے بوڑھے بچوں سے ملاقات ہوئی اور دل کو ایسی خوشی ان یاران دیرینہ سے مل کر ہوئی کہ میں کہہ نہیں سکتا ہوں۔ جو لطف زندگی کا ان چند دنوں میں حاصل ہوا وہ صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو تیس تیس برس کے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے دوبارہ ملا ہو۔ بقول شیخ

دل من داند و من دانم و داند دل من

بس کیا بتلاؤں کہ کیا ہوا۔ جلسہ ہوا۔ بچھڑے ہوئے آ ملنے لگے۔ میں کالج میں جب تھا تو بہت دُبلا تھا اب اس قدر موٹا ہوں کہ اس زمانہ کے کم از کم دو تین منظور تو ضرور بن جائیں گے۔ مگر خدا گواہ ہے کہ میرے متعدد مخلصوں نے مجھے ایسا پہچان لیا کہ جیسے کوئی اپنے سگے بھائی کو پہچانتا ہے۔ خصوصاً میرے تعجب کی اس وقت کوئی حد نہیں رہی جب میرے سب سے پیارے ساتھی بشیر مرزا بیگ مرحوم کے چھوٹے بھائی مرزا محسن بیگ سلمہٗ نے چند لمحے غور کر کے بالآخر میرا نام تک لے دیا۔ اس وقت مجھے یقین واثق ہو گیا کہ ہماری برادری کا رشتہ کس قدر مضبوط اور سچا ہے۔ دل را بہ دل رہیست راستا

یہ صاحبزادہ اس زمانہ میں اس قدر چھوٹے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی بھی نہیں کہے جا سکتے تھے اور اب شاید میرے اُن کے درمیان تقریباً انیس بیس کا فرق رہ گیا ہے۔

میرے ایک بہت اچھے دوست سید لطف احمد صاحب نے پرانے دنوں کی یاد تازہ کر دی جزاک اللہ سینکڑوں بھائیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور تقریباً بیس دعوتیں ہی ہوئیں اور خدا گواہ ہے کہ متعدد دعوتیں خوشامد کر کے رد کر دیں کیونکہ بدپرہیزی کھاتے کھاتے بیمار ہو چلا تھا۔ شبانہ روز بلکہ دن میں چار بار جائے۔ ناشتہ۔ کھانا۔ ڈنر۔ غرضکہ کھاتے کھاتے جو کھلایا گیا تھا اور مرزا مرحوم کی روح کو ثواب بخشا جاتا تھا۔ میرے بہت سے بھائی دورہ پر اضلاع میں تھے جہاں اتنے سے عرصہ میں اس گوناگوں مصروفیتوں کی ساعت میرے لئے جانا ممکن نہ ہو سکا اور اشتیاق ملاقات ساتھ لایا۔

اس آؤ بھگت سے دل سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ انسان ہونے کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ یہ کہ مسلمان ہو۔ فقط مسلمان سنی شیعہ وغیرہ نہیں
۲۔ یہ کہ علیگ ہو۔ سنہ ۱۹۲۰ء سے قبل کا۔
۳۔ یہ کہ حیدرآباد میں نہ رہتا ہو اور موٹر رکھتا ہو۔

میرے خیال میں وہ بھی کیا انسان جس کو یہ تین چیزیں کم از کم نصیب نہ ہوں۔

دوسری بات ایک اور بھی ہے کہ اگر لا مذہب ہو تو روپیہ والا اور جوان ہو۔ تب وہاں زندگی کا لطف آ سکتا ہے۔ چاہے مفلس قلاش ہو تب بھی وہ اگر شادی نہ ہوئی ہو اور نسب اعلیٰ رکھتا ہو تو آنکھ بند کر کے سیدھا حیدرآباد چلا جائے۔ وہاں دنیا کی سب چیزیں اس کے نسب کی قیمت میں مل جائیں گی۔ ہاں اگر یو۔ پی کا (یعنی ہندوستانی) باشندہ ہو کر بھی ملکیوں غیر ملکیوں میں شامل ہو جائے گا۔

حیدرآباد کو بنانا ہے غیر ملکیوں نے مگر اب ان غیر ملکیوں کے لئے ایسے شدید موانع اور پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ اس سے خود حیدرآباد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور اگر عثمانیہ یونیورسٹی میں یو۔ پی کے قابل پروفیسر نہیں نوکر رکھے جائیں گے تو یہ یونیورسٹی باوجود دنیا کی امیر ترین یونیورسٹی ہو جانے کے قابل لوگ ۲۰ فی صدی بھی نہ پیدا کر سکے گی۔ میرا چیلنج ہے۔

میری رائے ناقص میں ہندوستان کے مسلمان جس صوبہ کے قابل ملیں ان کو نہ صرف ملازم ہی رکھا جائے بلکہ ان کو زمینیں وغیرہ اور مراعات دیکر وہاں بسا لیا جائے تاکہ اسلامی ریاست میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہو کہ مسلمان قوم قومیت کا دعوےٰ کر سکے۔

افسوس ہے کہ اس مسئلہ عظیم کی طرف معتدد اصحاب کی توجہ نہیں جن کا فرض اولیں یہ ہے کہ اس سلطنت کو اصلی معنوں میں اسلامی سلطنت بنا دیں۔ میں کہاں سے کہاں چلا گیا۔ چونکہ حیدرآباد کا نمکخوار ہو گیا ہوں اس لئے دینی جذبے اس کی فلاح اور بہبود کے بھی ادھر قلم سے نکل گئے۔ اس اسلامی ریاست کی خوبیاں اور خوش نمائی دیکھ کر بے اختیار دل چاہتا ہے کہ وہیں جا کر آباد ہو جائیں مگر کانگریس کی ڈھائی سالہ حکومت اور مظالم کے بعد نقل وطن کرتے ہیں کچھ ایسی اور اسلام کی شکل نظر آتی ہے۔ ہم کو اپنے اسی ہندی وطن میں رہکر اپنے کو اس قدر طاقتور بنانا چاہیئے کہ کوئی تیوری بدل کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ کرے۔

حیدرآباد کے متعلق اگر آپ نے اجازت دی تو میں چند اور حصے بھی لکھ سکوں گا جس میں وہاں کی خوبیوں کا ذکر کروں گا۔ ایک ماہ میں میں نے اس کو بہت کچھ کچھ

سپاہی گرفتار کر لئے ہیں۔

چین نے اپنے تعلقات محوری طاقتوں سے بالکل منقطع کر لئے کیونکہ انھوں نے جاپان کی نوساختہ حکومت کو جائز قرار دیا ہے۔

جاپان نے اپنی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کہ چاہے دنیا کچھ بھی ہو لیکن جاپان اپنی راہ پر رہیگا

دنیائے اسلام

اسکندریہ کی خبر ہے کہ ترکی جہاز "رفاہ" نام کا ایک تارپیڈو سے گر کر ڈوب گیا ہے وہ کسی نامعلوم سلطنت کا تارپیڈو تھا۔ اس جہاز پر ترکی کے بہت سے افسر سوار تھے جو ایک سب میرین لینے جا رہے تھے جو انگلستان میں ترکی کے لئے طیار ہوئی تھی۔

روس نے اس خبر کی تردید کی ہے کہ وہ کسی قسم کا کوئی مطالبہ ایران سے کرنے والا ہے۔ اسی طرح ایران نے بھی غیر جانبداری کی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔

جرمنی کے دل سے ابھی "شام" کا خیال گیا نہیں ہے چنانچہ سابق سفیر وان روزر اپنے نائبوں کے ساتھ بیروت پہونچ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب فرانس اور جرمنی کی ٹکر ہو رہی تھی اسی وقت سے شام میں برطانیہ کے خلاف جرمنی کی طرف سے ریشہ دوانی ہو رہی ہے۔

مصر کی خبر ہے کہ ابی سینیا میں برطانوی فوجیں برابر آگے بڑھ رہی ہیں۔ جما لینے کے بعد ڈیمبی پر بھی قبضہ کر لیا اور ۷۰۰ اطالوی گرفتار کر لئے۔

لیبیا میں جنگ جاری ہے، طبروق میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔

بعد کی خبر ہے کہ اطالوی فوجوں نے گمبی خالی کر دیا اور جنرل ہرکو نے انگریزی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

افغانستان کے جواں بخت اور جواں عمر بادشاہ ظاہر شاہ نے افغانی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یورپ کی جنگ میں افغانستان مکمل غیر جانبداری کی پالیسی قائم رکھیگا اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریگا۔

افغان حکومت کی صنعتی مساعی

افغان کے معاشی وفد کے جاپان سے کابل واپس ہو جانے کے بعد ملک کو صنعتی بنانے میں افغان حکومت کی مساعی اب تیز تر ہو جائیں گی۔

اس وفد نے جاپانی حکومت کی دعوت پر جاپان کے تمام اہم مراکز کا معائنہ کیا۔ جاپان میں چھ ہفتوں سے زیادہ مدت تک قیام کے دوران میں اراکین وفد نے جاپان کی عظیم صنعتی مشین کا مطالعہ کیا۔

آقائی غلام غوث خاں تاجر وفد کے نمائندہ اور پریذیڈنٹ نے پریس سے ایک خصوصی ملاقات کے دوران میں کہا:

"ہمیں یہ دیکھکر بہت اثر ہوا کہ ہم جن اشیاء کو بیکار جانکر ضائع کر دیتے ہیں ان سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے جاپان نے کس قدر سرعت کے ساتھ قدم بڑھائے ہیں"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وفد نے جاپان کے کپڑوں، چینی، کاغذ اور ریشم کے کارخانوں کا بطور خاص مطالعہ کیا۔

ہندوستان

ڈھاکہ میں چھرا مارنے کے واقعات پھر ہونے لگے چنانچہ ۲۹ جون کو دو آدمیوں کو چھرے مارے گئے۔

راجندر پرشاد کی کوشش صلح ناکام رہی اس لئے وہ پٹنہ واپس آ گئے ہیں۔

جمعیۃ العلماء ہند نے ۲۸ جون کو دہلی میں ایک جلسہ کر کے موجودہ جنگ یورپ میں اسلامی ممالک ترکی، شام، عراق اور فلسطین کی کامل آزادی پر گفتگو کی اور ظاہر کیا کہ مسلمان ان ممالک کی پوری آزادی سے کم پر راضی نہیں ہو سکتے۔

مقامی علی گڑھ میں ہیضہ کے واقعات برابر ہو رہے ہیں لیکن تشویشناک نہیں۔ جناب نقوی صاحب کلکٹر ضلع اور دیگر حکام حفظ ماتقدم کے انتظامات میں سرگرم ہیں۔ گرمی بلا کی ہے۔ ابر آتا ہے نکل جاتا ہے۔

یونیورسٹی کی خبریں یونیورسٹی اسکول ۲ کو کھل گیا اور طلباء آنا شروع ہو گئے لیکن گرمی کی شدت اور شہر میں ہیضہ کی بیماری کی وجہ سے اسکول ۱۵ جولائی تک بند کر دیا گیا۔

نوٹس بنام مدعا علیہ نابالغ او ر ولی کیج

(آرڈر ۳۲ - قاعدہ ۳)

بعدالت منصفی ایٹہ مقام ایٹہ ضلع علی گڑھ
باجلاس جناب منصف صاحب بہادر ایٹہ
نمبر مقدمہ ۳۸۷ بابتہ ۱۹۴۳ء نمبر اجرا ۹۷ ۱۹۴۱ء

امولا ... عمر تخمیناً ۴۲ سال بالغ پسر مالک چند } قوم ... ساکنان ... ضلع
مسماۃ ہیران ... عمر تخمیناً ۴۵ سال بیوہ ... چند } ... پرگنہ ... تحصیل
و ضلع ایٹہ مدعیان (دیگر مدعیان)

بنام

دلیارن کنوار عمر تخمیناً ۱۷ سال	نابالغان پسران ... ہیرالال ... بولایت گردیال	
امولک چند عمر تخمیناً ۱۳ سال	ولد بہاری لال قوم ... ساکن ...	
شاہ کنوار عمر تخمیناً ۱۰ سال	پرگنہ ... ضلع و تحصیل متھرا و ولی مذکور	
چندر سین عمر تخمیناً ۸ سال	ساکن قصبہ ایٹہ محلہ ... پرگنہ ایٹہ	

گردیال ولد بابو رام ولی ... ولی قدرتی مدعا علیہ نابالغان مذکور۔

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی نے ایک درخواست گذرانی ہے کہ مدعا علیہ نابالغان کا ایک ولی دوران مقدمہ مسمی گردیال مقرر کیا جائے لہٰذا آپ نابالغان مذکور کو ... وغیرہ ولی کو اس کی رو سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تعمیل اطلاع نامہ ہذا سے ... یوم کے اندر ایک درخواست اس عدالت میں نسبت اپنے یا کسی دوست مدعا علیہ نابالغان کے ولی دوران مقدمہ مقرر کئے جانے کی نسبت نہ گذرانیں گے تو عدالت اغراض مقدمہ ہذا کے لئے کسی اور شخص کو نابالغ مذکور کا ولی مقرر کردیگی۔

تاریخ پیشی مقدمہ ۲۹ جولائی ۱۹۴۱ء

آج تاریخ ... ماہ ... ۱۹۴۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

نوٹس

بعدالت ... جج بہادر علی گڑھ

اجلاس مسٹر شیو نرائن ویش صاحب بہادر جج — نمبر مقدمہ ۱۸ ۱۹۴۱ء

ملہ ہیرالال باگلا ولد لالہ ... باگلا } اقوام ویش اگروال ... ساکنان
ملہ ... مرلیدھر باگلا ولد لالہ ہیرالال باگلا } قصبہ ہاتھرس مالکان فرم ہیرالال
مرلیدھر واقعہ ہاتھرس ضلع علی گڑھ سائلان

مقدمہ مندرجہ میں سائلان نے ایک قطعہ درخواست بنا ... ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء کو عدالت ہذا میں پیش کر کے استدعا کی ہے کہ ان کو دیوالیہ قرار دیا جائے۔ عدالت ہذا نے تاریخ سماعت درخواست مذکور ۱۲ جولائی ۱۹۴۱ء مقرر کی ہے۔ پس جملہ قرضخواہان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو درخواست مذکور کے خلاف کچھ اعتراض ہو تو بتاریخ مقررہ بوقت ... اصالتاً حاضر عدالت ہو کر پیش کرے۔ المرقوم ۶ مئی ۱۹۴۱ء

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط

سمن بنابر انفصال مقدمہ

بعدالت جج خفیفہ ... — نمبر مقدمہ ... ۲۳

ٹھاکر سندر سنگھ ولد ... سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع رستم پور پرگنہ ... ضلع ...
بنام بجی سنگھ ولد ... سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع رستم پور پرگنہ ... ضلع ...

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ ... دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱ ماہ جولائی ۱۹۴۱ء وقت ... بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں اور چونکہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ اپریل ۱۹۴۱ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط

(۱) اشتہار حسب دفعہ ۱۱۰(۱) ایکٹ مالگذاری اراضی نمبر ۳ ۱۹۰۱ء ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

(۲) اطلاع نامہ حسب قاعدہ (۶) سرکلر ۲۱ - مد ۲

بعدالت جناب حاکم مہتمم تقسیم بہادر تحصیل بلند شہر

بمقدمہ تقسیم غیر مکمل ... موضع نوبت پور محال باقیماندہ پرگنہ برن

بہاری لال بنام رام رچپال وغیرہ

تم مسمیان ملہ مسماۃ گیندا عرف چندر کلا زوجہ رام رچپال سنگھ } قوم برہمن ساکنان حال بخشی پور
ملہ دگیش پال سنگھ بالغ پسر رام رچپال سنگھ } ضلع بہرائچ (اودھ)
ملہ باگیش پال سنگھ نابالغ پسر رام رچپال سنگھ بولایت مسماۃ گیندا عرف چندر کلا مادر خود قوم برہمن ساکن بخشی پور ضلع بہرائچ (اودھ) کو کہ جو شریک محال بقیت موضع نوبت پور پرگنہ برن کے ہو اور درخواست بٹوارہ موضع مذکور میں جو کہ عدالت میں گذری ہے شریک نہیں ہوئے ہو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تم کو بٹوارہ میں کچھ عذر ہو تو پیش کرو اور بروز سنیچر تاریخ ۲ ماہ جولائی ۱۹۴۱ء کو بوقت دس بجے دن کے خود یا بذریعہ مختار مجاز کے بمقام بلند شہر حاضر عدالت ہذا ہو اور بلا اجازت عدالت کے عدالت سے نہ چلے جاؤ۔ اگر مقدمہ ملتوی ہو گیا ہو تو بلا دریافت تاریخ پیشی کے عدالت سے نہ چلے جاؤ۔

(۲) تم سے اس امر کی بھی رپورٹ طلب کی جاتی ہے کہ اگر بٹوارہ حلقہ کا ... کرے تو بٹوارہ کے منظور کئے جانے کی حالت میں تم کو کچھ عذر ... ہوگا۔

(۳) اگر تم کو شریک بٹوارہ ہونا منظور ہو تو اپنی درخواست قبل تاریخ مذکورہ بالا کے پیش کرو ورنہ تمہاری درخواست بیرون میعاد متصور ہو کر ضائع ہو جائیگی اور تم شریک بٹوارہ نہ ہو سکوگے۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

بگرامی خدمت جناب ایڈیٹر صاحب
"رسالہ جامعہ"
دہلی

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۷

قال اقول

مسلم یونیورسٹی کے پبلسٹی انچارج جو پمفلٹ ۱۹۴۲ء میں "مسلم یونیورسٹی کی ترقی" کے عنوان سے شائع کیا ہے اس میں سب سے زیادہ قابل اعتراض یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو ترقیاں سر شاہ سلیمان مرحوم کے عہد میں ہوئی تھیں ان کو ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی طرف منسوب کیا ہے یا ان کا ذکر ایسے مبہم الفاظ میں کیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ یہ کارنامہ موجودہ وائس چانسلر صاحب کے زمانہ کا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند غلط بیانیوں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

قال "تعمیر کی ان دقتوں کے باعث جن کی طرف اوپر اشارہ ہوا انجینیرنگ کالج کی عمارت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکی لیکن حال میں دو ورکشاپ مکمل ہو گئے ہیں جن میں سے ہر ایک کا رقبہ ۴۵۰۰ مربع فٹ ہے۔"

اقول واقعہ یہ ہے کہ سر شاہ محمد سلیمان مرحوم کی مساعی سے ۱۹۴۰ء میں انجینیرنگ کالج کا بی۔ ایس۔ سی کلاس کھلا اور دو ورکشاپ اس سے پہلے تعمیر ہوئے جن کا افتتاح نواب کمال یار جنگ بہادر نے مارچ ۱۹۴۱ء کو کیا اور فوجی مستریوں کی تعلیم شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا انتخاب اپریل ۱۹۴۱ء میں ہوا۔ یہ سارا رسالہ ڈاکٹر صاحب کے دور کی ترقیات کی بابت ہے۔ چنانچہ سب سے پہلا فقرہ جس سے یہ پمفلٹ شروع ہوتا ہے "رپورٹ سال حال کی ابتدا اپریل ۱۹۴۱ء سے ہوتی ہے جبکہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد دوسری مرتبہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے۔" پبلسٹی افسر شاید یہ فرمائیں کہ میں نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ "حال میں دو ورکشاپ مکمل ہو گئے ہیں" ان کی نسبت ڈاکٹر صاحب کی طرف نہیں کی ہے مگر یہ محض مغالطہ ہے۔ رسالہ کا موضوع ہی ان ترقیوں کا اظہار ہے جو ڈاکٹر صاحب کے دور میں ہوئی ہیں۔ اس میں ان ترقیوں کا ذکر جو ڈاکٹر صاحب کے انتخاب سے قبل ہو چکی تھیں سراسر فریب دہی ہے اور اگر ذکر ہی کرنا تھا تو بالتصریح بتلانا چاہیے تھا کہ یہ دو ورکشاپ سر شاہ مرحوم کے زمانہ میں مکمل ہو چکے تھے۔

قال "ہم نے اب انجینیرنگ کالج کی اسکیم پر بہ طرف ایگریکلچرل انجینیرنگ داخلہ لینا شروع کیا اب سول انجینیرنگ کلاس بھی باقاعدہ جاری کر دی گئی ہے۔"

اقول یہاں بھی وہی مغالطہ آمیز تحریر ہے جس کا اوپر ذکر کیا ہے۔ سول انجینیرنگ کلاس سر شاہ مرحوم کے زمانہ میں جاری ہو چکا تھا۔

قال "ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے کوشش کر کے علی گڑھ میں فوجی مستریوں کی کلاس قائم کرائی اور اس کے لئے شکنالوجی ورکشاپ میں علیحدہ بارک بھی بن چکی ہے۔"

اقول فوجی مستریوں کی تعلیم کا کلاس سر شاہ سلیمان مرحوم کے زمانہ میں کھل چکا تھا اور طلبہ کے داخلے بھی ہو چکے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے یہ کلاس کھلوایا۔ بارک ضرور ان کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ہے۔

قال "ایک بہت بڑی سہولت جو ایمرجنسی کمیشن کے امیدواروں کو بہم پہنچائی گئی وہ یہ ہے کہ ابتدائی سلکشن کمیٹی خود علی گڑھ اُن کا انتخاب کرتی ہے۔"

اقول یہاں بھی اخفاء حق نمایاں ہے۔ سلکشن کمیٹی سر شاہ سلیمان مرحوم کے زمانہ سے علی گڑھ آنا شروع ہوئی اور اس میں لفٹننٹ کرنل ایم۔ اے۔ رحمٰن کی سعی کو بڑا دخل تھا۔ یہ واقعہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے انتخاب وائس چانسلری سے قبل کا ہے۔

قال "ملٹری کالج قائم کرنے کی تجویز ۱۹۳۶ء میں ڈاکٹر صاحب نے پیش کی تھی۔"

اقول ۱۹۳۶ء تک ملٹری کالج قائم کرنے کی اسکیم کی ابتدا دراصل اولڈ بوائز ایسوسی ایشن سے ہوئی جس میں مسٹر سلطان حیدر جوش اور دیگر اولڈ بوائز نے نمایاں حصہ لیا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین نے اپنے سابقہ دور وائس چانسلری (اپریل ۱۹۳۵ء لغایت مارچ ۱۹۳۸ء) کی کارگزاریوں کی بابت ایک پمفلٹ انگریزی زبان میں بعنوان "Progress report of the Aligarh Muslim University (1935 to 1938) and future programme" شائع کیا تھا اس زیر عنوان "آئندہ پروگرام" کے تحت ملٹری کالج کی بابت حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"The idea of establishing a military College at Aligarh is not a new one. Nawab [illegible] this need in one of his speeches and his successors have since been pressing for it on various occasions. But the present condition of the country, the change in the method of recruitment to the military service and the advance made by our sister community in this direction have very greatly emphasized this need now and we can no longer afford to postpone the proposal of making necessary arrangements for military training of our youth.

The movement has since been revived by the Aligarh Old Boys in the annual meeting of their association in 1936, when a scheme was drawn up and published for public criticism

The scheme has now passed all the prelimi-nary stages and has been examined by educationists and military experts and now finally approved by the military authorities of the Government.
We are now collecting necessary funds to give a practical shape to it."

اس میں شبہ نہیں کہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی تحریک پر بہ حیثیت وائس چانسلر ڈاکٹر صاحب نے ملٹری کالج کی اسکیم میں دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کو ایک قدم آگے بڑھایا۔ وہ رسالہ کا ریوٹ میں جس کا اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا بالتصریح ذکر موجود ہے۔ لیکن موجودہ [illegible] اس اسکیم کا سہرا ڈاکٹر ضیاء الدین کے سر باندھ رہا ہے۔ ان کے مغالطہ آمیز [illegible] پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

[illegible] افترا ہے کہ کذب حق نما ہے
[illegible] اس کی اور یہ ہو ذکر اس کا

ڈیپوٹیشنوں کی کامیابی

[illegible] ڈیپوٹیشن کی جو کامیابی ریاست بھوپال اور [illegible] توجہ سے ہوئی [illegible] ڈیپوٹیشن [illegible] اس سے معلوم ہوگا [illegible] کی کامیابی [illegible] دل [illegible] ہے مگر [illegible] ہیں [illegible] یونیورسٹی کے سلسلہ میں اولڈ [illegible] زیادہ کوئی [illegible] کی خدمت کر رہا ہے [illegible] ڈیپوٹیشن کی کامیابی کے حالات معلوم ہوتے ہیں [illegible]

ابھی حال میں ہی قاضی عبدالغفار صاحب اڈیٹر نے "پیام" میں ڈیوٹی کے وفد کی کامیابی کے واسطے پُرزور اپیل کی تھی۔ مگر تعجب اس قدر ہے کہ وہ وائس چانسلر صاحب کی بعض لغزشوں کا نوٹس لیتے رہتے ہیں ان کو یونیورسٹی کا مخالف قرار دیا جاتا ہے۔ وہ اپنا لیکچر در مادر درسگاہ کی محبت و خدمت گزاری میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

ڈیوٹی سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا وفد

جناب محمد مختار آزاد صاحب کی سرکردگی میں ٹونک ہوتا ہوا بھوپال آیا۔ بھوپال تقریباً دو ہفتہ قیام رہا۔ پہلے جناب سلام الدین خاں صاحب بہادر بی۔ اے (علیگ) ممبر لا اینڈ جسٹس نے وفد کو اپنے دولت کدہ پر ٹھہرایا۔ اس کے بعد جناب اختر علی خاں صاحب بی۔ اے علیگ انسپکٹر جنرل پولیس باصرار وفد کو اپنے دولتکدہ پر لے آئے اور ذاتی عطیہ کے علاوہ نہایت کوشش و محنت سے چندہ کی فراہمی میں اراکین وفد کا ہاتھ بٹایا اور نہایت محبت سے اراکین وفد کی مہمانداری فرمائی۔

محترمی جناب اختر علی خاں صاحب۔ عالیمرتبت جناب سلام الدین خاں صاحب۔ مولوی محمد شعیب صاحب علیگ مشیر المہام اور جناب عبدالغنی صاحب علیگ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان حضرات نے باوجود اپنی مصروفیتوں کے نہ صرف ذاتی عطیات سے وفد کی ہمت افزائی فرمائی بلکہ بذات خود وفد کو چندے کی فراہمی کے لئے شہر کے معزز لوگوں کے پاس لے گئے۔ ان حضرات کی یہ مخلصانہ امداد حقیقتاً قابل رشک ہے۔

ہز ہائی نس نواب حمیداللہ خاں بہادر بی۔ اے علیگ فرمانروائے ریاست بھوپال نے اراکین وفد کو شرف باریابی بخشا اور نہایت اخلاق اور محبت سے بہت دیر تک علی گڑھ کے متعلق گفتگو فرمائی اور ایک ہزار روپیہ ڈیوٹی سوسائٹی کو عطا فرمایا۔

اس کے بعد وفد ریاست کروائی پہنچا اور عالی جاہ نواب صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرکار عالی نے جس خلوص اور اسلامی رواداری کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً ہر حکمراں کے لئے شمع ہدایت ہے۔

• باوجود اس کے کہ سرکار عالی چند روز قبل اس سے پہلے ایک نہایت عطیہ گراں دے چکے تھے لیکن مختار آزاد صاحب سے ڈیوٹی سوسائٹی کے حالات سن کر پانچ سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ عمارت فنڈ کے واسطے عطا فرمایا اور نواب صاحب کی والدہ محترمہ سرکار عالیہ صدر بیگم صاحبہ ریاست کروائی نے مبلغ تین سو روپیہ برائے تعمیر کمرہ ڈیوٹی سوسائٹی کو عطا فرمایا ہے۔

ہم محترمہ سرکار عالیہ اور نواب صاحب بہادر کے ان عطیات گرامی بلکہ اس محبت اور خلوص کے لئے جو علی گڑھ کے لئے آپ کے دل میں ہے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔

آخر میں ہم اسد بھائی (علیگ) کا جو ہماری مادر درسگاہ کے مشہور اولڈ بوائے اور اپنے زمانہ کے بہترین کرکٹر اور کھلاڑی ہیں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو بڑی حد تک کروائی اسٹیٹ میں ہم لوگوں کی کامیابی کے باعث ہیں۔ فقط

عبادت یار خاں
ممبر ڈیوٹی سوسائٹی ڈیپوٹیشن

تازہ ملاقاتیں

سیاسی انتشار کو دور کرنے اور مدافعت جنگ کے سلسلہ میں بہت سی ملاقاتیں جاری ہیں۔ مسٹر جناح کی صدر روزویلٹ سے یہ تیسری ملاقات ہے۔ سنا ہے کہ موسیو اسٹالن بھی امریکہ جانیوالے ہیں۔ ہندوستان میں گاندھی جی، پنڈت نہرو اور مولانا ابوالکلام کی ملاقات ہو چکی ہے۔ مسٹر جناح اور راجہ جی کے درمیان بھی ملاقات ہوئی۔ اب واردھا میں ملاقاتیں ہوں گی۔ پنڈت نہرو اور قائداعظم کی ملاقات کے لئے زور دیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن ابتک سیاسی فضا اور جنگ کے حالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو سکی۔ خدا ان ملاقاتوں کا انجام بخیر کرے۔

تحریک تخلیہ

گاندھی جی اب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کو اولیت کا درجہ دیتے تھے لیکن اب اس کو ثانوی حیثیت حاصل ہو گئی اور حکومت برطانیہ کا ہندوستان سے اخراج مقدم بتایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ داخلی معاملات حکومت برطانیہ کی دراندازی کے سبب طے نہیں ہوتے آزادی کے بعد ان مسائل کا حل ہو جائے گا۔ غنیمت ہے کہ گاندھی جی آج مرض کی اصل وجہ معلوم کر سکے لیکن مسٹر اسٹیفنز کہتے ہیں کہ

"ہم جنگ کے دوران میں ہندوستان سے واک آوٹ نہیں کریں گے" کیا خوب!

میزبان بیزار ہے مہمان جاتا نہیں جاتا۔ اس صورت میں یہ دیکھنا ہے کہ گاندھی جی تحریک تخلیہ کی اسکیم کو کس طرح بروئے کار لائیں گے۔

مراسلات

جناب ایڈیٹر صاحب سرگزشت تسلیم

اخبار مذکور بابت ۲۳ مئی ۳۲ء کی اشاعت میں لکھا کہ "ان طلباء کے لئے جو مقابلہ کے امتحانات کی تیاری کرنا چاہیں تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ایسے طلبہ کو ایک ہوسٹل میں جگہ دی جائے گی اور ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ گھر پر وقت ضائع نہ کریں بلکہ یونیورسٹی آ جائیں۔ ان تعطیل میں جو موقع ہم پہنچاتے ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔"

اس کے بعد ۹ جون کی اشاعت میں یہ اعلان کیا کہ "مقابلہ کے امتحانات میں شرکت کرنیوالے طلباء کے لئے ایک ہوسٹل قیام کے لئے کھلا ہوا ہے۔ طلباء کی امداد کے لئے چند اساتذہ تعطیلات میں بھی علی گڑھ میں مقیم ہیں تا کہ ممکن امداد بروقت حاصل ہو سکے۔"

میں ممنون ہونگا اگر جناب ایڈیٹر صاحب تحریک مجھے ان اساتذہ کے نام سے مطلع فرمائیں گے جو کوچنگ کلاس میں تعلیم دینے کی غرض سے ایام تعطیلات میں علی گڑھ میں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر ہادی حسن اور مسٹر محمود جن کا نام نامی کوچنگ کلاس میں ایک دلچسپی لینے میں شروع مئی سے یونیورسٹی کی تعطیلات کے ایام میں پہاڑوں پر چلے گئے ہیں اور اختتام تعطیل تک علی گڑھ واپس آئیں گے۔ امسال ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کی درخواستیں شروع مئی میں پبلک سروس کمیشن میں گئی ہیں اور شروع اگست میں امتحان مقابلہ ہوگا۔

مئی تا آخر جولائی ہی وہ زمانہ ہے جس میں امتحان میں شریک ہونے والے طلباء کو مدد کی ضرورت ہے اور انہیں ایام میں بوجہ تعطیلات اساتذہ باہر چلے گئے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ اخبار تحریک اپنی آئندہ اشاعت میں بتلائے گا کہ مئی جون میں کوچنگ کا کام کن اساتذہ سے متعلق رہا ہے اور یہ کہ جن درخواست دہندگان کو مدد کی ضرورت ہے تو وہ کس سے رجوع کریں۔

(راقم ایک درخواست دہندہ)

انوکھا ایثار

مسلمانوں کی بدبختی اور زبوں حالی کی اس سے زیادہ دردناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھیں لاکروڑ ہوتے ہوئے بھی اپنی ایک ہی یونیورسٹی کے لئے ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے بہتر وائس چانسلر میسر نہیں آتا۔ وہ اس مظلوم یونیورسٹی میں ہمیشہ وجہ فساد بنے رہتے ہیں اور ان کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کی وہ مٹی پلید ہوتی ہے کہ اہل دل خون کے آنسو روتے ہیں۔ سرگزشت کی تازہ ترین اشاعت سے معلوم کر کے نہایت تعجب ہوا کہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن جن کی عمر گرامی دفتر رجسٹرار کے اندراج کے مطابق دو سال اور چند ماہ میں ساٹھ تک پہونچنے والی ہے ایثار پر مستعد ہیں اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے (جن کے ایثار کا ڈنکا چاروں طرف عالم میں مچایا گیا) اس ایثار کی پیش کش کو بلا تفصیل کورٹ میں پیش کیا اور شکریہ کی قرارداد منظور کروالی۔ ۱۶ جون کے سرگزشت میں جس عمدگی اور صفائی کے ساتھ اس انوکھے ایثار کی حقیقت بے نقاب کی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ اس مضمون کی ایک ایک نقل تمام ممبران کورٹ کے پاس بھیجی جائے تا کہ وہ اس ایثار کی حقیقت کو سمجھ لیں جس پر ان کی گردنیں شکر گزاری سے جھکائی گئی تھیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ کبوتر با کبوتر باز با باز کا مضمون بھی واضح ہو جائے گا۔

اس ایثار کی حقیقت اور ضرورت کا ایک دوسرا پہلو تشنہ وضاحت ہے۔ یہ سب ٹھیک سہی کہ پروفیسر صاحب موصوف کو بقول ایک اولڈ بوائے کے قرض معاف ہو جائے گا۔ بونس یکقلم ہاتھ آ جائے گا۔ سو روپیہ ماہوار کا مکان رہائش کے لئے مفت ملیگا۔ تنخواہ میں سے ڈیفر پیمنٹ یعنی پانچسو روپیہ ماہوار کے حساب سے منشاء خرچ کا استحقاق حاصل ہوگا اور اسی ایثار کے باوجود تنخواہ موجودہ ہاتھ آئے گی۔ لیکن اس آخری عمر کے ایثار میں ایک دوسری شان بھی موجود ہے جو عام نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ یونیورسٹی میں غالباً ۱۹۲۶ء سے پہلے کے ملازمین کی مدت ملازمت ساٹھ سال ہے۔ اس کے بعد یونیورسٹی کی عمر پچپن کر دی گئی ہے لیکن قبل از مدت معاہدہ والوں کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے ایک وقت جب میر غلام بھیک صاحب کو فائنس کمیٹی میں خاص طور پر اگزیکٹو کونسل سے لایا گیا ہے ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کی موجودگی میں اس ایثار کی پیش کش ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہے۔ لیکن صاحب ایثار کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اس پیش کش سے طبقہ اساتذہ کے لئے جس میں بعض نہایت قابل قدر ہستیاں موجود ہیں کوئی قابل فخر مثال پیش نہیں کر رہے ہیں۔

ہونا یہ چاہیئے کہ ڈاکٹر صاحب کی مدت ملازمت ختم ہونے پر اگر یونیورسٹی ان کے سے فاضل کی خدمات سے نوجوانان ملت کو محروم نہ ہونے دے اور ان سے مزید قیام کی درخواست کرے تو ان کے لئے باعث افتخار و مسرت ہے۔ اس آخری عمر کی سلامی کے معنی تو شعبہ فلسفہ پر قبضہ جمائے رکھنے اور آئندہ اسی منصب کا استحقاق رکھنے والوں کی حق تلفی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سب کچھ اس وقت اسی لئے کیا جا رہا ہے کہ دو ڈھائی سال کے بعد ممکن ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین اس ایثار کی داد اور اس کے شکریہ کے لئے یونیورسٹی میں موجود نہ ہوں۔ آخر ساٹھ برس بڑی عمر ہوتی ہے اس پر یہ فکر بلا وجہ اور ایک یونیورسٹی معلم کے شان کے شایاں نہیں اور اس میں نوجوانوں کے ساتھ ایک بے پناہ ناانصافی ہے کہ ایک [illegible] معاہدہ کی طرح ڈال لی جائے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے یونیورسٹی کی بہتری کی امید رکھنا عبث ہے۔ امید ہے کہ اگزیکٹو کونسل ان رازہائے سربستہ کے انکشاف کے بعد والی توسیع کے تمام پہلوؤں پر غور کریگی۔

(قمر الدین)

ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کا ایثار

ذیل میں ہم ڈاکٹر افضال حسین صاحب قادری کا مراسلہ شائع کرتے ہیں جو ڈاکٹر سید ظفر الحسن کے ایثار کے متعلق [illegible] "اولڈ بوائے" کی تحریر مندرجہ سرگزشت ۱۶ جون کے جواب میں ہے۔ اس خط کے متعلق ہم اپنی رائے سردست محفوظ رکھتے ہیں لیکن اگر ڈاکٹر قادری کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ ڈاکٹر ظفر الحسن کی درخواست بذریعہ عدالت میں دائر شدہ مقدمہ کے ہے جس پر قبل فیصلہ اگزیکٹو کونسل بحث نہیں ہو سکتی اور یہ عجیب بات ہے کہ خود ڈاکٹر قادری [illegible] کی کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر ظفر الحسن کی تجاویز سے یونیورسٹی کو فائدہ ہوگا۔ چونکہ ان کی یہ تجاویز گزشتہ اجلاس [illegible] میں جو اگزیکٹو کونسل سے بڑی جماعت [illegible] اور ان کی بنا پر ان کے شکریہ کا رزولیوشن [illegible] ہے۔ ایسی حالت میں وہ کوئی خفیہ تجاویز [illegible] بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کی [illegible] بجنسہ شائع کر دی جائے جسے پڑھکر پبلک صحیح رائے قائم کر سکیگا۔

جناب اڈیٹر صاحب سرگزشت۔ السلام علیکم

سرگزشت مورخہ ۱۶ جون ۳۲ء میں [illegible] کے عنوان سے ایک مراسلہ شائع ہوا ہے۔ اس کے لکھنے والے کوئی "اولڈ بوائے" صاحب ہیں جنہوں نے اپنی شخصیت کو پس پردہ رکھنا قرین مصلحت سمجھا ہے۔ [illegible] ہو کر ان گمنام نامہ نگار صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر [illegible]

لوکل

[illegible] ضلع [illegible] میں اصلاع مسلم لیگ کی شاخ قائم [illegible] کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ہے جس کے [illegible] حسب ذیل ہیں۔

اسمائے گرامی ارکان و خاص کمیٹی بوضع ہیرا گنج

(۱) ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب صدر (۲) معین الدین صاحب سیکرٹری (۳) [illegible] صاحب سیکرٹری (۴) عبداللہ خان صاحب (۵) [illegible] صاحب (۶) ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب (۷) [illegible] عبدالحکیم صاحب (۸) عبدالمالک صاحب (۹) محمد اسمٰعیل صاحب

مسلم نیشنل گارڈ

[illegible] کریمی سالار شہر کی نگرانی میں [illegible] سالار شہری مسلم نیشنل گارڈ کا ایک دستہ جہاں پور پہنچا [illegible] سالار ضلع اور سید انور حسن پاکستانی نے تقریریں کیں جن میں اسلام اور اسلامی اخلاقیات سے حاضرین کو آگاہ کرتے ہوئے تنظیم کی ہدایت کی۔ بیس اصحاب نے رضاکار اپنا نام درج کرایا۔

پنڈت نہرو کی آمد

۲۶ جون- لائل لائبریری پارک میں شام کے ۷ بجے پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کی۔ حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس وقت دنیا ایک بڑے انقلاب کی طرف جا رہی ہے۔ جغرافیائی پوزیشن میں نمایاں تغیر ہو چکا ہے۔ روس اور چین اپنی آزادی کے لئے جس پامردی سے مقابلہ کر رہے ہیں وہ قابل داد ہے۔ مدافعت جنگ میں ہندوستان بھی اسی جوش سے اس وقت حصہ لے سکتا ہے۔ جب اس کو احساس ہو کہ اس کی آزادی چھینی جا رہی ہے۔ آخر میں آپ نے کہا کہ ہندوستانیوں کو چاہئے کہ ملکی صنعتوں کو ترقی دیں اور اپنی حفاظت کی خود تدبیر کریں۔

بابا خضر کی آمد

۲۷ جون- بعد نماز عشاء جامع مسجد میں مسلمانوں کے ایک عام جلسہ میں مولانا عبدالقیوم کانپوری اور قاضی بابا خضر حیات نے تقریریں کیں جن میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی پر روشنی ڈالی گئی۔ اسی کے ساتھ اس دور کی مومنات کے کارناموں کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ عورتوں کے حقوق کا خیال کرنا چاہئے۔ ان کی مناسب تربیت [illegible] ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تاکہ خانگی معاملات میں درستی پیدا ہو اور مردوں کو اپنے فرائض ادا کرنے میں سہولت ملے۔

یونیورسٹی کی خبریں

یونیورسٹی کے ٹیکنیکل ڈپارٹمنٹ میں صابن بنانے کا کام اس مہینہ سے شروع ہو گیا ہے۔ اس کا اول نمونہ تیار ہو چکا ہے۔ اس کو اشتہار کی خاص قیمت پر بیچا جائے گا۔ ٹیکنیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے آئندہ تین قسم کے نمونے تیار ہوں گے۔

(۱) ہاتھ منہ دھونے کا صابن (۲) نہانے کا صابن (۳) کپڑے دھونے کا صابن۔

اس کے علاوہ "سوپ پاؤڈر" بھی تیار کیا جا رہا ہے جس کے ذریعہ کپڑے نہایت صاف اور نہایت آسانی سے دھل جائیں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ محکمہ عنقریب تیل اور [illegible] وغیرہ بھی تیار کرے گا۔

اس کے علاوہ کیمیکل ڈپارٹمنٹ کی لیبریٹری میں [illegible] اور [illegible] تیار کرنے کا کام بھی شروع ہونے والا ہے۔

خبریں

لائل پور

مسلم اسٹوڈینٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں چوہدری خلیق الزماں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت مسلم لیگ کی طاقت میں اضافہ کرنے کی سخت ضرورت ہے اور مسلمانوں کو ہنگامی اوقات میں بہادر انسانوں کی طرح اپنی حفاظت کا انتظام کرنا چاہئے۔ چوہدری صاحب نے اپنی تقریر میں تعمیری پروگرام پر بہت زور دیا۔

گرفتاری

دیوبند- مولانا حسین احمد مدنی یو۔پی گورنمنٹ کے حکم سے قانون تحفظ ہند کے ماتحت گرفتار کر لئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ [illegible] میں انہوں نے ایک تقریر کی تھی جو قابل اعتراض سمجھی گئی۔

کاغذ کی گیند

بمبئی- جلسہ میں تقریر کرنے سے قبل راجگوپال آچاریہ جب کمرہ میں داخل ہو رہے تھے تو کسی نے کاغذ کی ایک گیند جو کوئلہ سے بھری ہوئی تھی راجہ جی پر پھینکی جس سے ان کی قمیص اور چہرہ کوئلہ سے بھر گیا۔ اس واقعہ سے بے چینی پیدا ہوئی اور حاضرین میں تصادم ہو گیا۔ رضاکاروں اور دیگر اصحاب کے معمولی چوٹیں آئیں۔ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے راجہ جی نے اس واقعہ پر ملامت کی اور کہا کہ "یہ حملہ میرے جسم پر ہے۔ اگر اغراض و مقاصد پر حملہ ہو تب بھی میں تیار ہوں۔ میرے خیال میں دو جماعتیں علیحدہ علیحدہ بہتر ہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ غلامی میں متحد ہو جائیں۔ آزادی بڑی چیز ہے اور غلامی بری چیز ہے۔ میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔"

پیغام تہنیت

ترکی ہوائی جہاز رانی کی کانگریس کا آٹھواں اجلاس شروع ہو گیا۔ صدر جمہوریہ ترکیہ غازی عصمت انونو نے ایک تہنیت کا پیغام بھیجا اور دعا کی کہ اس میں شرکت کرنے والوں کے غور و تدبیر کے اچھے نتائج برآمد ہوں

حملہ- ماسکو- اخبار [illegible] کے ایک سباسٹوپول کے پیغام کے بموجب جرمنوں نے سباسٹوپول کے قلعہ پر دو شدید حملہ کیا۔ دو سمتوں میں روسی راستہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے لیکن پیغام میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ دشمن دفاعات کے اندر گھسنے میں کامیاب نہ ہوا۔

بمبار طیارہ- مالٹا پر معمول سے زیادہ وسیع پیمانہ پر حملہ کیا گیا ہے۔ [illegible] گھنٹوں میں دشمن کا ایک بمبار طیارہ اور ایک جنگی طیارہ برباد کر دئے گئے۔

نقصان نہیں ہوا- لندن- دشمن کا ایک بمبار طیارہ جو رات میں برطانیہ پر حملہ آور ہوا تھا برباد کر دیا گیا۔ چند حملہ آور طیاروں نے ایسٹ انگلیا کے ساحلی مقام پر بم گرائے۔ لیکن امارت بحریہ نے اطلاع دی ہے کہ ان بموں سے کسی قسم کا نقصان جان و مال نہیں ہوا۔

داخلہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نئے طلباء کا داخلہ ۱۵ جولائی سنہ ۴۲ء سے ۲۵ جولائی سنہ ۴۲ء تک ہوگا۔ درخواست داخلہ [illegible] جولائی سنہ ۴۲ء تک پرنسپل طبیہ کالج کے دفتر میں بھیج دینا چاہئے اور دفتر کی جانب سے مقرر کی ہوئی تاریخ پر امیدوار کو مع اسناد کالج میں حاضر ہونا چاہئے۔ تعداد مقررہ کے پورا ہو جانے کے بعد کسی طالب علم کا داخلہ نہ کیا جائے گا۔ قواعد داخلہ مفت طلب کئے جا سکتے ہیں۔

عطاء اللہ بٹ ایم۔ ڈی

پرنسپل طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

گزٹ

ظفر عمر بی۔ اے ایل ایل بی
اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر
علی گڑھ

تاریخ اجرائے اشاعت ۱۔ یکم ۔ ۸ ۔ ۱۶ ۔ ۲۴

رجسٹرڈ نمبر ۔ ل ۱۶۱
چندہ سالانہ
برہنری صہ
عام للعہ

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۸

احسن الکلام

(حضرت مولانا احسن مارہروی)

ہوائے کوئے قاتل میں بھی ہے انداز قاتل کا
کہ ہر [illegible] دکھاتا ہے تماشا رقصِ بسمل کا

عجب نیرنگِ الفت ہے کہ برپا جشن و ماتم ہے
اُدھر پائے ہوئے دل کا اِدھر کھوئے ہوئے دل کا

ترا دامن تو کیا ہے دامنِ محشر تک اُچھلے گا
کہ قاتل خون ہے یہ اور کس کا خون بسمل کا

ہوئی ہے لغزشوں سے استقامت کی بنا قائم
سکونِ زندگی پابند ہے بے تابیِ دل کا

شرف ہے خاکساروں کی بدولت تاجداروں کو
گہر نے سرفرازی پائی منہ دیکھا جو ساحل کا

نفس کی آمد و شد پر بھی ہے ہنگامہ آرائی
ہوا نفسانیت سے رنگ یہ دنیا کی محفل کا

نہیں ہے خونِ افسردہ کا قطرہ دستِ مژگاں پر
جنازہ اُٹھ رہا ہے میری مردہ حسرتِ دل کا

لگا کر آئینے چاروں طرف تنہا وہ بیٹھے ہیں
نیا عالم دکھایا اک خود آرائی نے محفل کا

کہیں ہوتی ہے احسن انتہا راہِ محبت کی
فقط تسکینِ خاطر کے لئے شہرہ ہے منزل کا

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ر جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۲۳ر جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۸

غلط بیانی

ہمارا اخبار تقریباً مکمل ہو چکا تھا کہ اخبار تحریک مورخہ ۶ر جولائی موصول ہوا۔ جس میں اس مرتبہ معمول سے زیادہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے ایثار اور ان کے کاموں کا پروپگنڈا کیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں غالباً صاحب مظفر محمد خاں صاحب ہی بھی اخبار تحریک کے ایک حق پسند نامہ نگار۔ نے حق گوئی و حق پسندی کے باوجود اپنے آپ کو پردہ میں رکھنا چاہتے تھے بے جا حملہ کیا ہے۔ اصل حملہ کے متعلق تو خاں صاحب موصوف اگر چاہیں گے تو خود جواب دیدیں گے لیکن یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مظفر محمد خاں صاحب کا پمفلٹ میر غلام بھیک نیرنگ کے رسالہ کے جواب میں ہے جو میر صاحب نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی تائید میں شائع کیا تھا۔ یہ بات غلط طور پر بیان کی گئی ہے اور اس کی نسبت یہ کہنا کہ خاں صاحب مظفر محمد خاں صاحب نے پمفلٹ پر (غالباً بلا سوچے سمجھے) دستخط کر دئے۔ ایک صریح غلط بیانی اور اتہام ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس میں بعض باتیں ایسی لکھی گئی ہیں جو پہلے سرگزشت کی اشاعتوں میں آ چکی ہیں۔ اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے اور اس کی صاف وجہ یہی ہے کہ خود میر غلام بھیک نیرنگ نے اپنے پمفلٹ میں وہی باتیں لکھی ہیں جن کا پروپگنڈا یونیورسٹی گزٹ، اخبار تحریک اور ملک کے دیگر رسائل کے ذریعہ کرایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر بعض واقعات دہرائے جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

بقیہ امور کی بابت جو اخبار تحریک میں درج ہیں ہم آئندہ اظہار رائے کریں گے۔

مسلم گرلس کالج میں اردو کی لیڈی لکچرر

مندرجہ بالا عنوان پر ہم کو ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس کی اشاعت ہم بالفعل ملتوی رکھتے ہیں لیکن نفس مضمون کے متعلق مراسلہ نگار نے صحیح خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے ہم وائس چانسلر صاحب کی توجہ خاص اس مسئلہ پر مبذول کرتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح اصول ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت

کے واسطے جو استانیاں مقرر کی جاویں ان کے اخلاق و اطوار کی نہایت کوشش اور اخلاص کے ساتھ پوری پوری جانچ پہلے کر لی جائے اور کسی امیدوار کو خواہ اس کا تعلق کسی بڑے سے بڑے شخص سے ہو اور خواہ اس کی تعلیمی قابلیت کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہو ہرگز ہرگز مقرر نہ کیا جاوے اگر اس کے اطوار کی بابت ذرا سا بھی شبہ ہو۔ کیونکہ تقرر میں ذرا سی بے احتیاطی بھی سینکڑوں خاندانوں کی تباہی کا باعث ہوگی امید ہے کہ وائس چانسلر صاحب اور ممبران کمیٹی انتخاب و ممبران ایگزیکٹو کونسل اس مسئلہ پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کر کے تقرر عمل میں لائیں گے۔ ان کی ذمہ داری مسلمان پبلک سے زیادہ خداوند تعالے کے سامنے بہت زیادہ ہے اور اس سے وہ کسی طرح سبکدوش نہ ہو سکیں گے اگر انہوں نے اپنا فرض ایمانداری کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اجمیر میں عرس

اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس عنقریب ہونے والا ہے۔ اس موقع پر اطراف ہند سے زائرین بڑی سے بڑی تعداد میں آتے ہیں اور مسلمانوں کا یہ اجتماع ایک مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فوجی اور دیگر ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے عرس کے لئے ٹکٹ پر پابندی عائد کر دی جائے اور صرف ان مسافروں کو ٹکٹ تقسیم کئے جائیں جن کو ضروری کام در پیش ہوں۔ عرس کا تعلق مذہبی روایات سے ہے۔ حضرت خواجہ کے عقیدتمندوں کے لئے یہ ایک ضرب کاری ہے مگر بظاہر امید نہیں کہ حکومت اپنے فوجی مصالح کی بنا پر اس اہم مسئلہ پر نظر ثانی کرے۔

متحد ہو جاؤ

پنڈت جواہر لال نہرو کو ملک کا ہر دلعزیز اور حقیقت میں لیڈر بتایا جاتا ہے۔ وطن پرست لوگوں کی فہرست میں ان کا نام نمایاں جگہ پر درج ہونے کا دعوے کیا جاتا ہے۔ گذشتہ میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت جی نے کہا ہے کہ ہندوستان آزاد ہونے کے بعد ہر حملہ آور کا مقابلہ کرے گا۔ ضرورت ہے کہ سب آپس میں متحد ہو جاؤ۔ پنڈت جی کا ارشاد سر آنکھوں پر لیکن سوال یہ ہے کہ اتحاد کی کیا صورت ہے۔ اگر ان کو اتحاد کی قیمت کا اندازہ ہے تو راجگوپال آچاریہ کی تحریک ہی سے کیوں گریز ہے۔ نیز وہ اپنے اثر و رسوخ سے کانگریس میں ایسی فضا کیوں پیدا نہیں کرتے جس سے ملک میں سیاسی انتشار اور فرقہ وارانہ افتراق کا خاتمہ ہو کر امن قائم ہو اور آزادی نصیب ہو سکے۔

ہندوستان میں تارپیڈو اسکول کھولا جائیگا

ہندوستان میں ایک نیا تارپیڈو اسکول قائم کرنے کے فیصلے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہی ہندوستانی بیڑہ کتنی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ واضح ہو کہ شاہی ہندوستانی بیڑا کا شعبہ تارپیڈو محض تارپیڈو ہی سے متعلق نہیں۔ اسکول کے متعلم افسروں کو گہرائی ماروں کا چلانا، سرنگیں کاٹنا اور بچھانا، نیز جہاز کے برقی سامان کی نگہبانی کرنا اور اسے استعمال کرنا بھی سکھایا جائے گا۔ ان تینوں چیزوں کی تربیت اب تک علیحدہ علیحدہ جگہوں پر دی جاتی تھی لیکن اب سب کام اسی اسکول میں سکھائے جائیں گے جس سے اب انتہائی تربیت یافتہ ماہر نکلتے رہیں گے۔ تربیت یافتہ مستری جہازی عملہ کا نہایت اہم جزو ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے جہازوں میں بجلی سے روشنی کرنے کے علاوہ مشکل ہی سے کوئی کام لیا جاتا تھا لیکن آج اس کی بڑی اہمیت ہے۔ آجکل جہاز کی رفتار اور اس کی قوت جنگ کا دارومدار اس کے سامان کے ٹھیک ٹھیک عمل کرنے پر ہوتا ہے اور اسی لئے ان میں انتہائی تربیت یافتہ ماہروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس اسکول میں تربیت حاصل کرنے والے لوگ شاہی ہندوستانی بیڑے میں مقررہ وقت گزارنے کے بعد غیر فوجی شعبوں میں بھی اچھی ملازمت کر سکیں گے اور ان میں سے بہترین امیدوار ملازمت کے دوران میں کسی فوجی کمیشن یا وارنٹ کے عہدے کے لئے نامزد ہو سکتے ہیں۔ شاہی ہندوستانی بیڑے کی ترقی کے سلسلہ کی دوسری کڑی اس سال شاہی بیڑے کی مشترکہ ماتحتی میں ایک نئے ابدوزوں کے خلاف مدافعتی اسکول کا ہندوستان میں قیام ہے۔ اس اسکول کا افسر انچارج شاہی بیڑے سے مستعار لیا جائیگا۔ معلموں کا عملہ شاہی بیڑے اور شاہی ہندوستانی بیڑے دونوں کے افسران پر مشتمل ہوگا اور تربیت پانے والے شاہی ہوائی بیڑے اور متحدہ قوموں کے بیڑوں کے لوگ ہوں گے۔ برطانیہ کے اسکول کے علاوہ دولت برطانیہ میں اپنی قسم کا سب سے بڑا اسکول ہوگا۔ یہ شاہی ہندوستانی بیڑے کے موجودہ مدافعت آبدوز اسکول کی جگہ لیگا

"جذباتِ مُنکر"

کسی پراس طرح آیا شباب آہستہ آہستہ
کلی کھلی آ رہی جیسے گلاب آہستہ آہستہ
وہ سرکا روئے روشن سے نقاب آہستہ آہستہ
محبت ہو رہی ہے کامیاب آہستہ آہستہ
الٰہی خیر جب اُن سے نگاہیں چار ہوتی ہیں
حیا آتی ہے آتا ہے حجاب آہستہ آہستہ
یہ مطلب ہے کہ ہم گھبرا نہ جائیں ظلم سہنے سے
اسی باعث سے ہوتا ہے عتاب آہستہ آہستہ
سکونِ دل، سکونِ روح اب تیرا خدا حافظ
کہ بڑھتا جا رہا ہے اضطراب آہستہ آہستہ
مجھے تشنہ لبی کا لطف بھی لینے دے اے ساقی
بڑھا میری طرف جامِ شراب آہستہ آہستہ
ہمارے دل کی اے مستر دیہ حالت ہے ایامِ سو
کہ جیسے ڈھل رہا ہو آفتاب آہستہ آہستہ
"شاعرِ شباب" مستر د منکر (علیگ)

قرنِ اول کے ایک درجن اولڈ بوائز

علی گڑھ کالج ۱۸۷۵ء میں قائم ہوا جس کو اب ۶۷ سرسٹھ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ خدا کے فضل سے اب تک اس زمانے کے کچھ اولڈ بوائز موجود ہیں۔ ذیل میں اول پانچ سال (۱۸۷۵ء تا ۱۸۸۱ء) کے اولڈ بوائز کی فہرست درج کی جاتی ہے جن کا ہمیں علم ہے۔ امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

	نام	تاریخ داخلہ	کلاس داخلہ	موجودہ پیشہ
۱	شمس الحسن	۲۴ر جون ۱۸۷۵ء	جونیر کلاس	مولوی شمس الحسن پنشنر تحصیلدار کاندھلہ ضلع مظفرنگر
۲	سید عبدالرؤف	۲۷ر جولائی "	پنجم	مسٹر سید عبدالرؤف پنشنر جج ہائی کورٹ۔ الہ آباد (جھونسی حال میں)
۳	شجاع الدین	۱۸ر اگست "	ششم	مولوی شجاع الدین پنشنر کورٹ انسپکٹر سوامیہ ضلع الہ آباد
۴	سید آل احمد	۱۴ر ستمبر ۱۸۷۵ء	دوم	سید آل احمد رئیس امروہہ ضلع مرادآباد
۵	مسعود علی	۷ر نومبر ۱۸۷۶ء	دوم	مولوی مسعود علی دار الترجمہ۔ حیدرآباد دکن
۶	محی الدین علی خاں	یکم فروری ۱۸۷۸ء	ششم	مسٹر سید محی الدین علیخاں (ہٹلر صاحب) حیدرآباد دکن
۷	ابراہیم علی خاں	یکم مئی ۱۸۷۸ء	چہارم	ابراہیم علی خاں، علی گڑھ، دہلی دروازہ
۸	طفیل احمد	۲۳ر جولائی ۱۸۷۹ء	دوم	سید طفیل احمد پنشنر سب رجسٹرار منگلور ضلع سہارنپور
۹	سید محمد شفیع	۱۴ر جنوری ۱۸۸۰ء	دوم	پنشنر سب جج۔ جونپور
۱۰	خواجہ سجاد حسین	۳ر فروری ۱۸۸۱ء	فرسٹ ایر	خواجہ سجاد حسین پنشنر انسپکٹر مدارس، پانی پت ضلع کرنال
۱۱	سید احمد علی	۲ر جولائی ۱۸۸۱ء	دوم	حکیم سید احمد علی دار الشفا حیدرآباد دکن
۱۲	خواجہ عبدالعلی	۴ر اگست ۱۸۸۱ء	ششم	خواجہ عبدالعلی پنشنر جج علی گڑھ

فہرست مقدمات اجرائے ڈگریات عدالت مال جس میں حقیت ہائے زمینداران بتاریخ ۲۰ر جولائی ۱۹۴۲ء کو بمقام کچہری کلکٹری علی گڑھ نیلام ہونگیں

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	نام فریقین	مطالبہ	رقبہ کل (بیگہ بسوہ بسوانسی)	رقبہ حصہ (بیگہ بسوہ بسوانسی)	مال گزاری	منافع	قیمت تخمینی	بار کفالت	حصہ نیلام طلب	کیفیت
۱	۹۱	اترولی	بڑھولی		نوبت سنگھ بنام زورسنگھ	239/5/-	243-7-5	121-13-12	193/4/-	297/1/-	5429/8/-	1000/-/-	1/2	
۲	۹۵	حسن گڑھ	نگلا بادھو		چندن لال بنام پرتاب سنگھ	28/12/-	18-9-0	14-5-12-2	21-2-7	34/4/-	787/12/-	×	1/2	
					چندن لال بنام چرن سنگھ	9/6/-	"	0-11-18	-/14/-	1/7/1	33/2/11	600/-/-	کل	
۳	۹۶	"	"		چندن لال بنام چرن سنگھ	12/15/-	4-18-0	0-17-16	1/6/-	2/11/10	63/-/2		کل	
					ششپال سنگھ	12/14/-	"	"	"	"	"	600/-	کل	
					مہی پال سنگھ	12/14/-	"	"	"	"	"		کل	
					مساۃ گو اکنور	13/12/-	"	"	"	"	"			
۴	۹۹	کول	اودیا		امراؤ سنگھ بنام رگھبر سنگھ	519/8/-	179/3/-	19-18-2	19/8/8	35/15/5	863/2/-	×	11/8	
۵	۱۰۰	"	دبتھلا		امراؤ سنگھ بنام رگھبر سنگھ	873/7/-	215-1-10	26-17-13½	24/12/-	57/7/3	1263/15/6	1000/-	کل	

(مہر عبد اللطیف) دستخط حاکم

مراسلات

ڈیپوٹیشن ڈیوٹی سوسائٹی علی گڑھ

ناگپور ۲۴ جون ۴۲ء

جناب ایڈیٹر صاحب - آداب

ہم لوگوں کا ایک وفد جو

(۱) اے - ایچ - خواجہ عزت موسوی ایم - اے - ایل ایل - بی - سکریٹری وفد

(۲) انتصار حسین انصاری - بی - ایس - سی } اراکین وفد

(۳) احمد جلال

پر مشتمل تھا ڈیوٹی سوسائٹی کے لئے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے وسط ہند اور بہار کے اضلاع کا دورہ کرنے کے لئے علی گڑھ سے ۲۴ مئی کو روانہ ہوا۔

امسال موجودہ جنگ کے باعث ملک میں جو اضطراب و انتشار پھیل رہا ہے اس کی وجہ سے چندہ کی فراہمی کی دشواریاں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ غلہ اور دیگر ضروریات زندگی کے گراں ہوجانے کی وجہ سے دشواریوں میں اضافہ ہوجانا قدرتی اور یقینی امر تھا۔ اسی وجہ سے قریب قریب ہر جگہ ہم لوگوں کو کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن جس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لئے ہم روانہ ہوئے تھے اس میں باوجود ان دشواریوں کے کافی کامیابی ہوئی۔ بہر کیف ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

فیروز آباد ہم لوگ فیروز آباد ۲۵ مئی کی صبح کو پہونچے اور تین روز مقیم رہے۔ جناب میر مہدی حسین صاحب تحصیلدار، جناب امداد علی خاں صاحب کوتوال، حکیم محمد اسحٰق خاں صاحب اور ابو النعیم صاحب نے فراہمی چندہ میں ہماری بیحد مدد کی۔ ان حضرات کے تعاون اور کوشش کے بغیر ہم لوگوں کی کامیابی قطعاً غیر ممکن تھی۔ ہم کوتوال صاحب اور جناب تحصیلدار صاحب کے جنہوں نے باوجود اپنی مصروفیتوں کے ہماری مدد کی اور اپنا بیشتر وقت ہم لوگوں کے لئے صرف کیا بے حد ممنون ہیں۔ حکیم صاحب اور ابو النعیم صاحب نے ہمارے ساتھ گشت لگا کر اور عمائدین فیروز آباد سے چندہ جمع کرا کر جس ہمدردی کا ثبوت دیا ہے اس کا ہم لوگ بیحد شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم محمد عثمان صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول کے بھی بیحد مشکور ہیں کہ انھوں نے ہماری رہائش اور طعام کا انتظام کیا۔ آپ ہماری یونیورسٹی کے اولڈ بوائے ہیں۔ فیروز آباد سے ہم لوگوں نے تقریباً ۵۰۰ روپیہ جمع کئے۔ دو تین سال قبل ایک وفد علی برادران میموریل کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے فیروز آباد آیا تھا اور کافی رقم جمع ہوگئی تھی لیکن اس بار جنگ کی وجہ سے ۵۰ چوڑیوں کے کارخانوں میں سے ۴۷ بند تھے اور صرف سات یا آٹھ کارخانے کام کر رہے تھے۔

آگرہ آگرہ میں ہم لوگوں کا قیام خان بہادر اختر عادل صاحب ایم - ایل - اے گورنمنٹ پلیڈر کے ہاں رہا۔ آپ نے ہم کو ہر طرح کی مدد پہونچائی۔ ہم اس کا بیحد شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خان بہادر اقبال احمد خاں صاحب سٹی مجسٹریٹ نے ہماری بیحد مدد کی اور محمد احمد صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بھی ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ خان بہادر اختر عادل صاحب نے ایک میٹنگ شعیب محمدیہ اسکول میں منعقد کی جس میں تقریباً پچاس حضرات کو مدعو کیا۔ جلسہ کی صدارت جناب خان بہادر اقبال احمد خاں صاحب نے کی لیکن امید کے خلاف حاضرین کی تعداد بہت کم رہی۔ لہٰذا ایک فہرست مرتب کر کر ہر شخص کے نام کے آگے ایسی رقم معین کر دی گئی جو بار گراں ثابت نہ ہو۔

ہم مذکورہ بالا اصحاب کے بہت مشکور ہیں۔ مادر درسگاہ علی گڑھ سے ان حضرات کو انس ہے۔ اس کا مظاہرہ اس طرح ہر کہ ان حضرات نے ہم لوگوں کو مشکور ہونے کا موقع دیا۔

ہم عبد الشکور صاحب اسسٹنٹ ماسٹر شعیب محمدیہ ہائی اسکول کے بیحد مشکور ہیں۔ آخر میں ہم اپنے بہت زیادہ ہمدرد و محسن بھائی قاسم علی خاں صاحب صوفی سعید عام پریس کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری بیحد مدد کی اور صبح سے شام تک آگرہ کی ناقابل برداشت گرمی میں ہم لوگوں کو دوکانداروں اور عمائدین سے چندہ دلوایا۔

خواجہ محمد صدیق صاحب نے شو مارکیٹ میں ہماری مدد کی اور ہم اُن کے بیحد ممنون ہیں۔ آگرہ سے تقریباً ۴۵۰ روپیہ جمع ہوئے۔

بھرت پور بھرت پور میں ہم لوگوں نے خان بہادر ایس عبد الحلیم صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج اور جوڈیشل ممبر بھرت پور کے ہاں قیام کیا۔ بھرت پور میں اہل اسلام کی تعداد بہت کم ہے۔ جو لوگ موجود تھے ان حضرات نے ہماری ہمت افزائی فرمائی جس کے لئے ہم لوگ اُن کے مشکور ہیں۔ خان بہادر موصوف نے ہماری ہر طرح مدد کی اور ایک گرانقدر رقم بھی عطا کی۔ ہم خان بہادر صاحب کے بیحد ممنون ہیں۔ ہم لوگوں کا قیام بھرت پور میں دو روز رہا اور اس عرصہ میں ۶۷۸ روپیہ جمع ہوسکے۔

گوالیار گوالیار میں ہم لوگوں نے چار روز قیام کیا۔ ہم لوگوں کا قیام جناب عبد الحکیم خاں صاحب ممبر جوڈیشل کمیٹی کے یہاں رہا۔ ہم موصوف کے بیحد مشکور ہیں۔

جناب حکیم احمد صاحب منسٹر جاگیرداران (Minister of Jagirdaran) نے ہماری مدد کی۔ ہم منسٹر صاحب موصوف کے بیحد ممنون ہیں اور جناب ناظم احمد صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمارے ساتھ رہ کر ہماری سوسائٹی کو مشکور کیا۔ گوالیار میں ہم لوگوں نے ۱۲۸ روپیہ جمع کئے۔ ہم اپنے محسن سردار منصور شاہ صاحب عرف بادشاہ میاں کے بیحد مشکور ہیں کہ انھوں نے ہماری سوسائٹی کو ایک گرانقدر رقم عطا فرمائی۔

کروائی یہاں ہم لوگوں کا قیام دو روز رہا۔ ہم جناب صابر علی خاں نواب صاحب کروائی کے بیحد مشکور ہیں۔ آپ نے ایک گرانقدر رقم بھی عطا فرمائی اور ہم لوگوں کی ہر طرح ہمت افزائی کی۔ عبد الاحد صاحب پرائیویٹ سکریٹری اور منو میاں اے ڈی سی نے بھی ہماری ہر طرح مدد کی جس کے لئے ہم ان کے بیحد مشکور ہیں۔ کروائی سے ہم لوگوں نے ۹۲ روپیہ جمع کئے۔

ناگپور یہاں ہم لوگوں نے جناب سید متین احمد صاحب ڈپٹی رجسٹرار ناگپور ہائی کورٹ کے ہاں قیام کیا۔ جناب سید متین احمد صاحب کے بیحد مشکور ہیں کہ انھوں نے اس طرح ہمارے قیام کا انتظام فرمایا اور دوسری ہر طرح کی امداد بہم پہنچائی۔

چندہ کی فراہمی میں جناب خان صاحب نذیر یاسین صاحب ریٹائرڈ ڈی - ایف - او نے ہماری بیحد مدد کی۔ خان صاحب نے ہم لوگوں کو یہاں کے عمائدین سے ملادیا اور خود ہم لوگوں کے ساتھ رہ کر اپنا قیمتی وقت چندہ کی فراہمی کے لئے نذر کیا۔

اسی سلسلہ میں ہم جناب سید جماعت حسین صاحب آئی - اے - سی اور جناب عادل صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے بیحد مشکور ہیں کہ انھوں نے ہماری امداد کی۔

جناب سید ضمیر عباس صاحب ایم - اے نے بھی ہماری بیحد مدد کی۔ جناب شاکر حسین صاحب متعلم موریس کالج کا بھی ہم لوگ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ ناگپور کے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے بہت پُر جوش کام کرنے والے ہیں۔

ایک بار ہم لوگ اُن سب حضرات کی خدمت میں اپنا شکریہ پیش کرتے ہیں جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ذیل ہیں۔ امید ہے کہ مذکورہ بالا حضرات ہمارا ہدیۂ تشکر قبول کریں گے اور آئندہ مسلم یونیورسٹی اور اس کے اداروں کی اسی طرح مدد اور ہمت افزائی کرتے رہیں گے۔ ناگپور سے ہم لوگوں نے ۳۸۰ روپیہ جمع کئے۔

نیاز کیش

انتصار حسین انصاری

بی - ایس - سی (علیگ)

مسلم گرلس اسکول مرادآباد

مرادآباد - یکم جولائی ۱۹۳۲ء

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اڈیٹر صاحب سرگزشت - سلام علیکم

درحقیقت مرادآباد میں ایک مسلم گرلس ہائی اسکول کی بہت ضرورت تھی اور اس کے نہ ہونے سے مسلمان لڑکیوں کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوتا تھا۔ انٹرمیڈیٹ کالج یہاں موجود ہے مگر مسلمان لڑکیوں کے واسطے ہائی اسکول بھی نہ تھا۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ علی گڑھ کالج کے اولڈ بوائے اور قصبہ بچھراؤں کے رئیس مولوی عبدالسلام صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کر کے اپنا مکان جو شہر مرادآباد میں محلہ بھٹی میں واقع ہے اور جس کی قیمت تخمیناً اسی ہزار روپیہ ہوتی ہے اس خاص کام کے واسطے وقف کر دیا - جزاک اللہ خیر الجزاء مسلمانان شہر کی کوشش سے اس کے چلانے کے واسطے چندہ بھی اسی قدر فراہم ہوا ہے - یکم جولائی ۱۹۳۲ء سے یہ ہائی اسکول عبدالسلام گرلس ہائی اسکول کے نام سے ان کے مکان میں جو محلہ بھٹی میں واقع ہے باقاعدہ کھول دیا گیا -

ہر ہائی نس بیگم صاحبہ رامپور نے از راہ مہربانی اور اسلامی درد جو ان کو لڑکیوں کی تعلیم سے ہے منظور فرما لیا ہے کہ وہ خود ۱۰ جولائی کی شام کو مرادآباد آ کر اسکول کے افتتاح کی رسم ادا فرمائیں گی -

مولوی عبدالسلام صاحب کو خدا اس نیک کام کا اجر دے اور مسلمانان مرادآباد کو توفیق دے کہ وہ اس کو ہمیشہ قائم رکھ سکیں - آمین

راقم - ابوالحسن - بیرسٹرایٹ لا

ہماری برادری

مسٹر سلام نبی خاں صاحب ایڈیشنل کمشنر آگرہ یکم جولائی ۱۹۳۲ء سے ڈھائی مہینے کی رخصت پر گئے ہیں - اس رخصت کے اختتام پر وہ ملازمت سے بالکل سبکدوش ہو جائیں گے اس وقت تو وہ جیسا کہ رخصت کے بعد گنگا نہالیں گے سلام نبی خاں صاحب کا ارادہ اپنے بچوں کی تعلیم کی غرض سے علی گڑھ میں قیام کا ہے - خدا کرے کہ یہاں کی آب و ہوا ان کو راس آوے - سلام نبی خاں صاحب میرٹھ کے مشہور نوابی خاندان کے ایک لائق فرزند ہیں - اس نہایت شریف و قدیمی خاندان کی یہ موروثی روایت ہے کہ مخلوق کی خدمت بالخصوص غرباء کی نہایت خاموشی سے کی جاتی ہے خدا کرے کہ سلام نبی خاں کو جنہوں نے اپنی ۳۰ سالہ ملازمت کا زمانہ نہایت نیک نامی سے گذارا ہے علی گڑھ میں اپنی موروثی روایات کی تکمیل کا موقع ملے - یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اس خاندان کے اکثر افراد کو آگرہ میں معزز عہدوں پر رہ کر اپنی شرافت اور نیک اخلاق سے پبلک کو گرویدہ کرنے کا موقع حاصل ہوا ہے - اور اس صدی کے شروع سے تو یقیناً (اور پچھلی صدی میں بھی غالباً) یہ سلسلہ جاری رہا ہے - چنانچہ آجکل بھائی خان بہادر اقبال احمد خاں انصاف اور صفائی کے ساتھ سٹی مجسٹریٹی کر رہے ہیں -

مسٹر قادری

اس سے قبل سرگزشت میں مسٹر داد بخش قادری کی امتحان آئی - سی - ایس میں کامیابی کے متعلق لکھا جا چکا ہے اب ہم کو یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ سکریٹری آف اسٹیٹ نے قومی تناسب پورا کرنے کے سلسلہ میں مسٹر داد بخش قادری کو منتخب کر لیا ہے - ہم کو امید ہے کہ وہ ڈاکٹری معائنہ میں بھی پاس ہو جائیں گے اور ہمیں توقع ہے کہ ملازمت میں وہ گورنمنٹ ملک اور قوم سب کے حقوق اور فرائض کا لحاظ رکھتے ہوئے کام کر کے نیک نامی حاصل کریں گے -

چندہ سرگزشت

ماہ جون میں جن اصحاب کا چندہ موصول ہوا ہے اُن کے نام شکریہ کے ساتھ درج فہرست کئے جاتے ہیں - ہم امید کرتے ہیں کہ سرگزشت کے تمام خریدار از راہ کرم اپنا چندہ وقت پر ارسال فرما کر ادارہ کو سہولت بہم پہنچائیں گے -

۱ - محمد حسنین قادر صاحب سب ڈپٹی کلکٹر چھپرا (بہار)
۲ - خان بہادر بھیا وحید الدین صاحب رئیس اعظم - میرٹھ
۳ - ابوالحسن صاحب بارایٹ لا - مرادآباد
۴ - خان بہادر کنور محفوظ علی صاحب ڈی - آئی - جی جاورہ اسٹیٹ
۵ - نواب ناصر الدین خاں صاحب کوتوال پولیس ریٹائرڈ - دہلی
۶ - سید ظہور الحسنین صاحب چیرمین ٹاؤن ہال - مظفرنگر
۷ - مرزا عبدالحمید خاں صاحب علیگ انسپکٹر آف اسکول - انبالہ
۸ - فضل اللہ صاحب علیگ انسپکٹر تعلیمات - بمبئی
۹ - منہاج الدین مرزا صاحب انجنیئر پی - ڈبلیو - ڈی - باندہ
۱۰ - ایم - مظفر امام صاحب بیرسٹر و منصف عثمان آباد
۱۱ - ایم - سراج الدین مرزا صاحب انکم ٹیکس افسر جالندھر
۱۲ - خان بہادر راجہ سید اکبر علی صاحب ہیڈ ماسٹر بلند شہر
۱۳ - سید رضی محمد جعفری صاحب انٹر کالج بھرت پور
۱۴ - محمد دین صاحب افسر انجارج میرٹھ
۱۵ - حاجی محمد حنیف صاحب ریونیو افسر - ٹمکور
۱۶ - ڈاکٹر ز یڈ - اے - قاضی صاحب علیگ صدر منصرم - اجمیر
۱۷ - محمد عبدالحمید خاں صاحب - حیدرآباد دکن
۱۸ - سید محمد سعید صاحب ہیڈ ماسٹر - جودھپور
۱۹ - سید میر مہدی حسین صاحب تحصیلدار فیروزآباد - آگرہ
۲۰ - سعید الزماں صاحب پروفیسر کالج - حیدرآباد دکن
۲۱ - مسعود علی صاحب علیگ جج ریٹائرڈ - حیدرآباد دکن
۲۲ - آرام احمد صاحب جوائنٹ مجسٹریٹ - جمال پور - بنگال

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۰۴ سنہ ۱۹۳۲ء بعدالت جج خفیفہ بہادر علی گڑھ

دیگاداس ولد کشوری لال قوم ویش اگروال ساکن شہر کول ایجنٹ مالک فرم کشوری لال دیگاداس مدعی

بنام نول مل ولد راد ھے لال برہمن ساکن قصبہ ہاتھرس لوہا منڈی
راد ھے لال ڈنڈہ پیر مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ للعہ ۔ کے دائر کی ہے - لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے اظہار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کریں اور نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں -

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا -

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۴ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا -

بحکم عدالت
(مہر عدالت)
دستخط منصرم

سوچ بچار کرنا یکسر چھوڑ رکھا ہے اور اپنا سارا زور دوسروں کی اندھا دھند تقلید پر دے رہے ہیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ یورپ اور امریکی قومیں ہم سے بہت آگے ہیں لیکن ان تک پہنچنے یا ان پر سبقت لے جانے کے لئے محض ان کی اندھا دھند تقلید تو کافی نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج تک ترقی و اقبال کسی قوم کو شعبدہ بازی سے میسر نہیں ہو سکے اور نہ آگے بڑھنے کے لئے سیدھے راستے کو چھوڑ کر کوئی قریب کی پگڈنڈی کسی کو ملی ہے۔ آپ بلاشبہ روپیہ کے زور سے یورپ والوں کے لباس ان کے آداب اور ان کی چال ڈھال کی نقل کر سکتے ہیں لیکن یورپ والوں کی حقیقی عظمت، ان کی علمی و فنی ترقی، کارہائے سائنس کے عمل۔ یورپی سائنس دان اور اہل علم، منکر اور محقق تو نقل سے آپ کو نصیب نہیں ہو سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا نہ ہو گا کہ ہم اگر یورپ والوں سے آگے نہ بڑھ سکے تو کم سے کم ان کے برابر ضرور پہنچ جائیں گے لیکن یہ صرف اسی طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم ان کی اندھا دھند تقلید کرنا چھوڑ دیں اور اپنے ملک کی معاشی اور اجتماعی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں اور اپنے سوچے ہوئے اصولوں کے مطابق محنت و مشقت سے کام لے کر بہتر بنانے پر تل جائیں۔

نعروں اور جے کاروں کی لت

حد سے بڑھے ہوئے دوسروں کی نقل کے شوق نے ہمارے دماغوں تک کو متاثر کر رکھا ہے۔ چنانچہ آئے دن بے سوچے سمجھے نعرے اور جے کارے بلند کرنا ہمارے دماغوں کے اپاہج پنے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ نعروں کی ضرورت سے مجھے انکار نہیں عوام کو ایک مقصد پر لگانے اور ان میں جوش عمل پیدا کرنے کے لئے نعروں سے کام لینا پڑتا ہے لیکن جب کسی قوم کے چوٹی کے نوجوان افراد محض نعرے لگانا کافی سمجھ لیں اور انہیں یہ احساس نہ ہو کہ جس انقلاب کے لئے ہم نعرے بلند کر رہے ہیں اس کے لئے ہم نے آج تک کیا کیا اور اس کی خاطر ہم کتنی تکلیفیں برداشت کر سکتے ہیں۔ آخرکار جب ان نوجوانوں پر امتحان کی کٹھن گھڑی آتی ہے تو ان میں سے اکثر پہلے ہی بلے میں لڑائی ہار جاتے ہیں اور پھر ساری عمر دل شکستہ ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بعض نظر کام کی دشواریوں سے بے خبر ہوتے ہوئے اس کام کو کر سکنے کے لئے زبانی جمع خرچ کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

اس اندھا دھند تقلید کے علاوہ ایک اور روگ بھی ہمیں ان لفظوں کو رٹے جانے جو ہمیں ملکا جنے پر اکسا رہا ہے۔ یہ روگ ہے ہمارا اونچی باتوں کی ٹوہ میں رہنا اور پھر ان کو

اور عمر بے ضرورت کہنا کہ کرنا کہ میں شہرت حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کوئی بھی سچائی خواہ اسے کتنے غلو اور یقین سے مانا جاتا ہو۔ کوئی بھی قومی روایت خواہ وہ زندگی میں کتنی ہی قابل قدر کیوں نہ ہو۔ کوئی بھی جذبہ خواہ کتنا ہی بھلائی یا نیکی کا کیوں نہ ہو کسی عزت و توجہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ ہماری نظر میں انسان کا ضمیر محض ایک فریب اور نفاق کا دوسرا نام ہے۔ ہمارے نزدیک آج سے پہلے تمام انسانوں کی ساری جدوجہد کا نتیجہ چند بے معنی اور لا حاصل عقائد اور روایات ہیں جن کا اس زندگی میں آج سے پہلے تک ایک کوئی فائدہ نہیں۔ گویا ایک زمانہ میں محض دو سروں کی دیکھا دیکھی یا ایک دوسرے کے کہنے میں آ کر انسانوں کے گروہ کے گروہ انہیں مانتے چلے آئے ہیں ہمارے خیال میں سارے مذاہب کی اساس یا تو بے معنی اوہام پرستی ہے یا دھوکا اور فریب۔ یہ دیکھتے ہوئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر ایسے ماحول میں کوئی زندگی بخش تصور کسی کے ذہن میں نہ آئے اور انقلاب کے دعوے صرف زبانوں تک رہیں اور قربانی اور ایثار کے الفاظ کبھی شرمندہ معنی نہ ہوں۔

کیا کرنا چاہیئے

میں نے آپ کو بہت کچھ کہہ لیا۔ خدا نہ کرے آپ کو میری یہ تلخ باتیں بد مزہ لگی ہوں۔ میں میٹھی میٹھی باتیں کر کے آپ کے دلوں کو بہلا سکتا تھا لیکن یہ آپ کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوتی۔ میں نے جان بوجھ کر ایسی باتیں کہیں جن کی آپ کو ضرورت تھی یا جن پر سوچ بچار کرنا ہمارا سب کا فرض ہے میرا منصب مرشد کا نہیں۔ میں تو ایک ساتھی اور آپ کے ایک ساتھی کی حیثیت سے زندگی میں پیش آنے والے مسائل پر غور کرنے کی آپ کو دعوت دے رہا ہوں۔ اب آئیے دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلی چیز جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اندر سوچ بچار کرنے کی عادت ڈالیں اور جذبات کو کہیں جچی تلی کہیں۔ اس سے آپ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ میں آپ کو ضرورت سے زیادہ سنجیدہ صورت بنانے کا کہہ رہا ہوں۔ یا یہ کہ آپ کی زبان قینچی کی طرح چلا کرے آدمی خوش طبع ہوتے ہوئے بھی سوچ بچار کر سکتا ہے اور جچی تلی بات کہنے کے باوجود بھی خوش گفتاری قائم رکھ سکتا ہے۔ ہمیں موقع محل کے مطابق بات کرنے کا سلیقہ ہونا چاہیئے۔

عام طور پر مبالغہ ہماری طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ ہم ایک چڑیا کی موت کا ذکر کریں تو رنج و غم کے بیان میں وہ شان خطابت دکھاتے ہیں کہ جو اس طرز بیان کا عادی نہ ہو وہ شاید اس سے کم الفاظ میں دنیا کے انجام کی ہولناکیوں کی تصویر کھینچ لے۔ کہنے کو تو یہ صرف ہمارے ادبی اسالیب کا ایک نقص ہے لیکن ہوتے ہوتے اس نقص نے ہمارے قومی اخلاق کو بھی داغدار کر دیا ہے۔

صحیح بچار کرنے اور جچی تلی بات کہنے سے یہ ہو گا کہ ہم صحیح قابلیت

اور مناسب استعداد اپنے اندر پیدا کر سکیں گے۔ میرے نزدیک تعلیم کے اولین نصب العین میں سے سب سے اہم غرض مناسب استعداد کا پیدا ہونا ہے۔ استعداد سے میری مراد وہی ہے جسے قدیم یونانی خیر کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے۔ استعداد یا مود و نمائش سے پاک ہونی چاہیئے۔ یہ تو نفس کی باطنی تربیت ہے اور اس کا اظہار زبان سے نہیں بلکہ کام سے ہوتا ہے۔ مختصر الفاظ میں استعداد کسی شخصی غرض سے وابستہ نہ ہونی چاہیئے۔

زندگی میں نصب العین کی اہمیت

زندگی میں نصب العین کی کیا اہمیت ہے۔ یہ آخری بات ہے جو میں آپ سے کہوں گا۔ ہم سب آئے دن انقلابات اور نصب العین کی باتیں کرتے ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ جب ہم کسی نصب العین کو اپنا بنا لیں اور دل و جان سے ہم اس کے ہو جائیں تو پھر ہماری زندگی ہمارے تمام احساسات ہمارے دکھ درد تکلیفیں اور راحتیں سب ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور ہماری سب سے زیادہ عزیز متاع صرف ہمارے نصب العین ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی نصب العین ہمارے دل میں گھر کر لے اور ہم پورے یقین کے ساتھ یہ مان لیں کہ سب سے اعلیٰ و برتر ہمارا یہ نصب العین ہے تو پھر اس تک پہنچنے کے لئے ہمیں کسی تکلیف سے ہراساں نہ ہونا چاہیئے اور نہ اس کے حصول میں ہمارے دل میں کسی بدلے اور معاوضہ کا خیال آنا چاہیئے۔ ہماری ساری کوشش یہ ہو کہ ہم اپنے نصب العین کے لئے جئیں اور اسی کی خاطر جان دیں۔ ناکام ہوں تو مطلق نہ گھبرائیں کیونکہ اصل مقصد تو نصب العین کے لئے زندگی گزارنا ہے۔ اس ثبات اور استقلال کے لئے یقین و ایمان از بس ضروری ہے اور یہ یقین ان اعلیٰ قدروں پر ہونا چاہیئے جو ہماری ذات سے بلند و برتر ہیں۔ یہ قدریں خواہ مذہب کے نام سے ہوں یا کسی انقلاب کے نصب العین کی حیثیت میں۔ یہ قدریں لازوال اور ابدی اور دائمی ہیں اور ان کے ساتھ دل وابستگی انسانوں کو غیر متزلزل یقین بخشتی ہے۔ بے یقینی انسان کی موت ہے اور کسی عقیدہ اور یقین کا انکار صرف گزشتہ نسلوں کی سالہا سال کی مسلسل کوششوں کے کئے ہوئے کو نیست و نابود کرنا نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کو برسوں تک اس عقیدہ کا بدل نہیں ملے گا جس کی بنیادوں پر وہ زندگی کی عمارت اٹھا سکیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحیح دل و دماغ کے لوگ ہمیشہ قومی روایات کو حتی الامکان برقرار رکھنے پر زور دیتے رہے ہیں اور ما فوق الادراک قدروں کی عزت و توقیر زندگی کے لئے ضروری سمجھتے رہے ہیں۔

مذہب

یہ یقین کہ ہماری اس مادی زندگی کے ماورا بھی کچھ ہے اور

(باقی مضمون صفحہ ۱۱ پر)

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق یکم رجب المرجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۹

غیر جانبداری

سقوط طبروق کے بعد جس وقت جنرل رومل کی فوجوں نے مصری سرحد کی جانب تیزی سے بڑھنا شروع کیا تو دنیا کو استعجاب کے ساتھ مصر کا رویہ معلوم کرنے کا انتظار تھا۔ پہلے یہ خبر آئی کہ انگریزی افسروں سے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد مصری حکومت نے جرمن حملہ کی مدافعت کا قصد کیا ہے اور پانچ لاکھ فوج مصر کی حفاظت کے لئے تیار ہے۔ لیکن اس خبر کی تین چار دن بعد تردید ہو گئی اور مصری وزیر اعظم نحاس پاشا نے اعلان کر دیا کہ سابقہ فیصلہ کے بموجب مصری حکومت اس جنگ میں غیر جانبدار رہیگی۔

موجودہ زمانہ کے انقلاب کا یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے کہ کسی ملک میں خونریزی اور غارت گری کا بازار گرم ہو اور بیرونی حریفوں کی افواج کسی ملک کو زور آزمائی کا اکھاڑہ بنائیں۔ اور اگرچہ جنگی کارروائیوں کی بدولت ان کے شہر برباد ہوں۔ کھیتیاں غارت ہوں تجارت اور صنعت تباہ ہوں اور لوگ ہر طرح کی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ لیکن اُن کے باشندے خاموش کھڑے تماشہ دیکھتے رہیں اور کچھ نہ کر سکیں۔

یہ کیفیت نہ صرف مصر کی بلکہ دوسرے ممالک کی بھی ہے جن کے باشندے مسلمان ہیں۔ سال گزشتہ ملک شام میں انگریزی اور آزاد فرنچ فوجوں نے فرانسیسی فوجوں پر لشکر کشی کر کے ملک میں جنگ و جدل کا بازار گرم کیا اور اہل شام تماشہ دیکھتے رہے۔

ایران میں روسی اور انگریزی فوجیں جرمن حملہ کے اندیشہ سے فوجی تیاریوں میں معروف ہیں۔ لیکن اہل ایران بے بس ہیں۔

مالابار اور جاوا کے مسلمان جن کی آبادی ۵ کروڑ سے زیادہ ہے جاپانیوں اور اتحادی فوجوں کے تصادم کو دیکھتے رہے اور خاموش رہے۔

صرف ترکی ہی ایک ایسا ملک ہے جو صحیح معنوں میں غیر جانبدار ہے اور متحاربین میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ وہ ترکی کو اس کی مرضی کے خلاف جنگ کی مصیبت میں گرفتار کرے اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ ترکی نے جنگی اور اقتصادی حیثیت سے اپنے آپ کو طاقتور بنا لیا ہے اور ہر مرد اور عورت اپنے وطن کی آزادی اور ناموس کی حفاظت کے لئے تیار ہے۔

کنٹرول برتھ کنٹرول (انسداد تولید) کی برکتوں کا شور مغربی ممالک میں عرصہ سے سنا جا رہا تھا۔ یہ ہمیں معلوم نہیں کہ ان ممالک کے اخلاقی اور اقتصادی معاملات پر کیا اثر پڑا۔ لیکن موجودہ جنگ کی وجہ سے ضروری اشیاء اور اجناس کا کنٹرول جاری کیا گیا۔ پہلے کوئلہ لوہے اور کاغذ پر کنٹرول صاحب کی نگرانی ہوئی۔ اب بڑھتے بڑھتے گندم اور شکر وغیرہ پر بھی قانون تحفظ ہند کے ماتحت کنٹرول قائم کیا گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ نگرانی فروخت اشیاء کے سخت احکام کی وجہ سے عوام کو سہولتیں میسر ہوتیں لیکن نتیجہ اس کے برعکس دیکھا جاتا ہے اور خلقت کو جو پریشانی ہے بیان نہیں ہو سکتی۔ اگر موجودہ جنگ سے کسی کو فائدہ پہونچا ہے تو وہ سوداگروں اور بنیوں کا طبقہ ہے۔ کنٹرول کے ماتحت اشیاء کی قیمتیں مقرر ہو چکی ہیں لیکن بنئے ان قیمتوں پر اشیاء فروخت نہیں کرتے۔ جب کوئی خریدنے جاتا ہے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے ہاں موجود نہیں ہے۔ کاغذ کے متعلق ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ کنٹرول کی شرح ۷ پونڈ ہے لیکن ۱۰ پونڈ سے کم میں کاغذ نہیں ملتا۔ کاغذ فروش نہ بل دیتے ہیں نہ رسید جس کی بنا پر ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ ایسا شکر کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ایک صاحب من بھر شکر خریدنے کے لئے دو دن شہر میں گھومے اور ۸ کی مقررہ شرح پر کسی دکاندار نے شکر فروخت نہ کی۔ مجبوراً ۱۲ دے کر تیسرے دن شکر مل سکی۔ نگرانی فروخت اشیاء کے انتظام کو سخت کرنے کی ضرورت ہے اور ہم مجسٹریٹ صاحب ضلع سے مستدعی ہیں کہ کنٹرول کی قیمتوں سے زائد فروخت کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

نیشنل گورنمنٹ شروع جولائی میں وائسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل کی توسیع کا اعلان کر دیا گیا اور پانچ جدید ممبروں کا اضافہ کر کے دنیا کو یقین دلا دیا کہ ہندوستان میں نیشنل گورنمنٹ قائم ہو گئی تاکہ موجودہ جنگ میں ہندوستان اسی طرح حصہ لے سکے جس طرح خود انگلستان، امریکہ یا چین لے رہا ہے۔

اس نیشنل گورنمنٹ یا ملی جلی حکومت سے بیرون ملک خواہ کچھ بھی اثر ہو خود ہندوستان کے ہر طبقہ میں سوائے ہندو مہاسبھا کے بے اطمینانی اور مایوسی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں کانگریس اور لیگ کے ساتھ مفاہمت کی جو کوشش جاری تھی اس کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اس ملک کی حکومت طرز قدیم پر چلائی جائے گی جس میں حضور وائسرائے کو نہ کہ ہندوستان کے واقعی نمائندوں کو پورے اختیارات حاصل ہوں گے۔

مسلم لیگ، جو گورنمنٹ ہند کے ساتھ بجز انجام جنگ میں ترک موالات کرنا نہیں چاہتی، مطالبہ تھا کہ اگر کانگریس جدید گورنمنٹ میں شامل نہ ہو تو مسلم لیگ کے نمائندوں کو نئی گورنمنٹ میں نصف سے زیادہ عہدے دئے جائیں اور ممبران کونسل کو وسیع اختیار اور اقتدار حاصل ہونا چاہئے لیکن جدید گورنمنٹ میں مسلمانوں کو منجملہ ۵ اعدادوں کے صرف تین عہدے دئے گئے جو بجائے نصف اختیار کے صرف ۲۰ فی صدی سے زیادہ نہیں۔ کہا جاتا ہے، مسٹر جناح نے اس اعلان ہونے سے چند روز قبل ایک بیان میں ظاہر کیا تھا کہ مسلم لیگ توسیع کونسل میں حصہ لینا چاہتی ہے لیکن بقول مسٹر ایم۔ این۔ رائے یہ بیان اخبارات میں اعلان سے قبل شائع نہ ہونے دیا گیا جس سے پایا جاتا ہے کہ موجودہ حکومت کو مسلمانوں کے سب سے بڑی سیاسی جماعت کی امداد و تعاون کی پروا نہیں ہے۔

جدید کونسل کسی معنی میں بھی قومی گورنمنٹ نہیں کہلائی جا سکتی۔ مالیات، داخلی اور فوج کے قلمدان بدستور انگریزوں کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اور اگرچہ ہندوستانیوں کا مطالبہ تھا کہ گورنمنٹ کے سب ممبر سوائے وائسرائے کے ہندوستانی ہونا چاہئیں، انگریز ممبروں کی تعداد میں ایک ممبر کا اضافہ کر دیا گیا؟

ہمیں اندیشہ ہے کہ توسیع کونسل سے حکومت ہند کو وہ اخلاقی اور سیاسی قوت حاصل نہ ہوگی جس کی موجودہ جنگ کی وجہ سے سخت ضرورت ہے۔

ہمارا جرم ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء کے اخبار تحریک میں جس کے مضامین محترم وائس چانسلر کے ایما اور منظوری سے لکھے جاتے ہیں "ایک اولڈ بوائے" کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "ظفر عمر صاحب اور یونیورسٹی" شائع ہوا ہے جسے پڑھ کر ہمیں تو ہرگز یقین نہیں آتا ہے کہ کوئی علیگڑھ کا تعلیم یافتہ اپنے بھائی اولڈ بوائے کا ذکر کیا کسی مخالف کے لئے بھی ایسے الفاظ استعمال کرے۔ دراصل یہ مضمون ... کا نمونہ ہے اور ہم اور اکثر ناظرین سرگزشت جانتے ہیں کہ یہ وہی صاحب ہیں کہ جن کی صحافت تحریکات کے ایڈیٹر ... ہیں

علی گڑھ اور ادب اردو

(۳)

مابعد

تیسرا دور

(سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۴۷ء تک)

(ناظر کاکوروی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

[محمد مشیر احمد صاحب ناظر کاکوروی نے بڑی محنت اور کاوش سے علی گڑھ کی برادری کے ان اصحاب کا مرقع تیار کیا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح پر ادب اردو کی خدمت کی ہے۔ ان کی درخواست ہے کہ جو حالات غلط پائے جائیں ان کی اصلاح کر دی جائے اور جن اصحاب کے نام بوجہ ناواقفیت نظرانداز ہو گئے ہیں تو ان کے نام اور حالات اور تصانیف یا تالیفات کے نام مع مختصر حالات ان کے پتہ پر بھیجے جائیں۔ اڈیٹر]

پتہ:- ۳۶- سادتھ ملاکا- الہ آباد

۱۸۵- قادری محمد مشیر احمد علوی ناظر | قصبہ کاکوری لکھنؤ سے ہے۔ ان کے والد ماجد ادیب شہیر منشی امیر احمد علوی صاحب یادگار انیس اردو کے شگفتہ نگار ادیب ہیں۔ ان کے نانا منشی محمد ابراہیم خلیل بھی شاعر تھے اور ان کے دادا مولوی ذکی الدین بھی خوش ذوق ادیب تھے۔ علی گڑھ کے ساختہ پرداختہ میں سب سے پہلا مضمون سنہ ۱۹۱۱ء میں حقیقت منعقدہ دار میں مسٹر گاندھی کے خلاف لکھا۔ علی گڑھ کے جملہ علمی، ادبی، سماجی و مذہبی مشاغل میں برابر شریک رہے۔ جبلی مشاعرہ کا گلدستہ شائع کیا جس کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار ہیں۔ پروفیسر حبیب کے مخصوص طلبہ میں ہیں۔ تاریخ کا ذوق بہت بلند ہے۔ علامہ اقبال اور ڈاکٹر مسلم سے اکثر مسائل پر خط و کتابت ہوئی۔ علامہ نور الحسن نیر صاحب نور اللغات کے شاگرد ہیں۔ ادب اردو کا ذوق فطری ہے۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی ہے۔ صحافت جالب دہلوی سے حاصل کی۔ لکھنؤ کی زرعی نمائش میں جو مشاعرہ ہوا تھا اس کی اسکیم انہوں نے حکومت کو بھیجی تھی جو منظور ہوئی اور اس صلہ میں حکومت سے سند اور ایک صاحب کی طرف سے طلائی تمغہ بھی ملا۔ لکھنؤ کی ادبی سرگرمیوں میں بھی برابر حصہ لیتے رہتے تھے۔ ان کے مضامین الناظر۔ زمانہ۔ نگار۔ عالمگیر۔ نیرنگ خیال۔ انکشاف۔ صلائے عام۔ ادیب۔ نورس۔ اضطراب۔ تنقید۔ حریم۔ کائنات۔ آفتاب۔ ظل السلطان۔ حقیقت۔ کاکوری اخبار۔ ہمجولی۔ علی گڑھ میگزین۔ منادی وغیرہ رسائل و اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ان کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں بہت مشہور ہیں

اردو کے ہندو ادیب۔ ستم حلقہ۔ انتخاب کلام میر۔ روح گلدستہ ذکی ناسخی۔ مشیر عشقی۔ [illegible]۔ تاریخ ادب اردو۔ چندر کلا۔ اصنام خیالی۔ تذکرہ خسرو شکستہ پا۔ ربع قدسی۔ غوث اعظم۔ لکھنؤ کی شاعری۔ محمد تغلق۔ جلال الدین خلجی۔ روح شریف زادہ۔ ارتقائے خطوط نویسی۔ [illegible]۔ بادشاہ بیگم۔ تذکرہ کاکوری۔ فانوس خیال۔ در علی گڑھ اور اردو ادب اور تصوف میں اصول الاصول (ترجمہ) بہت مشہور ہیں۔ مطالعہ وسیع ہے۔ علی گڑھ سے عشق ہے۔ آجکل الہ آباد میں قیام ہے۔

۱۸۶- کلیم الدین علوی | قصبہ کاکوری سے تعلق۔ خان بہادر منشی امتیاز علی وزیر اعظم بھوپال کے نواسہ ہیں۔ اردو ادبیات سے گہرا تعلق ہے۔ آپ عرصہ تک کاکوری اخبار کے اڈیٹر رہے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں انتخاب کلام درد اور [illegible] کی سرگزشت بہت مشہور ہیں۔ آجکل اکبرآباد میں وکالت کرتے ہیں۔ بہت دلچسپ مرنجان مرنج اور خاموش انسان ہیں۔ مطالعہ وسیع ہے۔ علی گڑھ کی برائی نہیں سن سکتے۔

۱۸۷- کلیم الرحمن | مشہور مورخ مولانا خلیل الرحمن (صاحب تاریخ اندلس) کے صاحبزادہ ہیں۔ تصنیف و تالیف سے شوق ہے۔ ادبیات کے نشر و اشاعت کا بیحد شغف ہے۔ آپ نے کتابستان قائم کر کے اردو ادب کی نشر و اشاعت کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ مطالعہ وسیع ہے اور علی گڑھ تحریک سے عشق ہے۔ بہت دلچسپ مرنجان مرنج اور مخلص انسان ہیں۔ اس خانوادہ کمال نے اسلامی تاریخ کی نشر و اشاعت میں جس غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس کے احسان سے مسلمان کبھی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

۱۸۸- گھوسن لال سنبل | شاعر ہیں۔ ادب اردو سے ذوق ہے۔ آجکل مسلم کالج گورکھپور سے تعلق ہے۔ علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۱۸۹- گوبند پرشاد | ادب اردو سے ذوق ہے۔ اکثر [illegible] میں لکھتے ہیں۔ ویدانت سے دلچسپی ہے۔ علی گڑھ تحریک سے عقیدت ہے۔

۱۹۰- منظور حسین خواجہ | بہت خوش ذوق انسان ہیں۔ ادب اردو پر تنقیدی نظر ہے۔ میگزین کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ آجکل علی گڑھ میں قیام ہے۔ اسٹاف سے تعلق ہے۔

۱۹۱- محمد عدیل عباسی قاضی | آپ کا اپنے دور کے قابل طلبہ میں شمار ہے۔ سیاسیات سے بیحد دلچسپی ہے۔ صوبائی کونسل کے رکن ہیں۔ آپ کے مقالے سیاسی نقطۂ نظر سے ادب و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ گورکھپور کے رہنے والے ہیں۔

۱۹۲- محمد یامین ہاشمی سید ڈاکٹر | یوسف پور ضلع غازی پور کے رہنے والے ہیں۔ سمائے ناسخی جلسٹن میں قیام ہے۔ دیوان ناسخ کو شائع کیا ہے اور فراست الید آپ کی مشہور کتاب ہے۔

۱۹۳- محمد یسین قریشی | اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ نہایت درجہ ذہین و قابل۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی اور عین شباب میں انتقال ہوا۔ اردو ادب پر تنقیدی نظر تھی۔

۱۹۴- محمد اسحق خاں | بستی کے رہنے والے ہیں۔ بھوپال اسمبلی کے رکن ہیں اور مسلم لیگ کے سرگرم رکن۔ [illegible] اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ اپنے دور کے ممتاز طلبہ میں آپ کا شمار تھا۔ سیاسی نقطۂ نگاہ سے آپ کی تصانیف بہت لطیف اور عمدہ ہیں۔

۱۹۵- محمد ہادی سید | اچھے لکھنے والے ہیں۔ [illegible] ان کی مشہور کتاب ہے۔

۱۹۶- محمد اشرف کنور ڈاکٹر | جامعہ علی گڑھ کے ممتاز و قابل طلبہ کی صف اول میں ان کا شمار ہے۔ تاریخ اور سیاسیات سے بیحد شغف ہے۔ سیاسی معتقدات کی بنا پر قید و بند کے شدائد بھی مردانہ وار برداشت کئے ہیں۔ عرصہ تک کانگریس میں شعبۂ سیاسیات خارجہ کے مہتمم تھے۔ اخبار ہندوستان میں برابر لکھا کرتے ہیں۔ [illegible]۔ آپ کی یادگار تصنیفیں [illegible] بہت مشہور ہیں۔ اردو ادب سے ذوق ہے۔ علی گڑھ سے عقیدت ہے۔

۱۹۷- مسعود علی ذوقی خواجہ | لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ خواجہ عزیز لکھنوی [illegible]

کے اعزازی رکن ہیں۔ ادبی دلچسپی ہے۔ شعر و شاعری سے قلبی تعلق ہے۔ دورِ حاضر کے ترقی پسند مصنفین میں ان کا شمار ہے۔ آجکل لکھنؤ میں قیام ہے، علی گڑھ سے عشق ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام سینا شائع ہو چکا ہے۔ شعر خوب کہتے ہیں اور فسانے بھی اچھا لکھتے ہیں

۱۹۸۔ [illegible] الدین درانی — سنگم کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ادب اردو سے ذوق ہے

۱۹۹۔ محمد سلمان انصاری — گورکھپور کے رہنے والے ہیں۔ کانگریسی گورنمنٹ میں پارلیمنٹری سکریٹری بھی تھے۔ اکثر ہندوستان اور مشرق میں لکھا کرتے ہیں۔ ادب اردو سے ذوق ہے۔ صوبائی کونسل کے رکن ہیں۔ نہایت درجہ خوش ذوق ادیب ہیں۔ علی گڑھ تحریک سے عشق کی یہ حالت ہے کہ سرکاری سکریٹریٹ میں جو ذرہ تھا اس پر نام کی تختی پر علیگ بھی موجود تھا۔

۲۰۰۔ محمد مختار آزاد — شعر و شاعری سے ذوق ہے۔ چند رسائل آپ کی تصنیف ہیں۔

۲۰۱۔ مظہر علی علوی کاکوروی — علی گڑھ پرستی میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ ادب اردو سے عشق ہے۔ کاکوری اخبار میں آپ کا سلسلہ تاریخ یورپ بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ آجکل کلکتہ میں قیام ہے۔ بہت مخلص اور سچے انسان ہیں۔ تمام و کمال تعلیم ان کی علی گڑھ میں ہوئی ہے۔ مشہور قدیم طالب علم جناب منشی اظہر علی صاحب علوی رکن مرکزی اسمبلی کے خلف اکبر ہیں۔ علمی و ادبی ذوق سے سرشار ہیں۔ وکالت کرتے ہیں۔ آپ کی رفیقۂ حیات بھی ادیبہ ہیں اور ان کے مضامین عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

۲۰۲۔ محمود احمد ڈاکٹر — بہار کے رہنے والے ہیں۔ ذہین اور ذکی اور ادیب نکتہ سنج۔ فلسفہ سے شغف کلی ہے۔ مطالعہ وسیع ہے۔ بے حد مخلص اور منکسر المزاج ہیں۔ آجکل علی گڑھ ہی سے تعلق ہے۔ اردو ادب پر تنقیدی نظر ہے متوسط بھی عمدہ ہیں۔

۲۰۳۔ محمد یوسف زبیری — سنبھل کے رہنے والے ہیں۔ ادب اردو سے خاصا ذوق ہے۔ آجکل حیدرآباد میں ہیں۔

۲۰۴۔ محمد یوسف — لکھنے پڑھنے کا شوق ہے۔ اکثر اخبارات و رسائل میں لکھا کرتے ہیں۔

۲۰۵۔ محمد یامین زبیری

۲۰۶۔ معین الدین حسن کاکوروی — بہت قابل و ذہین طلباء میں ان کا شمار ہے۔ شاعر بھی اچھے ہیں۔ آجکل اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ سے تعلق ہے۔

۲۰۷۔ محمود احسن صدیقی — مراد آباد کے رہنے والے ہیں۔ خوش ذوق ادیب ہیں۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی ہے۔ بھوپال کی ادب نواز سرکار سے دیرینہ تعلق ہے۔ تعلیم نسواں میں آپ کی خدمات ہر آئینہ مسلم ہیں۔ عرصہ تک ظل السلطان کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ان کی تصانیف متعدد ہیں۔ ندیم کے اڈیٹر ہیں۔ جوگن ان کا افسانہ بہت مشہور ہوا ہے۔

۲۰۸۔ محمد عاقل سہارنپوری — معاشیات کے مستند عالم ہیں۔ جامعہ کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ کچھ عرصہ محکمہ امداد و شمار سے بھی تعلق رہا ہے۔ آجکل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں ہیں۔ آپ کی تصانیف سیاسیات کی پہلی کتاب، اجتماعی زندگی کی ابتداء، ہندوستان کا دستیاتی قرضہ اور مسئلہ آبادی بہت مشہور ہیں۔ علی گڑھ تحریک سے عشق ہے، بہت مخلص اور منکسر المزاج انسان ہیں۔

۲۰۹۔ محمد یامین ہاشمی سید — خوش ذوق ہیں۔ سیاسیات عصریہ پر گہری نظر ہے۔ آجکل بنیادی تعلیم پر تحقیقات کر رہے ہیں۔ الہ آباد میں قیام ہے۔

۲۱۰۔ مصطفےٰ احمد شاہ — اردو ادب سے دلچسپی ہے۔

۲۱۱۔ محمد مسعود بہاری — علی گڑھ تحریک سے عشق ہے۔

۲۱۲۔ منصور احمد ڈاکٹر — بہت خوش ذوق ادیب تھے۔ ابھی آپ کی جدید تصنیف الف لیلہ شائع ہوئی ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلق تھا۔ آپ نے جرمن زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا تھا۔

۲۱۳۔ محمد اسحٰق دہلوی — خوش ذوق ہیں کبھی اچھے لکھنے والوں میں شمار ہوں گے۔

۲۱۴۔ مقبول احمد گورکھپوری
۲۱۵۔ محمد مہدی بھوپالی
۲۱۶۔ محمد قاسم حیدرآبادی
۲۱۷۔ محمد انس فاروقی
۲۱۸۔ محمد یوسف مدنی

مقبول احمد گورکھپوری کا قیام آجکل لکھنؤ میں ہے۔ سیاسی ادبیات سے دلچسپی ہے۔ علی گڑھ تحریک کے شیدائی ان لوگوں کو جب موقع ملیگا اردو ادب کی خدمت کریں گے۔ مدنی نواب اسمٰعیل خاں صدر مسلم لیگ کے صاحبزادہ ہیں اور انڈین اسول سروس کے درخشندہ رکن۔

۲۱۹۔ محمد خلیل مارہروی
۲۲۰۔ محمد عظیم صدیقی ڈاکٹر
۲۲۱۔ محمد حنیف شیخ
۲۲۲۔ محمد محسن حیدرآبادی
۲۲۳۔ محمد علی علوی

بڑے مخلص اور مشرقی وضع کے پابند انسان ہیں۔ صدیقی لکھنؤ میں طبابت کرتے ہیں اور تصنیف میں لگے رہتے ہیں۔ علوی جھنجھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ہیں اور ریاست جھنجھانہ کی مرحوم کے خوش قسمت یونیورسٹی سے تعلق ہے۔ شیخ، سیدن پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں۔ آجکل اٹاوہ میں قیام ہے۔ محسن اور قاسم حیدرآباد میں ہیں۔ فاروقی وکیل ہیں۔ جونپور میں قیام ہے اور مارہروی بھی اچھے ادیب ہیں۔ بھوپالی۔ اودھ کے رہنے والے ہیں بہت ذہین اور طباع۔ لکھنؤ میں قیام ہے۔

۲۲۴۔ مستور علی علوی
۲۲۵۔ سید محمد چشتی
۲۲۶۔ محمد احمد صدیقی
۲۲۷۔ محمد احمد سراجی
۲۲۸۔ مصطفےٰ حسین نیر
۲۲۹۔ محمد احمد جامی
۲۳۰۔ مسعود حسن ڈاکٹر
۲۳۱۔ مشیر الدین عثمانی
۲۳۲۔ محمد ادریس شاہ

علوی کو سیاسی ادبیات سے دلچسپی ہے۔ صاحب واقعات کربلا کے صاحبزادہ ہیں۔ لکھنؤ میں قیام ہے۔ چشتی دیوریا ضلع گورکھپور میں وکالت کرتے ہیں۔ بہت خوش ذوق ہیں۔ ان کی رفیقۂ حیات (ہمشیرہ احمد حبیب) بہت زبردست فسانہ نگار ہیں۔ صدیقی پر تصوف کا رنگ گہرا ہے خانقاہ ازیہ کاظمیہ پر زیادہ قیام رہتا ہے۔ احمد خاں بہادر شیخ صدیق احمد کے صاحبزادہ ہیں۔ بہت خوش ذوق ہیں۔ آجکل گونڈہ میں قیام ہے۔ نیر عمدہ شاعر ہیں اور کانپور کے سیاسیات کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جامی اردو کے خوش عقیدہ اور خوش ذوق ادیب ہیں۔ تصنیف و تالیف کا مشغلہ ہے۔ ڈاکٹر ہندوستان کے مشہور شاعر مخدوم شیخ سعدی کاکوروی کے احفاد میں ہیں۔ آجکل دکن میں طبابت کرتے ہیں۔ عثمانی کو شعر و شاعری سے ذوق ہے۔ مذہبیات کا درد ہے اچھے آدمی ہیں۔ کبھی کبھی لکھا کرتے ہیں۔ آجکل دکن میں براجے رہے ہیں۔ ادریس بہت خوش ذوق ادیب تھے۔ افسوس ہے کہ عین عالم شباب میں انتقال ہوا۔

۲۳۳۔ محمد ابن علی علوی — قصبہ کاکوری سے تعلق رکھتے ہیں۔ شعر و سخن سے دلچسپی ہے۔ آجکل کاکوری میں قیام ہے۔ ریاست کا کاروبار دیکھتے ہیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴)

فائدہ حاصل کرنا چاہیں وہ جنرل سکریٹری کو اپنی آمد سے مطلع کریں۔ نئے طلبا کے آرام و سہولت و استقبال کے لئے حسب ذیل معزز حضرات کی استقبالیہ میں ترتیب دی گئی ہے۔

۱۔ صوبہ مدراس۔ میسور اور حیدرآباد دکن کے لئے جناب ابو اللہ صاحب صدیقی۔

۲۔ صوبہ بمبئی۔ خاندیس اور صوبہ متوسط اور برار کے لئے جناب محمد ہاشم صاحب آزاد

۳۔ صوبہ سندھ، راجپوتانہ اور بلوچستان کے لئے صاحب حسین اعظم صاحب۔

۴۔ صوبہ سرحد، پنجاب اور دہلی کے لئے جناب جمیل احمد صاحب

۵۔ صوبہ یو۔پی اور بہار کے لئے جناب ممتاز حسین صاحب

۶۔ صوبہ بنگال اور اڑیسہ کے لئے جناب عزیز الرحمن صاحب

۷۔ ممالک غیر اور دیسی ریاستوں کے لئے جناب نصرت صاحب

امید ہے کہ طلبا اپنے متعلقہ صوبوں کے اراکین استقبالیہ سے ... نیز اگر کسی وجہ سے کسی طالب علم کو متذکرہ اراکین میں سے کوئی نہ مل سکے تو ایسی صورت میں وہ اسٹیشن سے راست صدر "فیلڈ پرٹیش" جناب بشیر الزماں صاحب کے کمرہ ۱۴۲ عثمانیہ ہوسٹل یا جنرل سکریٹری کے کمرہ ۱۲ دار الاقامہ سید محمود شرقی پہنچ جائیں جہاں ان کے قیام اور دیگر ضروریات کا انتظام کر دیا جائے گا۔ فقط

ہادی نقشبندی
جنرل سکریٹری علی گڑھ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن

عقد ثانی

برادران و خواہران اسلام۔ السلام علیکم

نکاح کے متعلق قرآن پاک میں پارہ ۴ سورہ نسا آیۃ ۳ میں حسب ذیل حکم ہے۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

"تم اور عورتوں سے اپنی مرضی کے مطابق دو۔ دو اور تین تین اور چار چار نکاح کرو۔ پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم متعدد بیبیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو"

حکم مندرجہ بالا عام ہے۔ ہر مسلمان مرد بالغ و عاقل کو اجازت ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے چار تک منکوحہ ازدواج رکھ سکتا ہے مگر بشرط عدل لازمی ہے اور یہ ایسی کڑی شرط ہے کہ اس نے خواص کو اتنا غور کر دیا ہے کہ ان میں سے بھی منتخب اشخاص اس میں بالکل پورے اتر سکتے ہیں چند ازواج کے ساتھ عدل اور وہ بھی خاطی انسان سے ایسی حالت میں جبکہ ایک او ہیڑ یا ضعیف ہو اور ایک نوجوان حسینہ بڑا دشوار ہے پھر اگر کوئی عدل نہیں کر سکتا اور ایک سے زائد عقد ایک وقت میں کر لیتا ہے تو دینے آپ کو سخت مواخذہ میں الجھاتا ہے۔ یہ کسی طرح روا نہیں ہے کہ ایک کے ساتھ مردہ جیسا رہا سلوک کیا جائے گرمیوں میں پیاز کی طرح چھوڑ دی جائے اور دوسری کے لئے ... تڑپنے کے لئے کسی پرسی کے عالم میں چھوڑ دیا جائے۔ حق ادا نہ کرنے کی سزا بہت سخت ہے۔ ... اسی لئے جہاں اس نے کثرت ازدواج کی چار تک اجازت دی وہیں پارہ ۵ سورہ نسا آیۃ ۱۲۹ میں یہ تنبیہ بھی صاف اور کھلے الفاظ میں کر دی ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ

ترجمہ: اور تم میں اتنی سکت تو ہرگز نہیں کہ اپنی متعدد بیبیوں میں پورا پورا انصاف کر سکو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سب بیویوں کو برابر دلی پیار دینا۔ ہر ایک کی یکساں خاطر داری کرنا اور برابر توجہ رکھنا کسی بھی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دیکر دوسری کی دل آزاری نہ کرنا بالکل ... سے دیکھنا۔ اب خود خداوند عالم ہی کہتا ہے کہ تم میں ہرگز اتنی سکت نہیں ہے کہ اپنی متعدد بیبیوں میں پورا پورا انصاف کر سکو۔ اس کے صاف و صریح معنی یہ ہوئے کہ بجز ان معدودے چند اشخاص کے جو حقیقی ہوں عدل کر سکیں اور کسی کو ایک وقت میں ایک سے زائد عقد کی اجازت نہیں ہے۔

شرع محمدی میں جس طرح طلاق کا حق مرد کو ملے اسی طرح خلع کا عورت کو ملے۔ اگر مرد انصاف نہیں کرتا یا کرنا نہیں چاہتا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ عورت حق شرعی کو کیوں نہ استعمال کرے نفس پرست خود سر خود غرض مردوں کے ٹھکانے کرنے کا یہی علاج ہے۔ عدت گزرنے کے بعد عورت پھر آزاد ہے کہ عقد ثانی کرے۔ احسان کا بدلہ احسان ہونا چاہئے مگر فطرت انسانی اتنی کمینہ ہے کہ قرآن پاک میں جابجا اس کا ذکر ہے۔ اسی کی اصلاح کے لئے انبیاء آئے۔ امام آئے اور بہت سے ہمدرد بنی نوع انسانوں نے عمریں گزار دیں۔ پھر بھی ابھی تک بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ بعض کمینہ ناتراش فطرتاً ایسے کم ظرف واقع ہوتے ہیں کہ باوجود اعلیٰ تعلیم کے اُن سے ایسی ذلیل حرکتیں واقع ہوتی رہی ہیں کہ اپنی دیرینہ رفیقۂ حیات کو جس نے اپنا روا جوانی اور سب کچھ اپنے شریک حیات پر قربان کر دیا جب وہ کسی قابل ہوئے تو اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ایک عمل تو میں پہلے عرض کر چکی ہوں کہ خلع اور عقد ثانی ہے اور دوسرا حسب حیثیت نان نفقہ کا دعوے۔ یہ واقعہ ہے کہ بعض مردوں نے عورتوں کو مجبور و بے کس و بے بس بنا کر بالکل اپنا غلام بنا رکھا ہے اور وہ خواہ انصاف نہیں کرا سکتیں۔ پھر بھی اگر سب مل کر مدد کریں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ کو فرد واحد کا معاملہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ صنف نازک کو یکجائی طور پر اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے دامے درمے قدمے مدد کرنی چاہیے۔ تاکہ ظالم اور جابر مردوں کی عقلیں درست ہو سکیں اور یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

فقط الف ... بانو رضویہ (فرخ آباد)

ہماری برادری

یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے نامور اولڈ بوائے مسٹر سراج الدین کستوری کو جامعہ عثمانیہ سے گورنمنٹ آف انڈیا کا انفارمیشن افسر مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نے پرنسپل جامعہ عثمانیہ کے پرسنل اسسٹنٹ کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے۔ ادب سے گہری دلچسپی ہے۔ انجمن ترقی اردو میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ "نفسیات ترغیب" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ہم اس تقرر پر مبارکباد دیتے ہیں اور متوقع ہیں کہ صاحب موصوف اس شعبہ میں اپنا نام روشن کریں گے۔

مسلم یونیورسٹی یونین کے سابق صدر خانصاحب حافظ اشفاق حسین صاحب (علیگ) آجکل الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر نیکنامی کے ساتھ فائز ہیں۔ آپ کی صاحبزادی نے اس سال الہ آباد سے انگریزی میں ایم۔ اے کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ حافظ صاحب موصوف اپنی ہونہار نور نظر کی کامیابی پر ہماری جانب سے مبارکباد قبول کریں۔

ہمیں یہ معلوم کر کے نہایت خوشی ہوئی کہ مادر درسگاہ کے لائق فرزند خان بہادر سید محمد عباس زیدی بی۔ اے (علیگ) محکمہ رجسٹریشن الہ آباد کے انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے ہیں۔ ہم اراکین محکمہ کو اس تقرر پر مبارکباد دیتے ہیں۔ نیز خان بہادر کی انتظامی قابلیت اور حسن سلوک سے توقع ہے کہ وہ ایک ہر دلعزیز افسر ثابت ہوں گے۔

(باقی مضمون صفحہ ۲)

اس کائنات میں جو کچھ ہے روشن ہے۔ اس کے فیض کا یہ نتیجہ ہے یہ مانتا کہ ہم ایک بہت بڑے وجود کا ایک حصہ ہیں۔ ہماری زندگی ایک بے معنی کھیل نہیں بلکہ ہم ایک مقصد لے کر اس دنیا میں آتے ہیں اور اس مقصد کی تکمیل میں ہماری جدوجہد میں ایک اعلیٰ اور برتر زندگی کا حق دار بنا دیتی ہے۔ الغرض ان تمام قدروں پر ایمان لانا جسے دنیا کتنے آسان لفظوں میں خدا کا نام دیتی آئی ہے۔ زندگی کو نہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

مذہب کے نام سے آپ بدک نہ جائیں۔ ان ذوق الاعلیٰ قدروں کا دوسرا نام میرے نزدیک مذہب ہے۔ آپ مذہب کو اور لباس میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ مذہب سے انکار آپ میں سے کسی کو انکار نہ ہوگا کیونکہ سرکاری نوکریاں، عزت، منصب، فرقہ وارانہ تناسب کے اعتبار سے اعلیٰ عہدوں پر نامزدگی یہ سب دروازے اسی کنجی سے کھلتے ہیں۔ آپ بطور عادت یا مصلحت زمانہ کے خیال سے مذہبی رسوم میں بھی نیچے ہونے کے ضرور مدعی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ کے باطن میں ایک سخت کشمکش زوروں پر جاری ہے اور آپ روحانی بھوک کے ہاتھوں بری طرح تڑپ رہے ہیں۔ ہمارے دل یقین کی روشنی سے خالی ہو چکے ہیں اور ہم شک و الحاد کی ظلمتوں میں بے طرح بھٹک رہے ہیں۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ عقل عقائد کے در پے ہے اور اس سے قلبی اطمینان اور باطنی سکون نہیں ملتا۔

میرے دوستو! بر تر اعلیٰ قدروں کو مانے بغیر زندگی کی کوئی قیمت باقی نہیں رہ جاتی اور ان قدروں میں سچا ایمان ہی انسان کو دل میں اطمینان اور طبیعت میں ثبات و استقلال عطا کرتا ہے۔ یہ ایمان دکھاوے کی چیز نہیں۔ یہ تو انسان کا ایک باطنی شعور ہے اور جب یہ بیدار ہوتا ہے تو اس کا اثر خارج پر بھی پڑتا ہے۔ انسان خود بدلتا ہے اور اپنے ساتھ گرد و پیش کی زندگی کو بھی بدل دیتا ہے۔

خدا تمھیں توفیق دے

نوجوانو! خدا تمھیں برکت دے اور تم اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے برکت کا باعث بنو۔ خدا تمھیں ضبط اور صبر کا حوصلہ عطا فرمائے۔ خدا کرے تم غیر متزلزل انکسار کے مالک بنو اور یہ انکسار صرف بے غرض خدمت اور ایثار سے حاصل ہوتا ہے۔ خدمت کو اپنا شعار بناؤ تاکہ لوگ اپنے آپ کو تمھارے قدموں میں ڈال دیں۔ تم اپنے اندر جستجو کرنے والا دماغ اور محبت کرنے والا دل پیدا کرو تاکہ ان کی برکت سے تم کامیابی اور انکسار کے زینوں سے بے خطر گزرتے ہوئے یقین و ایمان کی دنیا میں پہنچ جاؤ۔ خدا تمھارے ساتھ ہو۔

ایشیائی روس

آج سے بہت زمانہ قبل روس کی حیثیت مسلم وحشی اقوام کے ایک قید خانہ کی سی تھی جس میں آزادی کا گلا گھونٹا جا رہا تھا۔ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء میں روسی عوام کی طاقت نے حکومت کے آہنی پنجے کو توڑ ڈالا اور ساتھ ہی ساتھ ان تمام شہریوں اور قوموں کو جو ان کے شکنجے میں گرفتار تھے اور جن کے وہ آئین حکومت کے دباؤ سے نبرد آزما رہے تھے آزادی کا یہ اعلان سنا دیا کہ اب وہ مستقبل میں اپنے اہم مسائل کی بابت ترکستان میں آزاد ہیں۔

اشاعت تعلیم عامہ

زار روس کے دور حکومت کی قومی اقلیتوں میں کوئی خواندہ آدمی صرف خال خال ہی نظر آتا ہے۔ اکثر علاقوں میں محض مذہبی یا سرکاری لوگ اور ان کے بچے تعلیم پاتے تھے مگر برسر اقتدار آنے کے بعد سے اب ۹۰ فی صدی آبادی تعلیم یافتہ ہے۔ جملہ قومی اقلیتوں میں تعلیمی تناسب ۸۰ فی صدی ہے۔ ترکمنستان میں فی الوقت تین یونیورسٹیاں اعلیٰ ادارے اور ٹکنیکل کالج ہیں۔ اسی قسم کے ادارے، یونیورسٹیاں، کالج، ترکستان اور تاجکستان میں ۴ ہیں۔ کرغستان میں ۱۲ اور ازبکستان میں ۲۸۔ ان سب کا جلیل القدر وجود پورے ملک میں تعلیم اور فنی سہولتوں کا سبب بنا ہوا ہے۔ ہر طرح تعلیمی سہولتیں مہیا ہیں اور ان کی وجہ سے آج ان ہی قدیم دقیانوسی قومیتوں کے صدہا اور ہزارہا آدمی ہر فن اور ہر شعبے کے ماہر موجود ہیں۔ جہالت کے وجود کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون سے زبان کی مشکلوں کا خاتمہ بھی کر ڈالا گیا اور زبان کے مسئلے میں ایک ایسی درمیانی راہ اختیار کر لی گئی ہے جس میں ہر قوم کے لئے کافی سہولتیں مہیا ہیں۔ اس کی وجہ سے مطابع اور کتب و اخبار کی نشر و اشاعت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اس کا اندازہ یوں کیجئے کہ سنہ ۱۹۳۲ء میں جمہوری اقلیتوں کی ۹۶ مختلف زبانوں میں (۲۹۶۵) اخبارات شائع ہوتے تھے جس کی مجموعی اشاعت ایک کروڑ چار لاکھ پچیس ہزار تھی اور کتابوں کی اشاعت کا عالم بھی یہی رہا۔ نیز دوسرے۔

ارتقائے تہذیب و تمدن

تہذیبی اداروں مثلاً سینما، تھیٹر، کلب اور کتب خانوں وغیرہ کی ترقی بھی اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں ترکی نشان، تاجکستان، کرغستان میں ایک تھیٹر کا نشان بھی نہ تھا۔ آج ترکی نستان میں اس کی اپنی زبان میں آٹھ تھیٹر ہیں۔ تاجکستان میں ۶ اور کرغستان میں ۵۔ ازبکستان میں ایک تھیٹر تھا مگر اب ۳۷ ہیں۔

لٹریچر، فنون اور تھیٹر بعید سے بعید دیہات میں پہنچا دیے گئے ہیں جس کا ثمرہ یہ ہے کہ چند برس پیشتر جو لوگ نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے اور جن کا وجود گنواری کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ اب ان میں اہلیت اور شائستگی پیدا ہو گئی ہے۔ الغرض پورا کا پورا ملک معاشی، سیاسی، تمدنی اور صحت و تندرستی کی انتہائی رفتار ترقی پر گامزن ہے اور ان ترقیوں کے بود و باش کے طریقوں سے جو کسی زمانہ میں حکومت زار کی آہنی بندشوں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ وہ پچھلے آثار بالکلیہ معدوم ہو چکے۔ ایشیائے وسطیٰ کی حیات امروزہ کا نقشہ ایک جدید مگر قدیم عوام کے نغمہ کے سوا اور کسی زیادہ حسین طریقے سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ گیت آجکل ملک میں بالعموم الاپے جاتے ہیں۔ ایک گیت کا ترجمہ یہ ہے۔

(کرغنی شاعر)

"میں اس عظیم ساعت پر فخر کرتا ہوں۔ نہ جب فیروز مندی کے طوفان نے دشمن کا شیرازہ بکھیرا اور ہماری غلامی کی زنجیروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ ہاں جب غلام آسمان پر کے بادلوں کی طرح باہم گرمتحد ہونے کے لئے دوڑے۔ انھوں نے علم جنگ سنبھالا۔ مجھے اکتوبر کے آغاز کے اس برتر دن پر ناز ہے"

"اے میرے وطن! میں تیری کامیابی کا منتظر کھڑا ہوں"

(از عثمان علی خاں صاحب)

(پیام)

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ ضمیمہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۰۰ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت مال تحصیل سکندرہ راؤ جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ

لالہ بابو سہائے خلف لالہ بہاری لال قوم ویش ساکن قصبہ پردل نگر زمیندار نمبردار موضع پردل نگر پرگنہ و تحصیل سکندرہ راؤ

مدعی

بنام [illegible] آنندی لال [illegible] مہیش [illegible] مسماۃ شانتی دیوی [illegible] رام [illegible]

وارثان رگھبیر بن دیگر بہاری لال متوفی اقوام کالیتھ ساکن آگرہ محلہ بر مکان لالہ جتر بہاری لال و اندری لال کتب فروش بلسیلہ کشن مرار و لد بہاری لال قوم کالیتھ ساکن دکانداران کشنکار دہلی قصبہ بریل نگر پرگنہ سکندرہ راؤ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت [illegible] دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۵ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام سکندرہ راؤ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جئے اور جواب دہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ لہذا آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (عام طور پر)

بعدالت منصفی مراد آباد مقام مراد آباد ضلع مراد آباد

مقدمہ دیوانی نمبر ۱۲۰ بابت ۱۹۴۰ء متفرقہ نمبر ۱۱ بابت ۱۹۴۲ء

فرم رام نگن لال رام کشن لال بذریعہ رام نگن لال مالک فرم ولد مہر چرن لال قوم کھتری ساکن موضع بکیم پور ڈگریدار

بنام کشن نرائن بالغ بعمر ۱۹ سال وبشن نرائن بعمر ۱۵ سال وستو بعمر ۸ سال وللو بعمر چھ سال نابالغان بولایت کشن نرائن برادر حقیقی خود اقوام کھتری ساکنان کاشی پور ضلع نینی تال مدیونان ڈگری

چونکہ ڈگریدار نے درخواست قائمی ورثا و تقرر ولی اس عدالت میں گزرانی ہے نام وارثان بالکشن مدیون درج کیا جاوے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بتاریخ ۱۸ ر جولائی ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے قبل دوپہر اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاویں۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو درخواست مذکورہ آپ کی غیر حاضری میں یکطرفہ سماعت ہوگی اور یہ قیاس کیا جائے گا کہ آپ اس مقدمہ میں ولی مقرر کئے جانے پر رضامند ہیں۔

آج بتاریخ ۴ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

ازراہ کرم اپنے پتہ کی چٹ ملاحظہ کر کے چندہ ارسال فرما کر مشکور کیجئے

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

بہ اجلاس جناب منشی ٹھاکر پرشاد دوبے صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ منصف صاحب بہادر منصفی فتح آباد واقع آگرہ

نمبر مقدمہ ۱۰۱ سنہ ۱۹۴۲ء عدالت منصفی فتح آباد آگرہ ضلع آگرہ

پنڈت موہن رام ولد پنڈت موتی رام قوم برہمن ساکن سکل [illegible] موضع ادیپا پرگنہ اعتماد پور ضلع آگرہ مدعی

بنام جگل کشور وغیرہ بنام بھیشم چند و رام پرشاد پسران سری پال اقوام ویش جینی ساکنان بابوگھاٹ موضع سیرا پرگنہ اعتماد پور ضلع آگرہ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت نقصان زمین خلاف مدعا علیہ کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۸ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

رجسٹرڈ نمبر ا ے ۱۶۱

چندہ سالانہ
پرہیزی صہ
عام للعہ

ظفر عمر بی۔اے (علیگ)
اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر
علی گڑھ
تاریخ اشاعت ۱۔یکم-۸-۱۶-۲۴

جلد (۱۴) | مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۸ ر رجب المرجب ۱۳۶۱ ہجری | نمبر ۲۰

قفقاز-مغربی ایشیا کا قدیم دروازہ

(از مولانا ابو الکلام آزاد)

تازہ ترین خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی کا موسم بہار کا نیا انتظار اقدام شروع ہو گیا ہے اور جیسا کہ واقف کار حلقوں کا قیاس ہے اقدام کا رُخ قفقاز کی طرف ہے۔ اگر جرمن فوجیں قفقاز کی دیوار کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو ترکی اور عراق ان کے دائیں طرف ہوں گے۔ ہندوستان کا راستہ ان کے بائیں طرف اور ایران ان کے سامنے۔ اگر وہ اپنی راہ سے تمام رکاوٹیں دور کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر شمالی ایران میں ان کی موجودگی سارے مغربی ایشیا کے لئے خطرہ کا باعث بن جائے گی۔ ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی قسم کا نقشہ جرمنی اور جاپان نے آپس میں تیار کر لیا ہے اور ممکن ہے کہ جاپانی بیڑہ اس نقشہ میں اپنا حصہ بحیرۂ عرب اور بحیرۂ احمر پر تسلط جما کر ادا کرنے کی کوشش کرے۔

ابتدائی تاریخ

جب میں نے جزیرہ نمائے کرچ پر جرمن حملہ کی خبر سنی تو مجھے یاد آ گیا کہ تاریخ پھر ایک دوہرایا ہوا قصہ دوہرا رہی ہے۔ ۵۰۰ قم کے قریب سیتھی غول قفقاز کی آن اس سینیوں سے آ گزرے تھے اور اسیریائی سلطنت پر قبضہ کر کے اس کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یہ مقام پھر دو سال بعد سائرس اعظم کے زمانہ میں نمایاں ہوتا ہے۔ تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی وحشی قبائل دو دو کر اس راستہ سے در آتے تھے۔ اس کے بعد تاریخ صدیوں تک خاموش ہے لیکن پہلی صدی عیسوی میں پھر مشہور یہودی مورخ جوزیفس مغربی ایشیا کے اس شمالی دروازہ کا ذکر کرتا ہے اور ہمیں اس کی فوجی اہمیت بتاتا ہے۔ چند صدی بعد ایران کے ساسانی سلاطین کے زمانہ میں رومیوں نے اس راستہ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ رومن جنرل میارٹیس نے ۲۵ء میں اس ملک پر حملہ کیا جس کا قصہ پروکوپیس بیان کرتا ہے جو خود حملہ آور فوج کے ساتھ تھا۔

قدرتی دیوار

یہ پہاڑ ایک قسم کی دیوار ہے جو قدرت نے جنوب کو شمال سے جدا کرنے کے لئے اٹھائی ہے۔ قدیم تاریخ کے تمام دوروں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو حملہ آور مغربی ایشیا کے میدانوں کی طرف بڑھنا چاہتا اس کو اس دیوار کے دروازوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ چودہویں صدی قبل مسیح میں اس قدرتی دروازہ کو انسانی چابکدستی کے ذریعہ بند کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ حملہ آور مغربی ایشیا کی طرف نہ بڑھ سکے۔

پہاڑ کی یہ خصوصیت نقشہ پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ بحیرۂ کیسپین مشرق میں ہے اور بحیرۂ اسود مغرب میں۔ یہ پہاڑی سلسلہ ایک سمندر کے ساحل سے دوسرے سمندر تک پھیلا ہوا ہے گویا قدرت ایک فلک بوس دیوار اٹھا کر دونوں سمندروں کے درمیانی جگہ کو بند کر دینا چاہتی تھی۔ زمانہ قدیم میں اس پہاڑ کو عبور کرنے کے صرف دو راستے تھے۔ ایک راستہ پہاڑ کے قریباً وسط سے گزرتا ہے۔ اس کو بعد میں درہ دانیال کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس درہ کو جدید نقشوں میں ولاڈی قفقاز اور طفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے۔ سیتھیوں کے حملے جن کا ذکر ہیروڈوٹس نے کیا ہے۔ غالباً اسی درہ میں سے کئے گئے تھے۔ دوسرا راستہ پہاڑ کے مشرقی ڈھلوان علاقہ سے گزرتا ہے۔ وہ بحر کیسپین کے مغربی ساحل کے رقبہ تک جاتا ہے جو بعد میں آذربائیجان کہلایا۔ سائرس کے زمانہ میں شمال کے وحشی قبائل سرحدی اضلاع میں اسی راستہ سے آ کر آتے تھے۔

آہنی دروازہ

گو تاریخ ٹھیک ٹھیک نہیں بتاتی لیکن یہ امر قطعی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے بہت عرصہ قبل ان دروں کو ناقابل نفوذ دیواریں اٹھا کر بند کرنے کی فوق البشر کوششیں کی گئیں۔ یہ دیوار چینی دیوار کے صدیوں قبل بنائی گئی اور دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی حریف نہیں ہے سوائے چین کی دیوار کے۔ دیوار جو درہ دانیال کو بند کرنے کی غرض سے بنائی گئی تھی تو ہے کی سلوں کی تھی اور جوڑوں میں پگھلا ہوا تانبا دیا گیا

(مطبوعہ سرگزشت پریس علی گڑھ)

یہی وجہ ہے کہ اس کا مقام جیور جیا میں آج تک بھی "آہنی دروازہ" ہے اور ترکوں نے اس کا ترجمہ "[illegible]" کیا ہے۔
مشرقی حصہ کو تعمیر کرنے کے لئے زیادہ لمبی دیوار بنانی پڑی۔ یہ ڈھلوان علاقہ میلوں تک گیا ہے اور ایک دیوار کیسپین کے ساحل سے پہاڑ کے اس حد تک بنانا ضروری ہوگئی جو بالکل ناقابل عبور متصور تھا۔ چنانچہ دو دیواریں ساحل سمندر سے بنائی گئیں۔ ایک طرف دو میل لمبی تھی لیکن اس مقام تک بنائی گئی جہاں پہاڑ بہت ڈھلوان ہے اور جو سمندر سے تقریباً پچاس میل پر ہے۔ دیواروں کا درمیانی فاصلہ ساحل سمندر کے قریب کوئی پچاس گز تھا لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی گئیں ان کا فاصلہ گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس مقام پر جہاں قلعہ تعمیر ہوا ہے فاصلہ کوئی ... گز رہ گیا۔

دربند

آذربائیجان کا مشہور شہر دربند ان دو دیواروں کے درمیان قائم ہوا اور اب بھی ہے۔ پہلی دیوار میں ایک آہنی دروازہ تھا جس سے شہر میں داخل ہوتے تھے۔ شہر کے دوسرے سرے پر بھی دوسری دیوار میں ایک دروازہ تھا چونکہ یہ شمالی دروازہ کو بند کرتا تھا اس لئے اس کا نام غالباً ساسانیوں کے دور میں "دربند" پڑ گیا۔ ایرانی اس دربند کی دیوار کو "دمارہ" کہتے ہیں۔ اس مقام نے ساسانیوں کے زمانہ میں بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی کیونکہ وہ شمال سے در آنے والوں کے خلاف ایک مضبوط قلعہ تھا۔ تمام عرب مورخین اور جغرافیہ دان مثلاً المقدسی، الہمدانی، الاصطخری، المسعودی، البیرونی اور الیاقوت ہمیں بتاتے ہیں کہ ساسانی سلاطین اس کو سلطنت کا کلید تمام سمجھتے تھے۔ یہ کلید جس کسی کے ہاتھ لگتی وہ سلطنت کا قفل کھول سکتا تھا۔ جب عربوں نے یہ ملک ساتویں صدی عیسوی میں فتح کر لیا تو انہیں بھی اس کی اہمیت کا احساس ہوا۔ انہوں نے اس کو "باب الابواب" کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ المسعودی اور الیاقوت نے اس کو "باب الترک" اور "باب الخزر" بھی لکھا ہے۔ یعنی کیسپین کے قبائل کا دروازہ اس لئے کہ یہ قبائل اسی راستہ سے آیا کرتے تھے۔

بانی کون تھا؟

یہ دیوار کس نے تعمیر کرائیں؟ تمام تاریخی معلومات جو اس سلسلہ میں ملتی ہیں الجھی ہوئی اور غیر یقینی ہیں۔ [illegible] اس سلسلہ میں خسرو نوشیرواں کا نام لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہو سکتا جو لیفس نے دیوار کا ذکر نوشیرواں سے پانچ سو سال پہلے کیا ہے اور برڈ گوشیس لکھتا ہے کہ وہ خود اس مقام تک گیا تھا اور یہ دیوار ۲۵۸ء میں دیکھی تھی۔ نوشیرواں کا دور حکومت مورخین ۵۳۱ء اور ۵۷۹ء کے درمیان تسلیم کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ وہ ان قلعہ بندیوں کا بانی نہیں ہو سکتا تھا جو بعض اور کو ٹیس کا خیال ہے کہ یہ دیواریں سکندر اعظم نے بنوائیں۔ لیکن تاریخی شہادت اس کے خلاف ہے۔ مشہور امریکی مورخ اے۔ وی۔ ولیمس جیکسن نے تسلیم کیا ہے کہ ان دیواروں کو سکندر سے منسوب کرنا مشکل ہے۔ میں نے اپنی بعض تصانیف میں اس مسئلہ سے بحث کی ہے اور محنت نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ تاریخی شہادت سے ہم یہ باور کرتے ہیں کہ یہ دونوں دیواریں سائرس اعظم ۴۲۲ء ق م اور ۵۱۱ ق م کے درمیان بنوائیں۔ ممکن ہے ساسانی سلاطین نے ان کی مرمت کرائی ہو اور غالباً خسرو نوشیرواں نے انھیں از سر نو بنوایا۔

دربند کی دوہری دیوار اٹھارہویں صدی کے ختم تک موجود تھی۔ الیہ الدین نے اپنی کتاب "[illegible]" میں ایک روسی سیاح کی جو ۱۷۱۶ء میں وہاں گیا تھا کھینچی ہوئی تصویر دی تھی لیکن جب مسٹر ولیمس جیکسن نے ۱۹۰۳ء میں اس مقام کا معائنہ کیا تو یہ دیوار گر چکی تھی تو اس کے آثار اس وقت بھی موجود تھے البتہ ایک دیوار اس وقت بھی کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی کتاب "قسطنطنیہ سے عمر خیام کے وطن تک" میں پوری تفصیلات دی ہیں۔ مسٹر جیکسن کے پانچ سال کے بعد میں وہاں گیا تھا اس وقت تک بظاہر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ البتہ دوہری دیوار کا ایک بچا کھچا حصہ اور کمانیں جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے غائب تھیں۔

باکو کا اصل نام

آذربائیجان کا شہرۂ آفاق تیل کا چشمہ دربند کے محاذی ہے۔ باکو جنوب میں واقع ہے۔ اس کا اصل نام "بادکوبہ" یعنی ہوا کے تھپیڑے کھایا ہوا۔ قدیم ایرانی اس ملک کو "آزاد پائیگان" کے نام سے پکارتے تھے اس لئے ملک کی روغنی مٹی ایسی تیزی سے آگ پکڑ لیتی ہے جیسے خشک لکڑی۔ "آذرپائیگان" کے معنی ہیں آگ کی مقدس سرزمین۔ عرب اس کا تلفظ "آذربائیجان" کیا کرتے تھے۔

انقلابی تغیرات

دنیا کے انقلابی تغیرات کا اثر قفقاز کے دشوار گزار [illegible] پر اسی طرح ہوا جس طرح اپنے تمام مقامات پر ہوا کرتا ہے۔ وہ راستے جن کو ازمنہ قدیم میں دیوتاؤں اور دیووں کی سیل گاہ سمجھا گیا تھا اب ان راستوں پر ریلوے لائنوں کے لئے استعمال ہو رہے ہیں جو سینکڑوں مسافروں کو جاڑوں میں ایک طرف سے دوسری طرف لے جاتی ہیں۔ قفقاز کے اندرونی حصہ میں اب کثیر تعداد میں تفریح گاہیں، سینیٹوریم اور صحت خانے ہیں۔ زاروں کے دور میں جو غفلت برتی گئی اس کی کافی تلافی سوویٹ روس کے حالیہ پنجسالہ لائحہ عمل کے دوران میں عمل میں آئی ہوئی زبردست ترقی سے ہو گئی ہے۔ یہ پیشگوئی بہت دشوار ہے کہ جرمن کونسا راستہ اختیار کریں گے۔ اگر وہ قفقاز کو عبور کرنے کے لئے اس رقبہ کی طرف پیش قدمی کریں تو سب سے آسان راستہ تو دربند کا ہے۔ (ماخوذ)

دل کا مرثیہ

وہ دل وہ بحرِ غم کا شناور کدھر گیا
وہ کاروانِ شوق کا رہبر کدھر گیا
وا کر کے مجھ پہ رازِ حیاتِ گرسنہ پا
میرا رسول میرا پیمبر کدھر گیا
تاریکیاں ہیں وسعتِ عالم پہ خیمہ زن
وہ ماہ وہ آفتاب کا ہمسر کدھر گیا
افسردہ ہے خیال تو جذبات مردہ ہیں
احساس کی جبیں کا وہ زیور کدھر گیا
بخشا تھا جس نے سوز براہیم روح کو
بت خانۂ جنوں کا وہ آذر کدھر گیا
میں جن کی وسعتوں میں بھٹکتا پھرا کبھی
وہ دشت کیا ہوا وہ سمندر کدھر گیا
جس کی نوا سے کون و مکاں تک بہک گئے
وہ انگبیں فروشِ سخنور کدھر گیا
اوہام کی سپاہ نے سجدے کئے جسے
وہ صف شکن یقین کا خنجر کدھر گیا
کس آس پہ اٹھائے پھروں جامِ زندگی
اس جام سے وہ بادۂ احمر کدھر گیا
سونا پڑا ہوا ہے جہانِ طلب ندیم
وہ خضر کیا ہوا وہ سکندر کدھر گیا

(احمد ندیم قاسمی)

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۸ر رجب المرجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۰

کانگریس کا فیصلہ

نو دن کے بحث و مباحثہ کے بعد جو مسٹر گاندھی کی موجودگی میں ہوا، کانگریس ورکنگ کمیٹی نے سترہ سو الفاظ کا طویل ریزولیوشن ۱۴ جولائی کو شائع کر دیا ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ ہندوستان کو فوراً آزادی دے دی جائے اور انگریز لوگ یا بہ رضا یا بہ جبر یہاں سے چلے جائیں تو کانگریس برطانیہ کے خلاف موجودہ ناراضی اور دشمنی کو دوستانہ خیالات میں بدل دیگی۔ تاکہ ہندوستان اور برطانیہ دونوں مل کر دنیا کی اقوام کو آزاد کر سکیں اور موجودہ مصائب کا خاتمہ ہو سکے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہندوستان چھوڑ کر چلے جانے کی درخواست سے کانگریس کا یہ مطلب نہیں کہ برطانیہ اور اس کے ساتھی یہاں سے اپنی فوجیں ہٹا لیں اور اقوام متحدہ کی مدافعت کے کاموں میں مشکلات پیدا ہوں!

کانگریس کی التجا ہے کہ یہ نہایت معقول تجویز برطانیہ منظور کر لے جس سے نہ صرف ہندوستان کا فائدہ ہوگا بلکہ آزادی کی اس تحریک میں مدد ملے گی جس کے لئے متحدہ اقوام جنگ کرنے کے مدعی ہیں۔ اگر کانگریس کی یہ اپیل ناکامیاب رہی تو سخت اندیشہ ہے کہ موجودہ حالات بد سے بدتر ہو جائیں گے اور ہندوستان کی مدافعت کرنے کی قوت کمزور ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں کانگریس مجبور ہوگی کہ وہ اس عدم تشدد کی قوت کو استعمال میں لائے جو ۱۹۲۰ء سے سیاسی حقوق حاصل کرنے کے لئے زور پکڑ رہی ہے اور یہ عالمگیر جد و جہد مسٹر گاندھی کی قیادت میں کی جائے گی۔

یہ ہے خلاصہ کانگریس کے تازہ ریزولیوشن کا۔ لیکن ابھی معلوم نہیں ہے کہ جو تحریک مسٹر گاندھی کی قیادت میں شروع ہونے والی ہے اس کی نوعیت کیا ہوگی لیکن کچھ دنوں سے جو مضامین مسٹر گاندھی اپنے اخبار ہریجن میں لکھ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سول نافرمانی ایسے امور سے متعلق ہوگی جن کا لازمی نتیجہ انسداد جنگ کے کاموں میں رخنہ اندازی ہوگی اور ایسی صورت میں موجودہ گورنمنٹ کو سختی کے ساتھ عمل کرنا لازم ہوگا۔

وزیر ہند نے اعلان کر دیا ہے کہ دوران جنگ میں انگریزی اور امریکی افواج ہندوستان سے ہرگز نہ ہٹائی جائیں گی اور موجودہ حکومت جنگی کاموں میں بدستور امداد دیتی رہے گی۔

۱۹۲۰ء کی تحریک عدم تعاون میں جس کی جانب کانگریس ریزولیوشن میں اشارہ کیا گیا ہے مسلمان ہندوؤں کے شریک تھے لیکن فرقہ وارانہ حالت گزشتہ چند سالوں میں ایسی خراب ہو گئی ہے کہ مسلمان مسٹر گاندھی کی مجوزہ تحریک سول نافرمانی میں شریک نہ ہوں گے اور قائد اعظم مسٹر جناح نے اعلان کر دیا ہے کہ مسلم لیگ نہ صرف اس تحریک سے علیحدہ رہے گی بلکہ اس کی مخالفت کرے گی کیونکہ کانگریس چاہتی ہے کہ موجودہ نازک حالت سے فائدہ اٹھا کر برطانیہ کو مرعوب کرے اور انتظام ملک اپنے ہاتھ میں لے کر ان باتوں کا اعادہ کرے جو تین سال قبل کانگریسی حکومتوں کے زمانہ میں اختلاف اور اختلال کا باعث ہوئیں۔

ہر ایک ہندوستانی آزادی کا خواہشمند ہے لیکن اس کے ساتھ ایک بڑا حصہ ملک کو خانہ جنگی اور خونریزی کی مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور مسلمانان ہند کانگریس یا دوسرے الفاظ میں اہل ہنود کی جابر حکومت کو ہرگز گوارا نہ کریں گے اور جب تک ہندو مسلمانوں میں سیاسی معاملات کے متعلق معقول تصفیہ نہ ہو جائے گا مسلمان کانگریس کے ساتھ اس نام نہاد آزادی کی تحریک میں شریک نہ ہوں گے۔

مسلمانوں کا دوست؟

اخبار ہریجن کے مضامین میں کچھ عرصہ سے مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ غالباً اس نظر عنایت کی تہ میں غافل مسلمانوں کو اس تحریک میں شریک کرنے کا منشا ہے جو عنقریب شروع کرنے والے ہیں۔ ایک تازہ مضمون میں مسٹر گاندھی نے نہایت معصومیت کے ساتھ فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کے دوست ہیں اور خلافت میں انہوں نے اس دوستی کا کافی ثبوت دیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ مسٹر گاندھی کو افسوس ہے کہ مسلمان انہیں مشتبہ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان پر اعتبار نہیں کرتے۔

مسلمان فطرتاً شکر گزار قوم واقع ہوئی ہے اور احسان کرنے والوں کا بدلہ احسان سے دینا اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہے۔ جس وقت تحریک خلافت کے سلسلہ میں ترک موالات کا سیلاب آیا مسٹر گاندھی جیسے ہوشمند سیاست داں نے اس میں شامل ہونا مناسب سمجھا اور مولانا محمد علی کے ساتھ مل کر ملک کے ہر ایک گوشہ میں پہنچے۔ اس وقت کانگریس کی تحریک بڑے بڑے لوگوں اور شہریوں میں محدود تھی۔ تحریک خلافت نے کانگریس کو تمام ملک میں روشناس کیا اور عوام کی شورش (ماس ایجیٹیشن) کی قوت لیڈروں کے ذہن نشین ہوئی اس وقت کانگریس کے پاس نہ سرمایہ تھا اور نہ کام کرنے والے۔ خلافت کے روپیہ سے مسٹر گاندھی اور ان کے رفقاء کا سب خرچ ادا کیا گیا۔ خود مسٹر گاندھی کہا کرتے تھے (شوکت علی) بگ برادر انھیں اپنی جیب میں لئے پھرتا ہے لیکن تحریک خلافت کمزور ہوتے ہی مہا سبھا قائم کی گئی۔ شدھی اور سنگٹھن کا پرچار کیا گیا اور مسٹر گاندھی مہاتما بن گئے اور مسیں انجلشن جس کا سبق تحریک خلافت نے دیا تھا کانگریس کے لئے آلہ کار بن گئی۔ ہندو سلطنت کا خواب نظر آنے لگا۔ آریہ تمدن کا پرچار شروع ہو گیا۔ خود مولانا محمد علی مرحوم جنہوں نے آزادی ہندوستان کے معاملہ میں گاندھی جی کا ساتھ دیکر اس قدر تکالیف اٹھائیں مسٹر گاندھی کے رویہ سے متنفر ہو گئے اور مسلمان کانگریس کو صحیح معنوں میں ہندو سیاسی جماعت سمجھنے لگے اور مسٹر جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

مرد کی حاکمیت یا عورت کا راج

چند ہفتے ہوئے ایک پروفیسر نے دوسرا نکاح کیا۔ آپ کی رفیقہ حیات بیس سال کی رفیقہ حیات نے اپنی تحقیر اور بے انصافی سے متاثر ہو کر اپنے دلی جذبات کو ایک نظم کی صورت میں شائع کیا۔ یہ نظم ۲۴ مئی کے سرگزشت میں بھی شائع کی گئی اور بہت دلچسپی اور ہمدردی کے ساتھ پڑھی گئی خصوصاً طبقہ نسواں میں جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جو ہمیں موصول ہوئے۔ اخبار صدق کے لائق اور فاضل ایڈیٹر نے بھی اس واقعہ کی تشہیر میں کافی حصہ لیا اگرچہ ان کے تبصرہ میں مظلومہ پر طعن و تشنیع کا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے نکاح کیا اس نے طلاق دی بلکہ کو اس سے شکایت نہ مرد کا نہ گھر کے اندر کی خبریں ہیں۔ آپ نے [illegible] کر جو دنیا اور پردہ نشین خاتون ہے زلیخا سے [illegible] جس نے اپنی عشق و محبت کی داستان کو زنان مصر کے [illegible]

کرنے والے ہیں۔ حقیقتاً یہ بڑی خدمت ہوگی۔

۲۶۷۔ نیاز احمد صدیقی اعظم گڑھ — خوش ذوق ادیب ہیں
۲۶۸۔ نیاز احمد ملیح آبادی — آجکل شبلی کالج اعظم گڑھ
۲۶۹۔ متقول — سے تعلق ہے اور ملیح آبادی

کو اردو ادب سے گہرا تعلق ہے۔ آجکل دہلی میں قیام ہے۔ متقول ملیح آبادی بہت عمدہ وکالت کرتے ہیں اور علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۲۷۰۔ نور الحسن صدیقی — موہنی گنج کے رہنے والے ہیں۔ ادب اردو پر گہری نظر ہے۔ آجکل الہ آباد میں قیام ہے اور انجمن زمینداران آگرہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں۔ تاج محل۔ تاریخ زمینداران آگرہ اور چند سیاسی رسائل آپ کے مشہور ہیں۔ علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۲۷۱۔ نسیم صبحی — پانی پت کے رہنے والے ہیں۔ ادب اردو سے دلچسپی ہے۔ شاعر ہیں اور سلیم پانی پتی کے شاگرد ہیں۔ آجکل حیدر آباد میں قیام ہے وطن ثانی ملیح آباد بن گیا ہے۔

۲۷۲۔ نظام علی علوی — قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ تمام طالب علمی کا دور علی گڑھ میں گزرا۔ بہت ذہین اور قابل انسان تھے۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ بلا کے دل پھینک اور بذلہ سنج تھے۔ لیکن دیرآشنا۔ نہایت درجہ مخلص اور فیاض۔ دوسروں کے دکھ درد کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ ہر شخص کی روایت کو صحیح تصور کرتے تھے۔ اردو اور ادب سے عشق تھا۔ حافظہ پر عبور حاصل تھا۔ جناب منشی احتشام علی صاحب رئیس لکھنؤ رکن مسلم یونیورسٹی کورٹ کے صاحبزادے تھے۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی اور ایسا قابل نوجوان کو ہماری جماعت سے موت کے زبردست ہاتھوں نے چھین لیا۔ علی گڑھ تحریک سے ان کو عشق تھا۔ ایسے بلند اخلاق کے انسان ہر دور میں پیدا نہیں ہوا کرتے۔

۲۷۳۔ نور الحسن ہاشمی — سندیلہ ضلع ہردوئی کے رہنے والے ہیں۔ نہایت درجہ قابل اور خوش ذوق عرصہ تک رسالہ جامعہ کے اڈیٹر رہے ہیں۔ آجکل علی گڑھ سے تعلق ہے۔ اردو ادب پر تنقیدی نظر ہے۔ آپ نے برنارڈ شا کی تصنیف کینڈڈا کا ترجمہ کیا ہے۔

۲۷۴۔ واحد یار خاں — علی گڑھ تحریک سے عشق ہے۔ ادب اردو سے تعلق ہے۔ آجکل اجمیر شریف میں قیام ہے۔

۲۷۵۔ وحید اکبر آبادی — اکبر آباد کے رہنے والے تھے میگزین

کے اڈیٹر ہیں۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ عین عالم شباب میں ان کا ۱۹۳۳ء میں انتقال ہوگیا۔

۲۷۶۔ وصی الحسن زیدی سید — آگرہ میں وکالت کرتے ہیں۔ خوش ذوق ادیب ہیں اور علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۲۷۷۔ ہادی حسن سید — بنارس کے رہنے والے ہیں۔ ادب اردو کا ذوق ہے۔ علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۲۷۸۔ ہری بال وارشنی — اپنے دور کے ممتاز طلبہ میں تھے ادب اردو کا ذوق ہے۔ آجکل الہ آباد میں قیام ہے۔ علی گڑھ تحریک سے دلچسپی ہے۔

۲۷۹۔ ہری رام ظفر — یہ خاندان خدمت ادب کے لئے مشہور تھا۔ افسوس عین عالم شباب میں ان کا انتقال ہوگیا۔

۲۸۰۔ یوسف حسین نجفی مولانا — بڑے بلند پایہ ادیب تھے۔ آپ کی تصانیف کی عراق میں بڑی قدر کی جاتی تھی۔ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق کالج سے اثنا عشری امام کی حیثیت سے تھا آپ امامیہ تعلیمات کے بھی استاد تھے۔ بڑے آزاد خیال اور زندہ دل مذہبی معلومات بہت بلند۔ ایسے افراد ہر زمانہ میں پیدا نہیں ہوا کرتے۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی اور ۱۹۳۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ ان کی گفتگو میں حلاوت تھی۔ جو شخص آپ سے ملتا تھا وہ آپ کے بلند اخلاق سے متاثر نظر آتا تھا۔ فرقہ وارانہ تنگ نظریوں کے سخت خلاف تھے۔

۲۸۱۔ یعقوب رضا محمد — غازی پور سٹی ہائی اسکول سے تعلق ہے۔ اردو ادب سے دلچسپی ہے۔

اخبارات کی رائے

علی گڑھ اور اردو

معاصر ہماری زبان لکھتا ہے کہ :۔

"جناب خان بہادر محمد یونس خان صاحب شروانی (علی گڑھ) نے اپنے ایک مراسلہ میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نقل بغرض اشاعت ہماری زبان کو روانہ کی ہے۔ اس خط میں یہ شکایت ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں اردو کے ساتھ جیسا ہونا چاہئے سلوک نہیں ہو رہا ہے۔ مثلاً کہا یہ گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی گزٹ میں ہندی نام اردو کے لئے جگہ رکھی گئی ہے۔ یہ شکایت بالکل حق بجانب ہے اور ہمیں امید ہے کہ نہ صرف ڈاکٹر سر ضیاء الدین بلکہ علی گڑھ کا ہر ایک خواہ یہی چاہیگا کہ علی گڑھ اور اردو کا تعلق روز بروز زیادہ سے زیادہ ہوتا جائے۔ سر سید اور ان کے رفقا نے اردو کی ترویج و ترقی اور اس کی اصلاح کے لئے جو کچھ کیا وہ ہر پڑھے لکھے اردو داں کو معلوم ہے۔ ان کوششوں کے ساتھ بڑا ظلم ہوگا اگر علی گڑھ میں اردو کی طرف سے بے توجہی کی گئی۔ اس وقت بھی علی گڑھ جتنا فخر کرے کم ہے کہ اردو کے پڑھے لکھے بہی خواہوں میں بڑی تعداد علی گڑھ کے سپوتوں کی ہے اور ان میں سے بعض تو اس آڑے وقت میں اس کے لئے بڑا سہارا ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ ایک طرف تو مسلم یونیورسٹی میں اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی تجویز پیش ہے اور دوسری طرف ایسی شکایتوں کا موقع دیا جاتا ہے؟ ہمیں پوری امید ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اور ان کے رفیق کار جلد ایسی شکایتوں کو رفع کریں گے اور کوئی ایسی صورت ہی پیدا نہ ہونے دیں گے کہ اس قسم کی شکایت یا اعتراض کا موقع آئے۔"

آزادی یا غلامی!!

گاندھی جی اس وقت سیاسیات کی دنیا میں ایک معمہ بنے ہوئے ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا، ان کی روش کیا ہے؟ وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ کیا کریں گے؟ ان کی مثال ایک آتش فشاں پہاڑ کی ہے جو ابتک سرد تھا لیکن اب اس میں سے دھواں اٹھنے لگا ہے۔ شعلے بلند ہونے لگے ہیں۔ دیکھتا ہوا لاوا ابل رہا ہے۔ شاید آن کی آن میں یہ آگ اور یہ لاوا امن کے سبزہ زار کو خاکستر کردے اور ملک ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔

اگر گاندھی جی آزادی چاہتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ ان کا دیس غلامی سے آزاد ہو تو ان کے سامنے صرف ایک چارہ کار ہے اور وہ یہ کہ پاکستان کا مطالبہ قبول کرلیں اور مسلم لیگ کے ساتھ مل کر ایک ایسی حکومت بنائیں جو قومی ہو جو دوران جنگ میں جاپان کے حملوں سے ہندوستان کی حفاظت کا سامان کرے اور جنگ کے کامیاب اختتام کے بعد ملک کی قوموں کو سکون، چین، سکھ اور اطمینان عطا کرے۔ [illegible]

(ہندوستان)

مسٹر فضل الحق کا بیان

کلکتہ۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ کو مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال نے بتایا کہ میں نے تا حال پر وگرام لیڈ مسلم لیگ کے پروگرام کو عملی شکل دینے کے مسئلہ پر غور نہیں کیا، بلکہ مسلم لیگ سے یکجہتی کی اپیل کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ انصاف کرے۔ اگر انصاف نہ کیا گیا تو میں اپنا پروگرام شروع کروں گا۔

خاکساروں کے رسالہ کی ضبطی

مدراس۔ تحت قانون دفاع ہند زیر دفعہ (۴۰) اس اردو رسالہ کو جو یا دہانی برخاکساران کے نام سے موسوم اور علامہ مشرقی قائد خاکساران کے دستخط کے حامل ہے، حکومت مدراس نے اس کو قابل ضبطی قرار دیا ہے۔ آج بارہ بجے دن کو مقامی سی آئی ڈی نے اس مطبع کی تلاشی لی جہاں یہ رسالہ طبع ہوا اور چند مطبوعہ کاپیاں نیز وہ پتھر جن پر ان کی طباعت عمل میں آئی تھی ضبط کر لی گئیں۔

(اورینٹ پریس)

عربوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش

جرمنی اور اٹلی کے وعدے

لندن۔ اخبار "ٹائمز" کا سیاسی نامہ نگار لکھتا ہے کہ لبنان اور فلسطین میں نیز عراق میں صورت حالات تسلی بخش بیان کی جاتی ہے۔ عراق میں خاص طور پر صورت حالات حکومت کے قابو میں ہے۔ شامیوں کا رویہ غیر یقینی ہے۔ شام میں محوری طاقتوں کا زبردست پروپیگنڈا ہو رہا ہے.... مخالف پارٹی کے کچھ ممبران مصر بھی گئے ہیں اور یہ اندیشہ ہے کہ وہ کوئی جھگڑا نہ کھڑا کر دیں۔ عام انتخابات رجو کہ اسی سال ہونے والے ہیں) کی وجہ سے مخالف لوگوں کو اس کا موقع ہاتھ آ جائیگا لیکن عام انتخاب کو ملتوی کرنے کی کوئی فوری وجہ نہیں ہے۔ باخبر لوگوں کا اندازہ ہے کہ اگر مصر پر جرمن حملہ ناکام رہا تو عربوں کی بڑی تعداد اتحادیوں کی طرف ہو جائے گی۔ کچھ دنوں سے عرب ملکوں میں جرمنی اور اٹلی کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ جرمنی اور اٹلی مشرق وسطیٰ کو برطانوی سامراج سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ اٹلی کے اخبارات خاص طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ مصر کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹلی مصر کی نجات کے لئے انگریزوں سے لڑ رہا ہے اور مصر کو نئے نظام میں آزاد لوگوں میں درجہ حاصل ہوگا۔

جاپانی جرنیل ٹرکی میں

استنبول۔ ایک جاپانی جرنیل جاپانی فوجی سفیر مقیم برلن کے ساتھ چند دنوں کے لئے استنبول آیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف النوع قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ یہ سفیر سرکاری طور پر بعض حالات کے معائنہ کے لئے دورہ کر رہا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ یہاں موجودہ صورت حالات کے متعلق ٹرکی کے سیاسی اور فوجی حلقوں کو آگاہ کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ ٹرکی میں آنے سے قبل اس نے جاپانی سفیر مقیم برلن کے ساتھ بلغاریہ میں صوفیہ تک سفر کیا ہے۔

صدر انونو استنبول میں

پیرس ریڈیو پر خبر سنائی گئی ہے کہ صدر عصمت انونو استنبول گئے ہیں اور وہاں کئی روز تک قیام کریں گے۔ روانگی سے پیشتر آپ نے وزیر خارجہ اور دیگر [illegible] سے ملاقاتیں کی۔

عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبہ جغرافیہ کی تجویز

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں شعبہ جغرافیہ کھولنے کی تجویز ہے۔ اس کے واسطے ایک مکمل اسکیم مرتب کرنے کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی کی دعوت پر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد صاحب ریڈر شعبہ جغرافیہ حیدرآباد تشریف لے گئے تھے۔ قاضی صاحب اسکیم بنا کر واپس تشریف لے آئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں جغرافیہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آہستہ آہستہ مختلف یونیورسٹیوں میں اس مضمون کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس مضمون کی تعلیم میں ہماری یونیورسٹی کو سارے ہندوستان میں سبقت و امتیاز حاصل ہے۔

انجمن اصلاح مضافات کے سکرٹری کا دورہ

ابرار حسین صاحب قادری سیکرٹری۔ ۱۰ جولائی ۱۹۴۲ء بروز جمعہ موضع ... گنواں پہونچے۔ وہاں قبل نماز جمعہ گاؤں والوں سے ملاقاتیں کیں اور کاشت کے متعلق گفتگو کی۔ کھیتوں کو دیکھا۔ جمعہ کی نماز میں شرکت کی۔ قریب سوا سو ۱۲۵ آدمیوں کے نماز میں موجود تھے۔ نماز کے بعد انجمن کا جلسہ شروع ہوا۔ سکرٹری انجمن نے لوگوں کو اجناس خوراک کی کاشت بڑھانے کی ضرورت بتائی اور اے۔ آر۔ پی کے اصول و ان پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دلائی۔ موضع میں ایک مقامی کمیٹی بھی بنائی گئی جو اب کام کر رہی ہے۔

نوٹس

چونکہ میونسپل بورڈ علی گڑھ نے مندرجہ ذیل ترمیم ان اختیارات کے بموجب جو کہ اس کو حسب دفعہ (L) I 298 (a) F (2) 298 میونسپل ایکٹ نمبر ۲ سنہ ۱۹۱۲ء کے رو سے حاصل ہیں کرنا منظور کر لیا ہے لہٰذا ان کو دفعہ (۱) ۳۰۱ ایکٹ مذکور کی رو سے بغرض آگاہی عوام مشتہر کیا جاتا ہے کہ مسودہ متذکرہ بالا پر بورڈ ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء کے بعد غور کرے گا۔ جس کسی شخص کو ان پر کوئی اعتراض ہو یا رائے دینا ہو تو وہ اپنی رائے یا اعتراض کو تحریر کر کے دفتر میونسپل بورڈ میں تاریخ مذکورہ بالا سے قبل روانہ کر دیں۔

(دستخط) درگا چرن سکسینہ
ایگزیکٹو آفیسر، میونسپل بورڈ علی گڑھ
مورخہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء

ترمیم مجوزہ

موجودہ قواعد در بارہ نگرانی فروختگی اشیاء خوردنی در مقامات جہاں پر وہ تیار کی جاتی ہیں یا فروخت کی جاتی ہیں کے قاعدہ ۱۶ کے آخر میں حسب ذیل الفاظ بڑھائے جائیں۔

(۱) کوئی شخص پوری۔ مٹھائی و دیگر کھانے کی چیزیں کسی چھپے ہوئے یا ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ میں باندھ کر نہ دے گا۔ اس کام کے لئے صاف پتوں کے دونے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

(۲) سزا کے جدول میں "۱۶" کے ہندسہ کا ہندسہ "۱۴" اور لفظ "..." کے درمیان اضافہ کر دیا جائے۔

مارشل ٹموشنکو کی فوجوں کے کٹ جانیکا خطرہ پیدا ہو گیا

لندن۔ ٹائمز نے لکھا ہے کہ ہٹلر کا مقصد کاکیشیا کے تیل کے علاقہ پر قبضہ کرنا ہے۔ اس اخبار نے مزید لکھا ہے کہ جرمن کمانڈر جنرل فان باک کی فوجوں کو اس کام پر لگا دیا گیا ہے کہ وہ ایک چینی کی طرح روسی لائنوں کو توڑ کر آگے بڑھ جائیں اور سیدھے کاکیشیا کی طرف پیش قدمی شروع کر دیں۔ جرمنوں نے دعوے کیا ہے کہ کرسک اور بلگورد میں انھوں نے دو ہراحملہ کر کے روسی لائنوں کو توڑ دیا ہے اور محاصرہ کرنے والی فوجوں کے ذریعہ روسیوں کی ایک بڑی فوج کو گھیر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھیک ہو۔ جرمنی نے روس کی جنگ میں کئی بار کامیابی سے یہ چال چلی ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس بار بھی روسی فوج گھر جائے گی اسے شکست خوردہ نہیں کہا جا سکتا۔

ترک موالات اور عدم تعاون

جناب ایڈیٹر صاحب سرگزشت علی گڑھ۔

گاندھی جی پھر ترک موالات و عدم تعاون کا فتنہ برپا کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہم کو اب کانگریس کے ساتھ مل کر ترک موالات کی تحریک میں شریک ہونے کا کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے متعلق جو جد وجہد ہوا ہے یا ہونے والا ہے اس میں کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد عمل اسی قسم کا اتحاد ہے جس کی مثال دیو اور بونے کی کہانی میں جو کسی بڑے مصنف نے انگریزی زبان میں لکھی تھی ملتی ہے۔ سنہ [illegible] میں مسلمان ترک موالات اور عدم تعاون کی تحریک میں شریک ہوئے مسلمانوں کے لئے جو اس کا نتیجہ ہوا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کا نتیجہ ۱۹۳۵ء کا انڈیا ایکٹ ہے جس کی وجہ سے کانگریس کی صوبجاتی حکومتیں وجود میں آئی تھیں اور جن کے خاتمہ پر مسلمانوں نے قومی حیثیت سے ایک عجیب سے اپنی آزادی کی خوشی منائی تھی۔

ہم مسلمان انگریزوں کی غلامی کے ہرگز متمنی یا شیدا نہیں ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور تمام دنیا کی قوموں سے زیادہ آزادی کے شیدا ہیں۔ گو اس وقت غلامی کا جوا ہمارے کندھوں پر رکھا ہے لیکن ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ وہ اس غلامی سے نجات پائے لیکن ہم مسلمانان ہند کے لئے تو ادھر کنواں ادھر کھائی کی مثل صادق آتی ہے۔ اگر انگریزوں کی غلامی سے ہم کو آزادی ملتی ہے تو کانگریس سامنے جال پھیلائے بیٹھی ہے اور اس کے جال میں پھنسنا ہر طرح ہماری قومی بربادی کا باعث ہوگا۔ ہم ہرگز کسی دوسرے کی حکومت کا جوا اپنے کندھوں پر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انگریزوں نے ہندوستان کے آزاد کرنے کے متعلق وعدے وعید تو بہت کئے ہیں مگر اس وقت تک ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ مسٹر چرچل کی گورنمنٹ نے امریکہ کے ساتھ مل کر تمام دنیا کو آزادی دلانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس کا اعلان بھی کیا ہے۔ لیکن ایک بد قسمت ہندوستان ہی ہے کہ وہ اس دنیا میں شامل نہیں ہے کہ جسے وہ آزادی دلانا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کو انگریز پوری قومی آزادی دینے کے لئے تیار نہیں معلوم ہوتے۔ لیکن ہم مسلمانوں کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم تو کروڑ ہندوستان کے رہنے والوں کی طرف سے اپنی قومی آزادی کا مطالبہ کئے جائیں اور اس کے لئے جو تدبیریں مناسب ہوں ان کو کام میں لائیں۔

ادھر ہماری کانگریس اور ہندو مہاسبھا اور دیگر سیاسی جماعتیں ہیں جو ہم سے کوئی سمجھوتہ و تصفیہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت آبادی کی وجہ سے حکومت کرنا ہمارا حق ہے اور مسلمان جو اقلیت میں ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ہمارے زیر اثر اور زیر حکومت رہ کر زندگی بسر کریں۔

'مگر یہ بات ہونے والی نہیں ہے'

اب سوال یہ ہے کہ اگر گاندھی جی پھر ترک موالات کا طوفان اٹھائیں تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ میں مسلمانوں کو رائے دوں گا کہ وہ اس میں ہرگز حصہ نہ لیں۔ انگریزوں سے صاف کہہ دینا چاہیے کہ کانگریس کی تحریک سے علیحدگی آپ کی کسی خوشامد کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ہم اپنی آئندہ حفاظت کی وجہ سے اس سے علیحدہ رہنا چاہتے ہیں۔ کانگریس سے صاف کہہ دینا چاہیے کہ اگر آپ ہم سے سمجھوتہ اور تصفیہ نہیں کرتے جس سے ہم کو اپنے پورے قومی حقوق ملنے کی امید ہو تو پھر ہم آپ کی کسی تحریک میں شریک ہونا نہیں چاہتے۔ لیکن برخلاف اس کے اگر آپ ہم سے سمجھوتہ اور تصفیہ کر لیں تو ہم آپ کے ہیں اور آپ ہمارے ہیں۔ آپ ہمارے ہم وطن ہیں۔ جب تک ہم دونوں نہ مل جائیں گے اس وقت تک ملک کو آزادی نصیب نہ ہوگی، ورنہ دونوں فریقوں میں سے کوئی فریق خوش رہ سکتا ہے۔

ہم کو برٹش قوم سے مطلق کوئی پرخاش نہیں ہے کیونکہ انگلستان میں ہزاروں انگریز اس وقت ہندوستان کو آزادی دلانے کی حمایت کر رہے ہیں۔ ہم کو جو شکایت ہے وہ موجودہ برٹش گورنمنٹ سے ہے جو باوجود اس نازک حالت کے جو پیش آ رہی ہے اپنا پنجہ تو مار ہندوستان کے گلے پر سے ڈھیلا کرنے کو تیار نہیں ہے۔

لیکن ساتھ ہی ہم مسلمانوں کو اس وقت عدم تعاون کی تحریک میں شریک نہیں ہونا چاہیے ورنہ کوئی دوسری ظالم حملہ آور قوم ملک میں گھس پڑے گی جو حقیقی معنوں میں مادر ہند کو اپنے پاؤں کے تلے روند روند کر تباہ کرنا شروع کر دیگی اور پھر صدیوں تک ہم کو آزادی حاصل کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

بس میرے ہم قوم مسلمانو! تم اچھی طرح سے غور کر کے فیصلہ کر لو کہ ترک موالات میں اس وقت تمہارا شریک ہونا تمہارے لئے کسی طرح اچھا نہ ہوگا۔

خاکسار عبداللہ ایڈووکیٹ علی گڑھ

(خان بہادر)

خبریں

دار العلوم دیوبند کے طلبا میدان عمل میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کی گرفتاری کے بعد آئندہ اقدام کے سلسلہ میں طالب علموں کی ایک نمائندہ اور منتخب مجلس عمل نے طویل مشورہ اور بحث و تمحیص کے بعد ایک پروگرام مرتب کر لیا ہے جس کا ابتدائی حصہ مشتہر کر دیا گیا ہے۔ فی الحال مجلس عمل نے جو پروگرام مشتہر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس عمل کی ہدایات کے ماتحت طلبا کے وفود پہلے صوبہ یو۔ پی کا دورہ کریں گے اور اگر موقع ملا تو یہ وفود صوبہ پنجاب کے بعد دوسرے صوبوں کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ وفود سہارنپور مظفر نگر میرٹھ وغیرہ اضلاع کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ وفود ہر ضلع میں شہری بچاؤ اور خدمت خلق کے متعلق جمعیۃ علماء ہند کے سرکلر کی ہدایات کو عملی جامہ پہنائیں گے تاکہ عوام میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو اور آنے والے خطرات کا مقابلہ کر سکیں۔ دار العلوم کی ایک عظیم الشان انجمن نے مولانا کی گرفتاری کی وجہ سے اپنا سالانہ اجلاس ملتوی کر دیا ہے ایک دوسری انجمن نے مولانا کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا ہے

(محمد وحید الدین قاسمی نامہ نگار [illegible])

ایک کروڑ کی اپیل

دہلی کی اطلاع ہے کہ پنڈت مدن موہن مالویہ سیٹھ جگل کشور برلا، ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی وزیر بنگال اور دوسرے سربرآوردہ ہندو لیڈروں نے ایک آل انڈیا دھرم سیوا سنگھ قائم کی ہے جس کے مقاصد یہ ہیں کہ سناتن دھرم آریہ سماج، بدھ، جین اور سکھ فرقوں میں سنگٹھن پیدا کیا جائے۔ ہندو نسل، ہندو دھرم اور ہندو تہذیب کی حفاظت کی جائے اور سنسکرت و سنسکرتی ہندی کی ترویج و اشاعت سے... آریہ تمدن کی ترقی و اشاعت کے لئے بہترین ذرائع اختیار کئے جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سنگھ کے دفتر دہلی اور کلکتہ میں قائم کئے جائیں گے اور کام کے آغاز کے لئے بانیان سنگھ نے ہندوؤں سے ایک کروڑ روپیہ کی اپیل کی ہے۔

میاں گڈو دے کر شکر گزار فرمائیے۔ (راحیل شیرازیہ)

بہنوئی سے تعارف

امتیاز اے نورِ حق اے راحتِ جانِ امتیاز
ساری دنیا میں تجھے ہم نے کیا ہے امتیاز
باپ تو میرے بہت کمزور اور بیمار ہیں
ماں ہمیشہ سے ہیں غم کی جیتی دل آزار ہیں
بھائی جاں پردیس میں ہیں دور سب سے جی بیمار
نوکری پیشہ ہیں آ سکتے نہیں وہ بار بار
میں تو اک غم آشنا ہوں بیکس و مجبور ہوں
ہو گئی کے حال میں سب ساتھیوں سے دور ہوں
داستانِ غم ہے میری طول پھر سننا کبھی
یہ مسرت کی گھڑی ہے اس کو پھر سننا کبھی
ہے مری منجھلی بہن وہ قدرتی ناشاد ہے
واسطے اس کے ہمیں اللہ سے فریاد ہے
بے بہا در گود میں آئے مگر سب چھن گئے
اس کا گھر اجڑا عدو کے کام سارے بن گئے
نرغۂ اعدا میں ہے اور دل ہے اس کا پاش پاش
ہمت عالی یہ سب کہتے ہیں اس کے شاد باش
چھوٹے بھائی پر ہمارے نرغۂ کفار ہے
کانگرس والوں کے ہاتھوں سے بہت بیزار ہے
چین ہی لینے نہیں دیتے ہیں ظالم ہر گھڑی
واسطے اس کے ہمیشہ ہے نئی مشکل اڑی
سب کے سب ہیں اپنے اپنے حال میں ہم مبتلا
اس لئے اپنا مخالف ہو گیا چھوٹا بڑا
آسیہ چھوٹی بہن ہے لاڈلی سب کی عزیز
نذر ہے وہ آپ کے حاصل رہے تم کو سرور
جل مریں دشمن ہمارے آپ کے معلوم ہوں
تاکہ ان کو ان کے کردار عیاں معلوم ہوں
دشمنوں اور حاسدوں کو بے اجارہ کر دیا
اس جگر گوشہ کو لے تیرے حوالہ کر دیا
ہے بہن معصوم میری خاک پائے فاطمہؓ
ہم ہیں تینوں بہنیں بے کس نقش پائے عائشہؓ
جو کہے جو کچھ کہے منہ کس کا روکیں وائے بخت
لیک ہم ہیں خوش کہ دنیا ہے مسلمانوں پہ سخت
وار دشمن کا نہیں چلتا صداقت پر کبھی
بدنما دھبہ نہیں لگتا شرافت پر کبھی
خدمتِ شوہر ہمارے واسطے اعزاز ہے
دونوں بہنوں کے نمونوں پر بہن کو ناز ہے
یہ کرے گی پیروی دلجوئی تو خوش ہو گی تمام
دین کو دنیا میں بہتر ہے گا اس کا پھر اعلیٰ مقام
آنکھ کھولی تو اطاعت شوہری ماں سے ملی
اس نے بہنوں سے سبق حاصل کئے حرفِ جلی
تیرے دشمن کو ہمیشہ پائمالی ہو نصیب
آسیہ خاتون ہو تقدیر والی خوش نصیب
گھر ترا فردوس دل تیرا ہو نور اعلیٰ نور
اے خدا ان دونوں کو حاصل رہے اعلیٰ سرور
عاشق و معشوق کہلائیں یہ دونوں تا ابد
دشمنوں کو ان کے دکھلانا خدا یا روزِ بد
گو کہ بھی ٹھنڈی رہے اور مانگ بھی ٹھنڈی رہے
حاسدوں کی آرزو پوری نہ ہو گندی رہے

بہن سے خطاب

لو خدا حافظ سدھارو جاؤ تم اپنے وطن
زندگی بھر دور ہی تم سے رہیں رنج و محن
ماں کے بدلے ماں ملی جو ہیں شفیق و مہرباں
خواہری بہنوں کے بدلے میں خلیق بیکراں
دونوں بھائی جیسے اپنے ہیں ہمیشہ جاں نثار
ایسے ہی یہ بھائی بھی تجھ کو ملے الفت شعار
ہیں چچا بھی ہمارے جس طرح ہم پر فدا
یہ چچا جی بھی تمہارے مہرباں حد سے سوا
شکر خالق کا ادا کرنا تمہارا کام ہے
مہربانی اس کی ہے تو نیک ہی انجام ہے
اپنا جیسا تھا بھرا گھر ویسا ہی تم کو ملا
اس لئے تم بھی کرو اب شکر مالک کا ادا
اپنا دل تم سب کے دل میں جانِ جاں ڈالا کرو
گھل کے مل کے بات تم ماں باپ کی بالا کرو
مہ جبینا چھوٹے بڑوں کا یہ تمہارا کام ہو
دل میں دل ڈالو تمہارے خاندان کا نام ہو
چین ہو تجھ کو نہ ان سب کے بغیر اے آسیہ
مانگیں سب چھوٹے بڑے واں تیری خیر آسیہ
خادمہ بن جاؤ پھر مخدوم کو خادم کرو
اپنے اور اس کے ہر اک دشمن کو یوں نادم کرو
راحتیں دنیا میں ہوں اور آخرت میں سرخرو
ہو تری تقلید ہر چھوٹے بڑے کے روبرو
سرخرو راحیل بھی ہو آپ سب کے سامنے
تب میں یہ سمجھوں کہ پھل پایا ہے تیر کمانے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۷۸۷ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر تحصیل بلند شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

نالش بقایا لگان موضع نچانہ پرگنہ اگوتہ ضلع بلند شہر

چودھری ہیم سنگھ بنام بابورام مدعا علیہ

بنام بابورام پسر متھرا داس قوم ویش اگروال ساکن موضع نچانہ پرگنہ اگوتہ تحصیل و ضلع بلند شہر مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۶ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء وقت دس بجے دن بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیے اور جواب دہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ یہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہو گا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۹ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

آنریبل سر محمد عثمان ممبر وائسرائے کونسل

آنریبل سر محمد کے سی آئی ای کی ولادت ۱۸۸۴ء میں بمقام مدراس ہوئی۔ آپ کا آبائی وطن تنجاور ہے۔ سر محمد عثمان کی ابتدائی تعلیم کرسچین کالج مدراس میں ہوئی اور آپ نے اسی کالج سے بی۔ اے کی سند حاصل فرمائی۔ ۱۹۱۳ء میں آپ مدراس کارپوریشن کے کونسلر مقرر ہوئے اور انجمن امداد نسواں اور خیراتی فنڈ کے آنریری سکریٹری بنائے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی وانم باڑی کے آنریری جائنٹ سکریٹری، ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس کے بورڈ آف وزیٹرس کے پریزیڈنٹ اور جنوبی ہند کی محمڈن ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے پریزیڈنٹ۔ انجمن مفید الاسلام کے پریزیڈنٹ۔ ساؤتھ انڈین لیگ فیڈریشن کے فرسٹ سکریٹری اور زمانہ بر سر قیادت فیڈریشن کے پریزیڈنٹ آف

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ یکم اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۲۴ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۱

تعدد زوجات

سرگزشت میں مصر کے ایک روشن خیال عالم قاسم امین بیگ کی رائے تعدد ازدواج کے متعلق درج کی گئی تھی۔ اس پر ہمعصر صدق کے لائق اڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔
"یہ مصر کے روشن خیال عالم "علامہ" کس فن میں تھے؟ فقہ میں، حدیث میں، علوم قرانی میں؟ جانے دیجئے علوم اسلامیہ کو، علوم حاضرہ میں کسی میں انہیں تبحر حاصل تھا؟ فلسفہ میں، منطق میں، سائنس کی کسی شاخ میں؟ ان کی "علامیت" کی کل کائنات وہی ان کا روشن خیال رسالہ تحریر المراۃ تھا جس کے پُرزے پُرزے کرکے مصر کے مصری کے دوسرے اور آن کہیں مشہور عالم فرید وجدی نے المراۃ المسلمہ میں رکھدئے تھے۔ اگر مسئلہ پر حکم (authorities) کی حیثیت ہر مدعی "روشن خیال" اہل قلم رکھ سکتا ہے تو آخر ہمارے ہندی روشن خیالوں نے کیا قصور کیا ہے؟ اور فیصلہ ناطق صادر کرنے کیلئے ہماری ہی زبان کے ایک مرحوم ادیب سید سجاد حیدر یلدرم کیا برے ہیں!"

غالباً سید سجاد حیدر اپنی "مرحومیت" کے متعلق صدق کے فاضل اڈیٹر کی تشفی کر سکیں گے۔ ابھی سجاد حیدر زندہ ہیں یلدرم کے قلم میں زور اور طبیعت میں شوخی باقی ہے۔ یہ ہم تحقیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ قاسم امین بے مصری کس فن کے عالم تھے اور کس مدرسے سے ان کے دستار فضیلت باندھی گئی۔ یہ البتہ جانتے ہیں کہ قاسم امین بے اپنی قوم کے خیرخواہ تھے۔ مصری عورتوں کی حالت کو دیکھ کر ان کے دل پر بڑا اثر ہوا اور انھوں نے اصلاح معاشرت کو اپنی قوم کے لئے ضروری سمجھا۔ باوجود مخالفت کے جو اس حالات میں مصلحوں کو پیش آتی ہے انھوں نے اپنی کوشش کو جاری رکھا۔ ان کی نیک نیتی اور زمانہ شناسی کا یہ بین ثبوت ہے کہ آج نہ صرف مصر میں بلکہ ترکی۔ ایران۔ شام اور دوسرے ممالک میں ان کے خیالات کی ترویج ہو رہی ہے اور عورتوں کی تعلیم و معاشرت کے متعلق تعصب اور قدامت پسندی رفع ہو گئی۔ آج مصر، ترکی اور ایران کی عورتیں اُس پستی کی حالت میں نہیں ہیں جو تیس چالیس سال پہلے تھی بلکہ تمام قومی کاموں میں خصوصاً تعلیم میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں۔

برخلاف اس کے فرید وجدی بات جنھوں نے قاسم امین کے رسالے کے بقول ہمعصر صدق پرزہ پرزہ کرکے رکھ دئے تھے اپنی کوشش میں ناکامیاب رہے۔ خود ہمارے ملک میں جب سرسید احمد خاں نے اپنی قوم کی اصلاح کا کام شروع کیا تو ہندوستان کے بہت سے فرید وجدیوں نے ان کی مخالفت کی۔ قدامت پسند عالموں نے مغربی تعلیم کو بدعت اور خلاف شرع قرار دیکر اس کو ملتوی کیا۔ کفر کے فتوے شائع ہوئے لیکن زمانہ نے بتادیا کہ قدامت پسند مخالفین حق پر نہ تھے اور سرسید کو کامیابی ہوئی۔ سرسید بھی کسی فن کے عالم نہ تھے۔ فقہ کے نہ حدیث کے نہ فلسفہ کے نہ سائنس کے اور نہ کسی دینی یا دنیوی درسگاہ سے ان کے دستار فضیلت باندھی گئی تھی۔

صدق کے لائق اڈیٹر خود اپنی حالت پر خیال فرمائیں۔ کسی فن کے مستند عالم نہیں ہیں، البتہ علی گڑھ کے گریجویٹ اور کھلنڈرے ہیں، لیکن شب و روز ملک اور قوم کی اصلاح کے متعلق کتابیں اور رسالے لکھتے ہیں، لکچر دیتے ہیں اور صدق کے ذریعہ تجدد نوازی کی خوب خبر لیتے ہیں۔ محمد علی مرحوم اُن فنون میں سے کسی کے عالم نہ تھے جن کا حوالہ اڈیٹر صدق نے دیا ہے۔ مصطفےٰ کمال پاشا بھی کسی فن کے عالم نہ تھے، نہ رضا شاہ پہلوی، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے ملک اور قوم کی خدمت نہ کی۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ عورتوں کے متعلق جو نظریہ ہمعصر صدق نے قائم کیا ہے اور جس شدت کے ساتھ رائے ظاہر کی جاتی ہے فرید وجدی کے خیالات کی طرح بےکار ثابت ہوگی اور عنقریب زمانہ ہندوستان کو بھی مجبور کریں گی کہ عورتوں کے حقوق اور تعلیم و اصلاح کے متعلق قاسم امین کی رائے پر عمل کیا جائے۔

علی گڑھ کی خراد

۱۵ جولائی سے یونیورسٹی کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوتے ہی علی گڑھ کی مشہور خراد پر چڑھنے منجھنے اور صاف ہونے کا کافی سامان مہیا ہو گیا ہے۔ ہر گوشہ سے نئے طلبار اس خراد پر چڑھنے کے لئے آرہے ہیں۔ بھانت بھانت کی بولی، وضع وضع کا لباس۔ طرح طرح کی صورتیں۔ ساحل افریقہ کے آبنوس، بنگال اور آسام کے دُبلے پتلے چاول خور، بالوں میں ناریل کا تیل۔ سرحد کے لمبے تڑنگے نیلی اور بھوری آنکھوں والے پٹھان۔ پنجاب کے …… شلوار پہنے۔ تہمد باندھے۔ گل کرتے۔ کھیاں مارتے۔ اودھ کے مرزا پھویا باندان اور اچاروں کے ساتھ۔ دکن کے خوش پوش بات بات پر تقصیر ادم اور آداب تسلیمات کرتے ہوئے۔ بہار کے نازک اندام ڈرے سہمے ہوئے۔ برہما اور ملایا کے تہمد لپیٹے، سر پر رومال باندھے، غرضکہ علی گڑھ کی زبان میں "راج گھاٹ" ٹوٹ پڑا ہے۔ چند ماہ میں یہ سب ایک جگہ رہ کر اور علی گڑھ کی خراد پر چڑھکر ایک وضع اور ایک خیال کے نوجوان بن جائیں گے اور علی گڑھ کی روایات کے حامل ہو کر زندگی کی کشمکش کے لئے تیار اور اپنی قوم اور وطن کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو جائیں گے۔ زندہ باد علی گڑھ!!

کمیونسٹ پارٹی

امداد جنگ کے سلسلہ میں گورنمنٹ ہند نے کمیونسٹ پارٹی پر سے وہ تمام پابندیاں اٹھادی ہیں جو غیر قانونی جماعت کی حیثیت سے اُس پر عائد تھیں۔ جنگ کا اعلان ہوتے ہی کمیونسٹ پارٹی کے اراکین کو گرفتار کرکے دیولی اور دوسرے جیل خانوں میں رکھا گیا تھا۔ انکی رہائی کے متعلق کچھ عرصہ ہوا سنٹرل اسمبلی میں سوال کیا گیا تو حکومت کی جانب سے کہا گیا تھا کہ اس پارٹی کے لوگ ملک کی امن و امان کے لئے بہت خطرناک ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جانب سے خطرہ کا اندیشہ باقی نہ رہا اور امید کی جاتی ہے کہ رہائی کے بعد یہ لوگ جنگ کے کاموں میں مدد دیں گے۔ لیکن تعجب ہے کہ جماعت خاکساراں ابھی تک غیرقانونی خیال کی جاتی ہے۔ حالانکہ جنگ شروع ہوتے ہی علامہ مشرقی نے پچاس ہزار قواعد داں خاکسار جنگی خدمت کے لئے پیش کئے تھے اور گذشتہ تین سال میں بحیثیت جماعت خاکساروں نے جنگی کاموں میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ……

ذیل کا خط مولانا کی خواہش کی وجہ سے شائع کیا جاتا ہے۔ جو مشورہ ہمارے مخدوم نے ازراہ شفقت دیا ہے ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا عبدالماجد کی رنجش ہمارے معاون مدیر یلدرم کے خط سے نہیں ہوئی بلکہ ہمارے اس خط و کتابت کے شائع کرنے کی نہ تھی مگر مولانا کے اصرار پر اشاعت ناگزیر ہوئی۔

تعزیرات ہند کی جن دفعات کا حوالہ مولانا نے دیا ہے ان سے یلدرم بحیثیت مجسٹریٹ اور اڈیٹر سرگزشت بحیثیت پولیس افسر بخوبی واقف ہے کسی ماہر قانون سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ہم مولانا کو التجا کریں گے کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ ایک اہم قومی معاملہ ہے اسے ذاتیات سے علیحدہ کر کے دیکھا جائے۔

مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء

برادرم السلام علیکم

آپ نے ایک شعر میری زبان سے بہت روز کا سنا ہوا ابتک یاد رکھا۔ اب ایک تازہ شعر بھی سن لیجئے ؎

کرکے خون ایک کا جا بیٹھے ہیں گھر میں اور پھر
پوچھتے ہیں کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا!

یہ آپ کے دوست اور میرے سابق دوست یلدرم کی نذر ہے۔ تیسرا شعر اپنے حصہ کا بھی لیجئے ؎

بچتے نہیں مواخذہ روز حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

مواخذۂ روز حشر تو دور کی چیز ہے۔ براہ کرم تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ آپ اور آپ کے دوست ایک بار کسی ماہر قانون فوجداری کی مدد سے بغور مطالعہ فرما لیں اور آئندہ سے اپنے قلم کو زیادہ محتاط رکھیں۔

عمر میں آپ سے چھوٹا ہوں لیکن صحافت کا تجربہ آپ سے زیادہ رکھتا ہوں۔ مخلصانہ و نیازمندانہ گزارش ہے کہ پبلک زندگی پر تنقید جتنی سخت چاہے کیجئے لیکن خانگی زندگی کو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کی بھی مقدس و محترم سمجھئے اور بلا ضرورت شدید ہرگز اپنے اخبار میں نہ گھسیٹئے۔

یہ تو معاملہ کا قانونی پہلو تھا۔ باقی اخلاقی حیثیت سے بھی آپ نے غور فرمایا ہے۔ اگر خانگی زندگیوں پر ایک نکتہ چینیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تو کسی مرد، کسی عورت، کسی بھائی، کسی بہن کی عزت و حرمت محفوظ رہ سکتی ہے؟ امت کے چھوٹے بڑے ایک ایک فرد کی چھوٹی سے چھوٹی شکوہ شکایتوں کے لئے اخبارات کے ورق وقف رہیں گے اور ہر شخص دوسرے کی فضیحتوں اور رسوائیوں کا تماشا دیکھتا رہے گا۔

آپ کے دوست یلدرم جو اس نقاب الٹنے کے لئے سید سجاد حیدر صاحب ہیں Peeping Tom کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس جھانکنے والے غریب درزی کا بھی قصور اس کے سوا اور کیا تھا کہ اپنے کو چھپا کر اس نے حسن نسوانی کا نظارہ کرنا چاہا تھا۔

یلدرم کے مراسلہ میں "شریعت وا دیدہ یا بادل ناخواستہ" جن "فاش شدہ واقعات" کی طرف طنز و تعریض سے اشارہ کیا گیا ہے انھیں آئے گیارہ بارہ برس ہو چکے۔ کیا مجال اس ساری مدت میں یلدرم نے ایک بار بھی تحقیق واقعات کے لئے اس "محبت شریعت مدار" سے طلب دریافت کرنے کی ضرورت کبھی ہوئی اور وہ بقول ان کے ان کا مکرم دوست تھا۔ کیا خوب ہے یہ دوستی! اور کیا خوب ہے اس دوستی کا حق تکریم! "دل توڑ گئے" واقعات دونوں زندگی کے نہیں، ایک ہی زوجی کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں۔ خدا کرے کوئی شریف اہل قلم اس بدمذاقی پر اتر آئے کہ ان داستانوں کی تشہیر کرنے لگے! ورنہ وہ مطلق رشتۂ الفت سے خیست کرے! "سرگزشت" اور اس کے بزرگ میں رشتہ اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہے نہ کہ منافرت بڑھانے کے لئے۔ والسلام عبدالماجد

ڈیوٹی ڈیپوٹیشن

جونا گڑھ

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب "سرگزشت" السلام علیکم

براہ مہربانی وفد ہذا کی حسب ذیل رپورٹ اپنے اخبار میں شائع فرما کر شکرگزاری کا موقع دیجئے۔

ڈیوٹی سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا وفد ریاست ہائے جونا گڑھ ہوتا ہوا مانگرول پہنچا۔ شہر میں داخل ہوتے تو یہاں کی صفائی، حسن انتظام اور شاندار عمارتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کسی بہت بڑی ریاست میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے وفد نے سرکار جنت مکان فردوس آشیان جناب جہانگیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد ارکین وفد کا نہایت صاف ستھرے گیسٹ ہاؤس میں قیام کرایا گیا۔

آٹھ روز مسلسل جس طرح نواب صاحب مانگرول نے وفد کی مہمانداری فرمائی اور جس اخلاق و محبت سے پیش آئے اس کا تذکرہ اتنی مختصر رپورٹ میں کرنا مشکل ہے۔ دوسرے روز عالیجاہ شیخ عبدالخالق صاحب والی مانگرول کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ نواب صاحب نہایت اخلاق سے پیش آئے اور علی گڑھ کے متعلق گفتگو فرمانے لگے۔ ان کی تعلیمی دلچسپی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تقریباً پچاس طلبہ نہ صرف چندہ دار ہیں بلکہ وظائف پر بلکہ پچاس اور سو روپیہ ماہوار تمام اخراجات خود برداشت کر کے علی گڑھ، دہلی، بمبئی اور حتیٰ کہ ولایت تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہائی اسکول میں ایک اسلامی مدرسہ ہے جہاں کھانا، کپڑا، رہائش اور تعلیم بالکل مفت ہے۔

دوسرے روز شب میں نواب صاحب بہادر نے ارکین وفد کو اپنے ہمراہ کھانے پر مدعو فرمایا۔ تیسرے روز اپنے ہمراہ لے جا کر مانگرول کی فوجی قواعد کا معائنہ کرایا اور اسلامیہ مدرسہ میں لے گئے۔ راقم الحروف اور جناب محمد مختار آزاد صاحب سکریٹری ڈیوٹی سوسائٹی کی جامع تقریر کے بعد نواب صاحب بہادر کی نہایت موثر و مدلل تقریر ہوئی۔

نواب صاحب سے مختلف صحبتوں میں مختلف مضامین پر تبادلۂ خیالات۔ حقیقت یہ ہے کہ نواب صاحب جس ادبی ذوق کے مالک ہیں، سیاست میں جس قدر آپ کو دخل ہے، تاریخ اسلام کا جیسا آپ کو مطالعہ ہے، مذہبی معلومات میں آپ کا جو پایہ ہے، انتظامی حیثیت سے آپ کا جو درجہ ہے اس سے ہم لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ دائرۂ تحریر سے باہر ہے۔ نواب صاحب اپنے امریکہ، فرانس، انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کی سیاحت کی بنا پر نہ صرف نہایت تجربہ کار بزرگ ہیں بلکہ اسلامی معلومات اور عالم باعمل ہونے کی حیثیت ان چند بزرگوں کی فہرست میں آ گئے ہیں جن کی ہر مسلم نوجوان کو عموماً اور ہر مسلم حکمراں کو خصوصاً تقلید کرنا چاہیئے۔ نواب صاحب کے سینہ میں درد مند دل، دماغ میں پاکیزہ خیالات، رگوں میں گرم خون موجود۔ رعایا پر شفقت کا یہ عالم ہے کہ مانگرول میں قحط سالی کی وجہ سے گرانی ہوئی اور نواب صاحب نے باہر سے غلہ منگا کر نصف قیمت پر اور جو اتنا بھی نہیں دے سکے مفت دلوانا شروع کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ نواب صاحب جیسے لوگوں کی اس وقت ملک میں بیحد ضرورت ہے۔ کاش آپ جیسے خیالات کے چند اور باہمت سرفروش ملک کی سرزمین میں پیدا کر دے تو نہ معلوم ہماری کتنی پریشانیاں دور ہو جائیں اور کتنی پیچیدگیاں حل ہو جائیں۔ نہ ہمیں ہندو مسلم اتحادی جماعتوں کی ضرورت باقی رہے نہ سول نافرمانی کی ضرورت پیش آئے بلکہ ہمارا عمل دنیا والوں کو ہمارا ہر مطالبہ ماننے پر مجبور کر دے۔ اس سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب ہم ریاست کے مستقبل

(بقیہ مضمون صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو)

گرلز کالج اور تعلیم دینیات

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب تسلیم

مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلم گرلز کالج میں چند مضامین ایسے ہیں جو مرد استاد پڑھاتے ہیں مثلاً فارسی و دینیات۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں یہ بات معیوب نہیں سمجھی جاتی کہ طالبات کی خواندگی مرد استادوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کیونکر گرلز کالج کی انتظامیہ کمیٹی اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اب پڑھی لکھی عورتوں کا فقدان ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہر فن کی ماہر عورتیں مل سکتی ہیں اور ایسی صورت میں جبکہ ایسی عورتیں مل سکتی ہیں جو معلمہ کی خدمت انجام دے سکیں تو ان جگہوں کو مردوں سے پُر کرنا سخت اعتراض کا باعث ہے۔ وہ لوگ جن کی بچیاں اسکول میں پڑھ رہی ہیں مردوں کے ذریعہ سے خواندگی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

عنقریب مسلم گرلز کالج میں ایک سنی دینیات کے استاد کی جگہ خالی ہوئی ہے جس کے لئے بہت سی مستورات کی درخواستیں موجود ہیں لیکن پھر بھی سفارشی اصول کی بنا پر ایک مولوی صاحب کا تقرر کیا جا رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس آواز کو اپنے موقر اخبار کے ذریعہ سے مسلم گرلز کالج کے ارباب حل و عقد تک پہنچا دیں گے۔

الطاف احمد عباسی

بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی (علیگ)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴)

کی باگ ڈور نہایت قابل اور مہذب نوجوانوں کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔ جناب شیخ محمد نصیرالدین صاحب نہ صرف ہندوستان بلکہ ولایت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے حال ہی میں تشریف لائے ہیں۔ کیمبرج کے بہترین لکچرر رہ چکے ہیں اور بمبئی کی مشہور ٹینس کے کپتان بھی رہے ہیں۔ ناصر صاحب اعلیٰ مغربی تعلیم کے باوجود صوم و صلوٰۃ کے پابند۔ نہایت نہاں نواز اور مدار المہام متواضع نہایت ہی با اخلاق نوجوان ہیں۔ نواب صاحب بہادر نے مبلغ دو ہزار اور حضور عالیہ مخدرہ بیگم صاحبہ نے مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ انجمن کے حالات سن کر عطا فرمایا۔ ہم نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ انہیں کار خیر میں شرکت کی اس سے بھی زیادہ توفیق عطا فرمائے اور ان گرانقدر عطیات کے واسطے ہم عالیجاہ نواب صاحب بہادر اور حضور عالیہ بیگم صاحبہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور آخر میں جناب الطاف حسین صاحب علیگ بھائی کا ہم [illegible] تو نہیں لیکن ان کی محبتوں اور کوششوں کا احساس کرتے [illegible] اس گرانقدر عطیہ پر انہیں مبارکباد [illegible] دیوان صاحب موصوف [illegible]

مسئلہ تقررات مسلم یونیورسٹی

از ایڈیٹر صاحب سرگزشت۔ تسلیم

ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال نے جو سابق ریکٹر و حضرت چانسلر مسلم یونیورسٹی رحمت اللہ کمیٹی کی رپورٹ کے ساتھ ممبران کورٹ کو بھیجا تھا اس میں ارشاد فرمایا تھا کہ

"یونیورسٹی کا اسٹاف ہماری عمارت کا سنگ بنیاد ہے اور علی گڑھ کی آئندہ ترقی اور اس کے تنزل کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔"

اس کلیہ کا تعلق صرف تعلیمی اسٹاف سے نہیں ہے بلکہ ہر شعبہ کے ملازمین سے ہے۔ افسوس ہے کہ موجودہ دور میں تقررات کے لئے اہلیت کا معیار عموماً یہ ہے کہ وہ جناب محترم وائس چانسلر صاحب کا رشتہ دار یا ان کی پارٹی کا ممبر یا ان میں سے کسی کا عزیز یا دوست ہو اور اقل درجہ یہ ہے کہ ان کی پارٹی کے کسی با اثر ممبر کی سفارش بہم پہنچائے۔ اکثر و بیشتر علی گڑھ میں اشخاص کے لئے جگہیں پیدا کی جاتی ہیں اور جاہے جس مرتبہ کے لوگ امیدوار ہوں تقرر اسی کا ہوتا ہے جو پہلے سے منتخب کیا جا چکا ہے۔ درخواستوں کا طلب کرنا کمیٹی تقررات کا انٹرویو وغیرہ عام طور پر محض ضابطہ پوری کی مختلف منازل ہیں۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کئے گئے ہیں جن کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) جب درخواستیں طلب کی جاتی ہیں تو اس شخص کی قابلیت و تجربات کا لحاظ کر کے نوٹیفکیشن مرتب کیا جاتا ہے جس کا تقرر کرنا منظور ہے۔

(۲) اگر درخواست دہندگان میں کوئی امیدوار ایسا ہے جو بلحاظ علمیت و تجربہ کے اس پایہ کا ہے کہ اس کا نظر انداز کرنا سخت مشکل ہے اور علی گڑھ کی نظر انتخاب پہلے سے دوسرے پر پڑ چکی ہے تو اس کو بد دل اور زچ کرنے کے لئے انٹرویو کی مقررہ تاریخ ملتوی کر دی جاتی ہے اور اس تبدیل تاریخ یا التوا کی اطلاع اتنی دیر کر کے دفتر سے جاری کی جاتی ہے کہ اس شخص کو روانگی سے قبل نہ مل سکے۔ وہ بیچارہ دور دراز مقام سے اپنے خرچ سے آتا ہے اور دھکے کھا کر چلا جاتا ہے۔ علی گڑھ پہنچ کر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کا تقرر ہوگا اور انٹرویو محض ضابطہ پوری ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مایوس ہو کر آئندہ تاریخ انٹرویو پر نہیں آتا ہے۔ بعض اوقات ایسے امیدواروں کو جن کی قابلیت و اہلیت زیادہ ہے اور جن کی موجودگی میں کمیٹی تقررات کی نظر انہیں پر پڑتی انٹرویو کی اطلاع ہی ایسے وقت پر بھیجی جاتی ہے کہ انہیں پہونچ نہ سکے اور وہ نہ آ سکیں۔

(۳) کمیٹی تقررات بلحاظ قابلیت امیدواران عموماً جو نام (سب سے قابل پہلے نمبر پر ہوتا ہے) کر کے پیش کرتی ہے ان میں سے اگزیکٹو کونسل نمبر اول کو مقرر کر دیتی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ اس کمیٹی نے دو بہترین نام تجویز کئے اور ان میں وہ شخص جسے مقرر کیا جانا پہلے سے تجویز ہو چکا ہے اپنی نا اہلیت کی وجہ سے انتخاب میں نہ آ سکا تو وائس چانسلر صاحب نے اصرار کر کے اس کا نام تیسرے درجہ پر رکھوا دیا اور جب معاملہ اگزیکٹو کونسل کے سامنے پیش ہوا تو یہی تیسرے نمبر والا شخص مقرر کر دیا گیا۔ ابھی حال میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ ایک صاحب جو اس قابل بھی نہیں سمجھے گئے کہ انٹرویو کے لئے بلائے جاتے وائس چانسلر صاحب کے اصرار سے خاص قسم کی خدمات کے صلے میں لکچرر مقرر کر دئے گئے۔ ایسی نوبت زیادہ تر اس وقت آتی ہے جب کبھی دینیات کی تعلیم کے لئے کسی لکچرر کا تقرر کرنا ہوتا ہے اور بیرونی علماء جو اپنے فرائض کو دیانتداری سے انجام دینا چاہتے ہیں کمیٹی میں موجود ہوتے ہیں اور بلا لحاظ مقامی اثرات کے اپنا انتخاب کرنے کی جرأت کرتے ہیں ورنہ عموماً یونہی ہوتا ہے کہ کمیٹی کے ممبر وہی اشخاص مقرر کئے جاتے ہیں جو محترم وائس چانسلر صاحب کی خواہشات کا لحاظ رکھتے ہیں۔

یوں تو اس قدر میں ہوگا وہی جو جناب وائس چانسلر صاحب چاہیں گے لیکن میں نہایت ادب کے ساتھ ممبران اگزیکٹو کونسل کے سامنے چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں جن پر توجہ کر کے وہ بہت سی ناجائز کارروائیوں کا انسداد کر سکیں گے جو آج بے یار و مددگار امیدواروں کی حق تلفی کا باعث ہو رہی ہے۔

(۱) یہ اطمینان کر لیا جائے کہ آیا نوٹیفکیشن ایسے اخبار میں شائع کیا گیا ہے جو کثیر الاشاعت ہیں۔

(۲) آیا انٹرویو کی اطلاعات بذریعہ جوابی رجسٹری امیدواروں کو بھیجی گئی ہیں اور ان کے پہونچنے کی رسیدیں آ گئی ہیں (نہ صرف غیر حاضر امیدواروں کے لئے ضروری ہوگا جو باوجود طلبی انٹرویو میں نہیں آئے)

(۳) اگر انٹرویو کی تاریخ ایک تاریخ مقرر ہو کر ملتوی ہوئی ہے تو کیا ایسے وقت ایسے ذرائع سے بذریعہ تار درخواست دہندگان کو اطلاع بھیجی گئی ہے کہ ان کو وقت سے پہونچ سکے۔

(۴) قانوناً ممبران اگزیکٹو کونسل کمیٹی تقررات کی سفارشات کی پابند نہیں ہیں۔ چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ کمیٹی کے نامزد کردہ

کنبہ پروری و [illegible] کو اس حد پر پہنچا دیا ہے کہ ان کے ہر کام میں یہی جذبات نمایاں رہے جس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ کوئی قرار واقعی علمی ماحول کا فقدان ہے۔ اساتذہ تک الکشن بازی میں نمایاں حصہ لیتے ہیں اور اس ذیل میں جو کچھ ان کی جد و جہد ہوتی ہے وہ ان کی ترقی کے مواقع پر کارگزاری شمار ہوتی ہے۔ خدا کرے میرا خیال غلط نکلے اور اگر "ایک اولڈ بوائے" جنہوں نے مسٹر ظفر عمر کی ہر تحریر کو خلاف واقعہ اور مبنی بر عناد قرار دیا ہے۔ میرے سوالات کا جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں تو ممکن ہے کہ میرے خیالات بدل جائیں۔ ہر ہفتہ جو حالات سرگزشت میں پڑھتا ہوں وہ میرے لئے سوہان روح ہیں اور اگر ان کی معقول تردید کر دی جائے اور اس سے میری تسلی ہو جائے تو میں اپنے بھائی اولڈ بوائے کا نہایت درجہ مشکور ہوں گا۔ سرگزشت نے جو الزامات وقتاً فوقتاً لگائے ہیں ان کی فہرست نہایت طویل ہے لیکن جن باتوں نے مجھے نہایت بد دل کیا ہے انہیں کے متعلق میں سوالات کروں گا جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا یہ واقعہ ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے وائس چانسلر ہونے کے بعد اپنے داماد ڈاکٹر قیوم پاشا کو اور اپنے داماد کے چھوٹے بھائی مسٹر حامد قیوم پاشا کو یونیورسٹی میں [illegible] ماہوار پر یونیورسٹی میں نوکر کرایا؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ جس ٹھیکیدار کو طبیہ کالج کا ٹھیکہ دیا گیا ہے اس نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے چھوٹے بھائی مسٹر رشید الدین کو اسی عمارت کی نگرانی کے لئے ایک معقول تنخواہ پر اوورسیر مقرر کر دیا ہے جب سے یونیورسٹی کے انجینیر صاحب آئے فرائض کی انجام دہی میں دقتیں محسوس کر رہے ہیں؟

(۳) کیا یہ غلط ہے کہ پچھلے الکشن میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے سمدھی مولوی عبد القیوم صاحب اور ان سمدھی کے [illegible] خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب تو کورٹ کی ممبری کے لئے منتخب ہو گئے اور ہز ہائی نس پرنس حیدر آباد و برار کے سے محسن قوم۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کے سے ماہر تعلیم اور بہت سے اکابر قوم جنہوں نے تمام عمر ملکی و قومی خدمات انجام دی ہیں اس وجہ سے ناکامیاب رہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے انہیں اپنے پینل میں جگہ نہیں دی؟

(۴) کیا ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے لڑکے مسٹر ذکاء الدین کی درخواست پر کہ انہیں مضامین امتحان بدلنے کی اجازت دے کر ایف۔ اے کے امتحان میں شریک کیا جائے یونیورسٹی کے سابقہ قاعدہ کو جس میں ایسی تبدیلی کی ممانعت تھی منسوخ نہیں کیا گیا؟

اگر مندرجہ واقعات میں اصلیت ہے جیسا کہ مضامین سرگزشت سے معلوم ہوتا ہے تو پھر یونیورسٹی میں کنبہ پروری کا جو الزام ڈاکٹر صاحب پر ہے وہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے؟

(۵) کیا مسٹر منظور حسین صاحب صدیقی جو قانون کے لکچرر مقرر کئے گئے ہیں وہی صاحب نہیں ہیں جنہوں نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اپریل [illegible] والے الکشن وائس چانسلری میں ان کی تائید میں خود اپنے نام سے پمفلٹ شائع کئے تھے جس میں بعض لوکل ممبران کورٹ کو جو سر عبد القادر کے موئد تھے برا بھلا کہا گیا تھا؟

(۶) کیا مسٹر عبد الوہاب فریدی صاحب جو حال میں ڈائرکٹر پبلسٹی مقرر ہوئے ہیں انہیں ممبر کورٹ کے بھتیجے نہیں ہیں جنہوں نے اپریل [illegible] کے جلسہ کورٹ میں جب ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا الکشن ہو رہا تھا ہز اگزالٹیڈ ہائی نس پر نازیبا حملہ کر کے بہت سے بہی خواہان یونیورسٹی کو جلسہ چھوڑ دینے پر مجبور کیا تھا؟

اگر سوالات نمبر ۵ و ۶ کا جواب اثبات میں ہے تو کیا الکشن کے کارکنوں کی قدر دانی کا جو الزام سرگزشت نے لگایا ہے وہ غلط ہو سکتا ہے؟

(۷) کیا یہ صحیح ہے کہ مسٹر محمد حسن زبیری کے دی اینٹی پاکستان ڈیلیگیشن ہے جو اس وقت یونیورسٹی میں طالب علم تھے ہندوستان ٹائمز کے نامہ نگار سے انٹرویو میں قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کو "پاگل آدمی" نہیں کہا جس سے مسلم لیگی حلقوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا لیکن وائس چانسلر صاحب نے باوجود شکایت کے اس کا کچھ نوٹس نہیں لیا؟

(۸) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ یکم مارچ [illegible] کو ڈیڑھ دو سو طلباء یونیورسٹی نے مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال کو علی گڑھ اسٹیشن پر جا کر گالیاں دیں اور ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ نواب بہادر ڈھاکہ پاخانہ میں جا کر چھپ رہے اور کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اسٹیشن پر پہونچ کر بلوہ فرو کرنا پڑا؟

اگر سوالات نمبر ۷ و ۸ میں جو واقعات درج کئے گئے ہیں صحیح ہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ آج یونیورسٹی کی حدود میں نہ صرف مسلم لیگ کے مخالفین بلکہ خود قائد اعظم بھی حملہ سے محفوظ نہیں ہیں؟

(۹) کیا جو سلسلۂ مضامین "سر سید پر بیدردانہ حملے" کے عنوان سے مسلسل اخبار تحریک میں نکل رہا ہے اس کا مقصد بعض اساتذہ یونیورسٹی کو رسوا کرنا نہیں ہے؟ وہ بیچارے جواب نہیں دے سکتے لیکن جو [illegible] طلبہ پر اس قسم کی تحریرات کا پڑتا ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی جو تذکرہ سرگزشت میں کرتا ہے تو وہ بھی اسی قبیل سے سمجھا جائے۔

(۱۰) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ یونیورسٹی کے ایک شعبے کے چیرمین اور ایک لکچرار نے خفیہ پرچہ نویسی کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسٹر رستم علی ہاشمی بلا تحقیقات اپنے عہدے سے برطرف کر دئیے گئے؟ اگر یہ صحیح ہے تو میں تو یہی کہوں گا کہ اس قسم کی جاسوسی یونیورسٹی کے اساتذہ کے شایان شان نہیں۔

(۱۱) کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے ایک لوکل ممبر کورٹ کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیا اور اپنے سابق الکشن کے زمانہ میں انہیں کے نام سے انگریزی اپنے تائید کا پمفلٹ جاری کرائے حالانکہ وہ بیچارے انگریزی سے ناواقف ہیں؟

(۱۲) کیا ڈاکٹر صاحب موصوف نے یونیورسٹی کے ایک کلارک کو پانچ ہزار روپیہ سودی قرض نہیں دیا اور اس کا مکان رہن نہیں کیا ہے جس کا سود یا کرایہ وہ [illegible] وصول کرتے رہے ہیں اور جب وہ وائس چانسلر ہو گئے تو اسی مکان کو جس کے وہ مرتہن ہیں یونیورسٹی کو [illegible] ماہوار پر کرایہ نہیں دیا ہے؟

اگر سوالات نمبر ۱۱ و ۱۲ کا جواب اثبات میں ہے تو مجھے بتایا جائے کہ مہاجنی و وائس چانسلری ایک ساتھ کیونکر ہو سکتی ہے؟

(۱۳) کیا ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا طرز عمل جو انہوں نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی نمائندگی کورٹ کے متعلق اختیار کیا ہے قابل الزام نہیں ہے اور کیا اس سے تمام اولڈ بوائز میں بد دلی پیدا نہیں ہو رہی ہے؟

مندرجہ بالا سوالات انہیں اعتراضات کی بنا پر میں نے قائم کئے ہیں جو میں وقتاً فوقتاً سرگزشت میں پڑھتا رہا ہوں۔ اگر یہ اعتراضات غلط ہیں تو ان کی بالتصریح تردید کیوں نہیں کی جاتی تا کہ میرے ایسے دوسرے سادہ اولڈ بوائز کو تصویر کا دوسرا رخ معلوم ہو سکے۔ محض یہ کہہ دینا کہ مسٹر ظفر عمر کو بغض ہے عناد ہے کسی کے لئے باعث تسلی نہیں ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ "ایک اولڈ بوائے" میرے جملہ سوالات کا جواب بہت جلد عنایت فرمائیں گے اور مجھے اس سے زیادہ مسرت اور کسی بات میں نہ ہوگی کہ یہ الزامات غلط ثابت ہو جائیں اور میں ان کا حمایتی بن کر موجودہ دور کے ثنا خوانوں کی صف میں داخل ہو جاؤں۔

(دوسرا اولڈ بوائے)

ایم۔اے۔او گرلز اسکول (کلکتہ)

ایم۔ اے۔ او گرلز اسکول جنگی وجوہات کے باعث کلکتہ سے منتقل ہو کر بیل ڈانگا ضلع مرشدآباد میں عارضی طور پر کھول دیا گیا ہے۔

اسکول کا افتتاحی جلسہ نہایت شان سے منعقد ہوا۔ شہر اور آس پاس کے گاؤں کے لوگوں نے نہایت گرمجوشی سے حصہ لیا اور شرکت کر کے جلسہ کو کامیاب بنایا۔ چند لوگوں نے تقریریں بھی کیں اور اسکول کا خیر مقدم نہایت تپاک سے کیا۔

اسکول کی عمارت ایک شاندار اور پُر فضا مقام پر ہے طالبات سابق کے علاوہ مقامی طالبات بھی کافی تعداد میں داخل ہو چکی ہیں اور روز بروز داخلہ ہو رہا ہے۔

علاوہ اس کے تعلیم بالغان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک علیحدہ کلاس بھی کھول دیا گیا ہے۔ اس شعبہ میں بھی کافی تعداد میں طالبات موجود ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ مسلمانوں میں یہاں تعلیم سے از حد دلچسپی ہے۔ بیل ڈانگا اور اس کے مضافات کی حالت تو نہایت ابتر ہے۔ تعلیم تو درکنار صحیح طور سے مذہب سے بھی ناآشنا۔ ان دنوں حالات اسکول پر کافی توجہ کمال کر اور صرفہ میں بڑے کر انھیں فری (بلا اجرت) داخل کیا جا رہا ہے اور تعلیم کے علاوہ دینی اصول سے بھی واقف کیا جا رہا ہے نیز اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہ ادارہ درسگاہ کے علاوہ تبلیغی کام بھی انجام دے رہا ہے۔ النّصحی منی و الاتمام من اللہ

خادمہ اسلام
حسن آرا بیگم (مسز ایچ۔ اے۔ حکیم)
آنریری سکریٹری ایم۔ اے۔ او۔ گرلز اسکول
بیل ڈانگا ضلع مرشدآباد۔ بنگال

ہماری برادری

مسٹر منصور عالم صوبہ متحدہ کے لیبر اکسپرٹ جو ہمارے اولڈ بوائے اور ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں گورنمنٹ آف انڈیا کے ٹیکنیکل اکسپرٹ مقرر ہوئے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے بھائی اس نئے عہدہ کی خدمات بھی ایسی ہی کامیابی کے ساتھ انجام دیں گے جیسی کہ اپنی سابقہ ملازمت میں اور مادر درسگاہ کا نام روشن کریں گے۔

ہمارے اولڈ بوائے مسٹر ارشد حسین قدوائی جو علی گڑھ کے مشہور ہاکی کے کھیلنے والے ہیں پنشن پانے کے بعد چین سے نہ بیٹھ سکے۔ حال ہی میں اسپیشل پولس کے کوارٹر ماسٹر مقرر ہو کر دہرہ دون تعینات ہوئے ہیں۔ مبارکباد

خان بہادر مرزا ممتاز حسین قزلباش

خان بہادر مرزا ممتاز حسین قزلباش سکریٹری دہلی مسلم لیگ جو علیگ برادری کے ایک نہایت ممتاز اور مشہور رکن ہیں حکومت ہند کے ٹریڈ کمشنر کے عہدہ پر سرفراز ہو کر عنقریب افغانستان تشریف لے جانے والے ہیں۔

یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ ہمارے بھائی سید نوراللہ صاحب (علیگ) اٹرننگ کالج بمبئی کے پرنسپل مقرر ہوئے ہیں۔ مبارکباد

سمن بنابر انفصال مقدمہ (آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۳۷ سنہ ۱۹۴۲ء بعدالت خفیفہ جج بہادر علی گڑھ ضلع علی گڑھ

محمد الوارالرب بگلز اکیڈمی ولد حافظ عبدالمجید قوم شیخ ساکن شہر کول میرس روڈ علی گڑھ مدعی

بنام محمد اظہر حسین ولد محمد اختر شاہی چبوترہ امروہا حال مقیم محلہ پل کنجران بمکان محمد ابراہیم صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس افیسر علی گڑھ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ۵ روپے ۱۲ آنے کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۵ ماہ اگست ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۷ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت
دستخط منصرم

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے نمونہ عام

بعدالت جناب مولوی محمد طفیل احمد صاحب بہادر منصف مقام پرتاب گڈھ

مقدمہ نمبری ۳۰ ۱۹۴۳ء

ٹھاکر فتح بہادر سنگھ وغیرہ پسران ٹھاکر رام ندھ سنگھ ساکن ہر ہوا بوجیور پرگنہ و ضلع پرتاب گڈھ مدعیان بنام رام پھل وغیرہ مدعاعلیہم

بنام شیو رام عرف سپاہی ولد ماتا پرشاد قوم لونیہ ساکن بکرم پور پرگنہ و ضلع پرتاب گڈھ رام پھل ولد رگھوناتھ قوم لونیہ ساکن بکرم پور پرگنہ و ضلع پرتاب گڈھ

ہرگاہ مسمی مدعیان نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ ڈگری قطعی کی جائے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا سررشتہ کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت دس بجے بتاریخ ۱۸ ماہ اگست ۱۹۴۳ء حاضر عدالت ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو درخواست مذکورہ آپ کی غیر حاضری میں سماعت کی جائے گی۔

آج بتاریخ ۲۳ ماہ اگست ۱۹۴۳ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت
(مہر عدالت) دستخط منصرم

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵- قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱ ۱۹۴۳ء

بعدالت صاحب جج بہادر ضلع علی گڑھ

ناصری داس پسر ایشر داس عیسائی ساکن سول لائن ایٹہ مدعی

بنام مسز ناصری داس بھوتی چرن زوجہ ناصری داس ساکن حال سہارنپور بر مکان جیون رام پرشاد ٹیکنیکل کالج اے پی مشن سہارنپور مدعاعلیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ انفساخ شادی کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۸ ماہ اگست ۱۹۴۳ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بنا جواب اپنے

جواب ہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۳ ماہ جولائی ۱۹۴۳ء جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت
(مہر عدالت) دستخط منصرم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط)

اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱- قاعدہ ۶۶)

بعدالت جناب عامل نیلام صاحب بہادر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

مقدمہ نمبر ۲۳۶ بابتہ ۱۹۴۲ء

پنڈت جگدیش پرشاد و جگناتھ پرشاد پسران پنڈت جمنا پرشاد قوم برہمن ساکن قصبہ ایٹہ زمیندار محال چلیہ پرگنہ ڈبائی ڈگری دار

بنام ٹیکا رام وغیرہ

بنام ٹیکا رام پسر تیجپال و مرلی دھر و دھرم پال پسران گوکل چند بیرگان چنی لال متوفی اصلی مدیون قوم مہیشری بوہرہ ساکن دولت پور پرگنہ ڈبائی تحصیل انوپ شہر ضلع بلند شہر مدیون ڈگری

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان میں ڈگری دار نے واسطے نیلام حقیت مندرجہ ذیل کے درخواست گزرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۵ اگست ۱۹۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۳۰ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

تفصیل حقیت

کھاتہ کھیوٹ نمبر ۱ رقبہ سات بسوہ جس امام حصہ سے بقدر ۱۸-۱

بسوہ حصہ ٹیکا رام مدیون وکھاتہ مذکور میں سے بقدر بسوہ ۵-۱۸
۵-۱۸

حصہ مرلی دھر و دھرم پال واقع موضع چلیہ پرگنہ ڈبائی کا پہ حصہ

سلسلہ نیلی چھتری

(نیلی چھتری میں بہرام کے کارنامے ۱۹۱۲ء میں پہلی مرتبہ پبلک کے سامنے پیش کئے گئے اس قدر مقبول ہوئی کہ ۴ مرتبہ چھپ چکا ہے۔ مسٹر ظفر عمر مؤلف کتاب نے علی گڑھ سے سستی ترا ہیں شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ جاسوسی کے افسانوں کے علاوہ سلسلہ نیلی چھتری میں دوسری دلچسپ کتابیں بھی شائع کی جائیں گی)

(۱) نیلی چھتری یا شاہان دہلی کا خزانہ۔ قیمت ۱۲/

اردو زبان میں اپنی قسم کا پہلا ناول ہے۔
(ہمدم لکھنؤ)

واقعی نہایت ہی دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔
(دلگداز لکھنؤ)

(۲) لال کشور۔ قیمت ۱۲/

سراغ رسانی کا دلچسپ افسانہ

مصنف نے اپنے مشہور ہیرو مسعود اور بہرام کے ساتھ ایک نئے ہیرو کا تعارف کرایا ہے۔ ایک صوفی عالی مقام کے راز درون پردہ کو آشکارا کیا ہے۔
(الملائکۃ- اعظم گڑھ)

کتاب کے مرقع میں سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ سبق آموز تصویر مرزا بگلرامی کی ہے۔ کتاب کا پارسل آتے ہی اسی وقت شروع سے آخر تک پڑھ گیا۔
(مولانا عبدالماجد دریابادی)

(۳) چوروں کا کلب۔ قیمت ۸/

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں ان کو معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے ممبروں میں والیان ملک، کونسل کے آنریبل ممبر، فوج اور مال کے اعلیٰ افسر، ہر قسم کے لوگ شامل ہیں اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا۔

ملنے کا پتہ
ارشاد بک ڈپو۔ علی گڑھ

ازراہ عنایت اپنے پتہ کی چٹ ملاحظہ فرمائیے اور چندہ سرگزشت بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے یا وی پی وصول فرما کر مشکور کیجیے

محمد علی کی خود نوشتہ سوانح عمری کا کچھ حصہ
My Life: A Fragment by Maulana Mohamed Ali

ناشر شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور۔ صفحات ۳۰۲ بیسنے
قیمت ۸ ؍

جناب شیخ محمد اشرف ادھر کئی سال سے نہایت مفید اور اہم انگریزی کتابوں کی طباعت و اشاعت میں خاص شہرت حاصل کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ان کی مطبوعات میں مولانا محمد علی مرحوم کی ایک تصنیف کا قابل قدر اضافہ ہوا ہے' جس کی لکھائی' چھپائی' جلد سازی اور ٹائٹل پیج محمد علی مرحوم کی اعلیٰ تحریر اور شخصیت کی شان کے مطابق ہے۔

محمد علی مرحوم ہندوستان کی اُن عظیم المرتبت ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے اپنی زبان' تحریر اور عمل سے ہندوستان میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ وہ نہ صرف ایک سیاسی رہنما تھے بلکہ ایک بلند پایہ صحافت نگار' انشا پرداز' فصیح البیان مقرر' شیریں کلام شاعر اور مذہب کے شیدائی تھے' ان کے جذبات و احساسات کی شدت' فہم و ادراک کی تیزی' عمل کی بے پناہ قوت و سرگرمی اور کردار کی بلندی نے ایسے شرارے پیدا کئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔

محمد علی مرحوم نے اپنی قوم کے تن بے جان میں اپنی تحریروں کے ذریعہ سے روح پھونکنے کی کوشش کی اور انگریزی اور اردو میں ہزاروں صفحات لکھ کر اپنے قلب و جگر کے ٹکڑے بکھیرے۔ لیکن یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ باوجود ہزاروں صفحے لکھنے کے وہ اپنی زندگی میں نہ مصنف ہوئے اور نہ مؤلف' مختلف اوقات میں انھوں نے مختلف کتابوں کے لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی متلاطم زندگی کے مد و جزر نے کبھی ان کے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچنے نہیں دیا۔ ان کو درحقیقت جیل کی کال کوٹھری یا میدان جنگ تھا۔ وہاں وہ کچھ لکھ کر اپنے حوصلوں کی تکمیل کرنا چاہتے تھے مگر ان کا قلم ان کے خیالات کے طوفان کا ساتھ نہ دے سکتا تھا' اس لئے قبل اس کے کہ اپنے دل کی حسرتیں نکالیں اسیری کی مدت ختم ہو جاتی تھی اور پھر ان کے پاؤں میں چکر پڑ جاتا تھا۔

مذکورہ بالا کتاب محمد علی مرحوم کے خیالات کے طوفان کا ایک ہلکا سا عکس ہے جو انھوں نے کراچی جیل میں قلمبند کرنے کی کوشش کی تھی' اس قید فرنگ میں وہ مولانا شبلی مرحوم کی سیرۃ النبی کے طرز پر انگریزی میں رسول اللہ صلعم کی ایک سیرت لکھنی چاہتے تھے مگر ایک سال کی مدت صرف اس کے ابتدائی مراحل طے کرنے میں گزر گئی اور انھوں نے یہ خیال ترک کر دیا اور "اسلام خدا کی سلطنت" کے نام سے ایک کتاب شروع کی جس میں انھوں نے اسلام کی سچائی اور حقانیت کو اپنے نقطۂ نظر سے واضح اور روشن کرنے کی کوشش کی' لیکن ابھی وہ کتاب کی تمہید ہی ختم کرنے پائے تھے کہ جیل سے رہا کر دئے گئے۔ اس کے بعد تقریباً سات سال تک اور زندہ رہے لیکن اس افراتفری میں ان کو اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ اس تمہید ہی پر نظر ثانی کر لیتے' ان کی وفات کے بعد اس کا مسودہ ارباب جامعہ ملیہ کو دیدیا گیا' اصلی مسودہ اس قدر ناصاف اور کٹا پٹا تھا کہ بعض جگہ اس کا پڑھنا بھی سخت مشکل تھا' اسی لئے اب تک طبع نہ ہو سکا۔ پنجاب کے ایک نوجوان اہل علم جناب افضل اقبال صاحب ایم۔ اے نے جن کو مولانا محمد علی مرحوم کی ذات اور ان کی تحریروں کے ساتھ عشق ہے اس کو بڑی محنت سے اڈٹ کر کے کتاب کی تالیفات کے ۱۰ سال کے بعد شائع کیا ہے' جس کے لئے وہ بے حد شکریہ کے مستحق ہیں۔ (المعارف)

مولانا محمد علی مرحوم سے

(از ڈاکٹر و حکیم شیخ محمد امام امامی مگلوری)

ایک محمد کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے چشم کائنات
ایک تیرے واسطے مضطر ہے بزم ممکنات

ذرہ ذرہ حُسن حریت کا تھا شیدا ترا
تھا سراپا روئے آزادی رُخِ زیبا ترا

مستقر جب ہو گئی دنیا غبارِ ننگ میں
تو نظر آیا نشاطِ حریت کے رنگ میں

حبذا شہرہ ہے تیرا آج بھی افلاک میں
دفن ہے تو مسجدِ اقصیٰ کے ارضِ پاک میں

یہ سرابِ زندگی ہے ان کی نظروں میں سیاہ
کھول دی ہے جن کے آگے تو نے آزادی کی راہ

جو خلافِ شرع تھے آئیں انھیں ٹھکرا دیا
آخری اک بات تو نے کہکے یوں تڑپا دیا

جس میں آزادی نہ ہو وہ زندگی اچھی نہیں
حق نہ ظاہر جس سے ہو وہ بات بھی اچھی نہیں

خون رلوائے گی عالم میں بہت تڑپائے گی
ملتِ اسلام کو جب یاد تیری آئے گی

تھی تری اک ذات ہی سے رونقِ باغِ وطن
رہ گئی ہے یاد تیری بن کے اک داغِ وطن

قطعہ تاریخ وفات سید احمد خاں

(از تصنیف حاجی مولوی محمد یونس خاں صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ)

سید احمد عقیل و اہل الرائے
سب سے بالاتھی جن کی کُنت و جائے

کے سی ایس آئی اور ایل ایل ڈی
مرتبے اور بھی بہت سے پائے

آخری عمر میں ہزار افسوس
مرتے دم دل پہ لاکھ نشتر کھائے

فکر تاریخ سال رحلت میں
بیٹھا عاقل تھا اپنے سر کو جھکائے

نکلی با صد ہزار محنت و رنج
"عبرت انا ظریں بہاں سے ہائے"

۱۸۹۸ء

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۲۴ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۲

توپیں نہیں بندوقیں

رائی کا پربت بنانا ایک مشہور مثل ہے۔ لیکن اس زمانہ میں پروپگنڈے کے زور سے بندوق توپ بن جاتی ہے۔ واقعہ صرف اتنا تھا کہ یونیورسٹی کے چند اساتذہ نے اپنی حفاظت یا شکار کھیلنے کے لئے حسب معمول صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع سے بندوقوں کے لیسنس حاصل کئے۔ جنگ کی وجہ سے نئی بندوقوں کا ملنا ممکن نہ ہوا کیونکہ ان کی درآمد بند ہے۔ استعمال شدہ بندوقیں بھی اس صوبہ یا دہلی یا نہ مل سکیں۔ صوبہ سرحد سے پرانی بندوقیں منگائی گئیں اور لیسنس داروں کو دیدی گئیں۔ واقعہ تو اتنا تھا لیکن پروپگنڈے کی مشین نے اس معمولی سے واقعہ کو اردو اخباروں میں بھیجکر محترم وائس چانسلر صاحب کے کارنامہ میں اضافہ کیا۔ انگریزی اخباروں میں "گن" شائع ہوا۔ اردو اخباروں نے اس کا ترجمہ "توپ" کردیا اور چونکہ سرحد سے یہ اسلحۂ آتشیں علی گڑھ لائے گئے تھے اس لئے لوگوں نے خیال کرلیا کہ یہ واقعی قلعہ شکن یا طیارہ شکن توپیں ہیں جو یونیورسٹی کی حفاظت کرنے کے لئے احاطۂ یونیورسٹی میں نصب کی گئی ہیں اور اس طرح رائی کا پربت بن گیا۔ بعض اصحاب نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ یونیورسٹی کو ایسا کیا خطرہ پیدا ہوگیا کہ حفاظت کے لئے پشاور سے توپیں منگوانے کی ضرورت پڑی۔ خدا کے فضل سے رقبۂ یونیورسٹی، شہر علی گڑھ اور آس پاس کے علاقوں میں بالکل امن ہے اور ایسی صورت پیدا ہونے کا امکان نہیں ہے کہ یونیورسٹی میں توپیں نصب کی جائیں۔ طلبہ کا داخلہ ہوگیا ہے اور سب لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔

ہمعصر "پیام" حیدرآباد نے یہ سمجھ کر موجودہ دور کی توپیں بہت دور رس ہوسکتی ہیں ایک پُرلطف نوٹ تحریر کیا ہے جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

"علی گڑھ میں بارہ توپیں"

یہ ایک خبر کی معنی خیز سرخی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی میں عمارات کے تحفظ کے لئے جو انتظامات کئے جارہے ہیں ان کے سلسلہ میں صوبہ سرحد کے گورنر نے نائب امیر جامعہ "کو بارہ توپیں عنایت کی ہیں" جس کو ان دستوں کے حوالہ کردیا گیا ہے جو جامعی عمارات کی مدافعت کے لئے متعین کئے گئے ہیں"۔

کیا یہ طیارہ شکن توپیں ہیں؟ یا یہ لمبی مار کی توپیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تب تو اب ہمیں بھی علی گڑھ یونیورسٹی کے موجودہ اقتدار اعلیٰ کے متعلق نکتہ چینی اور تنقید کا سلسلہ بند کردیا چاہیئے۔ لمبی مار کی توپوں کے مقابلہ میں ہماری تحریروں کا جواب اگر وہاں توپ سے دیا گیا تو ظاہر ہے "پیام" کے کاغذی گھوڑے ان شعلہ فشاں توپوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے! لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان توپوں کے توپچی کیسے ہونگے؟ خود لفٹننٹ کرنل وائس چانسلر کی نشانہ بازی پر تو ہم زیادہ بھروسہ نہیں کرتے۔ اگر ان توپوں سے کوئی کام لینے والا مل سکتا ہے تو وہ شاید ڈپٹی صاحب کے اخبار کے دفتر ہی میں مل سکے! جہانتک ہمیں معلوم ہے اس بارود خانہ کی بارود ابھی تک گیلی نہیں ہوئی اس لئے اگر یہ توپ خانہ بھی ڈپٹی صاحب کے اخبار کے توپچی کے سپرد کردیا جائے تو کالج کی عمارتوں کی حفاظت کے علاوہ محترم وائس چانسلر کے دیوان خانہ کی حفاظت بھی زیادہ موثر طریقہ سے ہوسکے گی!! ہم اس توپخانہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

(پیام)

ابھی اخبار پریس کو جارہا تھا کہ ہمعصر پیام کا دوسرا نوٹ اخبار مذکور میں دیکھا اس کو بھی اسی اشاعت میں نقل کر دیتے ہیں۔

اب معلوم ہوا ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں توپیں نصب نہیں ہوئی ہیں بلکہ صرف بارہ بندوقیں ملی ہیں۔ مرمہ خبر دہلی کے ایک معاصر نے اس طرح شائع کی ہے کہ:۔

"علی گڑھ - ۱۲ جولائی - کچھ عرصہ ہوا یہ خبر شائع کی گئی تھی کہ لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے صوبہ سرحد کے گورنر سر جارج کننگھم کے توسط سے ایک درجن بندوقیں منگانے کا انتظام کیا ہے تاکہ وہ ان ممبران اسٹاف کو مہیا کی جائیں جن کو باوجود لائسنس حاصل کرلینے کے ہنوز بندوقیں دستیاب نہ ہوسکی ہیں۔ حال میں یہ بندوقیں دستیاب ہوگئی ہیں جو نہایت عمدہ اور کم قیمت ہیں۔ ان کی تقسیم کا کام ڈاکٹر طاہر رضوی کے سپرد ہے۔ یہ بندوقیں خاص طور پر ان اسٹاف کو دی جائیں گی جو تحفظ کے کاموں میں حصہ لے رہے ہیں"۔

ہم اپنی غلطی پر متاسف ہیں! بہرحال پھر بھی ایک درجن بندوقوں کا علی گڑھ کے اسٹاف کے ہاتھ میں ہونا کوئی معمولی بات نہیں! الحمدللہ کہ یونیورسٹی کی عمارتوں کی حفاظت کا کافی انتظام ہوگیا! اس واقعہ کو بھی یونیورسٹی کی ترقیوں کی فہرست میں درج کرلیا جائے اور آئندہ ان ترقیات کے متعلق جو رسالہ شائع ہو اس میں بھی شامل کرلیا جائے"!

قائداعظم کی اپیل

مسٹر محمد علی جناح نے مسلمانوں کی سیاسی تنظیم اور پروپگنڈا کے لئے دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کی اپیل قوم کے سامنے پیش کی ہے لیکن ابھی تک اس کا بہت کم حصہ فراہم ہوسکا ہے۔ دوسری قومیں اپنی ضروریات کے لئے اپنے لیڈروں کی اپیل پر چند روز میں لاکھوں روپیہ جمع کرلیتی ہیں۔ شانتی نکیتن میں یادری اینڈریوز کی یادگار کے لئے ایک ہفتہ میں دو لاکھ روپیہ جمع ہوگیا۔ مسٹر گاندھی کی سالگرہ اکتوبر میں ہونے والی ہے اس موقع پر دس لاکھ روپیہ کھدر پرچار کے لئے جمع کرکے مسٹر گاندھی کے نذر کیا جائے گا۔ اس وقت مسلمانوں کی تنظیم ان کی زیست و موت کا سوال ہے اور اس کے لئے دس لاکھ کی رقم کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ضرورت ہے کہ [illegible] فیاضی اور ایثار سے سبق لے کر مسلمانان ہند چندہ [illegible] جمع کردیں۔

مراسلات

ایک غلط فہمی

سرگزشت میں ایک خبر تھی کہ جناب ذکار الدین احمد صاحب فرزند ڈاکٹر مصباح الدین صاحب کو امتحان کے موقع پر طبی آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں اور وہ یہ تھیں کہ ان کو اپنے مضامین بدلنے کی اجازت مل گئی تھی لیکن اخبار تحریکات کا دعوی ہے کہ کونسل میں ایسا کوئی مسئلہ پیش نہیں ہوا اور نہ وہ پاس کیا گیا۔ لیکن ہم کو تحریک کی اس غلط خبر سے انکار ہے۔ دراصل مسٹر ذکار الدین کا معاملہ یہ ہے کہ مسٹر ذکار الدین نے بجائے معاشیات کے ایک اور مضمون کی اجازت چاہی تھی۔ ان کی درخواست اکاڈمک کونسل کے سامنے پیش ہو کر منظور ہوگئی لیکن مسٹر ذکار الدین کسی وجہ سے اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ فقط

"مسیاح"

ہماری برادری

سنا جاتا ہے کہ ہمارے نامور بھائی سر سید رضا علی آجکل اپنی سوانح عمری لکھنے میں مصروف ہیں اور اس کا بہت سا حصہ قلمبند ہو چکا ہے۔ یہ سیرت نئی قسم کی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے حالات کے ساتھ سر سید رضا علی صاحب نے اپنے دوستوں، ہم مکتبوں، معاصر لیڈروں کی زندگی پر بھی بہت تیز قلم سے تبصرہ کیا ہے۔ کتاب کے شائع ہونے میں ابھی دیر ہے لیکن اولڈ بوائز کی دلچسپی کے اقتباسات اگر ہمیں بھیجدئے جائیں تو ہم بڑی خوشی کے ساتھ شائع کریں گے۔

ہمارے ایک عزیز اولڈ بوائے اور درسگاہ کے عاشق نے تحریر کیا ہے کہ خانصاحب میر ولایت حسین صاحب کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی سوانح عمری تحریر کریں۔ ان کی سوانح عمری علیگڑھ کالج، یونیورسٹی اور علیگڑھ تحریک کی تاریخ ہوگی۔ یہ صاحب ایک کلرک کی تنخواہ دینے کو تیار ہیں تاکہ ہر وقت میر صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس کے علاوہ وہ پانچ ہزار روپیہ کا آنریریم بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میر صاحب صحت کے خیال سے آجکل شملہ تشریف رکھتے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ یہ مفید کام فوراً شروع کر دیا جائے۔

آل انڈیا مسلم لیگ

بمبئی۔ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ بمبئی میں ۱۶ راگست کو منعقد ہو رہا ہے۔

جشن سالگرہ مبارک

انجمن طلبائے قدیم علیگڑھ نے قبل ازیں اعلان کیا تھا کہ سالگرہ مبارک کی تقریب میں انجمن کی جانب سے ایک لنچ دیا جائے گا۔ تمام طلبائے قدیم کو اب اطلاع دی جاتی ہے کہ بجائے لنچ کے ایک ٹی پارٹی دینا قرار پایا ہے۔ تمام بھائیوں سے امید ہے کہ راجہ پرتاپ گیرجی کی کوٹھی تھانہ روڈ دہلی مورخہ ۱۱ راگست [illegible] یوم یکشنبہ بوقت ۵ بجے شب اس مبارک تقریب میں شرکت فرمائیں گے۔

نیز ساکنین انجمن سے اور طلبائے قدیم سے استدعا ہے کہ وہ ۱۰ راگست تک ایام و اوقات دفتر ۶ تا ۸ بجے شام دفتر میں رجسٹر کروا کر ٹکٹ حاصل فرمالیں گے۔

(مشتاق احمد خاں معتمد انجمن)

انٹر یونیورسٹی ٹورنامنٹ

حیدرآباد۔ ۲۷ ستمبر۔ مسٹر یار دن خان شیروانی معتمد بین الجامعاتی ٹورنامنٹ نے اطلاع دی ہے کہ انٹر یونیورسٹی ٹورنامنٹ کے سوتو زونل میچز کا انعقاد حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کی طرف سے ہوگا جس میں ذیل کی جامعات شریک ہیں۔

جامعہ بمبئی۔ ناگپور۔ آندھرا۔ مدراس۔ میسور۔ انا ملائی۔ ٹراونکور اور جامعہ عثمانیہ۔

(اورینٹ پریس)

الہ آباد یونیورسٹی کے مسلم طلبا

الہ آباد۔ الہ آباد یونیورسٹی کے جھنڈے کے مناقشہ کے سلسلہ میں یہ اطلاع ملی ہے کہ یونیورسٹی کے مسلم طلبہ نے اپنی ایک علیحدہ یونین قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور یونیورسٹی یونین کی رکنیت سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی کے مسلم طلبہ کی یونین کے افتتاح کے لئے مسٹر جناح سے درخواست کی جائیگی۔

صوبہ بہار کی اردو کانفرنس

کی صدارت کرتے ہوئے مولوی ظفر علی خاں صاحب ممبر اسمبلی نے یہ کہا کہ "زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ اس کو کسی قسم کی رکاوٹیں۔ نقصان پہنچتا ہے کسی زبان کو کسی ایک جماعت یا فرقہ سے وابستہ کرنا اس کے دائرہ کو محدود کرنا ہے۔ آپ نے کہا کہ اردو کو مسلمانوں سے وابستہ کرنا حقیقت کے منافی ہے۔"

اردو زبان کی تاریخ بیان کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ موجودہ پوزیشن یہ ہے کہ یہ ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اس کو بنانے میں ہندو اور مسلمان دونوں کا حصہ ہے۔

مسلم یونیورسٹی کی خبریں

اگزیکٹو کونسل کا اجلاس

۳ راگست کو اگزیکٹو کونسل کا اجلاس ہوا۔ بیرونی ممبران میں سر محمد یامین خاں، نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب، ڈاکٹر ولی محمد، مولوی ابو الحسن صاحب، میر نیرنگ صاحب، خان بہادر راغب عادل صاحب ایڈوکیٹ تشریف لائے تھے۔ مقامی ممبران بھی موجود تھے۔ ایجنڈا خاصہ طویل تھا مگر ممبران نے تمام مدات کو دو وقت کے اجلاس میں طے کر دیا۔ بعض مدات ملتوی ہوگئیں۔ ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی کی مستقلی آئندہ ستمبر پر ملتوی ہوگئی۔ زنانہ کالج میں مسز امینہ ایوب احمد کا تقرر وائس پرنسپل پر کیا گیا۔

ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی اور ڈاکٹر عمر فاروق شعبہ سائنس کے ریڈر بنائے گئے۔

طبیہ کالج میں ڈاکٹر قیوم پاشا کو لکچرر، مسٹر عبد الوہاب خیری بی۔اے اور ڈاکٹر محمود یوسف کو علی الترتیب پبلسٹی افسر اور اڈیٹر مسلم یونیورسٹی گزٹ اور مسٹر محمود رضا کو شعبہ قانون میں لکچرر مقرر کیا گیا۔

لوکل

کمیونسٹ پارٹی کا جلسہ

۶ راگست کو کمیونسٹ پارٹی کے زیر انتظام شہر علیگڑھ میں جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں کمیونسٹ پارٹی کے جھنڈے کے علاوہ مسلم لیگ، کانگریس اور مزدور سبھا کے جھنڈے بھی لہرا گئے۔ ۵ بجے سے ۷ بجے شام تک دو ہزار آدمیوں نے شہر کا گشت کیا اور اتحاد و اتفاق کے نعرے لگائے۔ جلوس کے اختتام پر کمپنی باغ میں جلسہ کیا گیا جس میں ۵ ہزار کا مجمع اور لاوڈ اسپیکر کا انتظام تھا۔ تقریروں کے بعد ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جس میں مسٹر گاندھی سے درخواست کی گئی کہ وہ اس نازک وقت میں جبکہ دشمن ملک کی سرحد پر ہے سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور پہلے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کریں تاکہ سب پارٹیاں گورنمنٹ کے ساتھ مل کر اپنے ملک کی مدافعت کر سکیں۔

کانگریس رزولیوشن

بمبئی - ۸ راگست - ہریجن کی اشاعت میں گاندھی جی نے لکھا ہے کہ ملامت اور غصہ کا جو طوفان کانگریس کمیٹی کے اس رزولیوشن کے متعلق اٹھا ہے جس میں اجتماعی اقدام کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے اور جو کھلی دھمکیاں کانگریس کو دی گئی ہیں وہ کانگریس کو اس کے مقصد سے ہٹا نہیں سکتیں۔ اس نے ہمیشہ مخالفت اور سخت گیری سے نمو حاصل کیا ہے اور اس کے خلاف اب بھی نہ ہوگا۔ سخت گیری جس کی تمہید وہ شور ہے جو امریکہ اور برطانیہ میں مچایا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ اہل [illegible] کو جب وہ ایک دفعہ روشن ہو جائے سمجھا نہیں سکتا اخبار ڈیلی ہیرالڈ اور مزدوروں کی جماعت سا لہا سال سے زبانی تمام دوسری جماعتوں سے بازی لے گئے کیا اچھا ہوتا اگر وہ کانگریس کے مطالبہ کو سمجھنے کی زحمت گوارا کرتے۔ برطانوی اقتدار کو ختم کرنے کے مطالبہ کا مبنی بر انصاف ہونا کبھی مشتبہ نہیں سمجھا گیا لیکن اس مطالبہ کو نافذ کرنے کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے اسی کو ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے۔ مجلس عاملہ کے رزولیوشن میں یہ امر آئینہ کی طرح صاف ہے کہ کیوں اس اقدام کا یہ وقت تجویز کیا گیا۔ میں اس کی تصریح کئے دیتا ہوں۔ ہندوستان جنگ میں کوئی موثر حصہ نہیں لے رہا ہے۔ ہم میں سے بعض اس صورت حال پر شرمندہ ہیں اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر ہم اجنبی کی گرفت سے آزاد ہو جائیں۔

انتقال

نہایت افسوس ہے کہ خان بہادر حاجی محمد بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھ نے اس دار فانی سے سفر آخرت اختیار کیا۔ مرحوم صدر درجہ خلیق اور وضع کے پابند رئیس تھے اور قومی کاموں میں فیاضی کے ساتھ صرف کرتے تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی ہر تحریک میں دلچسپی لیتے تھے۔ ہمیں ان کے بھائی خان بہادر شیخ وحید الدین صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

اے۔ آر۔ پی۔ نوٹس

دوکان موسومہ حمید منزل واقعہ بڑا بازار مقابل موتی مسجد پھول والا چوراہ علی گڑھ اے۔ آر۔ پی شیلٹر کے لئے حسب قاعدہ ۷ ڈیفنس آف انڈیا رولز لی گئی ہے۔ چونکہ حمید الدین مالک دوکان کا اپنے مکان مسکونہ علی گڑھ و آگرہ میں پتہ نہیں لگتا ہے لہذا بذریعہ مشتہری حمید الدین مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ مشتہری سے اندر ایک ہفتہ جو عذر ہو پیش کرے۔

ضرورت ہے

جغرافیہ اور دیگر مضامین کی تعلیم کے لئے ایک ٹرینڈ لیڈی گریجوایٹ کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ماہانہ ۵۰ روپیہ ماہوار اور آئندہ ترقی۔ عرضیاں ۲۰ راگست ۱۹۴۲ء تک بنام آنریری سکریٹری مسلم گرلز کالج علی گڑھ کے نام آنا چاہئیں۔

(خان بہادر) شیخ عبداللہ آنریری سکریٹری مسلم گرلز کالج علیگڑھ

ضرورت رشتہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ، روشن خیال، نوجوان مسلمان کو شریک زندگی کی ضرورت ہے۔ بلند معیار تعلیم یافتہ اور حسین ہونا خصوصی طور پر لازمی صفات ہیں۔ تمام خط و کتابت لڑکی کے ہمرشتہ ہونا چاہئیے۔ جملہ امور صیغۂ راز میں رہیں گے۔ بتوسط اڈیٹر صاحب "سرگزشت" علیگڑھ

قصبہ کھیر ضلع علی گڑھ میں عظیم الشان جلسہ

قرب جوار کے ہزاروں مسلمانوں کی شرکت

قصبہ کھیر ضلع علی گڑھ میں بروز جمعہ جامع مسجد میں مسلمانوں کا ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا۔ قرب و جوار کے مواضعات سے بھی کثیر تعداد میں مسلمان آئے ہوئے تھے۔ دفاعی کمیٹی کے رکن عبدالرؤف صاحب سالار مسلم نیشنل گارڈ نے افتتاحی تقریر کی۔ آپ کے بعد سید محمد حسین زیدی خازن ضلع مسلم لیگ نے نہایت موثر لہجہ میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔ موجودہ جنگ سے جو صورت حال سامنے آئی اور اس کے اثرات ہندوستان میں جس شکل میں نمودار ہوتے جا رہے ہیں سید صاحب نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مسلمانان کو ڈیفنس کمیٹی سے مکمل تعاون کی ہدایت کی۔ آپ کی تقریر کے بعد جناب محمد اشفاق الرب صاحب سابق سکریٹری ضلع مسلم لیگ نے مسلمانوں کے سامنے دفاعی پروگرام کی مختصر تشریح کی اور مسلمانوں کو دفاع کمیٹی میں شرکت کی دعوت دی۔ آخر میں جناب محمد علی خاں صاحب شروانی صدر دفاعی کمیٹی ضلع نے مسلمانوں کو دفاع کے سلسلہ میں ان کے فرائض سے آگاہ کیا اور بتایا کہ انھیں کیا کیا کرنا ہے اور حسب ذیل اراکین کمیٹی کے ناموں کا اعلان کیا جو قصبہ کھیر میں مسلمانوں کے دفاع کے لئے تمام ضروری خدمات انجام دے گی۔

اسمائے گرامی کمیٹی دفاع قصبہ کھیر

(۱) عبدالرزاق صاحب صدر
(۲) ننھے خانصاحب ممبر
(۳) ہیمو خانصاحب "
(۴) گھسیا خانصاحب "
(۵) محمد صدیق صاحب "

نیاز مند - اعتقاد علی کلرک دفتر مسلم لیگ علی گڑھ

چند سرگزشت جو بذریعہ وی پی ارسال کی گئی اور وصول ہوا

(۱) سید تنویر علی صاحب اتقوی - بہاؤ الدین کالج - جوناگڑھ
(۲) حاجی حفیظ اللہ صاحب سول سرجن ریٹائرڈ - اعظم گڑھ
(۳) سید واجد علی صاحب پریسیڈنسی مجسٹریٹ - کلکتہ
(۴) سید حامد مختار شاہ صاحب - سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ - دہلی
(۵) محمد رمضان صاحب علیگ سب اسسٹنٹ سرجن - پشاور
(۶) بیرسٹر سید نواب علی صاحب علیگ - لکھنؤ
(۷) کرنل غلام معین الدین صاحب علیگ کمانڈنگ افسر - حیدرآباد دکن
(۸) ایم۔ جمیل محمد خان صاحب علیگ - جوائنٹ اسسٹنٹ
(۹) ایس۔ ایم۔ قاسم صاحب علیگ - ٹیمپل لاکوٹ (دکن)
(۱۰) جی۔ اے۔ کلامی صاحب علیگ - بنگلور
(۱۱) مولوی الطاف حسین صاحب - ڈپٹی مجسٹریٹ - ہمیرپور
(۱۲) سردار اورنگ زیب خانصاحب - ایڈوکیٹ - پشاور
(۱۳) مولوی ایوب شاہ خانصاحب ریاست رامپور
(۱۴) ایم محسن خانصاحب بلگرامی - رئیس ضلع آرہ
(۱۵) نواب ناظر یار جنگ بہادر - حیدرآباد دکن
(۱۶) خان بہادر خان بہادر محمود حسن صاحب علیگ - ڈھاکہ بنگال
(۱۷) نواب محی الدین یار جنگ بہادر علیگ - حیدرآباد دکن
(۱۸) چودھری محب اللہ صاحب علیگ ڈپٹی مجسٹریٹ ریٹائرڈ - دہلی
(۱۹) عسکر یار جنگ بہادر - حیدرآباد دکن
(۲۰) سید علی احمد صاحب رئیس قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ
(۲۱) خانصاحب شاہ عالم خانصاحب ڈائرکٹر تعلیمات - پشاور
(۲۲) راجہ سید حامد حسین صاحب آف اصغرآباد ضلع بلند شہر
(۲۳) خانصاحب محی الدین احمد صاحب - الہ آباد
(۲۴) مسٹر محسن علی صاحب سکریٹری آبپاشی - لکھنؤ
(۲۵) محمد امین خانصاحب شروانی - رئیس ضلع متھرا
(۲۶) ایچ۔ ایم۔ عبدالجلیل صاحب بکسیل - نگینہ ضلع بجنور
(۲۷) ایم۔ اے۔ رحمن صاحب آنریری مجسٹریٹ - رامپور

شاندار ڈنر

بتاریخ یکم اگست ۴۲ء بوقت ۸ بجے شب راحت منزل میرس روڈ علی گڑھ ہمارے ضلع کے ہر دلعزیز کلکٹر مسٹر اے۔ ٹی۔ نقوی۔ آئی۔ سی۔ ایس کو خطاب او۔ بی۔ ای کے ملنے کے اعزاز میں منجانب ممبران بار گلکرسٹ علی گڑھ شاندار ڈنر ہوا۔ ڈنر میں جسٹس اقبال احمد جیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ اور دیگر ممبران مسلم یونیورسٹی اسٹاف بھی شامل تھے۔ ڈنر بہت کامیاب رہا۔ مسٹر انوار الہدی ایڈوکیٹ نے شہنشاہ معظم کا ٹوسٹ تجویز کیا اور اس کے بعد آپ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ان صفات کا تذکرہ فرمایا جو مسٹر اے۔ ٹی۔ نقوی کی ہر دلعزیزی کا باعث ہیں۔ آخر میں آپ نے منجانب بار خطاب او۔ بی۔ ای کے ملنے پر صاحب موصوف کو مبارکباد پیش کی۔ آپ کی تقریر کے بعد بابو رودر پرکاش سنہا (رنجن بابو صاحب) ایڈوکیٹ نے تقریر فرمائی۔ مسٹر اے۔ ٹی۔ نقوی نے ممبران بار کا شکریہ ادا کیا اور ان خوشگوار تعلقات کا تذکرہ فرمایا جو آپ کے اور ممبران بار کے درمیان آپ کے دوران قیام علی گڑھ میں قائم رہے ہیں۔ مسٹر اقبال احمد چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ نے بھی مختصر تقریر فرمائی اور آپ نے ممبران بار اور افسران ضلع کے درمیان خوشگوار تعلقات کی بابت معلوم کر کے اظہار اطمینان فرمایا۔ اس کے بعد مسٹر محمود حسن خاں سوری وکیل نے مفصلہ ذیل قصیدہ پڑھا۔

قصیدۂ تہنیت

بخدمت جناب اے۔ ٹی۔ نقوی صاحب آئی۔ سی۔ ایس

او۔ بی۔ ای

پہلے آئے لب پہ حمد داور رب انام
پھر پیمبر اور اس کی آل کے اوپر سلام

جس نے بھیجا ہم پہ اپنی غایت افضال سے
اے۔ ٹی۔ نقوی سا کلکٹر صاحب حسن نظام

یہ علی گڑھ کے مقدر یہ علی گڑھ کے نصیب
منصف و عادل کلکٹر کا بنا دار القیام

اب احاطہ بار کا عشرت بداماں ہے تمام
چار سو عیش و طرب کا ہو رہا ہے اہتمام

دور میں جس کے علی گڑھ کی زمیں ہے آسماں
کر رہی ہے جھک کے رفعت آسماں کو سلام

ہندو مسلم ہیں بھائی سکھ اور عیسائی ہیں دوست
عہد ہے انصاف کا امن و اماں کا ہے پیام

یعنی وہ والا ہم و حاکم با اقتدار
پائے کم عمری میں او۔ بی۔ ای خطاب اعلیٰ انعام

خود جواں مرد اور جواں مردوں کے یادگار
حق جواں ہمت رکھے ان کو با تیاہمتمام

سوری خستہ کی اب تم سے دعا ہے اے خدا
پائیں یہ اس سے زیادہ جاہ و مال و دوام

وہ آگے ایسا ہی بانیہ آیا مسرت کا مقام
چیف جسٹس یعنی سر اقبال احمد نیک نام

ممبران بار پر الطاف فرما ہیں کرم
آج اس جلسے میں خلعت بخش ہر اک خاص و عام

کیوں نہ ہو نازاں ہو اس موقع مسعود پر
کیوں نہ ہم ازخم ہو اس دن آ رہی شام و کلام

یاد ہے وہ وقت جب سند دل تھا ہم پر کرم
یاد ہے ہم کو وکالت کا زمانہ اور قیام

خوش رہیں آپ اور اولاد آپکی
سوری مسکیں دعا پر کرے سخن کا اختتام

یتیم خانہ انجمن تبلیغ الاسلام ضلع علی گڑھ

برادران اسلام! یہ یتیم خانہ زیر سرپرستی انجمن تبلیغ الاسلام ضلع علی گڑھ ایک عرصے سے قائم ہے جس کا مقصد مسلم لاوارث بچوں کو غیر اقوام کی دستبرد سے محفوظ رکھنا اور تعلیم و تربیت دینی و دنیوی و قیام و طعام کا خاص اہتمام کرنا اور مفید ہنر اور کار آمد دستکاریاں مثلاً زراعت۔ خیاطی۔ نجاری وغیرہ سکھلا کر روزی کمانے کے لائق بنانا اور گداگری کی ذلت و رسوائی سے کوسوں دور رکھنا ہے

نیز اس انجمن کے ماتحت چند مدارس بھی ہیں جن میں غریب اور نادار بچوں کو تعلیم و سامان مفت دیا جاتا ہے۔ ایک مدرسہ ساکین محلہ سرائے رحمن میں بھی قائم ہے۔ قواعد و ضوابط دفتر یتیم خانہ انجمن تکیہ متصل فارم زراعت علی گڑھ سے طلب کئے جائیں

لہذا مسلمانان ہند سے اپیل ہے کہ حسب استطاعت یتیم خانہ کی امداد فرمائیں تاکہ تعلیم و تبلیغ اور یتیم خانہ کا کام کما حقہ ہوتا رہے۔

نوٹ:۔ دیہاتی مسلمانوں کے طلب کرنے پر مبلغین کو دفتر (محلہ سرائے رحمن) ہر وقت روانہ کر سکتا ہے۔

المعلن:۔ مولوی نظام الدین احمد سکریٹری یتیم خانہ و ساکن انجمن تبلیغ الاسلام ضلع تکیہ متصل فارم زراعت علی گڑھ

سلسلہ نیلی چھتری

[نیلی چھتری میں بہرام کے کارنامے ۱۹۱۶ء میں پہلی مرتبہ پبلک کے سامنے پیش کئے گئے اس قدر مقبول ہوئی کہ ۹ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ مسٹر ظفر عمر مؤلف کتاب نے علی گڑھ سے سستی کتابیں نشر کرنے کا انتظام کیا ہے۔ جاسوسی کے افسانوں کے علاوہ سلسلہ نیلی چھتری میں دوسری دلچسپ کتابیں بھی شائع کی جائینگی]

(۱) نیلی چھتری یا شاہان دہلی کا خزانہ۔ قیمت ۱۲ر

اردو زبان میں اپنی قسم کا پہلا ناول ہے۔

(ہمدم۔ لکھنؤ)

واقعی نہایت ہی دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے

(دلگداز۔ لکھنؤ)

(۲) لال کٹھور۔ قیمت ۱۲ر

مراغ رسانی کا دلچسپ افسانہ

مصنف نے اپنے مشہور ہیرو مسعود اور بہرام کے ساتھ ایک نئے ہیرو کا تعارف کرایا ہے۔ ایک صوفی عالی مقام کے رازِ درون پردہ کو آشکارا کیا ہے۔

(المعارف۔ اعظم گڑھ)

کتاب کے مرقع میں سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ سبق آموز تصویر مرزا انگرائی کی ہے۔ کتاب کا پارسل آتے ہی اسی وقت شروع سے آخر تک پڑھ گیا۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی)

(۳) چوروں کا کلب قیمت ۸ر

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے ممبروں میں والیان ملک، کونسل کے آنریبل ممبر، فوج اور مال کے اعلیٰ افسر ہر قسم کے لوگ شامل ہیں اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ

ارشاد بک ڈپو۔ علی گڑھ

از راہ کرم اپنے پتہ کی چٹ ملاحظہ کیجئے اور چندہ سرگزشت ارسال فرما کر مشکور کیجئے۔

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ | نمبر (۲۳)

بدقسمت ہندوستان

کانگریس کمیٹی کے فیصلہ کے بعد جو واقعات ہندوستان میں رونما ہوئے ہیں اُن پر ہر ایک ہندوستانی خواہ کسی مکتب خیال اور سیاسی مسلک کا ہو افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وار کمیٹی میں مسٹر گاندھی کا رزولیوشن جس میں گورنمنٹ برطانیہ سے ہندوستان چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا تھا پاس ہوتے ہی ہر طرف سے آواز بلند کی گئی اور اس خطرہ کی جانب توجہ دلائی گئی جو اس تجویز دوران جنگ میں ملک کو پیدا ہو سکتا ہے لیکن ہندوستان کانگریس کے زعماء نے مسٹر گوپال چاریہ جیسے پرانے کانگریسی اور محب وطن کے مشورے کو بھی نظر انداز کر دیا اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ۸ اگست کو وار دھا رزولیوشن کی تصدیق کر دی۔

سول نافرمانی شروع کرنے سے پہلے مسٹر گاندھی وائسرائے ہند کو خط لکھ کر کسی معقول سمجھوتہ کرنے کا موقع دینے والے تھے مگر اس کی نوبت بھی نہ آئی اور ۹ اگست کی صبح کو مسٹر گاندھی پنڈت نہرو اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری شروع ہو گئی اور کانگریس غیر قانونی جماعت قرار دیدی گئی۔ لیڈروں کی گرفتاری نے بارود کے ذخیرہ میں چنگاری کا کام دیا اور تمام ملک میں شورش شروع ہو گئی جس کا اندیشہ تھا۔ بمبئی۔ پونہ احمد آباد، لکھنؤ، کانپور، الہ آباد اور دوسرے مقامات پر کئی کئی مرتبہ گولی چلانی پڑی اور سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں اور زخمیوں کی تعداد کا اندازہ مشکل ہے۔

دہلی میں جو واقعات رونما ہوئے وہ حد درجہ افسوسناک ہیں۔ دوکانیں بند ہیں کاروبار ملتوی اور نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے۔ ۱۹۳۰-۳۱ء کے واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے نمک سازی کے سلسلہ میں سول نافرمانی شروع ہوئی تو لوگ پکڑے گئے تھے لیکن یہ آگ پھیلتی رہی اور بالآخر لارڈ ارون کے تدبر نے اس کو قابو میں کیا۔ مگر اس وقت چند روز میں گولی چلانے کے واقعات اس کثرت سے نہیں ہوئے تھے۔ اس مرتبہ بعض مقامات پر ایک دن میں دس بارہ مرتبہ گولی چلا کر مجمع کو منتشر کرنا پڑا۔

اس حالت کو دیکھ کر اخبار لنڈن ٹائمس جو برطانیہ کی حکومت کا ترجمان سمجھا جاتا ہے اور جو چند روز قبل سخت کا رروائی کرنے کا مشورہ دے رہا تھا گھبرا اٹھا؟ اور کہتا ہے کہ موجودہ سیاسی مشکل کو حل کرنے کی طرف جلد توجہ کرنی چاہئے۔ امریکہ کی فوجوں کو ہندوستان میں دیکھ کر یہ خیال تھا کہ وہ برطانیہ کی فوج کے ساتھ ملک کی حفاظت میں شریک ہونگی مگر امریکہ سے اعلان کیا گیا ہے کہ امریکی افواج ہندوستان کے اندرونی معاملات سے کوئی سروکار نہ رکھیں گی۔ چین کے سیاسی حلقے بھی گورنمنٹ اور ہندوستانی زعماء کو صلح و آشتی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی صلاح دے رہے ہیں۔

شکر کا مقام ہے کہ قائد اعظم مسٹر جناح کے مشورے کے بموجب مسلمان اس وقت تک موجودہ شورش سے علیحدہ ہیں لیکن کانگریس کے برتاؤ کی بدولت جو اختلاف ہندو اور مسلمانوں میں ترقی کر گیا ہے اس قدر خطرناک ہے کہ تصادم کی صورت میں فرقہ وارانہ فسادات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس بے چینی اور شورش کی وجہ سے انصرام جنگ میں رخنہ اندازی ہوگی اور بیرونی دشمنوں کے حملہ کا خطرہ بڑھ جائے گا۔ یہ صحیح ہے کہ گورنمنٹ کے پاس پولیس اور فوج کی قوت کافی ہے اور حالت پر قابو پا لیا جائیگا لیکن تدبر اس کا مقتضی ہے کہ گولیوں اور لاٹھیوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے صلح و آشتی سے کام لیا جائے اور اسلحہ آتشیں کا استعمال اس کثرت سے نہ کیا جائے۔ اس وقت بنگال، پنجاب میں جہاں مسلمان وزیر اعظم ہیں اور گورنمنٹ ایک حد تک ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہے باوجود جلسوں اور کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری کے ابھی تک کوئی واقعہ گولی چلانے کا نہیں ہوا ہے اور جس صبر و تحمل سے ان دو صوبوں میں کام لیا گیا ہے دوسرے صوبوں کے لئے جہاں برطانوی افسر اور گورنر برسر حکومت ہیں قابل تقلید مثال ہے۔ اگر شورش اور سول نافرمانی کی آگ شہروں کے علاوہ مواضعات میں پہنچ گئی اور ریل اور تار کاٹنے کے واقعات ہونے لگے تو حالت زیادہ خطرناک ہو جائیگی اور افواج اور سامان جنگ کی نقل و حرکت اور تیاری میں رخنہ اندازی ہوگی۔

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا مسئلہ ماشاء اللہ کچھ عرصہ سے معرض التوا میں ہے۔ سب مراحل سر شاہ سلیمان مرحوم کی وائس چانسلری میں طے ہو چکے تھے صرف اُن کی مرتب کی ہوئی اسٹیچوٹ کو گورنر جنرل کی منظوری کے لئے بھیجنا باقی تھا۔ گزشتہ اپریل میں دوبارہ کورٹ یونیورسٹی نے اسٹیچوٹ کو منظور کر لیا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ اہم معاملہ ابھی تک معرض التوا میں ہے حال میں ایک ممبر اور ہر دلعزیز اولڈ بوائے نے محترم وائس چانسلر صاحب کی توجہ اس ناواجب اور غیر ضروری التوا کی جانب دلائی تھی اس کے جواب میں وائس چانسلر صاحب نے تحریر کیا ہے کہ جو اسٹیچوٹ کورٹ نے منظور کی ہیں وہ قانون کے خلاف ہیں اس اسٹیچوٹ کا مسودہ ڈاکٹر سر سلیمان جیسے قانون داں نے کیا تھا۔ دو مرتبہ اکزیکٹو کونسل نے جس میں کئی لائق قانون داں موجود ہیں مسودہ پر غور کیا اور منظوری کے لئے کورٹ میں بھیجدیا۔ وہاں بھی وائس چانسلر صاحب نے یا کسی اور قانون داں صاحب نے اس کے خلاف قانون ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہدایت کی گئی کہ اسٹیچوٹ منظوری کے لئے گورنر جنرل کی خدمت میں بھیجدی جائے۔ اپریل گزشتہ کے اجلاس میں بھی محترم وائس چانسلر نے جو بیان نمائندگی اولڈ بوائز کے متعلق کورٹ کے سامنے پیش کیا اس میں بھی اسٹیچوٹ کے خلاف قانون ہونے کا کوئی تذکرہ نہ تھا۔

ہم شکر گزار ہونگے اگر اس کے متعلق محترم وائس چانسلر صاحب مہربانی کر کے کوئی بیان شائع کریں گے تاکہ وہ ناراضی اور بے چینی جو ممبران ایسوسی ایشن میں پائی جاتی ہے رفع ہو اور ۲۷ اگست کے غیر معمولی اجلاس میں اس پر غور کیا جا سکے۔

اجلاس غیر معمولی

۲۷ اگست آئندہ شب برات کی تعطیل میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا غیر معمولی اجلاس منعقد ہوگا جس میں سال رواں کا بجٹ پیش کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ مسٹر یامین زبیری کا ایک رزولیوشن بھی پیش ہوگا جس میں درخواست کی گئی ہے کہ موجودہ عہدہ داران و ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں غالباً اس تجویز کو تقویت دینے کے لئے محترم وائس چانسلر کے نقیب اخبار تحریک نے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور ایسوسی ایشن کی موجودہ حالت پر آنسو بہا کر یہ تحریک کی ہے کہ اس کے ممتاز اور غیر جانبدار ممبر کوئی صحیح نظام و راہ عمل بنائیں ورنہ بہتر ہے کہ ایسوسی ایشن پر فاتحہ پڑھ دی جائے۔"

اگر محترم وائس چانسلر صاحب اور ان کے نقیب کو ایسوسی ایشن کی بہبودی اور ترقی مد نظر ہے تو سب سے پہلا اقدام یہ ہونا چاہیئے کہ اس کی مخالفت ترک کی جائے۔ اس کے حق نمائندگی کورٹ کو تعویق نہ ڈالا جائے اور فوراً گورنر

جنرل کی خدمت میں منظوری کے لئے بھیجا جائے۔ حق نمائندگی سلب ہو جانے کی وجہ سے اس کی توسیع و ترقی میں سخت دشواریاں پیدا ہو گئی ہے۔ نیز ہم یہ بھی گزارش کرینگے کہ محترم ڈائرکٹر ایجوکیشن جو کبھی ایسوسی ایشن کے ممبر نہیں ہوئے ہیں ممبر بنائے جائیں۔

امید ہے کہ قوم کے کرتا دھرتا ان پروپیگنڈے سے موجودہ ممبران ایسے متاثر نہ ہونگے۔ جن لوگوں کو اس مضمون کو "بغض و فساد" اور "حکومت کی حرص و ہوس" میں مبتلا بتا کر ان کی نیتوں پر حملہ کیا ہے انھوں نے ایک لاکھ تیرہ ہزار کی عمارت "آفتاب ہوسٹل" یونیورسٹی میں تعمیر کیا ہے جس کا چندہ ہزار سالانہ آمدنی تعلیمی وظائف پر صرف کی جاتی ہے۔

انشاء اللہ ایسوسی ایشن باوجود مخالفتوں کے اپنا کام کرتی رہے گی اور مادر درسگاہ کی خدمت میں مصروف رہے گی۔

گزشتہ سال ایسوسی ایشن کا بجٹ چار ہزار کے قریب تھا اور امسال ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد۔

یادگار سید راس مسعود

سر سید راس مسعود مرحوم مسلمانان ہند کے لئے مایۂ نازہستی تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ سر سید احمد خاں بانی درسگاہ کے پوتے تھے بلکہ ان خدمات کے لحاظ سے جو سید راس مسعود مرحوم نے مسلم یونیورسٹی کے مفاد کے لئے انجام دیں انھوں نے وائس چانسلری کی قیادت ایسے وقت میں ہاتھ میں لیا جبکہ اس کی قوت ریشہ دوانیوں اور جاہ طلب لوگوں کی وجہ سے ایک نازک دور سے گزر رہی تھی۔ ان کی کوشش اور ذاتی اثر کی بدولت یونیورسٹی کو گورنمنٹ سے دس لاکھ روپیہ ملا جو یونیورسٹی کی تعمیر اور تنظیم پر صرف ہوا۔

ان کے یادگار کے لئے بعد متعدد مقامات پر جلسے ہوئے یادگار قائم کرنے کی تجویز پاس ہوئیں لیکن ہماری قوم اپنے محسنوں کو بہت جلد بھول جاتی ہے اور یادگار کا کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ لہذا اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے بھی یادگار قائم کرنے کی تجویز کی تھی اور قرار پایا تھا کہ مسلم یونیورسٹی میں ان کے نام کا سلسلہ شروع کیا جائے لیکن اس مفید اور ضروری کام کے لئے سرمایہ جمع نہ ہو سکا۔ لیکن خدا کے فضل سے ایسوسی ایشن کی مالی حالت اب اس قابل ہو گئی ہے کہ اس کے سرمایہ سے یہ یادگار قائم کیا جائے۔ چنانچہ سال رواں کے بجٹ میں ایک رقم اس کے لئے رکھا گیا ہے تاکہ ممتاز علماء کو بلا کر طلباء یونیورسٹی کے سامنے مقالے پڑھ سکیں اور طلباء کے علمی شوق میں اضافہ ہو۔ تفصیلات طے کرنے کے لئے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے ایک کمیٹی بنائی ہے جس کے ارکین حسب ذیل ہیں:-

۱۔ اے۔ بی۔ اے حلیم صاحب پرو وائس چانسلر
۲۔ ڈاکٹر ہادی حسن صاحب
۳۔ پروفیسر محمد حبیب صاحب
۴۔ میاں محمد شریف صاحب
۵۔ ڈاکٹر عابد احمد علی صاحب
۶۔ محمد عزالدین صاحب کنوینر

امید ہے کہ تفصیلات جلد طے ہو جائیں گی اور موجودہ سشن یونیورسٹی میں ان مفید لکچروں کا سلسلہ شروع ہو سکے گا۔

قفقاز

راسٹف فتح کرنے کے بعد جرمنی فوجیں چند روز میں تقریباً دو سو میل جنوب کی جانب بڑھ گئی ہیں جس کی وجہ سے روس کی دو بندرگاہیں، تیل کے کنویں اور تیل صاف کرنے کا کارخانہ معرض خطر میں پڑ گئے اور غالباً کچھ دن بعد ان اہم مقامات پر بھی جرمنی کا قبضہ ہو جائے گا۔

مشرق کی طرف اسٹالن گراڈ پر جرمن فوجیں دو طرف سے بڑھ رہی ہیں۔ اگر یہ مقام بھی جرمنوں کے ہاتھ میں آگیا تو جرمن سرعت کے ساتھ کوہ قفقاز کو عبور کرنے کی کوشش کریں گی اور روسی افواج کو شمال سے رسد و رسائل کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ماورائے قفقاز کے علاقے میں امریکن اور انگریزی فوجیں اور کثیر سامان جنگ جرمن حملے کو روکنے کے لئے تیار ہے۔ جنگ کے نتیجہ پر اس علاقہ کی لڑائی کا بہت کچھ اثر پڑے گا۔ اگر اتحادی یہاں جرمنوں کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئے تو ایران میں محاذ جنگ قائم ہوگا اور یہ اسلامی ملک بھی جنگ کی بربادی سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔

آہ! مولوی ظہور حسن مرحوم

افسوس کہ ۲۷ جولائی کی رات میں مولوی ظہور حسن صاحب رئیس بدایوں کا انتقال قلب کی حرکت بند ہو کر ہو گیا۔ مرحوم کو قلب کا عارضہ تھا مگر اب صرف دو تین دن سے قلب کی تکلیف تھی مگر انتقال سے چند گھنٹہ پہلے تک مکان کے اندر چلتے پھرتے تھے۔ رات کو تکلیف بڑھنے پر ڈاکٹر بلایا گیا مگر دوا یا انجکشن دینے سے پہلے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے ستر سال کے قریب عمر پائی۔ مرحوم کے والد ماجد حافظ احمد حسن صاحب مرحوم ۱۹۰۹ء میں نواب صاحب ٹونک کی معزولی کے مقدمہ کی پیروی کے لئے انگلستان میں تھے۔ اسی زمانہ میں سر سید احمد خاں مرحوم مع اپنے صاحبزادہ سید محمود کے انگلستان گئے ہوئے تھے۔ وہاں کے قیام میں ان اصحاب کے مراسم ہو گئے۔ ۱۸۸۹ء میں حافظ احمد حسن صاحب نے اپنے صاحبزادوں کو علی گڑھ کالج کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ انھیں میں مولوی ظہور حسن بھی تھے۔ چند سال اسکول میں رہ کر واپس آگئے مگر ہمیشہ علی گڑھ سے تعلقات رکھے۔ اپنے شہر میں بھی نمودار رہے اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ میونسپل بورڈ کے چیرمین رہے۔ مسلم اسلامیہ اسکول کے بانیوں میں سے تھے اور اس کے دوامی ٹرسٹی تھے۔ مدرسہ عربی شمس العلوم بدایوں کی عمارت بیچ بازار میں ہے اس کا دروازہ آپ کے روپیہ سے بنا جو باب الظہور کے نام سے موسوم ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے چندہ میں بستر ہزار دینے کی وجہ سے معطیان کی فہرست میں آپ کا نام ہے۔ آپ نے آفتاب ہوسٹل میں بھی چندہ دیا تھا۔

ذاتی اعتبار سے آپ بڑے مہذب اور منکسر المزاج تھے اور باوجود بڑے صاحب جائداد ہونے کے سادہ معتدل اور کفایت شعارانہ زندگی بسر کرتے تھے اور اسی وجہ سے نہایت متمول اور دولتمند ہو گئے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کی متمول قوم میں وہ کفایت شعاری کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ دعا ہے کہ مرحوم کو خداوند تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے صاحبزادہ مصطفیٰ حسن صاحب کو بااقبال کرے۔ سرگزشت ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی کرتا ہے۔

اڈیٹر سرگزشت کیخلاف مقدمہ کی تیاری

اس ہفتہ کا اخبار پریس میں جانے کے لئے تیار تھا کہ ڈاکٹر ظہیر حسن صدیقی صاحب کے وکیل کا نوٹس ہمیں وصول ہوا جو اس اشاعت میں درج کیا جاتا ہے۔

اس نوٹس کا جواب ہمارے مشیر قانونی کی طرف سے دیا جائیگا، مفصل کیفیت آئندہ درج ہوگی۔ یکم مئی کے سرگزشت میں محترمہ اہلیہ ڈاکٹر ظہیر حسن کی ایک نظم شائع ہوئی تھی جس سے متاثر ہو کر دہلی کے ایک ہمدرد کا ایک خط یکم جون کے سرگزشت میں شائع کیا گیا تھا اس کی بنا پر یہ نوٹس دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ نظم بہت مقبول ہوئی اور ہر طرف سے اس کی مانگ ہے اس لئے اخبار میں علیحدہ صفحہ پر دوبارہ شائع کی جاتی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ اس مقدمہ کے سلسلہ میں موجودہ یونیورسٹی کے بہت سے معاملات کا انکشاف ہو جائیگا۔

یونیورسٹی کی خبریں

کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری کے بعد جو شورش مختلف مقامات پر ہو رہی ہے اس سے احاطۂ یونیورسٹی بالکل مامون ہے۔ شہر میں جلسے ہوئے، جلوس نکلے، گرفتاریاں بھی ہوئیں لیکن طلباء یونیورسٹی ان سے قطعاً بے تعلق رہے۔ چند روز ہوئے طلباء یونیورسٹی کے لئے شہر "آوٹ آف باؤنڈ" قرار دیدیا گیا ہے اور طلباء کو شہر جانے کی ممانعت ہے۔

اعلیٰحضرت فرمانروائے بھوپال نے جو یونیورسٹی کے قابل فرزند لڈ بوائے ہیں طلباء یونیورسٹی کو پرواز کی ابتدائی تعلیم دینے کے لئے بھوپال میں انتظام کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ بہم رسانی اجناس کی مشکلات کے خیال سے اعلیٰ حضرت نے بھوپال سے بڑی مقدار میں گندم خریدنے کی اجازت بھی دیدی۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

۸ اگست کو کانفرنس کی کونسل اور ورکنگ کمیٹی کے لئے انتخابات عمل میں آئے۔ نتیجہ حسب ذیل ہے۔

نائب صدر :- نواب صدر یار جنگ بہادر

مددگار معتمد :- خان بہادر عبد المجید قریشی صاحب

معتمد شعبۂ تالیف و تصنیف :- رشید احمد صاحب صدیقی

معتمد شعبۂ اقتصادیات :- عطاء اللہ صاحب

معتمد شعبۂ تعلیم :- آل علی نقوی صاحب

معتمدہ شعبۂ نسواں :- مس قمر جہاں صاحبہ

روئداد اجلاس اکزیکٹو کونسل منعقدہ ۱۲ اگست ۱۹۴۲ء

۱۔ کونسل کو سرحد ایڈ گورنمنٹ کی جانب سے پچاس ہزار روپیہ کی گرانقدر عطیہ کی وصول کی اطلاع دی گئی۔ کونسل نے صاحب موصوف کی خدمت میں اظہار شکر گزاری کیا۔

۲۔ کونسل نے حسب ذیل مستقل تقررات کی منظوری دی۔

(۱) ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی } بحیثیت ریڈر بمشاہرہ ۳۰۰ روپیہ

(۲) ڈاکٹر عمر فاروق } ماہوار شعبۂ کیمسٹری

(۳) مسز آمنہ ایوب احمد بحیثیت لیڈی لکچرر گریڈ اول بمشاہرہ ۲۲۵ روپیہ ماہوار شعبۂ انگریزی۔

(۴) ایس۔ محمود رضا بحیثیت لکچرار گریڈ اول شعبۂ قانون

(۵) ڈاکٹر عبد المجید میاں بحیثیت لکچرار گریڈ اول شعبۂ ریاضی

(۶) عبد الرحمن حنفی " " گریڈ دوم "

(۷) مسز سعیدہ عمر الدین " لیڈی لکچرار گریڈ دوم شعبۂ تعلیم

(۸) مس صفیہ سراج بحیثیت لیڈی لکچرار گریڈ دوم شعبۂ تعلیم

(۹) ڈاکٹر قدیم پاشا " لکچرار زوالوجی و کلینکس

(۱۰) ٹی۔ ان بہارگوا " لکچرار گریڈ دوم شعبۂ الکٹریکل انجینرنگ

(۱۱) ڈاکٹر سید محمد یوسف " اسسٹنٹ اڈیٹر مسلم یونیورسٹی گزٹ

(۱۲) احمد وہاب خیری " ڈائرکٹر پبلسٹی بیورو

(۱۳) مسعود احمد " ٹیچر انگریزی و عربی (گریڈ دوم) مسلم یونیورسٹی

(۱۴) مس ڈی چارلس " لیڈی ٹیچر پریپریٹری اسکول

۳۔ مندرجہ ذیل اصحاب کی مدت ملازمت میں توسیع کی منظوری دی گئی۔

(الف) ڈاکٹر عبد العزیز پوری بحیثیت ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی اسکول تا ۱۵ ستمبر ۱۹۴۲ء

(ب) مسٹر جمیل الدین احمد بحیثیت سکنڈ ریکوسٹاٹر تا اختتام ماہ اگست ۱۹۴۲ء

۴۔ مندرجہ ذیل حضرات کو ان کی مدت پروبیشن ختم ہونے پر مستقل کیا گیا۔

(۱) ڈاکٹر قاضی سعید الدین بحیثیت ریڈر شعبۂ جغرافیہ

(۲) مسٹر قدیم حامد " لکچرار شعبۂ زراعت

(۳) مسٹر ظہیر الدین " ٹیچر شعبۂ کامرس

۵۔ طے پایا کہ لڑکیوں کو بی۔ ایس سی سال سوم میں صرف فزیکس، کیمسٹری اور ریاضی کے مضامین کے ساتھ داخل کیا جائے۔

۶۔ تجویز ڈاکٹر سید ظفر الحسن پروفیسر شعبۂ فلاسفی بابت اسکالرشپ فنڈ ایک کمیٹی کے حوالے کی گئی جو مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ہوگی۔

(۱) خان بہادر شیخ عبد اللہ

(۲) ڈاکٹر سولی محمد

(۳) حاجی ابو الحسن

۷۔ وائس چانسلر کی تجویز کے مطابق شعبۂ انگریزی میں اسپیشل ٹیچر کے تقرر کے سلسلہ میں دو ہزار روپیہ منظور کئے۔

۸۔ طے پایا کہ بردا جعفر آباد میں شعبۂ ٹکنالوجی کی توسیع کے سلسلہ میں اراضی خرید کی جائے۔ خان بہادر شیخ عبد اللہ خریداری کی گفتگو کرنے کے مجاز ہوں گے۔

۹۔ مندرجہ ذیل اصحاب کا بورڈ آف انڈسٹریز۔ ٹریڈ و کامرس مقرر کئے گئے۔

(۱) پرو وائس چانسلر چیرمین

(۲) خواجہ عبد الحی

(۳) حمید اللہ درانی

(۴) شیخ عطاء اللہ

(۵) ڈاکٹر امیر حسن صدیقی

(۱۰) واٹکنیشن کے لئے ہوسٹل کی تعمیر کے سلسلہ میں طے پایا کہ یونیورسٹی اراضی دے اور اختتام جنگ پر عمارت اپنے تصرف میں لے لے۔

کمشنر آگرہ ڈویژن ایمرجنسی کمیشن کی انتخابی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے علی گڑھ تشریف لانے والے ہیں۔ کمیٹی کا اجلاس مسلم یونیورسٹی میں ہوگا اور امیدواروں کا انتخاب کیا جائیگا۔

لوکل

علی گڑھ اخبار

نشتر بلرامی کی ادارت میں یہ جدید اخبار جاری ہوا ہے۔ اس کا دوسرا نمبر دلچسپ اور ضروری خبروں سے لبریز ہے۔ کاغذ اور چھپائی بہت عمدہ۔ اس اخبار کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اس وجہ سے مقدار چندہ وسیع نہیں ہے۔ غالباً اخبار مفت تقسیم کیا جائے گا۔ موجودہ جنگ اور سیاسی کشمکش کی وجہ سے جو حالت پیدا ہوگئی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ صحیح خبریں عوام کو دی جائیں اور ان کی ہمت بڑھائی جائے۔ امید ہے کہ یہ اخبار اس ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کرے گا۔

سالار نیشنل گارڈ کا ورود علی گڑھ

صوبہ یو۔ پی کے دورہ کے سلسلہ کے اختتام ۹ اگست ۱۹۴۲ء روز بجے طوفان میل سے محمد سلیمان خانصاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ایم ایل۔ اے سالار صوبہ نیشنل گارڈ و ممبر مجلس عاملہ صوبہ لیگ علی گڑھ تشریف لائے۔ سالار صوبہ نے بنوشت وغیرہ کا باقاعدہ معائنہ کیا اور تمام عہدہ داران و رضاکاران نیشنل گارڈ سے تفصیلی ملاقات کی اور ایک تقریر فرمائی۔ نیشنل گارڈ کی کارکردگی مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے تمام صوبہ یو۔ پی میں نیشنل گارڈ کا بیور کو اول نمبر اور نیشنل گارڈ علی گڑھ کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔

نیازمند محمد انوار الرب گلزار کرکی

سالار شہری مسلم نیشنل گارڈ

پیش کش

اہلیہ امیر حسن بتقریب عقد ثانی ڈاکٹر امیر حسن

مل گیا میری وفاؤں کا صلہ اے ہمدم — عہد الفت کا جو تھا خوب نبھایا تو نے
میری امیدوں کے خرمن پہ گرائی بجلی — دل کو وقفِ غم و آلام بنایا تو نے
وقت کے ہاتھ سے بھی جو نہیں مٹنے کا کبھی — میرے سینے پہ وہ اک زخم لگایا تو نے
ہوگئی میری تمناؤں کی دنیا تاریک — اب نہ ہنسنے کی کبھی ایسا رلایا تو نے
جن لبوں سے میں سنا کرتی تھی جینے کی نوید — اُن سے اب موت کا پیغام سنایا تو نے
بہہ گئی جس میں مرے امن و سکوں کی بستی — رنج کا دل میں وہ طوفان اٹھایا تو نے
داغِ غم سے مرے سینے میں چراغاں کرکے — شمع ساں محفلِ ہستی میں جلایا تو نے

شادی میں مجھے ناشاد کیا ہے تو نے
مختصر یہ ہے کہ برباد کیا ہے تو نے

ہاں مگر پھر بھی مرے دل سے نکلتی ہے دعا — زندگی کو مری ناشاد بنانے والے
تیری دنیا میں مسرت کی فراوانی ہو — اے مجھے آتشِ فرقت میں جلانے والے
گلشنِ دہر میں تو شاد ہو آباد رہے — بجلیاں خرمنِ ہستی پہ گرانے والے
دل کے آئینے پہ آئے نہ کبھی گردِ ملال — اے مری زیست کو تاریک بنانے والے
تیری محفل میں مسرت کے ترانے گونجیں — اے مجھے نغمۂ آلام سنانے والے
تیری ہستی پہ رہے امن و سکوں کا پرتو — دل میں طوفانِ غم و رنج اٹھانے والے
شمع سے تیری رہے تیرا شبستاں روشن — لوذ کی شمع ارماں کو بجھانے والے

ہے دعا غنچۂ خاطر ترا مرجھانے نہ پائے
تیرے گلشن میں کبھی دورِ خزاں آنے نہ پائے

حرف اسلات

ہندوستانی مسلمانوں کو خطرۂ عظیم

موجودہ عالمگیر جنگ نے دنیا کا نظام جس طرح درہم برہم کر رکھا ہے اور انسانی خون جس بیدردی سے بہایا جا رہا ہے اس کا اعادہ بہ تفصیل حاصل ہے۔ تمام باشندگان کرۂ ارض مبتلائے آلام ہیں اور جو معدودے چند چھوٹی قومیں اس وقت تک آتش جنگ سے بچی ہوئی ہیں وہ بھی نتائج کے خوف سے لرزہ براندام ہیں۔ اس کشمکش میں ہندوستان بھی سخت مشکلات میں گرفتار ہے۔ ہر متنفس نہ صرف روزانہ ہولناک خبروں سے حیران و پریشان ہے بلکہ غلہ کی گرانی اور ما یحتاج کی کم یابی اور غربا اور مزدور پیشہ گروہ کی انتہائی دردناک حالت اور اس پر چندوں کی افراط نے ہر درجہ کے انسانوں کو دم بخود بنا رکھا ہے۔ یہ ایسے مصیبت فزا واقعات ہیں جس سے بدامنی اور قانون شکنی کا خطرہ پیش نظر ہے۔ ایسے ہی گوناگوں واقعات اور لرزہ براندام تخیلات نے آج مجھ کو باوجود ناکارہ محض ہونے کے اپنے خیالات کے اظہار پر آمادہ کیا ہے تاکہ ممکن ہو تو ازالۂ مشکلات کی تدبیر کی جائے۔

اس وقت جبکہ لڑائی کا سمندر جوش اور تلاطم پر ہے ہندوستان کے مختلف النوع اقوام لڑائی کے نتیجہ کو پس پشت ڈال کر اپنے آئندہ پروگرام اور بے ہنگام مصالحہ کی بجائے نیز سوچ رہے ہیں۔ اسی گروہ میں ہندو نیشنل کانگریس پیش پیش نظر آتی ہے۔ ہندو مہاسبھا نے بھی مسلمانوں کی مخالفت کی شرط پر کانگریس میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا ہے حالانکہ پہلے بھی دونوں میں زیادہ اختلاف نہ تھا۔

چونکہ کانگریس اپنی تعداد اپنی تنظیم اور اپنی دولت کے نشہ میں چور ہو کر خطرناک اقدامات پر آمادہ ہے لہذا اندیشہ ہے کہ اس چپقلش میں پھنس کر مسلمانوں کا فوری جوش ۱۸۵۷ء کے واقعات سے زیادہ ان کی تباہی اور بربادی کا باعث نہ ہو جائے۔

پیشوایان کانگریس کا چیدہ گروہ قلم اور زبان کے زور سے (جن کو تلوار سے کبھی کام نہیں پڑا) ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے کہ برٹش سول کو معطل کر دو۔ انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لو۔ اور اگر ضرورت ہو تو ایسی حکومت کی خاطر ہندو اکثر انسانی قربانی بھی دیدو۔ یہ صریح چیلنج ہے جو مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے یہ سب کچھ اس واسطے کیا جا رہا ہے کہ نو کروڑ آبادی کی قسمت ہندو اکثریت کے ووٹوں پر منحصر ہو جائے اور اسی جذبہ کے تحت ایک ہزار سال کے بعد پہلی مرتبہ ہندو مسلمانوں کو ایک قوم ظاہر کرنا شروع کیا ہے۔

یہ ایک اہم تجویز ہے۔ اور اس کا فیصلہ وہی مسلمان کر سکتے ہیں جو عرصہ سے ہندو قوم کی نبض کے انقباض اور انبساط پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ تاہم مان لینا چاہیے کہ مہاتما جی کا روحانی اثر اور پنڈت جی کی دنیاوی عظمت اور صدر کانگریس کا تقدس چند روز کے واسطے ہندو مسلمان کو ملا سکے مگر اس ذہنیت کا کیا علاج جو صدہا سال سے کروڑوں انسانوں کے دل اور دماغ پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اس کا فیصلہ وہ مسلمان بہتر کر سکتے ہیں جن کو خود کانگریس میں شامل رہنے کا موقع ملا ہے۔

تجربات، احساسات اور مشاہدات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ہندو مسلمان کا ایک قوم ہو جانا ایک ایسا دعوے ہے جس کی منطق پر کسی طرح طبیعت مانوس نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ بعض وطن پرست اصحاب انفرادی طور سے دونوں قوموں میں صلح و صفائی کا یقین اور خوش آیند نتائج کی توقع رکھتے ہوں مگر ایسی صلح جرمنی اور روس کی اس صلح سے زیادہ دیرپا نہ ہوگی جس کا معاہدہ ستمبر ۱۹۳۹ء سے کچھ عرصہ پہلے ہوا تھا اور جس کے نتائج اس وقت پیش نظر ہیں۔

کاش اس وقت مسلمان متفق اور متحد ہو جائیں، اپنی تنظیم کریں اور ہندو اہل وطن سے تا بامکان صلح و صفائی رکھیں اور یکسو ہو کر ضروریات جنگ میں برٹش گورنمنٹ کی امکانی مدد کریں تاکہ کامیابی کے بعد ان کو جدید ہندوستان میں ان کا واجبی حصہ مل سکے۔ لڑائی کے کاموں میں اس وقت مدد دینا اپنی ذاتی امداد کے مترادف ہے۔ یہ دعوے کہ ہندوستان ناقابل تقسیم اور اکھنڈ ہے ایک طفلانہ تسلی کا خیال ہے۔ نہ کبھی ہندوستان میں ایسا ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ قدیم زمانہ میں ایک جدی بھائیوں میں اتفاق نہ ہو سکا اور نتیجہ جہاں سوز جنگ ہوا جو مہابھارت کے نام سے زبان زد عوام ہے۔ دلی اور قنوج کے راجہ خانہ زاد بھائی تھے مگر متحد نہ ہو سکے اور ہمیشہ خانہ جنگی ہوتی رہی۔ اس صورت میں کس طرح توقع کر لی جائے کہ ہندو مسلمان ایک قوم بن جائیں گے اور متحد ہو کر مادر وطن کی خدمت کریں گے۔ ہر عقلمند شخص جس کے دماغ کو تعصب نے ماؤف نہ کر رکھا ہو اسی نتیجہ پر پہونچے گا جو انتہائی غور و خوض سے اخذ کیا گیا ہے کہ سات صوبوں میں جہاں ہندو آبادی زیادہ ہے ہندو انتظام ہو اور چار صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے مسلمان انتظام کریں۔ رہا اقلیتوں کا سوال وہ ہندو مسلمان باہم طے کر لیں اور دستور العمل بنا دیں کیونکہ جب تک اقلیتوں کو مطمئن نہ کیا جائے گا سکون پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہاں تک میرا روئے سخن اپنے اہل وطن ہندو برادران اور اپنے ہم مشرب اہل اسلام کی جانب تھا۔ اب نہایت ادب سے بعض ان مشاہدات کی جانب اشارہ کروں گا جن کا تعلق رعایا اور گورنمنٹ سے ہے۔ واضح ہے کہ جب تک رعایا اور راج میں اتفاق اور محبت نہ ہو حقیقی چین نصیب نہیں ہو سکتا اور ان جذبات کو قائم رکھنا زیادہ تر ان سرکاری عہدہ داران پر منحصر ہے جو عامۃ الخلائق سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض اصحاب کا موجودہ رویہ نہایت قابل اعتراض ہے۔ بعض اصحاب بلا وجہ رعایا کی توہین اور تذلیل کرتے ہیں اور اس کو بھول جاتے ہیں کہ ان کا اقتدار رعایا کے اطمینان اور آسائش سے وابستہ ہے۔ اگرچہ میں بشرط فرصت علیحدہ تفصیلی بحث کروں گا لیکن یہاں اس امر واقعہ کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ اس ٹیکٹ کی کمی اور غیر دانشمندی سے پبلک میں بددلی اور انتشار پیدا ہوتا ہے جو حقیقتاً گورنمنٹ کی منشا کے خلاف اور خود ان کے فرائض منصبی کے منافی ہے۔

نیست معشوقی ہمیں زلف چلیپا داشتن
درد سر بسیار دارد پاس لیلا داشتن

راقم عبدالغفور خاں
انجینیر پنشنر۔ وزیر منزل۔ علی گڑھ
مورخہ ۷ر اگست ۱۹۴۲ء

علی گڑھ کلکٹری۔ ۱۲ر اگست

نوٹس

بنام اڈیٹر سرگزشت ہفتہ وار علی گڑھ

جناب من۔ میرے موکل ڈاکٹر امیر حسن صدیقی نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ کو بوجوہات ذیل کی بناء پر نوٹس تعمیل کراؤں:۔

(۱) یہ کہ آپ نے اپنے اخبار (سرگزشت علی گڑھ) میں ایک بدنام کرنے والا مضمون میرے موکل کی نسبت شائع کیا ہے۔

(۲) یہ کہ اس مضمون کے لکھنے والے کا نام ایک ہمدرد لکھا گیا ہے مورخہ ۲۶ر مئی ۱۹۴۲ء

(۳) یہ کہ مذکورہ صدر مضمون سے میرے موکل کی ساکھ (Reputation) پبلک کی نظروں میں کم ہو گئی ہے۔

(۴) یہ کہ اڈیٹر، پرنٹر، پبلشر اور لکھنے والا اس مضمون کا واضح طور پر میرے موکل کو نقصان پہونچانے کا ذمہ دار ہے۔

(۵) میں بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیتا ہوں کہ مجھے اس مضمون کے لکھنے والے کا نام ایک ہفتہ کے اندر بتا دیا جائے اور آپ بیان کریں کہ آپ کے خلاف دیوانی اور فوجداری کارروائی کیوں نہ عمل میں لائی جائے۔

خبریں

جمعیۃ العلماء ہند کا بیان

جمعیۃ العلماء ہند کے اکابر نے ایک بیان اخبارات میں برائے اشاعت ارسال کیا ہے جس میں کانگریس کی نئی تحریک کے متعلق اپنا نکتۂ نظر واضح کیا ہے اور کانگریس کو مشورہ دیا ہے کہ:-

"ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگ اور اس کے محترم صدر مسٹر جناح وقت کی نزاکت کا پورا احساس فرمائیں گے اور اس تاریخی موقع کو ضائع نہ ہونے دیں گے اور مسلمان قوم کو دشمنان آزادی کے کیمپ میں شامل ہونے اور غداران وطن کے مقابلے پر کرنے کی رسوائی اور ذلت سے بچانے کی کوشش کریں گے۔

ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ کانگریس بھی وسعت قلب اور دانشمندی سے کام لے گی اور آل انڈیا کانگریس کے اجلاس بمبئی میں وہ ان تمام شبہات کو رفع کر دے گی جو مختلف جہات سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی آزادی کا مقصد اس قدر اعلیٰ اور ارفع ہے کہ اس کی خاطر کانگریس کو اپنی طرف سے ایسا صاف صاف اعلان کر دینا ضروری ہے جس سے مسلم لیگ اور تمام متعلقہ جماعتیں مطمئن ہو جائیں اور کسی کے دل میں کوئی شبہ اور خدشہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں باہمی سمجھوتہ ہونے میں کوئی چیز مانع نہ رہے گی۔"

سی۔ پی کے مسلم لیگی لیڈر کی تصریحات

ناگپور۔ مسلم لیگی لیڈر محمد ابراہیم خاں نے کانگریس کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ نہ معلوم کانگریس ورکنگ کمیٹی اور گاندھی جی مسلمانوں کو اگر اپنے سے زیادہ نہیں تو اپنے برابر دیانتدار نہیں سمجھتے۔ میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ سی۔ پی مسلم لیگ کو اکثریت عوام کی حمایت حاصل ہے۔ تعجب ہے کہ گاندھی جی انگریزوں سے تو یہ کہتے ہیں کہ فوراً ہندوستان سے نکل جاؤ مگر مسلمانوں کے مطالبات کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دینے پر زور دیتے ہیں۔

بمبئی کرانیکل کی گاندھی جی سے اپیل

بمبئی کرانیکل نے اپنے اداریہ میں مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی سے ہندو مسلم مفاہمت کے لئے اپیل کی ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ مسٹر گاندھی کو اپنی تحریک شروع کرنے سے پہلے مسٹر جناح سے گفت و شنید کرنی چاہیے۔ بمبئی کرانیکل لکھتا ہے کہ کانگریس مسلم لیگ کے حق علیحدگی کو تسلیم کرے گی۔ مسٹر جناح کو بھی زیادہ رواداری سے کام لینا چاہیئے۔ لیگ اور کانگریس کے نمائندے سے ملیں اور ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے کوئی تجویز سوچیں۔

حکومت مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین سمجھوتہ کی کوشش

بمبئی۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر راجگوپال اچاریہ نے گاندھی جی اور مولانا آزاد کے نام ایک اہم مکتوب روانہ کیا ہے جو ہر دو لیڈروں کو کانگریس کے اجلاس میں ملا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے شاید راجگوپال اچاریہ نے حکومت، کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ کے متعلق کوئی فارمولا پیش کیا ہے۔

بمبئی۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے سرکاری قرارداد بڑی اکثریت سے منظور کر لی۔ صرف ۱۳ اشخاص نے خلاف ووٹ دئیے۔

ڈاکٹر لطیف کی سرگرمیاں

بمبئی۔ ڈاکٹر عبداللطیف حیدرآبادی ہندو مسلم مفاہمت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ آپ پہلے مسٹر گاندھی، مسٹر نہرو اور مولانا آزاد سے ملاقات کی۔ آپ قائد اعظم سے بھی ملاقات کریں گے۔ ڈاکٹر لطیف نے اورینٹ پریس کو انٹرویو دیتے ہوئے ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت پر زور دیا اور قائد اعظم سے اپیل کی کہ وہ مصالحانہ رویہ اختیار کریں۔ آپ نے کہا کہ مسلمانوں کا مسئلہ صرف سات کروڑ اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ان تین کروڑ مسلمانوں کا بھی سوال ہے جو ہندو اکثریت کے صوبوں میں ہیں۔

کرپس کا وعدہ

لندن۔ سر اسٹیفورڈ کرپس نے ہندوستان کی تازہ ترین صورت حال پر ایک بیان جاری کیا ہے جس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ:۔ یہ صاف اور صریح بات ہے کہ جیسے ہی جنگ ختم ہو جائے گی اور یہ ممکن ہوگا کہ ایک نئی بنیاد پر ہندوستان کی زندگی از سر نو تشکیل دی جائے گی۔ اس وقت ہندوستان کو حکومت خود اختیاری دینے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ یہ وعدہ ہو چکا ہے اور یہ وعدہ پورا بھی کیا جاتا ہے۔ کیا یہ اہل ہند کے لئے مناسب ہے کہ اس وقت جبکہ جنگ و جدل کا بازار گرم ہے مکمل اور بنیادی دستوری تبدیلیوں کا مطالبہ کریں۔ گاندھی جی کی یہ تجویز کہ ہندوستان سے انگریز چلے جائیں انتشار اور مصیبت کا باعث ہوگی۔"

ترکی اخبار کی رائے

انقرہ۔ استنبول کے ایک اخبار نئی صباح میں آج ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہندوستانی کانگریسی جماعت کا مطالبہ کہ "ہندوستان سے چلے جاؤ" ناقابل قبول اور غیر منطقی ہے۔ اس مضمون میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روس نے چین کو مدد دینے اور جاپان کو فتح حاصل کرنے سے روکنے کی جو خواہش ہندوستان نے ظاہر کی تھی ان تمام تجاویز سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر دی جائیں گی

طے کیا گیا ہے کہ اس خیال سے کہ مشرقی صوبوں میں کافی روشنی رہے یہ ضروری ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی ایسی تبدیلی کی جائے اور تمام ملک میں ہندوستانی معیاری وقت گرینچ کے وقت سے ۲/۱ ۶ گھنٹے آگے ہو۔ یہ تبدیلی ۳۱ اگست اور پہلی ستمبر کی درمیانی رات کے بارہ بجے سے عمل میں آ جائیگی اور اس تاریخ سے تمام گھڑیاں ایک گھنٹہ بڑھا دی جائیں گی۔ اس کا پورا احساس ہے کہ گھڑیوں کے ایک گھنٹہ بڑھا دئے جانے سے ان علاقوں میں وقت پیش آئیگی جو ۲/۱ ۸۲ طول البلد کے مغرب میں واقع ہیں۔ لیکن یقین

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

مقدمہ ۱۱۵　تنسیخ کمیوٹ موضع چھڑا ملی پرگنہ کول

بعدالت حاکم پرگنہ بہادر تحصیل کول مقام علی گڑھ ضلع علی گڑھ

جیمن وال وغیرہ　مدعی

بنام سیارام و رگھونندن و جانکی نندن پسر کیول رام وجگدمبا ولد شیو نندن اقوام برہمن ساکنان موضع بوڑھانسی پرگنہ و تحصیل کول ضلع علی گڑھ زمینداران موضع چھڑاولی تحصیل کول　مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ ... کمیوٹ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۵ ماہ اگست ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن کے بمقام کچہری کلکٹری علی گڑھ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کرایا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جئے اور جواب دہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر روز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپکے مسموع اور فیصل ہوگا۔　بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ یکم ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت:　دستخط حاکم پرگنہ صاحب بہادر

فہرست مقدمات اجرائے ڈگریات عدالتہائے مال جنمیں حقیت ہائے زمینداران بتاریخ ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء کو بمقام کچہری کلکٹری نیلام ہونگیں

نمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	نام فریقین	مطالبہ	رقبہ کل	رقبہ حصہ	مال گذاری	منافعہ	قیمت تخمینی	بارکفالت	[illegible]	کیفیت
					پائی۔آنہ۔روپیہ	بسوانسی۔بسوہ۔بیگھہ	بسوانسی۔بسوہ۔بیگھہ	پائی۔آنہ۔روپیہ	پائی۔آنہ۔روپیہ	پائی۔آنہ۔روپیہ	پائی۔آنہ۔روپیہ		
۱	۸۴	[illegible]	چاند[illegible]	کندن سنگھ بنام تارا سنگھ	۱۵۹—۰—۰	۸۶—۷—۱۸	۲۹—۵—۰	۵۵—۰—۳	۶۶—۱۲—۱۰	۱۹۰۳—۴—۰	x	۱/۱۰	
۲	۴۴	[illegible]	[illegible]	[illegible] پرشاد بنام [illegible]	۱۰۸—۴—۰	۹۷—۱۹—۱۴	۱۴—۸—۳	۱۸—۹—۳	۳۲—۱۲—۳	۵۹۸—۲—۰	۱۰۰—۰—۰	کل	
۳	۴۹	[illegible]	[illegible]	بوچا رام بنام سام پرشاد	۴۶—۴—۰	۳۱—۹—۰	۷—۱۷—۵	۸—۱۲—۳	۲۸—۱۲—۰	۶۶۲—۵—۳	x	۱/۱۴	
۴	۱۱۲	۰	چچو	نیم چند بنام ہیرالال	۴۱—۰—۰	۸۸—۱۴—۰	۰—۱۵—۰	۱—۱—۰	۲—۴—۷	۵۰—۴—۰	x	۵/۸	

مہر عدالت — دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۴۸۸ بعدالت مال تحصیل انوپ شہر مقام انوپ شہر ضلع بلند شہر

سید بشیر الحسن زمیندار و نمبردار موضع سنگوان پرگنہ و تحصیل انوپ شہر — مدعی

بنام اللہ دیا ولد چھوٹے قوم بنجارہ ساکن و مزارعہ مورثی موضع سنگوان پرگنہ و تحصیل انوپ شہر حال مقیم حوالات جیل کلکٹری بلند شہر بذریعہ چالان پولس اسٹیشن جہانگیر آباد مورخہ ۱۹۴۲ء — مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۰ ماہ اگست ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے بمقام انوپ شہر اصالتاً یا بذریعہ وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپکی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اطلاع آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت مہر و دستخط و مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

سمن بنام قائم مقام قانونی مدعاعلیہ متوفی و درستی شیڈول

(آرڈر ۲۲- قاعدہ ۴)

بعدالت اسپیشل جج بہادر درجہ دوئم ضلع علی گڑھ   مقدمہ ۱۲ سنہ ۱۹۳۶ء

مسماۃ مقبول فاطمہ وغیرہ سائلان   بنام پنڈت ستیہ نرائن لال شرما وغیرہ قرضخواہان

بنام مسماۃ طاہرہ بیگم دختر مسماۃ زہرہ بیگم زوجہ محمد ابراہیم قوم شیخ ساکن قصبہ اترولی محلہ کٹرہ ضلع علی گڑھ

بنام مسماۃ طیبہ بیگم دختر مسماۃ زہرہ بیگم زوجہ محمد ابراہیم قوم شیخ ساکن قصبہ اترولی محلہ کٹرہ   مدعاعلیہ

ہرگاہ قرضخواہان نے ایک درخواست اس عدالت میں بنام منجملہ سائلان مسماۃ زہرہ بیگم کے رجوع کی تھی جو بعد کو فوت ہوگئی اور ہرگاہ قرضخواہان مذکور نے ایک درخواست اس عدالت میں گذرانی ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ تم مسماۃ زہرہ بیگم متوفی مذکورہ کے قائم مقام قانونی ہو اور یہ چاہتا ہے کہ تم بجائے اس کے مدعاعلیہ بنائے جاؤ۔ و نیز شیڈول کی درستی کی درخواست پیش کی ہے۔ لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۵ ماہ اگست ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے دن اس عدالت میں حاضر ہوکر مقدمہ مذکور کی جوابدہی کرو اور اگر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۵ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت)   بحکم عدالت
دستخط منصرم

نوٹس

بعدالت انسالوینسی جج علی گڑھ   اجلاسی مسٹر ایس۔ این۔ وشش انسالوینسی جج بہادر علی گڑھ

مقدمہ ۳ سنہ ۱۹۳۸ء

۱- لکھمی چند   ۲- شنبھو ناتھ عرف شنکر لال   } پسران بنی لال قوم زرگر ساکن کول محلہ سرائے رائے ضلع علی گڑھ   انسالونٹان

بنام جملہ قرضخواہان

ہرگاہ بذریعہ نوٹس ہذا کے عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ انسالونٹان مذکورہ بالا کو حکم جناب انسالوینسی جج علی گڑھ annulled کردیا گیا ہے اور جملہ کارروائی [illegible] منسوخ کردی گئی ہیں۔

المرقوم ۳ راگست ۱۹۴۲ء

(مہر عدالت)   بحکم عدالت
دستخط منصرم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱- قاعدہ ۶۶)

بحکم صاحب جج بہادر خفیفہ انچارج سول جج صاحب بہادر مراد آباد

بعدالت سول جج مراد آباد مقام مراد آباد ضلع مراد آباد

مقدمہ نمبر ۱۷ بابتہ ۱۹۳۳ء   نمبر اجراء [illegible]

مسماۃ کندن دیوی زوجہ ساہو کنہیا لال قوم ویش رستوگی ساکن سنبھل محلہ کوٹ شرقی   مدعی

بنام علی حسین وغیرہ   بنام مسماۃ حمیدی بیگم دختر محمد حسن زوجہ شوکت حسین قوم شیخ ساکن دہلی حال ساکن شوکت حسین شوہر خود ملازم محکمہ پوسٹ آفس دہلی   مدیونان ڈگری

چونکہ بعد مندرجہ عنوان میں ڈگر یدار نے واسطے نیلام جائداد مکفولہ کے درخواست گذرانی ہے لہٰذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۱ ماہ اگست ۱۹۴۲ء واسطے تصفیہ شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ [illegible] اگست ۱۹۴۲ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت)   بحکم عدالت
دستخط منصرم

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵- قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۹۵ سنہ ۱۹۴۲ء   عدالت منصفی چندوسی ضلع مراد آباد

بحکم جناب منصف صاحب بہادر منصفی چندوسی

ساہو موہن لال خلف ساہو جدید داس قوم ویش بارہ سینی ساکنان چندوسی مالک فرم بلدیو داس بابو رام بذریعہ پرشاد پسر متبنیٰ ساہو گوپال رائے } گوپال رائے واقع چندوسی   مدعیان

بنام امام الدین عرف علی امام خاں ولدیت نامعلوم ہوسکی قوم شیخ ساکنان بہرالہ متعلقہ منصفی حسن پور علی بہاسعلد اکبر علی   مدعاعلیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ قیمت پارچہ وغیرہ مبلغ ۔ صہ ـــ کے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۹ ماہ اگست ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بقرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت)   بحکم عدالت
دستخط منصرم

ضرورت رشتہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ، روشن خیال، نوجوان مسلمان کو شریک زندگی کی ضرورت ہے۔ بلند معیار تعلیم یافتہ اور حسین ہونا خصوصی طور پر لازمی صفات ہیں۔ تمام خط و کتابت فوٹو کے ہمرشتہ ہونا چاہیئے۔ جملہ امور صیغہ راز میں رہیں گے۔

بتوسط ایڈیٹر صاحب سرگزشت علی گڑھ

نیشنل گورنمنٹ

(مارکوپولو کے فاؤنٹین پن سے)

جنگ کے متعلق کچھ لکھنا سوتے ہوئے ناگ کو چھیڑنا ہے اسی لئے
مارکوپولو اتنا جنگ اور اس کے اثرات سے نہیں ڈرتے جتنا ڈیفنس
آف انڈیا سے ڈرتے ہیں کیونکہ اول الذکر اگر بم ہے تو موخر الذکر
بم کا نسخہ۔ یہ نسخہ مرحوم حکیم اجمل خاں کے نسخے سے بھی بڑھ کر یعنی
تیر بہدف ہے بلکہ بندوق بہ نشانہ ہے اور انسان بہ جیل خانہ ہے
نسخے اور فلیتے کی قومیت ایک ہے لیکن فضیلت میں فرق ہے نسخہ
تجویز کیا جاتا ہے اور فلیتہ لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض مرتبہ بغیر
لگائے بھی چھوڑا جاتا ہے جس طرح نسخے کی نوعیت صابر اصولی
ہے اسی طرح فلیتہ میں بھی شخصیت اور قومیت کا دخل ہوتا ہے
مثلاً کہتا ہے کہ معمولی فلیتہ بیکار ہے۔ فلیتہ ہمیشہ غیر معمولی چھوڑنا
چاہیئے تاکہ دنیا کو یقین آجائے۔ ہماری سرکار بھی بعض مرتبہ
فلیتے چھوڑتی ہے۔ لیکن اکثر بیر لئے ہونے کی وجہ سے اتنے موثر
نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی کو معمولاً بلا وجہ تکلیف
کرنی پڑتی ہے اور دوسرے ہندوستانی لیڈروں کو بلا وجہ
مثلاً بہار شریف کے اور جیٹ اور کرکس کس کے جھینا پڑتا ہے
پیٹنے کا سار ہے تو گرکسے میں دیر نہیں لگتی۔ چنانچہ ہندوستانی
لیڈروں کی فراوانی اس کا بین ثبوت ہے جن کے لئے اکبر
مرحوم نے فرمایا ہے کہ ع

رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

نیشنل گورنمنٹ کا فلیتہ بھی اور فلیتوں کی طرح پرانا ہے البتہ
اس کے چھوڑنے کی نوعیت نرالی ہے۔ لیکن جنگ کی اور نئی
ایجادات کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہے اور اس کا یہ کچھ بھی
نہ ہونا ہی یہ بتلاتا ہے کہ یہ کس کھوپڑی اور کس ذہنیت کی آئینہ دار ہے
لیکن ہمارا آجکل یہ ایمان ہوتا جا رہا ہے کہ وائسرائے کی کونسل میں
بیک وقت پانچ ممبروں کا اضافہ ہی جنرل [illegible] کو گھبرانے کے لئے
کافی ہے۔ ممکن ہے جاپان پر اس نئی نیشنل گورنمنٹ کا رعب نہ
پڑے کیونکہ کہتے ہیں کہ بیوقوف وہاں گھسا پڑتے ہیں جہاں گھستے
ہوئے فرشتے کان پکڑتے ہیں لیکن صاف سمجھ گیا یہ آخری حملہ
ذرا شک پیدا کر سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وائسرائے
کی کونسل میں گھسنے والے بیوقوف ہونگے یا فرشتوں کا کام اب
جنگ ہی کی وجہ سے محض کان پکڑنا رہ گیا ہے۔ کیونکہ اگر فرشتے
کان پکڑے تو کمٹ کے بلا لوگوں کو محض مرغا بنانا آسان ہی
رہ جائے گا اور ان کے اختیارات کو جو ایک طرح سے ریسرڈ
ہو چکے ہیں بلا نوٹس چھین لینے میں خطرہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ فرشتوں
کو بھی مرغا بنا کے چھوڑ دیں گے۔ اگرچہ ابھی تک وہ فرشتوں کے
نام پر محض کان پر ہاتھ رکھ کر رہ جاتے ہیں۔ بہرحال چاہے اس
جملہ کا مطلب آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہمیں خوشی ہے کہ نیشنل
گورنمنٹ ابتک ہم پر ملتی ہو گی اور اگر نیشنل گورنمنٹ کا مطلب
بھی ہماری سمجھ میں نہ آئے تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ اس وقت ہمارے
پلے میں محض خوشی ہی خوشی رہ جائیگی اور اسی کا نام جنت ہے
خواہ وہ بیوقوفوں ہی کی کیوں نہ ہو!

پھر یہی کیا کم ہے کہ ہندوستان کو نیشنل گورنمنٹ بھی مل گئی
اور بیوقوفوں کی جنت نصیب ہوئی؟ ایسی حالت میں مالیات
داخلی اور خارج کے قلمدان اگر ہمارے انگریزوں نے رکھ لیا تو
کیا حرج ہوا! ہندوستانی کیا انھیں نرا فنونِ لطیفہ ہی بنانا چاہتا ہے؟
ہندوستانیوں کی حرص دیکھئے کہ اب نیشنل گورنمنٹ مل گئی تو قلم
اور تلوار کا پرانا جھگڑا لے کر بیٹھ گئے۔ ارے بھئی انھیں قلمدان
ہی چاہئیں تو ہمارا قلمی ان کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی نہ ہوگا کہ
ہم اخباروں میں مضامین نہیں لکھ سکیں گے اور اگر لکھنا ہی ہوگا
تو مولانا ابوالکلام سے قلم ادھار لے کر کام چلائیں گے کیونکہ وہ آجکل
گاندھی جی سے مل رہے ہونگے اور ان کا قلمدان بیکار ہی پڑا ہوگا
اور سنا ہے کہ آدمی جب کار میں سفر کرتا ہے تو بیکار رہنے کی
وجہ سے اس کا قلمدان بیکار ہو جاتا ہے۔

البتہ یہ مسلمانوں کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے پھر ان کی کونسی کل سیدھی
ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ ٹیڑھا نہ ہوتا۔ مسلمان غلطی یہ کرتے ہیں کہ سیدھی
انگلی سے گھی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ نیشنل
گورنمنٹ کی بجائے وہ پاکستان پر زور دیں اور اگر پاکستان نہیں
ملتا تو ترکستان ہی راہ لیں کیونکہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ ترکستان
کی راہ دیکھنے سے کہیں اچھا ہے کہ ترکستان کی راہ دیکھیں۔ اب سے
پچاس سال پہلے کے مسلمان اپنے معشوقوں کی راہ دیکھتے تھے۔
جن میں انھیں انتظار کا مزہ اور ہجر کا لطف ملتا تھا۔ اس سے
کہیں بہتر تھا جبکہ آجکل کے مسلمان اپنے معشوقوں کو چھوڑ کر
کی یا کانگریس اور مسلم لیگ کی راہ دیکھتے ہیں اور انھیں نہیں معلوم کہ
وعدوں کا مزہ اور اقلیت کے نعروں کا لطف ملتا ہے مشکل تر
یہ ہے کہ مارکوپولو کی سنتا کون ہے اور جو سنتا ہے ان میں سے
اکثر کے سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ ہم سمجھ کے خود خلاف ہیں کیونکہ
ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہی نا سمجھی کی دلیل ہے اور لڑائی کے
زمانے میں تو سمجھ کو جتنی کفایت سے استعمال کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے
ہم تو کہتے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا جہاں گھی، شکر، نون، تیل، لکڑی
پر کنٹرول جاری کئے ہوئے ہے اگر اس پر بھی کنٹرول جاری کر دے
تو کم سے کم ڈیفنس آف انڈیا کی حد بندیوں سے تو یقیناً بچ جائے۔
لیکن وہ سمجھتی ہے کہ ع   ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق

اور اسی رونق کو برقرار رکھنے کے لئے کبھی نیشنل گورنمنٹ کے
فلیتے چھوڑ دیتی ہے اور کبھی اے۔ آر۔ پی کے جلوس نکلواتی ہے
اے۔ آر۔ پی کے جلوس میں چونکہ اندھیرے میں کام بنتا ہے
(اور بعض مرتبہ بگڑتا بھی ہے) لہٰذا اندھیرا اصولاً ہمیں مرغوب ہونا
چاہیئے کیونکہ ایسے ہی موقع پر لوگ اپنا نام اور شریفوں کی پگڑی
اچھالتے ہیں۔ نیشنل گورنمنٹ پر جو ہم کو گورنمنٹ برطانیہ سے
عنایت کی ہے جو تے اچھالنے کے زیادہ موقع ہیں اور ایسی
حالت میں ہماری اس ترقی یافتہ ذہنیت اور مرعوب کن کرتب
سے دشمن یقیناً ڈر جائے گا اور پھر ہمارا راج ہے۔ کیونکہ جب
دشمن کا خطرہ نہ ہوگا تو پھر سوائے ہمارے کس کا راج ہو سکتا ہے
اسی لئے ہم ہندوستانیوں کو اس نعمت غیر مترقبہ پر مبارکباد دیتے
ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کے جان و مال کی حفاظت کے لئے دست
بدعا ہیں کہ اس نے ہم کو ایک ایسی انوکھی نیشنل گورنمنٹ عطا
کی کہ جس میں نہ آل انڈیا قسم کی کانفرنسوں کے کرنے کی گنجائش
ہے نہ نعرہ انقلاب کے لگانے کی ضرورت ہے وائسرائے
بہادر چند انگریزوں اور چند انگریز نما ہندوستانیوں کے ساتھ
جو اپنا اپنا قلمدان لئے ہوئے کونسل میں بیٹھے ہوں گے مثل
اجات شترو کے راج کریں گے اور دہلی کی شاہنشاہیت (جو
بہت دنوں سے یعنی جب سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی دیکھنے
میں نہیں آئی) پھر سے لوٹ آئے گی۔ نہ پاکستان کا جھگڑا
نہ ہندو راج کی کھٹ کھٹ! علاوہ اس کے ہم کو دوسرے
ممالک جو کمزور ہیں عزت کی نگاہ سے اور جو مہذب و مستحکم ہیں
ہم رشک آمیز نگاہ سے دیکھا کریں گے کیسی عمدہ پالیسی ہے ع

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

نعرۂ انقلاب اور آل انڈیا قسم کی چیزوں کے ہم یوں بھی خلاف
ہیں کیونکہ ایک سے خون اور دوسرے سے دماغ خراب ہوتا ہے
اور کانفرنسوں سے تو خون و دماغ دونوں ہی خراب ہو جاتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کانفرنس جب بڑھ جاتی ہے تو پنچایت کی
شکل اختیار کر لیتی ہے جہاں بقول شخصے "روٹی اور روڑے
یکساں رفتار سے گرتے ہیں" البتہ "گرام سدھار" "شہر سدھار"
"گھر سدھار" نالی سدھار قسم کی کانفرنسیں معصوم ہوتی ہیں۔ اسکی
وجہ سے وائسرائے کی نیشنل گورنمنٹ سے ہمیں امید ہے کہ خطرناک
قسم کی کانفرنسوں کی بیخ کنی اسی طرح پر ہو جائے گی جس طرح کبھی
ہندوستان سے ٹھگوں اور پنڈاریوں کی بیخ کنی کی گئی تھی۔
زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ "آل انڈیا جیل نمائش" یا "آل انڈیا
گھاس نمائش" ہو کر رہ جائے گی اور بس۔ سو خیر اس میں
نہ خون کھولنے کی گنجائش ہے اور نہ دماغ کھولنے کی۔ معصوم و سادہ سی
کی معصوم کانفرنسیں ہونگی اور باقی اللہ مالک ہوگا۔ اور ہم [illegible]

۲۷ اگست ۱۹۴۲ء کا اجلاس مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

ممبران مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں سے سب کو نہیں تو غالباً بیشتر ناظرین سرگزشت کو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ آخر فروری ۱۹۴۲ء میں ایک دو ورقہ گشتی خط اخبار تحریک کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں اور علی گڑھ سے باہر تقسیم کیا گیا تھا اور پریس میں بھی بھیجا گیا۔ اس پر چوبیس اولڈ بوائز کے دستخط تھے جن میں سے بیس ایسے تھے جو ایسوسی ایشن کے ممبر بھی نہیں تھے جنہوں نے مجھے اس خط میں ایسوسی ایشن کی سکریٹری شپ کے لئے نامزدوں قرار دیا تھا کہ میں ایک اخبار کا اڈیٹر ہونا قطع نظر ذاتی حملوں اور ناواجب الزامات کے جو مجھ پر اس محضر نامہ میں لگائے گئے تھے فرد جرم حسب ذیل تھی:-

(۱) "مسٹر ظفر عمر نے گزشتہ آٹھ ماہ میں سرگزشت کے ذریعہ سے کوئی دقیقہ وائس چانسلر کی ذات و صفات پر حملہ کرنے اور نظام یونیورسٹی کو بدنام کرنے میں اٹھا نہیں رکھا۔"

(پیراگراف نمبر ۷)

(۲) "مسٹر ظفر عمر کے اس رویہ نے یونیورسٹی کی اندرونی زندگی کو مسموم بنا دیا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ روز بروز یہ زہر اپنا اثر کرتا جاتا ہے۔"

(پیراگراف نمبر ۹)

(۳) "اگر یہ کہا جائے کہ مسٹر ظفر عمر جو کچھ سرگزشت میں لکھتے ہیں وہ ان کا ذاتی فعل اور ان کی ذاتی حیثیت سے ہے تو یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔"

(پیراگراف ۱۲)

مندرجہ بالا اعتراضات کے ساتھ تہدید آمیز لہجہ میں یہ لکھا گیا تھا کہ "اب سوال یہ ہے کہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے آنریری سکریٹری کو ایسوسی ایشن کے مقاصد اور رزولیوشن کی خلاف ورزی کا لائسنس دیدیا گیا ہے یا اس پر کسی ڈسپلنری ایکشن لینے کی ضرورت ہے اور ایسا شخص جس نے یونیورسٹی کے اعلیٰ ذمہ دار افسر ممبران انڈر گریجویٹ کونسل، ممبران کورٹ اور عہدہ داروں پر اس قسم کے الزام لگائے اور ان کی تشہیر کی اور رکیک حملے کئے اس قابل ہے کہ وہ آئندہ ایسوسی ایشن کے سب سے بڑے اعتماد کے عہدہ پر قائم رکھا جائے۔"

(پیراگراف ۸)

اس محضر نامے کے شائع ہوتے ہی متعدد دستخط کنندگان نے مجھے اور میرے احباب کو مطلع کیا کہ انہوں نے اس تحریر پر دستخط ہرگز نہیں کئے ہیں۔ ان میں سے دو خطوط کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:-

(۱) "چند روز ہوئے کہ ایک پمفلٹ میری نظر سے گزرا اس پر اپنا نام دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس واقعہ سے کچھ دن پہلے ایک صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ سر شاہ سلیمان مرحوم کی یادگار بہ شکل سر شاہ سلیمان ہال قائم کرنے کے لئے اولڈ بوائز کی طرف سے یہ اپیل ہے۔ اس پر آپ دستخط کر دیجئے۔ چنانچہ میں نے بغیر دیکھے اس کاغذ پر دستخط کر دئے۔ میں اس روز مقدمات کے سلسلہ میں اس قدر مشغول تھا کہ اس اپیل کو نہ پڑھ سکا۔ لیکن جب وہ پمفلٹ میری نظر سے گزرا تو مجھے تعجب ہوا۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس پمفلٹ کے مضمون سے قطعاً اتفاق نہیں ہے۔"

(دستخط سید ناصر الدین ایم۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل علی گڑھ)

(۲) "مجھے بہت افسوس ہے کہ اپنی برادری کے افراد میں اختلافات اس قدر ترقی پر ہیں جو اپنی انجمن و مادر درسگاہ کے لئے سم قاتل ہیں۔ جس مسودہ کا آپ نے ذکر فرمایا ہے وہ مجھے چھپنے سے پہلے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا نہ دستخط کرنے کا موقع آیا۔ بہرحال میری دلی تمنا ہے کہ کسی نہ کسی طریق پر یہ اختلافات کے لئے فوراً بند ہو جانا چاہئیں۔"

(دستخط مسٹر محمد حسین زیدی)

مندرجہ بالا خطوط یکم مارچ ۱۹۴۲ء کے سرگزشت میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر موجود حسن خان سوری وکیل علی گڑھ اور متعدد ممبران اولڈ بوائز نے بھی اطلاع دی کہ ان سے دستخط دھوکہ دے کر اور بلا مسودہ دکھلائے حاصل کئے گئے تھے اور وہ اس محضر نامے کے مضمون سے متفق نہیں ہیں۔ میں نے سرگزشت مورخہ یکم مارچ۔ ۸ مارچ۔ ۱۶ مارچ اور ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء کی اشاعتوں میں مفصل جوابات عرض کئے جن کو اولڈ بوائز کی ایک کثیر جماعت نے قابل اطمینان قرار دیا اور پرائیویٹ خطوط اور اخبارات کے ذریعہ سے میرے طرز عمل کی تائید کی۔ میں نے اپنے مضامین میں حقیقت حال اظہار کرنے کے بعد ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء کے سرگزشت میں حسب ذیل نوٹ لکھا:-

"زیادہ تر احباب نے جائز طور سے اس ہنگامہ آرائی کو ایک ذات واحد کی طرف منسوب کیا ہے اور مجھے اس بات کی مسرت ہے کہ وہ اصل معاملہ کی تہ کو پہنچ گئے۔ مجھے جو کچھ اپنے متعلق کہنا تھا وہ میں کہہ چکا اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آج محضر نامے کی متعفن نعش کو سپرد خاک کر دیا اور اس کو بھول گیا اور اس کے مرتب کرنے والوں کو اب بھی اسی برادرانہ محبت سے دیکھتا ہوں جو ہماری جماعت کا شیوہ ہے۔ میں نے اپنی طویل ملازمت میں دنیا کا سرد و گرم دیکھا ہے اور میں اس رمز سے خوب واقف ہوں کہ افسر کی خوشنودی حاصل کرنے یا اس کے شر سے بچنے کے لئے اس کے گرد دل ماتحت کیا کچھ نہیں کرتے۔ مجھے یقین ہے کہ اب اس قسم کے واقعات آئندہ رونما نہ ہوں گے اور وہ اصحاب جنہوں نے نادانی یا مجبوری کی حالت میں اپنے نام محضر نامہ پر درج ہو جانے دئے آئندہ اپنے آپ کو اس قسم کی سازش کا آلہ کار نہ بننے دیں گے۔"

(۲) اس کے بعد اپریل ۱۹۴۲ء میں مسٹر محمد یامین زبیری و دس دیگر بھائیوں نے محضر محولہ بالا کے مضمون کو بنا جامہ پہنا کر بصورت رزولیوشن بھیجا جو ۲۷ راگست ۱۹۴۲ء کے جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں پیش ہوگا۔ یہ بات ایک گونہ قابل اطمینان ہے کہ ہمارے وہ عزیز بھائی جو پہلے محضر میں شریک تھے اس رزولیوشن کے مجوزین کی صف میں نظر نہیں آتے ہیں۔ الزامات اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھے یعنی یہ کہ

(۱) مسٹر ظفر عمر کہ ایک سرکلا لیٹر سے اور بعض دیگر ذرائع سے اولڈ بوائز میں اور پبلک میں یہ یقین پیدا ہو گیا ہے کہ اخبار سرگزشت اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا آرگن ہے اس لئے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ اعلان کرتا ہے کہ اخبار سرگزشت کا اولڈ بوائز ایسوسی ایشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) چونکہ مسٹر ظفر عمر سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے اخبار سرگزشت کے ذریعہ سے مسلسل طور سے ایسے مضامین کی اشاعت کی جو ایسوسی ایشن کے اساسی مقاصد اور فوائد

کے خلاف ہیں اور جن سے یونیورسٹی اور ایسوسی ایشن کے تعلقات میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور ان کا یہ طریقہ کار ریزولیوشن مورخہ اجلاس خصوصی ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء کے قطعی خلاف ہے۔ اس لئے اولڈ بوائز کا یہ جلسہ ہدایت کرتا ہے کہ عہدہ داران اور ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اس طریقہ کار سے باز رہیں اور سرگزشت سے بے تعلق ہو جائیں ورنہ اپنے عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں تاکہ ایسوسی ایشن کے خلاف جو بددلی اور نفرت اولڈ بوائز کی ایک بڑی جماعت میں پیدا ہو گئی ہے وہ زائل ہو سکے۔"

الزامات کی نوعیت کا لحاظ کر کے میں اپنے جواب تین عنوانات پر تقسیم کرتا ہوں۔

(۱) اخبار سرگزشت کے اہتمام اور اس کی ایڈیٹری کو میں نے کیوں اور کن شرائط کے تحت قبول کیا ہے

(۲) کیا سرگزشت اولڈ بوائز یا اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا آرگن ہے اور اس کے مضامین کی کوئی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے؟

(۳) کیا سرگزشت کے مضامین اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی منشاء اور مسلم یونیورسٹی کے مفاد کے خلاف ہیں اور اس سے ہماری ایسوسی ایشن یا یونیورسٹی کو نقصان پہونچا ہے؟

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اخبار سرگزشت نہ ہماری ایسوسی ایشن کا آرگن ہے نہ اولڈ بوائز بہ حیثیت ایک جماعت اس کی پالیسی یا مضامین کے ذمہ دار ہیں تو صرف یہ سوال باقی رہ جائے گا کہ جو مضامین میں نے یا بعض اولڈ بوائز نے ذاتی حیثیت سے اخبار میں لکھے وہ کہاں تک حق بجانب تھے اور ان کا اثر یونیورسٹی یا ایسوسی ایشن پر کیا پڑا۔ رہا یہ مسئلہ کہ مجھے ایسوسی ایشن کا سکریٹری یا ممبر رکھا جائے یا نہ رکھا جائے یہ ہر وقت ممبران کے ہاتھ میں ہے۔

عنوانات بالا کے سلسلہ میں حسب ذیل معروضات قابل توجہ ہیں۔

(الف) اخبار سرگزشت کی ایڈیٹری قبول کرنے کے فوراً بعد میں نے ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء کو خریداران اخبار و اولڈ بوائز کی اطلاع کے لئے ایک ضمیمہ شائع کیا تھا جس میں اپنے تاثرات کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا تھا۔

"ان کی وفات سے کچھ دنوں قبل میں مرزا ابراہیم بیگ مرحوم کو دیکھنے گیا۔ ان کا بیٹا سعادت علی بیگ جس کی عمر سولہ سال کی ہے پاس بیٹھا تھا۔ باتوں باتوں میں مرزا آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے میرے بعد یہ اخبار بند ہو جائے گا۔ کون چلائے گا۔ تم اگر چاہو تو جاری رکھنا۔ یہ لڑکا سعادت تمہارے سپرد ہے۔ میں نے اپنے دل کی کیفیت کو جو ان مایوسانہ جملوں سے پیدا ہو گئی تھی ضبط کیا اور مرزا مرحوم سے کہا کیسی باتیں کرتے ہو۔ تم ہنٹو کلب کے ممبر ہو۔ عید کے دن بہت سا کھا گئے ہو۔ اس زیادہ خوری اور بد پرہیزی کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے ہو اور پھر اچھے ہو جاتے ہو۔ تم جلد شفا پاؤ گے۔ خود اخبار چلاؤ گے اور سعادت تمہاری نگرانی میں پرورش پائیگا اور پروان چڑھے گا۔"

اس اپیل کے تعمیل فرمانے کی تشریح اس لئے ضروری معلوم ہوئی کہ اس وقت میں آج کل کی طرح ملزم کے کٹہرے میں نہیں کھڑا تھا۔ نہ ان مضامین سرگزشت کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی جا سکتی تھی جن کی بناء پر آج میری دار و گیر ہو رہی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے اپنے بچاؤ کے لئے مرزا مرحوم کی وصیت تصنیف کر لی ہے۔

(ب) مرزا ابراہیم بیگ مرحوم مالک و ایڈیٹر سرگزشت نے ۸ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء کو انتقال کیا۔ مرحوم نے ایک بوڑھی ماں ایک بیوہ اور ایک بچہ چھوڑا۔ اس سانحہ کے فوراً بعد ان کے برادر مرزا تصدق علی بیگ سے جو حالات معلوم ہوئے تھے وہ یہ تھے۔

"مرزا مرحوم نے کوئی جائداد یا سرمایہ نہیں چھوڑا۔ بجز ایک پرانا لیتھو پریس کی مشین اور پانچ پتھروں کے جن پر اخبار چھپتا ہے اور ان سب کی مجموعی مالیت شاید چار پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی۔ نہ کاغذ اور سامان طباعت کا کوئی اسٹاک ہے۔ ہر ہفتہ کاغذ اور سیاہی بازار سے خریدی جاتی تھی اور اخبار چھپتا تھا۔ مرزا توکل پر زندگی بسر کرتے تھے۔ جو کچھ آیا فوراً خرچ کر ڈالا"

۱۰ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء کو یعنی مرزا مرحوم کے انتقال کے تیسرے دن حضور شاہزادہ ولیعہد حیدرآباد دکن یونیورسٹی میں تشریف آوری کے موقع پر بہت سے معتبر اولڈ بوائز لاج میں جمع ہوئے نواب ناظر یار جنگ اور نواب عسکری جنگ کی موجودگی میں قرار پایا کہ مرزا ابراہیم بیگ کے پسماندگان کی امداد کی جائے اور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اخبار سرگزشت کو جاری رکھنے میں مدد دے۔" اسی دن مرزا تصدق علی بیگ نے مجھے لکھا کہ مرحوم کی وصیت کے بموجب میں اخبار کا کام اپنے ذمہ لوں۔ اخبار کی پالیسی وہی رہے جو اب تک رہی ہے۔ اور اس کی اطلاع انہوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بھی دے دی۔ ۹ نومبر کو جملہ ورثاء و اعزا مرحوم کا حسب ذیل خط میرے نام آیا۔

"ہم ورثاء مرزا ابراہیم بیگ مرحوم سابق ایڈیٹر سرگزشت علی گڑھ آپ کی ذات پر اعتماد رکھتے ہیں اور چونکہ آپ ہمارے سچے ہمدرد اور مرزا ابراہیم بیگ مرحوم کے دوست ہیں اس لئے ہماری خواہش ہے کہ آپ اخبار سرگزشت کو اپنے زیر اہتمام جاری رکھیں اور اس کی ایڈیٹری قبول فرمائیں اور نیز اس کی ذمہ داریاں قبول فرمائیں۔ اس کام کے لئے ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح اختیار ہے۔

یہ توقع ہم ضرور کرتے ہیں کہ آپ تین سال تک کے لئے اس کو قبول فرمائیں اور اس میں سے اخراجات کاٹنے کے بعد منافع ہم لوگوں کو عطا فرمائیں۔ آپ کو ہر معاملہ اشاعت میں ہماری طرف سے اختیار کلی ہوگا اور ہم ہر طرح سے آپ کے ممنون و مشکور رہیں گے۔ والسلام۔ دستخط ورثاء"

(ج) ۷ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء کو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا جلسہ ہوا اور بالاتفاق رائے حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوا۔

"حاضرین جلسہ نے مرزا ابراہیم بیگ صاحب مرحوم کی وفات کو رنج و افسوس کے ساتھ سنا اور قرار پایا کہ ایسوسی ایشن کی جانب سے پسماندگان مرزا صاحب مرحوم کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جائے اور آنریری سکریٹری سے درخواست کی گئی کہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر فی الحال اخبار سرگزشت کا انتظام اور ایڈیٹری اپنے ذمہ لیں اور سعادت علی بیگ پسر مرزا صاحب مرحوم کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے۔ سر دست کوئی مالی ذمہ داری ایسوسی ایشن پر عائد نہ ہوگی"

اس سلسلہ میں تین باتیں عرض کرنا ضروری ہیں۔

(۱) اس جلسہ میں ہمارے دو بھائی جنہوں نے اس محضر نامہ پر حقیقت حال کو جانتے ہوئے دستخط کئے تھے یعنی ظہیر الدین صاحب جوائنٹ سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن و مسٹر جمیل الدین احمد صاحب بہ حیثیت ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی شریک تھے اور مثل دیگر ممبران کے وہ بھی اس درخواست میں شریک تھے کہ میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر اخبار سرگزشت کی ایڈیٹری قبول کروں اور دیرینہ پالیسی پر چلاؤں۔

(۲) دوران مباحثہ میں یہ قطعی طور سے طے ہو گیا تھا اور رزولیوشن میں بالتصریح درج کر دیا گیا تھا کہ آنریری سکریٹری اخبار سرگزشت کا انتظام اور اس کی ایڈیٹری کی خدمات "اپنی ذاتی ذمہ داری" پر قبول کریں۔

(۳) اخبار سرگزشت کے اہتمام اور اس کی ایڈیٹری کے لئے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی اجازت بھی اس لئے ضروری سمجھی گئی اور دی گئی کہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سکریٹری پر یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ وہ سکریٹری ہوتے ہوئے ایک ایسے اخبار کی ایڈیٹری کیوں قبول کرتا ہے جو یونیورسٹی کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض اوقات جماعت انتظامیہ پر نکتہ چینی کرنے پر بھی مجبور ہوتا ہے۔ میں نے ان خدمات کی انجام

سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی درخواست پر ان کی اجازت سے قبول کی۔ خود رزولیوشن کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایڈیٹری کی درخواست آنریری سکریٹری سے کی گئی۔ لیکن اسی کے ساتھ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ خدمت میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر انجام دوں، نہ بحیثیت آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن۔ چنانچہ جلسہ کے دوسرے دن یعنی ۷ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو میں نے دفعہ ۵ پریس ایکٹ کے بموجب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اجلاس میں ڈکلیریشن اپنے نام سے اور اپنی ذاتی حیثیت سے داخل کر دیا۔ اس کے بعد ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو جو اپیل میں نے خریداران اخبار، اولڈ بوائز کی خدمت میں اعانت کے لئے بھیجا اور جس کا ذکر اوپر کیا ہے اس میں بھی اپنی پوزیشن کو ان الفاظ میں واضح کر دیا کہ "سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ آنریری سکریٹری اپنی ذاتی حیثیت سے سرگزشت کی ایڈیٹری اور اہتمام قبول کریں اور مناسب کارروائی شروع کریں تاکہ اخبار جاری رہے"۔

مسٹر محمد یامین زبیری اور دس دیگر بھائیوں کا جو رزولیوشن ۲۷ر اگست کے جلسہ میں زیر بحث ہوگا اس میں ایسوسی ایشن کے قواعد کے اس حصہ پر بہت زور دیا گیا ہے جس کی رو سے اولڈ بوائز، موجودہ طلبا اور اسٹاف کے ممبران کے درمیان حسن تعلقات قائم رکھنا ہمارے مقاصد کا جزو ہے لیکن کیا ان ہی مقاصد کے ضمن میں یہ درج نہیں ہے کہ

"To offer every legitimate assistance as far as possible to such Old Boys and their families as may be in need thereof."

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ مرزا مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے پسماندگان کس مشکل میں مبتلا تھے اور بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اخبار سرگزشت جاری رکھ کر اس کے منافع سے مرحوم کے بچہ کی تعلیم کی جائے۔ ایک ہفتہ وار اخبار کی ایڈیٹری اور پریس کا انتظام کوئی معمولی کام نہیں ہے اگر پریس ایکٹ، تعزیرات ہند اور حفاظت ہند کے قوانین اور قواعد کے شکنجوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی یہ کیا کم ہے کہ ہر روز کئی گھنٹے مضامین کی ترتیب، خطوط اور اعتراضات کے جوابات، آمدنی اور خرچ کے سامانات اور ایڈیٹوریل نوٹس کے لکھنے میں صرف کرنا پڑتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ پھر اس بلا کو کیوں اپنے سر لیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ ایک مرحوم بھائی کی وصیت اور اس کے پسماندگان کی امداد کے جذبہ نے جو ہماری ایسوسی ایشن کا ایک اہم مقصد ہے مجھے مجبور کیا کہ میں سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی درخواست کے بموجب اپنی ذاتی حیثیت سے جو کچھ خدمت ہو سکے کروں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مرزا مرحوم کا لڑکا میری نگرانی میں بلا مالی دقتوں کے تعلیم پا رہا ہے۔ اگر میں بھی معترض بھائیوں کی طرح اپنا دامن بچا کر الگ ہو جاتا تو نہ بے محل اعتراضات کا نشانہ بنتا، نہ باوجود بلڈ پریشر ہونے کے کئی گھنٹے روزانہ دفتری کام کرنے پر مجبور ہوتا۔ ایک مرحوم بھائی کے وارثان کی خدمت کا صلہ اس سے بہتر ہونا چاہیئے تھا جو اس کے زندہ بھائی مجھے دے رہے ہیں۔

بجرم عشق مرا می کشند غوغائے ست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ست

یہاں پر یہ گزارش کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شروع دسمبر ۱۹۴۰ء میں جب میں نے ایڈیٹری کا کام اپنے ذمہ لیا ہے اس وقت تک ڈاکٹر سر ضیاء الدین نہ وائس چانسلری کے امیدوار تھے نہ ان کا نام اس سلسلہ میں لیا جاتا تھا، نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کی مخالفت میں پروپیگنڈا کرنے کے لئے اس اخبار کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ یہ تو محض اتفاق تھا کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد الکشن کے میدان میں آئے اور کامیاب ہوئے۔

مندرجہ بالا واقعات سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ

(۱) سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے خوب سوچ سمجھ کر اور اخبار سرگزشت کی پالیسی کو جانتے ہوئے ایسوسی ایشن کے سکریٹری سے درخواست کی کہ وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر اخبار کا اہتمام اور اس کی ایڈیٹری قبول کرے۔

(۲) میں نے سرگزشت کے اہتمام اور ایڈیٹری کی خدمات ایک مرحوم بھائی کی وصیت اور اس کے جذبۂ محبت سے مجبور ہو کر اپنے ذمہ لی ہیں اور میرا یہ طریق عمل مقاصد ایسوسی ایشن کے عین مطابق ہے۔

(۳) اخبار سرگزشت نہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا اخبار ہے نہ اس کے مضامین کی ذمہ داری ایسوسی ایشن پر یا اولڈ بوائز پر بحیثیت ایک جماعت ہے۔

(۴) عنوان نمبر ۳ سرگزشت کے مضامین کے قابل اعتراض ہونے کی بابت ہے اور اس سلسلہ میں رزولیوشن کے دوسرے حصہ میں یہ اشارہ بھی کیا گیا ہے کہ ان کی اشاعت سے اولڈ بوائز کی ایک بڑی جماعت میں بد دلی پیدا ہو گئی ہے اور ایسوسی ایشن کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا سرگزشت کے مضامین اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے منشا و مفاد کے خلاف ہیں اور اس سے ایسوسی ایشن یا یونیورسٹی کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ میری ایڈیٹری کے زمانہ میں جو مضامین سرگزشت میں شائع ہوئے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک تو وہ جو بحیثیت ایڈیٹر کے لکھے اور دوسرے وہ مراسلات جو اولڈ بوائز یا ممبران کورٹ نے مجھے بھیجے اور شائع کئے۔ اول الذکر کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور ثانی الذکر کی ان مضامین کے لکھنے والوں پر بجز اس صورت کے کہ میں دیدہ و دانستہ غلط واقعات شائع کر دوں۔ اس تقسیم کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ محضر نامہ کے ساتھ جو اقتباسات سرگزشت لوگوں کو مشتعل کرنے کے لئے تقسیم کئے گئے تھے انھیں اس طرح پیش کیا گیا تھا کہ گویا وہ میرے مضامین ہیں، حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ تھا۔

یونیورسٹی کے متعلق قابل ذکر ایڈیٹوریل مضامین جو شائع ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(الف) ایسوسی ایشن کی نمائندگی کورٹ

اس سلسلہ میں میں نے متعدد مضامین لکھے جن کی متانت و سنجیدگی کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ محضر نامہ کے ساتھ جو اقتباسات یہ ثابت کرنے کے لئے شائع کئے تھے کہ سرگزشت محترم وائس چانسلر صاحب کا ادب ملحوظ نہیں رکھتا ہے ان میں اس سلسلہ کے کسی مضمون کا اقتباس درج نہیں تھا۔ اس بات سے تمام اولڈ بوائز واقف ہیں کہ جناب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب ہمیشہ سے اولڈ بوائز کی نمائندگی کورٹ کے مخالف رہے ہیں اور ان کا اخبار "تحریک" آئے دن ہماری ایسوسی ایشن کی تحقیر و تذلیل کیا کرتا ہے۔ میں تو اس پر بھی سکوت کرتا مگر بعض واقعات نے جن کا میں مختصراً ذکر کرتا ہوں مجھے مجبور کر دیا کہ اس سلسلہ میں جو کچھ قلمی امداد میں کر سکوں اس سے دریغ نہ کروں۔ محضر نامے کے دستخط کنندگان نے بہت بلند آہنگی کے ساتھ ۱۹۳۹ء کی کمیٹی کی رپورٹ کا ذکر کیا تھا اور اس کی سفارشات کے متفرق فقرات ماسبق کے مضامین سے علیحدہ کر کے لکھے جن پر لاتقربوا الصلوٰۃ والی مثل صادق آتی ہے اور رزولیوشن زیر تنقید میں بھی اسی رپورٹ کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن کیسے حیرت کا مقام ہے کہ حسب ذیل سفارشات نمبر ۸-۱۶-۱۷ جو انھیں صفحات پر درج ہیں نظر انداز کر دی گئیں۔ "نمبر ۸ کورٹ میں ایسوسی ایشن کی حق نمائندگی حاصل کرنے کی کوشش جاری کی جائے۔"

"نمبر ۱۶- اخبارات کے ذریعے پروپیگنڈا کرنا چاہیئے۔

نمبر ۱۷- اخبار سرگزشت (علی گڑھ) اولڈ بوائے (خورجہ)

کہ انھوں نے یونیورسٹی کی آب و ہوا کو پھر مسموم بنا دیا ہے۔ فرقہ بندی کا بازار گرم ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ لوگ جن کی عمر قومی خدمت میں گزری ہے ان کا کورٹ کی ممبری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا رسوائی کا پیش خیمہ بن گیا ہے۔ افسوس ہے یونیورسٹی کی قسمت پر کہ مسٹر عبداللہ یوسف علی اور ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کے ایسے علم دوست اصحاب پرنس حیدرآباد و برار، اور نواب سالار جنگ بہادر کے ایسے محسن قوم، نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب پریسیڈنٹ مسلم لیگ، سردار اورنگ زیب خاں ممبر ورکنگ کمیٹی لیگ کی پوزیشن کے لوگ جن کا ممبر ہونا کسی بڑی سے بڑی یونیورسٹی کے لئے باعث فخر ہوتا، محترم وائس چانسلر کی پینل سے الگ رکھے جاتے ہیں اور ان کی در پردہ مخالفت کی وجہ سے الکشن میں ناکام رہتے ہیں۔ نواب اسمٰعیل خاں اور مسٹر عبداللہ یوسف علی کے لئے تو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ایسا نہ ہو کبھی ڈاکٹر صاحب کے مقابلہ میں وائس چانسلری کے امیدوار بنیں۔ اس لئے انھیں کورٹ کی ممبری سے علیحدہ رکھا ہو لیکن پرنس حیدرآباد و برار کو کس جرم میں رسوا کیا گیا۔ کیا ہمارے مخدوم وائس چانسلر صاحب کو اس بات کا احساس ہے کہ مسلم لیگ کے معزز اراکین جناب راجہ صاحب محمود آباد و چودھری خلیق الزماں و ہمارے قابل احترام اولڈ بوائز مسٹر زاہد حسین و مسٹر غلام محمد کے کورٹ کی ممبری سے استعفوں سے ملک میں کیا اضطراب پیدا ہو گیا ہے اور ہر طرف سے موجودہ دَور کی فرقہ بندی پر اعتراضات ہو رہے ہیں؟ کیا انھوں نے کبھی اس مسئلہ پر غور کیا کہ خان بہادر مولوی حبیب اللہ خاں۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں و ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کی اگزیکیٹو کونسل سے دست کشی کوئی معمولی بات ہے خصوصاً جب اس کی وجہ ڈاکٹر صاحب کی پارٹی بندی ہو؟

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ان واقعات کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور سکوت اختیار کرتا۔ لب کشائی کرتا ہوں تو مجھ پہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بغض و عناد کا الزام لگایا جاتا ہے اور خاموش رہتا ہوں تو میرا نفس مجھ کو ملامت کرتا ہے۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

مجھے ڈاکٹر صاحب کی ذات سے کوئی پرخاش نہیں ہے میں نے جو کچھ محترم وائس چانسلر صاحب کے متعلق لکھا وہ یونیورسٹی کی محبت سے مجبور ہو کر لکھا تاکہ بہی خواہان یونیورسٹی ان بدعنوانیوں کی طرف متوجہ ہوں اور ان کا انسداد ہو سکے۔

اگر اس یونیورسٹی میں اسی قسم کے جراثیم یا امراض ہوتے جیسے ہر جگہ پائے جاتے ہیں تو بے شک سکوت اولیٰ و انسب تھا لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ روز بروز حالات حد سے بدتر ہوتے جاتے ہیں۔ ہر کام فرقہ بندی و کنبہ پروری کے اصول پر کیا جا رہا ہے اور وہ تمام عیوب جو رحمت اللہ کمیٹی نے ڈاکٹر صاحب کے پچھلے دَور وائس چانسلری کے اپنی رپورٹ میں درج کئے تھے بہت زیادہ قابل اعتراض صورت میں اب نمایاں ہو رہے ہیں اور یہ قوی اندیشہ ہے کہ اگر اس کا فوری انسداد نہ کیا گیا تو مسلمانوں کی سب سے بڑی قومی جائداد جو ستر سال کے ایثار و جانفشانیوں کا نتیجہ ہے برباد ہو جائے گی تو میں نے بہ حیثیت اخبار نویس و اکزیکٹ اولڈ بوائے اور بہی خواہ یونیورسٹی ان خرابیوں کے خلاف آواز بلند کرنا ضروری سمجھا۔

اب میں ان مضامین کا مختصراً ذکر کرنا چاہتا ہوں جو

بعض اولڈ بوائز و ممبران کورٹ نے یونیورسٹی کی زبوں حالی پہ سرگزشت میں لکھے جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ان مضامین کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی بجز اس صورت کے کہ میں دیدہ و دانستہ غلط واقعات شائع کروں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یا تحقیقات سے معلوم ہو سکا جملہ مراسلات حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور اگرچہ محترم وائس چانسلر کے اخبار تحریکات نے مجھے اور سرگزشت کے نامہ نگاروں کو بہت کچھ برا بھلا کہا لیکن آج تک ان میں کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان الزامات کی صداقت سے انکار کرے یا یہ بتلا سکے کہ اصل حقیقت کیا ہے اور اگر کسی معاملہ کے متعلق کچھ لکھا بھی ہو تو اس سے مضمون نگار کے قول کی الٹی تائید ہوئی۔ اس سلسلہ کے قابل ذکر مضامین جو سرگزشت میں شائع ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) ایثار کی مثالیں

(سرگزشت ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء) اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ

(الف) ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے علی گڑھ کالج سے اپنی ولایت کی تعلیم کے لئے بدفعات حسب ذیل قرضہ لیا اور باوجود طلب اور تقاضوں کے آج تک ادا نہیں کیا۔ یہ عذر کر کے یہ روپیہ انھیں بطور امداد تعلیم دیا گیا تھا نہ کہ بطور قرض اگزیکٹو کونسل سے یہ ریزولیوشن پاس کرا دیا کہ یہ رقم جو بطور قرضہ کے حسابات میں درج ہے معاف کی جائے۔

تفصیلات اس قرضہ کی جو ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے علی گڑھ کالج سے بدفعات لیا۔

۶ر اگست ۱۹۰۴ء۔ ایک ہزار روپیہ
۲۴ر نومبر ۱۹۰۵ء ایک ہزار روپیہ
۳۰ر ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ایک ہزار پانچسو سات روپیہ نو آنہ چھ پائی۔
۳۱ر دسمبر ۱۹۰۵ء۔ پانچسو گیارہ روپیہ آٹھ آنہ پانچ پائی
میزان کل۔ چار ہزار اٹھارہ روپیہ ایک آنہ گیارہ پائی

مسٹر مارسن کے خط مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۰۶ء میں بالتصریح درج ہے کہ یہ روپیہ بطور قرض ہز ہائینس سر آغا خاں فنڈ سے دیا گیا۔

(ب) ۱۹۲۰ء میں جب ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر ہوئے تو انھوں نے یہ اعلان کیا کہ میں اپنے فرائض کو بلا معاوضہ انجام دونگا اور اس وعدے کو ظاہر میں نظروں میں حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے تقریباً تین سال کوئی بل الاؤنس کا نہیں بھیجا بلکہ صرف خواب تحسین پر اکتفا کرتے رہے لیکن جب ان کا دَور وائس چانسلری ختم ہونے کے قریب آیا تو ایک ہزار روپیہ کے حساب سے کل دو سال کا بقایا وصول کر لیا۔ اس معقول رقم کے علاوہ ایک فرسٹ کلاس موٹر کار استعمال کے لئے اور ایک عالی شان کوٹھی معہ جملہ فرنیچر قیام کے لئے جس کا کل بار یونیورسٹی پر پڑتا رہا ڈاکٹر صاحب کے لئے وقف رہیں ان حالات کا افشا ناظم سرگزشت نے کر دیا جو وائس چانسلر صاحب کی ناراضی کا سبب ہوا۔

(۲) ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا لین دین یونیورسٹی میں

(سرگزشت ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۱ء)

اس مضمون میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ ہمارے محترم وائس چانسلر صاحب یونیورسٹی کورٹ کے ممبران یونیورسٹی کے اساتذہ و دیگر ملازمین سے سودی لین دین کرتے ہیں جس کی بابت مقدمات عدالت میں جاتے ہیں۔ یونیورسٹی کی رسوائی ہوتی ہے اور نظام یونیورسٹی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں تین معاملات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(الف) ایک وکیل ممبر کورٹ کو وائس چانسلر صاحب نے پچاس ہزار روپیہ سودی قرض دیا وہ انسس وہاؤ میں ان کے نام سے اپنے الیکشن کی بابت انگریزی میں پمفلٹ شائع کرایا حالانکہ مدیون ممبر کورٹ انگریزی سے ناآشنا ہیں اور ان سے اپنے لئے کونسلنگ کرائی اور اپنے رائے دہندگان کی مہمانداری کی خدمات ان سے لیں۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد جناب وائس چانسلر صاحب و مدیون ممبر کورٹ میں لین دین پر جھگڑا ہو گیا اور یہ مقدمہ علی گڑھ کی عدالت میں پیش ہوا۔

(ب) وائس چانسلر صاحب نے ایک کلرک یونیورسٹی کو پانچ ہزار روپیہ بدفعات دو دو ہزار قرض دیا اور اس کا مکان اس شرط پر رہن دخلی کرالیا کہ اگر مدیون ایک مدت معین کے اندر کل رقم مع سود کے ادا نہ کر سکے تو مکان دائن کی ملکیت ہو جائیگا۔ مدیون کلرک خود اس مکان میں رہتا تھا۔ اس لئے سود کی رقم جو قریب بائیس روپیہ ماہوار کے ہوتی تھی کرایہ کے نام سے مدیون کی تنخواہ سے وضع ہو کر وائس چانسلر صاحب کو دی جاتی تھی۔ اس طرح سے سود یا کرایہ تو ادا ہوتا رہا لیکن اصل مطالبہ وصول نہ ہو سکا۔ اب کی بار ۱۹۴۲ء میں جب ڈاکٹر صاحب دوبارہ وائس چانسلر ہوئے تو اسی مکان کو جو اب تک بائیس روپیہ ماہوار کرایہ پر تھا اور جس کے مرتہن خود وائس چانسلر صاحب تھے یونیورسٹی کے لئے پچپن روپیہ ماہوار کرایہ پر لے لیا گیا تاکہ اصل مطالبہ کی وصولی میں سہولت ہو۔ اخبار تحریک نے ان واقعات کی صحت سے انکار نہیں کیا لیکن یہ لکھا کہ مکان [illegible] صاحب نے یونیورسٹی کے لئے کرایہ پر لیا تھا نہ کہ وائس چانسلر صاحب نے۔ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

(ج) ڈاکٹر صاحب نے ایک ممبر اسٹاف کو پانچ ہزار روپیہ قرض دیا۔ [illegible] دائن و مدیون دونوں میں خوب چل رہی ہے جس پر القرض مقراض المحبت کا مقولہ صادق آتا ہے۔

وائس چانسلر صاحب کی کنبہ پروری و کنبہ نوازی

(۳) ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے اب کی بار وائس چانسلر ہوتے ہی کنبہ نوازی و کنبہ پروری کے ایسے نامناسب طریقے اختیار کئے ہیں کہ ہر بہی خواہ یونیورسٹی حیرت سے انگشت بدنداں ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر ایک اولڈ بوائے نے لکھا کہ ڈاکٹر صاحب کے وائس چانسلر ہونے کے بعد سے یونیورسٹی میں کوئی شخص کسی زبیری کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس پر مسٹر انیس مرتضیٰ زبیری نے ۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے سرگزشت میں یہ چیلنج کیا کہ اس دعوے کی تائید میں ثبوت پیش کیا جائے۔ چنانچہ اسی "اولڈ بوائے" نے بدفعات حسب ذیل واقعات پیش کئے:۔

(الف) مسٹر محمد حسن زبیری نے جو مسلم یونیورسٹی میں [illegible] ایر کلاس کے طالب علم ہیں ایک ملازم یونیورسٹی کے صاحبزادے ہیں اور خود وائس چانسلر صاحب کے یہاں حاضر باش طالب علم اور ان کے عزیز ہیں ۲ جولائی ۱۹۴۲ء کے ہندوستان ٹائمز میں ایک انٹرویو چھپوایا جس میں پاکستان کو "ایک پاگل شخص کی اسکیم" قرار دیا اور بعد میں ۳۰ جولائی ۱۹۴۲ء کے ہندوستان ٹائمز میں اس کی توثیق کی لیکن وائس چانسلر صاحب نے اس زبیری طالب علم کی مطلق تادیب نہ فرمائی۔

(ب) دوسرا واقعہ مسٹر نصرت حسن زبیری کا ہے جنہوں نے [illegible] یونین کلب کے انتخاب وائس پریسیڈنسی پر ایک ایڈریس طلبہ کو دیا جس میں لکھا کہ:۔

یونیورسٹی کی موجودہ علمی فضا خزاں زدہ ہے۔ مایوس کن اور ہمت شکن ہے۔ نہ وہ ادبی دلچسپیاں ہیں اور نہ وہ ذوق مطالعہ۔ طلبا میں ذوق جستجو نہیں۔ طلب علم نہیں۔ اساتذہ میں ہمدردی اور محبت نہیں۔ نہ وہ [illegible] اور اخوت ہے جو [illegible] مفید ثابت ہو اور نہ وہ حسن انتظام ہے جس سے علمی مشاغل میں دلچسپی پیدا ہو۔

یہ اعتراضات کسی خاص استاد کی ذات تک محدود نہیں تھے بلکہ بلا استثنا تمام اساتذہ کے فقدان ہمدردی و محبت و اخوت اور حسن انتظام کا ماتم تھا۔ اس خطبہ پر یونیورسٹی کے معلمین بہت برہم ہوئے لیکن جناب وائس چانسلر صاحب نے اس زبیری طالب علم کی [illegible] چشم نمائی نہیں کی بلکہ ان کے اخبار تحریک نے اس خطبہ کے مضمون کو طلبا کے آراء و حالات و رجحانات و جذبات کا اندازہ کرنے کے لئے ایک بڑا ذریعہ بتلایا اور اتھارٹیز کو توجہ دلائی کہ اس پر غور کریں۔

(ج) ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے اپنے داماد کے چھوٹے بھائی مسٹر حامد قیوم پاشا زبیری کو ایک سو پچیس روپیہ ماہوار پر یونیورسٹی میں زراعت کا لکچرر مقرر کر دیا حالانکہ ان سے زیادہ قابل اور تجربہ کار لوگ موجود تھے۔ یہ صاحبزادے ابھی اگریکلچرل کالج کانپور سے ڈپلوما لیکر نکلے ہیں اور انہیں کوئی تعلیمی تجربہ نہیں ہے اور اس قابلیت کے لوگ آج بھی چالیس پچاس روپیہ پر مل سکتے ہیں۔ یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگریکلچر کالج کا ایک مستقل شعبہ قائم کرنے کی تحریک کی تاکہ اپنے عزیز کو باضافہ تنخواہ چیرمین مقرر کر سکیں مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس تقرر میں وائس چانسلر صاحب نے اتنی تیزی دکھلائی کہ ایک سال پورا ہوتے ہی ۲ اگست ۱۹۴۲ء کے جلسہ اگزیکٹیو کونسل میں حامد قیوم صاحب کو مستقل لکچرر کرا دیا حالانکہ اور متعدد ملازمین یونیورسٹی کی پروبیشن کی مدت ختم ہو چکی ہے اور ان کی پروبیشن کی مدت کی توسیع کی جا رہی ہے مگر مستقل نہیں کیا جاتا۔

(د) ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کے یونیورسٹی گزٹ میں مسٹر عظمت الٰہی زبیری رجسٹرار کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے ایک میڈیکل افسر کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ایک سو پچیس روپیہ

درخواستوں کے آنے پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے باختیار خود و بلا استصواب اگزیکٹیو کونسل اپنے داماد مسٹر قیوم پاشا کا تقرر اس جگہ پر کر دیا۔ اس [illegible] اور بلا ضرورت تقرر پر جب وائس چانسلر صاحب کی بہت لے دے ہوئی تو ان کے اخبار تحریک نے یہ لکھا کہ "ان کا تقرر یونیورسٹی میں نہیں ہوا اور نہ یونیورسٹی سے تنخواہ ملتی ہے وہ گورنمنٹ سروس ہے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین ان کا خود تقرر کر سکتے تھے"۔ اس پر "ایک دردمند" نے ۲۴ جنوری ۱۹۴۲ء کے سرگزشت میں ایک مضمون میں یہ لکھا کہ:۔

"ہم بہ حیثیت ایک مسلمان کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتلائیں کہ یہ ملازمت جس کا اشتہار رجسٹرار صاحب نے دیا تھا اور لکھا تھا کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے ایک ڈاکٹر کی ضرورت ہے، کیونکر گورنمنٹ سروس بن گئی۔ اس اسامی کی تنخواہ کس فنڈ سے دی جاتی ہے؟ اور کس اتھارٹی نے انہیں تقرر کرنے کا اختیار دیا ہے؟"

آج تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

جون ۱۹۴۲ء میں جنگی مستریوں کے فنڈ میں جس سے ڈاکٹر قیوم پاشا کو تنخواہ دی جاتی تھی روپیہ باقی نہیں رہا اور گورنمنٹ کی جانب سے جنگی مستریوں کے فنڈ سے ڈاکٹر مقرر کرنے پر سخت اعتراض ہوا اور وہ [illegible] مسٹر عظمت الٰہی زبیری رجسٹرار نے فوراً ایک دوسرا اشتہار شائع کیا کہ طبیہ کالج کے لئے ایک لکچرر کی ضرورت ہے جس کی تنخواہ [illegible] ماہانہ چار سو روپیہ ہوگی۔ کمیٹی انتخابات مقرر ہوئی اور بتاریخ ۲ اگست ۱۹۴۲ء ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے داماد قیوم پاشا صاحب بمشاہرہ [illegible] لکچرر مقرر کر دیئے گئے۔ یہ تاریخ کیا ہی مبارک تھی کہ بیک وقت وائس چانسلر صاحب کے داماد اور ان داماد کے چھوٹے بھائی چشم زدن میں مستقل لکچرر ہو گئے۔

(ہ) یونیورسٹی کے طبیہ کالج کی عمارت کا ٹھیکہ جس کا تخمینہ ایک لاکھ سے زائد ہے ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک دوست کو دلوایا اور ٹھیکہ دار صاحب نے حق دوستی یوں ادا کیا کہ وائس چانسلر صاحب کے چھوٹے بھائی مسٹر رشید الدین کو اسی عمارت کی نگرانی کے لئے [illegible] تنخواہ پر اوورسیر مقرر کر دیا۔ کیا اب کالج کے انجینئر کی مجال ہے کہ ٹھیکہ دار کے کام میں نقص نکال سکے؟

(و) وائس چانسلر صاحب کے صاحبزادے مسٹر ذکار الدین

ماہِ شبِ برات

(از بیگم امیر حسن صاحبہ نورؔ)

"اے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ"

کل ساون کے ابر پوش آسمان کے ایک گوشہ میں ایک نقرئی خط نظر آیا۔ آبدیدہ نظروں سے کیا خاک دکھائی دیتا۔ مگر طبیعت پر افسردگی طاری ہو گئی۔ سطور سے دیکھا تو پہلی تاریخ کا ایک باریک چاند جلوہ گر تھا۔ لاکھوں برس سے یہ چاند یونہی نکلتا اور ڈوبتا رہا ہے۔ اس کی گردش، زوال اور اقبال، فیروزبختی اور حرماں نصیبی کی ایک عبرتناک داستان ہے۔ استقرار کے منازل تیزی سے طے کر کے ہلال سے بدر بنجاتا ہے۔ شاید بدر بننا ہی اس کا آخری مقصد حیات ہے۔ مگر گردش پیہم سے مجبور اپنا پھر گھٹنے کے لئے آسمان سے اترنے پر رضامند ہو جاتا ہے۔ یہی اس کا سہارا ہے۔ جینے کی یہی ایک امید ہے۔ جانتا ہے کہ کچھ دنوں بعد پھر بھلے دن آئیں گے مگر میری تباہی ایسی نہیں جس میں کسی کا آسرا ہو۔ کسی سے کوئی توقع ہے اور نہ کسی خوش اقبالی کا انتظار۔ ایک سے ایک بڑا دن آئیگا۔ بد سے بدتر حالت ہوتی جائے گی۔ حالات کے رو بہ اصلاح ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی۔

میں نے کئی برسوں چاند کو جلوہ ریز ہوتے دیکھا ہے۔ بچپن کا چاند تو مسرتوں کا پیش خیمہ ہوتا تھا۔ ماں کی گود میں شانے کے سہارے گھنٹوں ٹکٹکی لگا کر چاند کو دیکھا۔ پھر توتلی زبان سے چاند کی نسبت بھولی بھولی باتیں پوچھیں۔ شادی کے بعد بھی چاند دیکھا اور بے اختیار یہ مصرعہ زبان پر آ گیا۔

"فلک کے چاند میں نے بھی زمیں پر چاند دیکھا ہے"

یوں تو بارہا اس چاند نے مجھے رلایا ہے۔ بے اعتنائی اور استغنا۔ بدخوئی اور ستم آرائی کے مظاہرے ہوئے ہیں مگر وہ ستم نارواز یادہ تلخ اس لئے نہ ہوتا تھا کہ مستقبل سے امید کا رشتہ زیادہ مضبوط بندھا ہوا تھا۔ ڈھارس تھی کہ آج نہیں تو کل میرے دن ضرور پھر جائیں گے۔

شوال کا چاند اپنے دامن میں نت نئے ارمانوں کو چھپائے ہے۔ شب برات۔ رمضان اور پھر عید۔ یہ مہینے مسلمانوں کی جان اور تمناؤں کا گلدستہ ہیں۔ شب برات کی مذہبی حیثیت خواہ کچھ بھی نہ ہو مگر ہماری روایات نے اس کو متبرک بنا دیا۔ حضور رسول کریم کا دندان مبارک اسی ماہ میں شہید ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت اسی مہینہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ان واقعات کا علاوہ سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو مگر آبائی رسم و رواج کے مطابق حلوہ ضرور رہتا ہے اور آتش بازی چھٹتی ہے۔ آتش بازی کا ایرانی تو پچھوں کی یاد تازہ کرتی ہے مگر حلوا اور آتش بازی کا ہماری زندگی سے تعلق اس سے زیادہ گہرا ہے۔ صاحب اولاد مائیں جانتی ہیں کہ بچوں کے ہوتے آتش بازی اور حلوا وغیرہ ایسی ضروریات ہیں جن کا احترام کرنا ہی پڑتا ہے۔ میرے گھر تو بچہ تھا نہیں پھر آتش بازی کیوں منگائی جاتی، مگر چھٹنے دیکھ کر خوشیں لوٹتی ہی تھی اور کسی چیز کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ رہا حلوا وہ ضرور بنتا۔ یوں تو حلوا بنانے یا کھانے میں کسی بہانے کی ضرورت نہیں تاہم شب برات کا حلوا مرغوب خاطر ہوتا ہے۔

اے ماہ شب برات! آج ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہو گا جہاں لوگوں سے تیری سلامی نہ دی گئی ہو اور تو نے اس خیر مقدم کے صلے میں بوڑھے، بچے جوانوں کا منہ میٹھا نہ کیا ہو۔ آہ وہ گھر! جس میں تجھے دیکھ کر تیرے کمال سے تین چار روز پیشتر سیروں میوہ لٹتا اور حلوے کے خوان پر خوان تیار ہوتے، ایسا لٹا کہ اب اس کے آباد ہونے کی کوئی امید نہ رہی۔ آج نہ وہ گھر ہے نہ گھر والا، باورچی خانہ کے کواڑ بند، برتن ایک کونے میں اوندھے پڑے ہیں۔ میری دیدۂ عبرت کشتیوں میں اشکہائے حسرت تیری نذر کو لائی ہے۔ ان کو قبول کر۔

شب برات! آج کی وہ مبارک گھڑی ہے جبکہ رزاق کے دربار سے رزق تقسیم ہوتا ہے اور دفتر کبریائی کا غذات کی جانچ ہوتی ہے۔ مرنے کا غذوں کی پڑتال ہوتی ہے۔ ماہ رسالت کے بچنے کی خوشی میں نفل پڑھے جاتے ہیں۔ دندان مبارک کی شہادت کی یاد کو حلوے سے تازہ کیا جاتا ہے۔ آج خدا کے بہت سے نیک بندے نفل پڑھیں گے۔ رات کلام پاک کی تلاوت اور یاد الٰہی میں گزاریں گے۔ اپنے گھر اور گھر والوں کی خیریت کی بارگاہ ایزدی سے طالب ہوں گے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ میرے لئے آج کے دن عبادت الٰہی کا دروازہ بند ہو گیا۔ نہیں نہیں وہ پہلے سے بھی زیادہ فراخ ہے۔ مصیبت میں بشر کو خدا بہت یاد آتا ہے مگر آج میرا دامن طلب ایسا خالی ہے کہ سوائے سلامتی ایمان کے کوئی اور دعا ہی نہیں رہی۔ طمانیت کی آغوش، تشفی کی گود، تسکین کا زانو سب گرد ہو گئے۔ ہم کسی کے ہیں نہ کوئی ہمارا۔ اب دعا مانگیں تو کس عزیز کے لئے۔ ہاتھ اٹھائیں تو کس طلب کے لئے۔ آج کی رات وہ رات ہے جو ہزار رات سے افضل ہے۔ اس رات میں رحمت کے فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں، افضال، رباني آسمانی کھڑکیوں میں سے اس کے بندوں پر باران وافشاں ہوتے ہیں۔ باب اجابت شام ہی سے کھل جاتے ہیں اور لاکھوں دعائیں درجۂ قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ ہزاروں نالے سنبھل اٹھ اٹھ کر در اجابت سے ٹکراتے ہیں۔ سینکڑوں آہیں رنگ اثر پاتی ہیں۔ میرا نوشتۂ تقدیر میرے سامنے ہے، میری دعاؤں کو، میرے نالوں اور آہوں کو ان مدارج سے دور کا بھی واسطہ نظر نہیں آتا۔ اسی رات دنیا اپنے عزیزوں کی درازی عمر کے لئے ایک بار یٰسین پڑھتی ہے۔ میں شب کے مختلف حصوں میں کسی کی درازی عمر کی تین مرتبہ یٰسین پڑھتی تھی کہ نہ معلوم کونسا وقت قبولیت کا ہو۔

اے چاند تیرے ساغر کا فیض سب کے لئے ہے، تیری چشم کرم سب کو ایک نظر دیکھ رہی ہے۔ مگر میں آج اپنی زندگی دوسروں کے رحم و کرم پر گزار رہی ہوں۔ بالکل ایسے ہی جیسے کوئی مسافر تہی پردیس میں گھوم رہا ہو۔ یوں تو خانماں برباد بھی شب برات مناتے ہیں مگر ان کی غذا کچھ اور ہوتی ہے۔ دکھے ہوئے دل کی آہیں، ٹوٹے ہوئے دل کی صدائیں حسرت و ناکامی۔

گھر نہ بستا تو اجڑتا کیا۔ تاہم بن کر بگڑ جانا حسرتناک ضرور ہے۔ اے میری خوش نصیب بہنو! جب تمہارے گھروں میں شب برات منائی جا رہی ہو جب تم اپنے بچوں کے باغ طفلی کی بہار دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی ہو، تمہارے گھر پر حلوا کھانے والے آتے ہوں۔ جاتے ہوں اور تمہارے سر تا جوں کے فلک شگاف قہقہوں سے تمہارا قصر سرمایہ داری گونج رہا ہو، اپنی اس خانماں برباد بہن کو بھی یاد کر لینا! جس کا دستر خوان کل تک تمہارے ہی طرح وسیع تھا اور آج وہ دو ٹکڑوں سے اپنی شکم پری کر رہی ہے۔

شب برات یا اس کا ہنگامہ اتنا اہم تو نہیں جس پر کچھ لکھا جاتا، اس لئے اس کی اہمیت سے وہی آشنا ہو سکتے جنہیں خوش بختی کے بعد بدحالی سے سابقہ پڑا ہے۔ مصیبت میں چھوٹی باتیں بھی بڑی معلوم ہوتی ہیں۔ روشن ماضی کے بعد حال کی تاریکی زیادہ نظر آتی ہیں۔

اپنی تہی دستی اور بیچارگی کا یہ عالم چاند کو دیکھ کر نظر آیا۔ ذہن میں تو سب کچھ تھا مگر زخم دل کی ضرورت تھی۔ اے چاند! مجھے کیا معلوم کہ اس دنیا والے جن کی بدحالی کو تجھ سے عبرت ہو سکتی ہے تجھے کیسی کیسی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

روشن خیال دکھیاری "نور"

(نوٹ۔ یہ خطاب بیگم کو میرے سرکار کے یار غار کے ذریعہ سے مرحمت ہوا ہے۔ یہ میری انتہائی قدر ناشناسی ہوگی اگر میں اسے اپنے

اس شورش و ہیجان پر مختلف آرا و افکار

کانگریس اکابر کی گرفتاری اور اس سے وابستہ جا بجا ہیجان و انتشار کے ظہور پر راجگوپال اچاری جی - مسٹر جناح سے چاہتے ہیں کہ ملک کو بدامنی سے بچانے کے لئے ایک تیز گام وطن پرور اقدام کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ مسلم لیگ اختیار کر سکتی ہے۔ اس کو حکومت کی ضرورت سے اپنے نمائندے نامزد کر کے اعلان کرنا چاہیئے کہ کانگریس کتنے ارکان کو نامزد کرے اور اس کے ساتھ ہی حکومت برطانیہ سے کہنا چاہیئے کہ وہ لیگ کی اسکیم کو قبول کر کے اسے عملی جامہ پہنائے۔ اگر اس وقت کانگریس یا انگریز اس سے اختلاف کریں تو بار الزام ان پر رہے گا۔ اس طریق پر اگر لیگ دور جدید کا آغاز کر سکے تو اس کا نہایت شاندار اثر نمایاں ہوگا۔ اس سے ہمیشہ کے واسطے غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائیگا اور اس کی جگہ آزادیٔ ہند کا قوم پرور دور شروع ہو سکے گا۔

نیشنل پیس کونسل ایگزیکٹو کمیٹی لندن نے کانگریس سے مراسلت کی ابتدا کرنے کی تائید میں قرار دیا ہے کہ موجودہ کش مکش کو نہ صرف ختم کیا جائے بلکہ ہندوستان کے واسطے ایک ایسی عارضی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے جو ملک کی تمام اہم سیاسی جماعتوں پر مشتمل ہو اور اس کی رائے عامہ کی حامل۔ مجلس مذکور میں پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی سر آرتھر اینڈ کلشن صدر۔ برمنگھم اور کنٹربری کے روحانی پیشوا اور یہودیوں کے ربی اعظم نائب صدر ہیں۔

اخبار اسٹیٹسمین (ہند) لکھتا ہے کہ کانگریس کی جانب سے اس امر پر اتفاق کے اظہار پر کہ حکومت ہند مسلم لیگ کے حوالے کر دی جائے مسٹر جناح نے بار بار انگلستان میں مسلم راج کے تخیل پر کانگریس کے اعتماد کو شک اور تامل سے دیکھا ہے۔ لیکن مسٹر جناح نے غور کرنے کے بعد محسوس کر لیا ہوگا کہ اس ملک میں ہندو یا مسلم راج کے قائم کرنے کا امکان بغیر خانہ جنگی کے نہیں ہو سکتا۔ برطانیہ کا یا کسی ایک فرقہ کے حوالے نہیں ہو سکتا اور برطانیہ کے سبکدوش ہونے پر اس کی کسی ضمانت کی بھی وقعت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اس وقت کانگریس کے پیشکش میں ایثار اور خلوص کا امتحان ہے اور اس کا مطلب بادی النظر میں یہ ہے کہ فاتح جنگ حکومت کے تغیر میں کانگریس مسلم لیگ کو دعوت شرکت دے رہی ہے۔ اس پیشکش کے ذریعہ ملک کی مسلم اقلیت کو جس کی اہمیت سے اس جنگ کے دوران میں قطعی انحراف کیا جا سکتا۔ ایسا قائد حکومت مقرر کرنے کا موقع مل جائے گا جو اپنے شرکائے کار کے انتخاب میں مختار ہوگا۔ اس انتخاب میں وہ یقیناً کانگریس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر مسٹر جناح یہ بار عظیم قبول کرنے کے لئے اقدام کریں تو وہ ملک کو شدید خطرات سے بچا لیں گے۔ مسٹر جناح میں ہندوستان کے اندر امن قائم کرنے اس کے نزاعات مٹانے اور برطانیہ عظمیٰ اور اس کے اتحادیوں کی مدد کر کے دشمنوں کو زک دینے کی صلاحیت اور قدرت ہے

سر رادھا کرشنن وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی کہتے ہیں کیا اس تجویز میں بھی حکومت کو زیادتی نظر آتی ہے کہ ایک عارضی حکومت محض ہندوستانیوں سے مرتب کی جائے جس کو ملک کے داخلی انتظام میں آزادی ہو اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کو جنگ جاری رکھنے پر قدرت رہے۔ حکومت کی تفصیلات تو بعد جنگ بھی طے ہو سکتی ہیں لیکن اس وقت اگر اس قسم کے بیرونی نظام کو باستثنائے فوجی مدافعت کے داخلی امور میں مختار بنا دیا جائے تو اس سے نہ صرف صورت حال سکون پذیر ہو جائے گی بلکہ تمام ملک دشمن کے مقابلہ میں اتحادیوں کے دوش بدوش صف آرا ہو سکے گا اور جو کشیدگیاں اسی طرح بڑھتی رہیں تو یہ جبر و تشدد سے ختم تو نہ ہونگی مگر دشمن ان کو مفید مطلب بنانے میں کوتاہی نہ کریں گے۔

مسٹر جارڈ اکلینڈ ممبر پارلیمنٹ نے برمنگھم کے ایک جلسہ میں کہا "اس بیان کو برداشت نہیں کیا جا سکتا گفتگوئے مصالحت فوراً نہیں شروع کی جا سکتی۔"

ایچ۔ این۔ برنسفورڈ رینالڈ نیوز میں۔ گاندھی جی کو (مفاہمت کے لئے) لندن میں دعوت دی جائے اور وہ مسٹر یا چیکرس میں مہمان کی حیثیت سے رکھا جائے۔

آبزرور (لندن) میں ہندوستان کے سابق براڈکاسٹنگ کنٹرولر لائینل فیلڈن لکھتے ہیں "حکومت کو کانگریس سے پھر گفتگو کرلی چاہیئے مجھے یقین ہے کہ گفتگو کی اب بھی گنجائش ہے اور مسٹر گاندھی احمق نہیں ہیں۔"

رینالڈ نیوز با اثر سوشلسٹ اخبار ہے۔ اس کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کارٹون شا نے مقالہ میں اظہار رائے کے دوران میں لکھا ہے کہ مسٹر گاندھی کے گرفتار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حکومت بیک وقت جاپانیوں سے اور ہندوستانیوں سے لڑنے پر آمادہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے لئے طاقت کے مظاہرہ کا یہ موقع نہیں ہے اندیشہ ہے کہ ہندوستان کی شورشوں سے دوسرے محاذ کا قائم رکھنا کی نذر نہ ہو جائے۔

نیشنل لبرل فیڈریشن کے سابق صدر مسٹر ٹی۔ آر۔ وی شاستری اخبار مانچسٹر گارجین سے اتفاق کر کے کہتے ہیں سیاسی کش مکش کے حل کرنے میں کانگریس کو شریک کار بنایا جائے۔ کانگریس سے مراسلت ضروری سمجھ کر ہندوستان کی آزادی کے اعلان کے ساتھ ساتھ مسٹر مینڈیسل کی تجویزوں کے مطابق دوران جنگ ملک کا جنگی کونسل ایکٹ قبول کئے بغیر مدنی آزادی کا خاکہ فوراً تیار کیا جائے۔ اس کی تفصیلات بعد جنگ قائم کی جا سکتی ہیں۔

این۔ آر۔ سرکار کہتے ہیں کہ کانگریس کی پالیسی ہندوستان کے بہترین مفاد کے لئے سخت مضر ثابت ہو رہی ہے۔ کانگریس کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو جنگ کے بعد خود بخود حل ہو جائے گا ملک کو بدامنی اور انتشار کا شکار بنانے کی کوشش کرے۔

سر کاؤس جی جہانگیر ایم۔ ایل۔ اے کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ برطانوی حکومت کے دست کش ہو جانے کے بعد اہل ہند ایک متحدہ عارضی حکومت قائم کر لیں گے۔ واقعات اور حقیقت حال کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لینے اور کانوں میں روئی ٹھونس لینے کے مترادف ہے۔

ڈان (دہلی) مسلم لیگ کا ترجمان۔ اب جبکہ برطانیہ حکومت ہند کے ذریعہ کانگریس کی مطبوعہ تحریروں کا مطالعہ کر لیا ہے اس کے اتحادی حلیف ملک کے اس خلفشار کے ظہور پذیر ہونے پر قدرتی اضطراب سے حکومت برطانیہ کے آئندہ اقدام کا انتظار کر رہے ہیں کہ دیکھنا چاہیے اب وہ ملک کی دوسری اہم جماعت کو کیا موقع دیتی ہے جو انتظامی اور عسکری عنصر کی سرمایہ دار ہے اور جس نے دوران جنگ میں کبھی اعانت سے انحراف نہیں کیا ہے سب سے معترض ہو کر حکمرانی پر تنہا مائل ہوگی۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق اخبار ٹائمس کے اس وزنی فقرے سے ہوتی ہے جس میں اس نے حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ کانگریسی لیڈروں سے اختلاف کے بعد لازم آتا ہے کہ حکومت اس کوتاہی کی کسی اور سے بھی تلافی کرے۔

قائد اعظم محمد علی جناح۔ مسلمانوں سے میں استدعا کرتا ہوں کہ وہ کانگریس کی اس تحریک سے بالکل الگ رہیں اور کانگریسیوں کے دباؤ اور دھمکیوں سے مرعوب ہوئے بغیر اطمینان کے ساتھ اپنے روزمرہ میں مصروف رہیں۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

۹۰ سنہ ۱۹۴۲ء مقدمہ بقایا مالگزاری و اخراجات حسب دفعہ ۲۲۶ ایکٹ ۱۷ سنہ ۱۹۳۹ء

بعدالت جناب ریونیو افسر چودھری مختار سنگھ صاحب بہادر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

مسماۃ حمیدۃ النساء ساکن اسیجانہ پرگنہ اگوتہ مدعیہ

بنام امتیاز الدین و ریاض الدین پسران تاج الدین مدعا علیہم

بنام ریاض الدین پسر تاج الدین قوم راجپوت ساکن قدیم اسیجانہ پرگنہ اگوتہ حال ملازم ہنڈیا ڈ ضلع کھیڑہ و پوسٹ آفس پل متادم کھاتہ ملک گجرات صوبہ بمبئی

واضح ہو کہ مدعیہ نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا مالگزاری کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۷ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] سنہ [illegible] جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

ریلوے ٹائم ٹیبل گائیڈ مجلس اتحاد المسلمین چنپل گوڑہ نے اپنے سالانہ اجلاس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی۔ مجلس ہذا کا یہ سالانہ اجلاس اس امر کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کرتا ہے کہ نظام ریلوے کے ٹائم ٹیبل گائیڈ کی طباعت ملک کی سرکاری زبان اردو میں کی جائے تاکہ ملک کی سرکاری زبان کا وقار قائم رہے اور ملک کا ہر باشندہ اس سے استفادہ کر سکے۔

حکومت کی ترکی زبان سے دلچسپی امپیریل رکارڈ ڈپارٹمنٹ نئی دہلی میں ترکی زبان کے مسودوں کا ایک قیمتی ذخیرہ موجود ہے جو تاریخی اعتبار سے مفید اور دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت نے طے کیا ہے کہ اس ذخیرہ سے ایسے لوگوں کو استفادہ کی اجازت دی جائے جو ذاتی تحقیقی کام کرنا چاہتے ہوں۔

بنگلور کا عظیم الشان مشاعرہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بنگلور کی پہلی سالانہ کانفرنس کے موقع پر ۱۰ اگست کو زیر صدارت مولانا ماہر القادری مشاعرہ منعقد ہوا۔ ٹاؤن ہال سامعین سے پُر تھا۔ صدر نے پہلے اردو زبان کی اہمیت پر ایک سنجیدہ اور مؤثر تقریر کر کے بتایا کہ "ہندوستانی قوموں کے تمام اختلافات کے باوجود اردو زبان ہی ذریعہ اشتراک اور سبب اتحاد بن سکتی ہے اور اردو میں بین الاقوامی شان پائی جاتی ہے۔ یہ زبان ہندوستانی اقوام کے میل ملاپ کی یادگار رہے" ۔ اس کے بعد مشاعرہ ہوا۔ مطلع تھا سہ

محفل میں ایک ایک کی حالت تباہ تھی
ظالم کی جو نگاہ بھی تھی بے پناہ تھی

سمن بغرض فیصلہ قطعی

مقدمہ نمبر ۱۷ سنہ ۱۹۴۲ء

عدالت منصف صاحب بہادر شمالی فیض آباد

فرم رام نرائن ستہ پال بذریعہ لالہ سورج مل منیجنگ پارٹنر مدعی

بنام رام دولکے وغیرہ مدعا علیہ

بنام رام دولکے ولد دیودت لکھے بذریعہ برگو ناتھ سنگھ ضلعدار ریاست کمری متعلقہ علاقہ پرگنہ مذہر تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد مدعا علیہ

واضح ہو کہ فرم رام نرائن ستہ پال نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ مبلغ سا [illegible] بابتہ قیمت کوئلہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیرحاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۷ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۷ سنہ ۱۹۴۲ء بعدالت منصفی اول بلند شہر ضلع بلند شہر

سید حامد حسین ولد سید احمد حسین قوم سید ساکن قصبہ شکار پور ضلع بلند شہر

مسماۃ رقیہ بیگم بیوہ شیخ عبدالمجید دختر سید امانت علی مرحوم قوم سید ساکن قصبہ شکار پور حال قصبہ خورجہ محلہ پیرزادگان نزدیک مطب حکیم جی بر مکان عبدالغفور کارندہ مولوی عبدالرحمان [illegible]

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ ہبہ نامہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت کسی جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

عالم النسواں :-

"خواتین اور پیام"

محترمہ ممتاز اصغر بگرامی نے "عالم سلطنت" کے صفحات پر ملک کی تعلیم یافتہ خواتین کا ذکر کرتے ہوئے اپنی طرف اور دوسروں سے ہمیں بہت سی باتیں عرض کرنے پر مجبور کر دیا۔ موصوفہ نے اس امر کی شکایت کرتے ہوئے کہ خواتین کو اخباری دنیا میں اپنی دلی ہوئی صلاحیتوں کے نمایاں کرنے کا موقع نہیں ملتا ادارہ پیام کا بھی ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ

"اس خصوص میں روزنامہ پیام کا اقدام
صد درجہ قابل مبارکباد اور لائق صد تقلید
تھا لیکن افسوس ہے کہ اس نے بھی ایک
زمانہ سے اس مظلوم جنس کی طرف سے
منہ موڑ لیا ہے۔"

ان الفاظ سے "پیام" کی زندگی کے نصب العین سے محترمہ ممتاز اصغر بگرامی کی ناواقفیت مترشح ہوتی ہے۔ بے جا انکسار اور احساس کمتری سے قطع نظر کرکے "پیام" یہ دعوے کر سکتا ہے کہ اس نے ملک کی خواتین کے مسائل پر ہمیشہ نہایت بے خوف ہو کر قلم اٹھایا ہے اور کوئی کوشش ایسی نہیں ہے جو اس نے خواتین کو لب کشائی کا موقع دینے کی نہ کی ہو۔ اس نے بارہا اپنے صفحات کو ایسے مباحث کے لئے وقف کیا جن کا گہرا تعلق خواتین کی زندگی اور سماج کے ان مفاسد سے ہے جنہوں نے ان کی زندگی کو تلخ اور سماج کی بنیادوں کو کمزور کر دیا ہے۔ شاید ہی کسی طبقہ کی کوئی خاتون ایسی ہوں جنہوں نے "پیام" کے صفحات پر اپنے خیالات ظاہر کرنے چاہے ہوں اور ان کو ایسا موقع نہ دیا گیا ہو۔ عرصہ تک ہفتہ میں ایک دفعہ "پیام" کے صفحات بھی خواتین کے لئے مخصوص رکھے گئے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں ہماری خواتین نے اپنے مسائل کو اخباری میدان میں پیش کرنے اور اپنے حقوق کے بہادرانہ اظہار کا کوئی ایسا ثبوت نہیں دیا جس سے ہم یہ سمجھتے کہ واقعاً ملک کی خواتین کا کوئی طبقہ بیدار ہو چلا ہے اور وہ اپنی سماج کے مفاسد کی اصلاح کرنے پر آمادہ ہے یا وہ خود اپنے حقوق طلب کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ دو چار دس پانچ خواتین نے کبھی کبھی کسی مسئلہ پر مضامین لکھے اور اس کے بعد وہ بھی خاموش ہو گئیں، حالانکہ ہماری تمنا یہی تھی کہ "پیام" کے صفحات کا ایک جز ہمیشہ ان ہی کے احساسات کا آئینہ دار ہوتا اور ہم یہ محسوس کرتے کہ ملک کی عمومی زندگی سے کم از کم تعلیم یافتہ خواتین اتصال پیدا کر رہی ہیں۔ زمانہ تو ضرور ہوا اگر کبھی نہ کبھی کسی خاتون کا کوئی مضمون اخبار دنیا کے صفحات پر نظر آ جاتا ہے لیکن یہ صورت کسی مسلسل جد و جہد کا ثبوت نہیں ہے۔ زندگی کی کشمکش میں جس کی سب سے زیادہ قابل ہمدردی صرف ہماری خواتین ہیں قدیم نظم زندگی کی اصلاح اور انسانی حقوق کے حاصل کرنے کے لئے کسی قدر جرأت کی ضرورت ہے۔ صاف گوئی کی جرأت پوری قوت کے ساتھ مطالبہ کرنے کی جرأت! ہمارے طبقۂ نسواں میں یہ جرأت بہت کم پیدا ہوتی ہے اور محترمہ ممتاز بگرامی ہمیں معاف فرمائیں اگر ہم یہ عرض کریں کہ موجودہ طرز تعلیم کا جو برا اثر ہمارے نوجوانوں پر مرتب ہو رہا ہے وہی ہم خواتین پر بھی پیدا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ انجمنیں ہیں، جلسے ہیں، کچھ رسمی مظاہرے ہیں، لباس اور فیشن کے مسائل ہیں، سینما اور تھیٹر ہیں، تفریح کے بہت سے "مہذب" طریقے ہیں۔ یہ سب ایک ہجوم ہے جس کی کشمکش میں تعمیری اور اصلاحی مسائل نظر سے اوجھل رہتے ہیں اور تعلیم یافتہ ہونے کا معیار صرف یہی سامان تہذیب رہ گیا ہے جو تعلیم یافتہ نوجوانوں کی طرح تعلیم یافتہ خواتین کو بھی تعصبات سے بھر دیتا اور زندگی کے ٹھوس حقائق سے بیگانہ رکھتا ہے۔ سماج کے مظالم، خود اپنی ناقص تعلیم کے نتائج، مردوں کے ہاتھوں سے اپنی حق تلفی، انسانیت کے اعتبار سے زیردستی کی حالت، یہ سارے ستم ہزار گھروں کی چار دیواری کے اندر بند اور پوشیدہ ہیں لیکن اگر تعلیم نسوانیت ان بندھنوں کو توڑنے کی جرأت پیدا نہیں کر سکتی تو پھر وہ ایک نشہ اور زہر ہے جو ہمارے ملک کی خواتین کو پلایا جا رہا ہے، ان کو محض اچھے ملبوس سے مزین گڑیاں بنایا جا رہا ہے جن کی قیمت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں، اور پھر دعوے یہ کیا جاتا ہے کہ ہماری خواتین کے طبقوں میں تعلیم ترقی کر رہی ہے! یہ تعلیم دراصل غلامی کی تعلیم ہے کہ عورتوں کو سماج کا غلام بن کر تعصبات کی دنیا میں زندہ رہنے کے طریقے سکھاتی ہے۔ مگر وہ طریقے آزاد انسانوں کی طرح زندہ رہنے کے طریقے نہیں ہیں۔

ہم خواتین کی ان تحریکات سے بے خبر نہیں ہیں جو بڑے بڑے انگریزی ناموں کے ساتھ انجمنوں اور اداروں کی شکل میں جاری ہیں اور نہ ہم ان شاندار اجتماعات سے بے خبر ہیں جو وقتاً فوقتاً اعلیٰ ملبوسات کی نمائش کے طور پر یا اعلیٰ نسوانی خطابت کے مظاہرہ کی شکل میں ہیں۔ یہ دردانگیز حقیقت یاد دلاتے ہیں کہ ہماری تعلیم یافتہ خواتین "ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں"؟ ہم دعوے کے ساتھ عرض کر سکتے ہیں کہ جو نام نہاد نسوانی تحریکات حیدرآباد میں خواتین کی بیداری کا ثبوت سمجھی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو عورت کی آزادی اس کے حقوق کی حفاظت اس کی سماجی اصلاح کے متعلق اپنی کوششوں کے ذریعہ کوئی امید افزا نتائج پیش کر سکے۔ ہماری نظر میں عورت کا اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ ہونا کوئی بڑی چیز نہیں۔

اس کا آزاد ہونا، اس کا یہ محسوس کر لینا کہ وہ انسان ہے اصل چیز ہے۔ سیاست سے قطع نظر کیجئے کہ اس میں مردوں نے ہی ایسا کونسا کارنامہ نمایاں کیا ہے کہ عورتوں سے کسی کارنامہ کی توقع کی جائے لیکن عام معاشرت پر نظر کیجئے کہ اس کی اصلاح میں ہماری خواتین کی جد و جہد کا کیا حصہ ہے؟

اخباروں میں خواتین کے مضامین کی اشاعت بجائے خود کوئی بڑا کام نہیں مگر اس آئینہ کا عکس دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور اس لئے مطالبہ حق کی آواز اخباروں ہی کے ذریعہ سے پھیلتی ہے، اس لئے صحافت کی آواز میں خواتین کا بہت بڑا حصہ ہونا چاہئیے۔ لیکن ایسا جب ہی ممکن ہے جبکہ خواتین اپنے مسائل پر غور کرنے کی عادت ڈالیں اور اپنے مطالبہ حقوق کو بلند آواز سے پیش کرنے کی جرأت حاصل کریں۔ ہماری سماج میں اور ہمارے گھروں کے اندر جو مظالم عورتوں پر ہوتے ہیں وہ ایک دردانگیز داستان ہے، مردوں کی دنیا سے عورت کو اس قدر دور رکھا گیا ہے کہ ہمارے گھروں میں باورچی خانہ اور بچوں کی پرورش گاہ کے باہر عورت کا وجود کوئی قیمت ہی نہیں رکھتا، اس لئے جب تک خواتین خود اپنے مسائل کو صحافت کی دنیا میں پیش کرنے کی کوشش نہ کریں گی، قومیت کی تنظیم میں ان کا وجود بڑی حد تک بے قیمت رہے گا، جس طرح کہ اب ہے، سب کے ساتھ بے چارگی کی شکایت فضول ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ان ارشادات پر ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ خواتین بھی ٹھنڈے دل سے غور کریں گی اور اس حقیقت کو تلاش کریں گی کہ ابھی تک قومی زندگی میں فی الاصل ان کی قیمت کیا ہے۔ سوائے چند خوبصورت ساڑھیوں اور چند بیش قیمت زیورات اور چند شاندار ہوٹلوں کے!! صحیح آزادی کے بغیر تعلیم ایک ملمع ہے اور ان حقوق کے بغیر جو انسانیت اور اسلام نے عورت کو عطا کئے ہیں اس کا علم و فضل بھی اس کے کام نہیں آ سکتا! قفس کی تیلیوں کو طلائی بنا دینے سے قفس کی نوعیت نہیں بدل سکتی!

(پیام)

سرگزشت

جلد ۱۴ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ نمبر ۲۵

کچھ اپنی سرگزشت

سرگزشت مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۴۲ء سے قارئین کرام کو معلوم ہو گیا کہ مرزا سعادت علی بیگ پسر نابالغ مرزا ابراہیم بیگ مرحوم کی بجائے خواہش پر کہ وہ سرگزشت اور اپنی تعلیم میں بہ تبدیلی چاہتے ہیں کہ ان کو بجائے میرے دائس چانسلر صاحب مسلم یونیورسٹی انجارج ہوں۔ میں نے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے جلسہ ۲۲ اگست میں درخواست کی کہ مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے جو ۲۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کے ریزولیوشن کے ذریعہ مجھ پر عائد کی گئی تھی۔ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے میرا بیان سننے کے بعد مجھے اجازت دیدی کہ سرگزشت کا کام جو میں نے اپنی ذاتی حیثیت سے تین سال کیلئے کیا تھا ورثار مرزا ابراہیم بیگ کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے بذریعہ رجسٹری نوٹس کے ورثار ابراہیم بیگ کو ان حالات سے مطلع کر دیا کہ اخبار کے کام سے جس قدر جلد ہو سکے مجھے سبکدوش کر دیا جائے۔

علاوہ پسر نابالغ مرزا مرحوم کے مندرجہ ذیل ورثار اعزاء نے مجھے سرگزشت کا اہتمام تین سال کے لئے سپرد کیا تھا۔

والدہ مرزا مرحوم

رئیس بیگم زوجہ مرزا مرحوم

بلقیس بیگم اہلیہ شفیق مرزا دختر مرزا مرحوم

مرزا تصور علی بیگ صاحب اسسٹنٹ انجینئر برادر چچا زاد

مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب برادر حقیقی مرزا مرحوم

والدہ مرزا مرحوم جن کے ساتھ ان کا پوتا سعادت رہتا تھا عمر ۹۰ سال کے قریب تھی اور ان کا ماہ نومبر میں انتقال ہو گیا۔

جن حالات کے ماتحت میں نے اخبار سرگزشت کی اڈیٹری اور سرداری اپنے ذمہ لی تھی ان کی تفصیل ۲۴ اگست کے متعلق انتظامیہ میں بہ سلسلۂ اجلاس خاص اولڈ بوائز ایسوسی ایشن درج ہو چکی ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ورثار مرزا مرحوم کو باضابطہ اطلاع دینے کے بعد مجھے انتظار کرنا چاہیے تھا کہ انھیں یا ان کے نامزد کردہ ایجنٹ کو پریس اور حسابات سپرد کر دئے جائیں۔ لیکن ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد اور ان کے ذریعات جواب اخبار سرگزشت کو تحریک میں مدغم کر کے دور جدید کا نقیب بنانا چاہتے ہیں اور مرزا مرحوم کے ناسمجھ لڑکے کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنے قبضہ میں کئے ہوئے ہیں انتظار کی تاب کب لا سکتے تھے۔ انھوں نے ۲۷ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز میں ایک خط سعادت علی بیگ کے نام سے چھاپ کر تقسیم کیا اور اخبار تحریک کے ساتھ اس بیان کو جو میں شائع کیا اور غالباً خریداران سرگزشت اور پبلک میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں خاکسار اڈیٹر اور منیجر سرگزشت کو خائن اور ظالم ہونے کا الزام لگایا گیا ہے اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ اخبار کی مالی حالت اور سعادت علی بیگ کی تعلیم کے متعلق خریداران سرگزشت کی خدمت میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کیا جائے۔

جس وقت میں نے اخبار کا کام سنبھالا تو سوائے ایک دستی پریس اور چند پتھروں کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ اخبار کا نہ کوئی سرمایہ تھا نہ کاغذ اور سامان طباعت کا اسٹاک تھا اور نہ اخراجات کے لئے ایک حبہ تحویل میں تھا۔ دسمبر ۱۹۴۱ء کے اخیر میں جب میں نے ورثار مرحوم سے حساب کا جائزہ لیا تو بجائے تحویل میں ایک پیسہ ہونے کے ۔۔۔ روپیہ اخبار کے ذمہ واجب الادا تھا۔ کچھ دنوں بعد مرزا مرحوم کی فاتحہ چہلم کے لئے مرحوم کی والدہ کو قرض لے کر روپیہ دیا گیا جو بعد میں مرزا مرحوم کے برادر حقیقی مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب نے ادا کر دیا۔

مرزا مرحوم کے ورثار اور مخصوص احباب اس حالت سے بخوبی واقف تھے چنانچہ خان بہادر حبیب اللہ خاں صاحب نے یہ تجویز کی کہ مرزا مرحوم کے ورثار کی امداد کے لئے ایک فیملی فنڈ کھولا جائے ان کے ایک دوست نے فوراً سو روپیہ کا چیک بھی بھیجا مگر وہ مندرجہ ذیل خط آنے پر واپس کر دیا گیا۔

برادر مکرم ظفر عمر صاحب۔ تسلیم

۲۴ دسمبر کے پرچہ میں آپ نے مرزا فیملی فنڈ کھولنے کی اپیل کی ہے۔ آپ کی اور جناب قبلہ حبیب اللہ خاں صاحب کی نیک نیتی کے ہم لوگ از حد شکرگزار ہیں اور آپ کے نہایت ممنون ہیں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

آپ کی اور نیز اور بہت سے مخلص دوستوں کی دوستی نہایت سچی ہے اور ہمارے دلوں پر اس کا بہت اثر ہے۔ آپ سے صرف یہ التجا ہے کہ چونکہ بھائی مرحوم اپیل چندے سے دور رہتے تھے اور پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے یہ فیملی فنڈ نہ کھولا جائے بلکہ اخبار سرگزشت جو ان کی محنت کا نتیجہ ہے اس کو ہی قائم رکھنے کی کوشش کی جائے۔ لہذا جو رقوم دوستوں نے ارسال فرمائی ہیں وہ سرگزشت کے فنڈ میں جمع ہو جائیں تاکہ اس اخبار کی مالی حالت درست ہو جائے اور وہ قائم رہے۔

خادم تصور علی بیگ

۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء

مرزا اسمٰعیل بیگ برادر حقیقی مرزا مرحوم ان کے انتقال کے وقت صوبہ برار میں تھے اور علی گڑھ نہ آ سکتے تھے جس وقت حالات معلوم ہوئے انھوں نے خط تحریر کیا۔

مکرم و محترم قبلہ بھائی صاحب۔ السلام علیکم۔

میرا شکریہ قبول فرمائیے کہ آپ نے میری غریب الوطنی کا لحاظ فرماتے ہوئے میرے بھائی کی نشانی (سرگزشت) کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر ہم سب کی درخواست پر لے لی۔ اور مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ کی نگرانی میں پائندہ رہے گا۔ میں برابر عزیزی تصور علی سے اس بارے میں خط و کتابت کر رہا ہوں اور جس وقت مجھ کو چند یوم کی فرصت ہوگی حاضر خدمت ہو کر زبانی گفتگو کروں گا۔

میرے اور بھائی مرحوم کے سب بچے قطعی ناتجربہ کار ہیں اور دوست اور دشمن کی تمیز نہیں کر سکتے۔ مجھ کو خوب اندازہ ہے کہ ان بچوں کے مشیر کار مختلف قسم سے ان کے کان بھرتے ہیں جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ لوگ آپ سے اس قسم کی کوئی بات کریں جو آپ کے ناگوار خاطر ہو تو از راہ کرم اس کا خیال نہ فرمائیے گا اور ناتجربہ کار سمجھ کر نظرانداز فرما دیا کیجئے گا۔ فقط

خادم مرزا اسمٰعیل بیگ

جس وقت ان کو معلوم ہوا کہ سرگزشت کی تحویل میں بجائے کچھ ہونے کے کچھ واجب الادا ہے تو ۶ جنوری ۱۹۴۲ء کو انھوں نے ذیل کا خط مجھے لکھا:-

کلکتہ - ۷ر جنوری ۱۹۴۲ء

مکرم و محترم جناب بھائی صاحب قبلہ - السلام علیکم

والا نامہ مورخہ ۲۷ر جنوری ۴۲ء الہ آباد سے واپس ہو کر آج
مجھ کو کلکتہ میں ملا جس سے حالات معلوم ہوئے - مجھ کو خوب
اندازہ ہے کہ سرگزشت کی وجہ سے آپ کو کیا کیا پریشانیاں
ہوئی ہوں گی اور آئندہ ہوں گی - لیکن یہ بھی یقین ہے
کہ آپ انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر دقت پر قابو حاصل
کر لیں گے - مجھ کو افسوس ہے کہ آپ کو نا والوں نے بلا وجہ
فاتحہ جہلم کے واسطے روپیہ مانگ کر زحمت میں ڈال دیا
کاش وہ مجھ کو جیسا کہ میں نے ان کو لکھا تھا اطلاع دیتے
تو آپ کو تکلیف نہ ہوتی - میں انشاء اللہ روپیہ مرزا [illegible]
پہلے آپ کو بھیج دوں گا -

آپ براہ کرم گھر کے اخراجات میں ایک پیسہ بھی کمی
کر دیجئے اور جس طرح ہو سرگزشت کی زندگی قائم
رکھنے کی کوشش کیجئے - اگر سعادت یا اور کوئی روپیہ
طلب کرے تو صاف کہہ دیجئے کہ وہ براہ راست مجھ کو لکھے
میں بندوبست کر دیا کروں گا - افسوس ہے کہ آجکل میرے
علاقہ کا معائنہ ہو رہا ہے جس وقت اس سے فارغ ہوں گا
فوراً حاضر خدمت ہوں گا -

عزیزی تصور علی بیگ کا بھی ابھی دفتر خط ملا ہے -
سعادت کا داخلہ اسکول کے بارے میں میں ان کو ہی لکھ رہا
ہوں - اس وقت چونکہ اسکول بند ہے اس وجہ سے معذوری
کا اظہار کیا ہے - فقط

خادم اسمعیل بیگ

ان تحریروں سے خریداران سرگزشت پر واضح ہو جائیگا
کہ وہ شاعر مرزا مرحوم کو سرگزشت کی مالی حالت کا بخوبی اندازہ
تھا اور وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اخبار کو بطور ان کی یادگار
کے قائم رکھا جائے اور مرزا مرحوم کی پالیسی پر چلایا جائے
[illegible] ان کے بھائی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو تاریخ ۳۰ر
نومبر کو [illegible] -

مرزا اسمعیل بیگ برادر حقیقی ابراہیم بیگ مرحوم کی اہلیہ
اپنے بچوں کی تعلیم کے خیال سے مدت سے علی گڑھ رہتی
تھیں - ان کے اور [illegible] کے اخراجات کے لئے مرزا
اسمعیل بیگ صاحب ماہ بماہ کافی روپیہ بھیجتے تھے - سعادت
[illegible] ان کے ساتھ ان کی نگرانی میں رہتا
تھا - سعادت کا [illegible] بوجہ علالت اور دیگر اسباب عرصہ سے
بند تھا - مرزا [illegible] بیگ صاحب حسب ہدایت اسمعیل بیگ
صاحب [illegible] آئے اور مجھ سے کہا کہ حسب ہدایت برادر
حقیقی مرزا مرحوم وہ خود سعادت کی تعلیم کا بندوبست کریں گے
اور مسلم یونیورسٹی اسکول کے درجہ ہشتم میں داخل کرا دیا -
لیکن چند دن بعد سعادت بیگ واپس آ گئے اور اپنی دادی
اور چچی کے پاس رہنے لگے - یہ غالباً جنوری یا فروری کا مہینہ
تھا جبکہ امتحان بالکل قریب تھا - جب ان کے حقیقی چچا صاحب
نے ہدایت کی کہ میں خود ان کی تعلیم کا بندوبست کروں تو
میں نے ایک پرائیوٹ ٹیوٹر ۱۵ر ماہوار کا مقرر کر دیا
تاکہ سعادت کو درجہ نہم میں داخلہ کے قابل کر دے - چنانچہ
جولائی ۱۹۴۲ء میں جب اسکول کھلا تو سعادت کا داخلہ نویں
کلاس میں کر دیا گیا اور پرائیوٹ ٹیوٹر [illegible]
ماہوار پر پڑھاتا رہا - لیکن افسوس ہے کہ سعادت نے پڑھنے میں
دل نہ لگایا - امتحان سالانہ درجہ نہم میں پاس نہ ہوئے اور
۵۵۰ میں سے صرف ۹۲ مارکس انھیں ملے اور درجہ نہم
میں روک لئے گئے -

تعطیل کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنی بہن کے پاس دوسرے
حیدرآبادی لڑکوں کی معیت میں حیدرآباد جانے کا ارادہ
کیا لیکن وہ نہیں گئے اور اپنی چچی کے ساتھ ان کی نگرانی میں
بدستور محلہ [illegible] میں رہتے رہے - شروع ماہ جون میں مجھے
ایک مہینہ کے لئے پہاڑ جانا پڑا لیکن میں انتظام کر گیا کہ اگر
سعادت تعطیل کے زمانہ میں اپنی چچی کے ساتھ گوالیار یا بہن
کے پاس حیدرآباد نہ جائے تو شہر کے مکان میں تنہا بلا
نگرانی نہ رہے بلکہ میرے بچوں کے ساتھ میری اہلیہ کی نگرانی
میں نیلی چھتری میں رہے اور اگر حیدرآباد جائے تو مزید روپیہ
کرایہ کے لئے دے دیا جائے -

ماہ جون میں سعادت کی چچی اس مکان کو جو ان کے
نام سے کرایہ پر تھا ترک کر کے گوالیار چلی گئیں اور سعادت
بھی میری اہلیہ کو اطلاع اور سفر خرچ لئے بغیر حیدرآباد چلا گیا
جولائی میں جب میں پہاڑ سے واپس آیا تو مرزا اسمعیل بیگ
صاحب کے صاحبزادہ نے [illegible] روپیہ مجھ سے لے کر کرایہ مکان کا
حساب بے باق کر دیا - سعادت بجائے ۱۵ر جولائی کے شروع
اگست تک سفر سے واپس نہ آیا اور باوجود جاننے کے کہ ان کی چچی کے
چلے جانے کے بعد ان کی رہائش کا انتظام میرے بچوں کے
ساتھ کیا گیا ہے - وہ میرے پاس نہیں آئے اور خالی مکان
میں رہنے لگے - جس وقت مجھے معلوم ہوا میں نے آدمی بھیجکر
انھیں اپنے یہاں بلوا لیا اور ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی کو خط
لکھ کر سعادت کو دیدیا کہ یونیورسٹی اسکول بورڈنگ میں کمرے
کا انتظام کر دیا جائے - سعادت شام کو واپس آیا اور کہا کہ ہیڈ
ماسٹر صاحب بعد میں جواب بھیجیں گے - رات کو میرے بچوں کے
ساتھ کھانا کھایا اور سو گئے - صبح کو میرے ساتھ ناشتہ کیا اور
میں نے اسکول جا کر کلاس میں کام شروع کرنے کی ہدایت
کی - سب بچے اسکول اور کالج سے ایک بجے آگئے مگر سعادت
واپس نہ آیا - شام کو بھی کھانے پر انتظار دیکھا گیا مگر وہ
نہ آیا - [illegible] ان کے اس طرح غائب ہو جانے کی وجہ
سے مجھے تشویش رہی - دوسرے دن تلاش کیا گیا تو
[illegible] سے کہلا بھیجا کہ وہ ہمارے پاس نہیں آئیں گے -
ان کا اسباب بھجوا دیا جائے - اس کے بعد [illegible]
کو مندرجہ ذیل خط موصول ہوا - خط پا کر مجھے افسوس ہوا -

۱۱ر اگست ۱۹۴۲ء

جناب قبلہ چچا صاحب تسلیم

والد مرحوم کے انتقال سے اب تک ہم لوگوں کی حالت پر آپ
نے جو توجہ کی ہے اس کا بہت بہت شکریہ لیکن آپ کو
زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے - گزشتہ سال میں بیمار تھا -
علاج کا معقول انتظام نہ ہو سکا اور جن دواؤں کی ضرورت
تھی وہ نہ مل سکیں - اس کے علاوہ آپ نے کتابوں کا بھی
انتظام نہیں کیا - ان حالات پر میرا پاس ہونا مشکل تھا -
میں جن کے پاس تھا بھی بڑی مشکل سے گیا تھا میرے پاس
کپڑے تک نہیں تھے - اب آپ میرے لئے یہ انتظام کر دیجئے
کہ میں بورڈنگ میں داخل ہو جاؤں - سٹی اسکول کا فارم ہے
اور اسی بورڈنگ میں داخل کرا دیجئے اور کتابوں کا اور ماسٹر
کا انتظام کرا دیجئے اور صرف سات روپیہ ماہوار مجھے جیب
خرچ کے لئے دیتے رہیئے - میرے سوا اخبار پر گھر کا کوئی
بار نہیں ہے یہ انتظام آپ با آسانی کر سکتے ہیں - اس کے متعلق
آپ جلد انتظام کر دیں کیونکہ خواندگی شروع ہو گئی ہے - فقط

خادم مرزا سعادت علی بیگ

اسی کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے کارکن
سعادت علی کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے ہیں - میں نے خان بہادر
حبیب اللہ خاں صاحب کے پاس سعادت کا خط بھیجدیا اور
تحریر کیا کہ سعادت نے امتحان میں فیل ہو جانے کا سبب
کتابوں کا نہ ہونا اور علاج کے لئے روپیہ نہ ملنا بتایا ہے یہ
صحیح نہیں کیونکہ حساب دیکھنے پر معلوم ہوا کہ سال گزشتہ انہیں
کتابوں کے لئے [illegible] روپیہ دیا گیا اور دوا کے لئے [illegible]
اور [illegible] روپیہ ماہوار کا پرائیوٹ ٹیوٹر [illegible] ماہ تک رکھا
گیا اور [illegible] ان کے پارچہ پوشیدنی کے لئے دئے گئے -
میں نے مولانا طفیل احمد صاحب سے درخواست کی کہ
وہ مہربانی کر کے سعادت کی تعلیم کے لئے سٹی اسکول میں ان
کی خواہش کے مطابق انتظام فرما دیں تاکہ وہ بورڈنگ میں

زیرنگرانی ہیڈ ماسٹر رہے۔ چنانچہ مولانا نے فوراً ہیڈ
ماسٹر صاحب کے نام خط لکھ کر سعادت کے پاس بھیج دیا مگر
وہ سٹی اسکول کے بورڈنگ میں بھیج گئے۔ خان بہادر حبیب اللہ
صاحب کے پاس کئی بار بلانے کے بعد سعادت آیا اور
انھوں نے اسے سمجھایا کہ ان کی بچی کے چلے جانے کے بعد
بالکل انی سعادت کا سٹی میں رہنا مناسب نہیں ہے۔
میرے بچوں کے ساتھ نیلی چھتری میں رہے یا یونیورسٹی
اسکول اور سٹی اسکول کے بورڈنگ میں جہاں ان کے اخراجات
کے بندوبست کرنے کا خود خان بہادر صاحب نے ذمہ لیا
اور مجھے اس کی اطلاع دی۔ سعادت نے میرے پاس
آنے سے انکار کیا اور حسب معمول جیب خرچ جو انھیں بھیجا
گیا وہ بھی واپس کر دیا۔ اس پر میں نے سعادت کو حسب
ذیل خط ۲۰ اگست کو لکھا۔

۲۰ اگست

عزیزی سعادت سلمہ۔ دعا
میں چاہتا تھا کہ تمھیں یونیورسٹی اسکول کے بورڈنگ میں رکھوں
ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کو منظور بھی کر لیا تھا۔ لیکن تم نے
خواہش کی کہ مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول کے بورڈنگ
میں رہنا چاہتے ہو۔ اس لئے وہاں بندوبست کیا گیا اور
مولانا طفیل احمد صاحب نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو خط لکھ کر
تمھارے پاس بھیج دیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اسکول
میں داخلہ لیا یا نہیں۔
اگر داخلہ نہیں لیا ہے تو تم مجھے بتاؤ کہ تمھاری کیا
خواہش ہے۔ تمھارے والد مرحوم کی وصیت کے بموجب
میں تمھاری تعلیم اور نگہداشت کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور
بورڈنگ اور اسکول کا تمام صرفہ ادا کروں گا اور علاج
کی ضرورت ہو تو اس کا بھی معقول بندوبست کر دیا جائیگا۔
خاں صاحب قبلہ نے بھی تم سے مفصل گفتگو تمھارے علاج
اور تعلیم و تربیت کے متعلق حال ہی میں کی ہے۔ ہم لوگ
تمھارے والد کے دوست اور تمھارے خیرخواہ ہیں۔ تم
بلاتکلف میرے پاس آؤ اور اپنی ضروریات اور خواہش
سے مجھے مطلع کرو۔

خیرطلب۔ ظفر عمر

لیکن افسوس ہے کہ سعادت میرے پاس نہیں آیا بلکہ
۲۲ اگست کو ایک خط مجھے بھیجا جس میں اتہام لگانے کے
علاوہ یہ تحریر کیا گیا تھا کہ وہ مجھ سے اخبار لینا نہیں چاہتا
بلکہ اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے۔
میرا صرف اتنا کام ہوگا کہ میں مضمون لکھا کروں مگر کوئی مضمون
ایسا نہ ہو جس کی ذمہ داری اخبار پر عائد ہوتی ہو"۔
ظاہر ہے کہ یہ خط دوسروں کے مشورہ سے لکھا گیا تھا۔
جب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی نگرانی میں
اپنی تعلیم اور اخبار کا انتظام چاہتے ہیں اور مجھ سے کوئی تعلق
رکھنا نہیں چاہتے تو میں نے خان بہادر مرزا تحسین صاحب
رٹائرڈ ڈپٹی کے ذریعہ سعادت کو اطلاع دیدی کہ میں نے
سرگزشت کو نثار مرحوم کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کر دیا ہے
اور ضابطہ کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ لیکن باوجود اس
اعلان کے ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کے کارکنوں کی عنایت
جاری رہی۔ بار بار اس ناسمجھ لڑکے کو پریس بھیجکر کام
میں مداخلت کی جاتی تھی۔ ملازمین کو برا بھلا کہا جاتا تھا
اور کوشش کی گئی کہ ۲۲ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز سے
قبل کوئی واقعہ ہو جائے تاکہ اس سے میرے خلاف جذبات
کو برانگیختہ کیا جائے۔ اس سے بچنے کے لئے بار بار پریس کا
کام بند کرنا پڑا اور اخبار کی اشاعت میں دیر ہوئی۔
ناظرین سرگزشت سے اس طولانی بیان کی معافی چاہتا
ہوں۔ میں نے مرزا مرحوم کی وصیت اور ان کے اعزا کی
درخواست پر سرگزشت کا کام تین سال کے لئے اپنے ذمہ لیا
تھا تاکہ مرزا مرحوم کی یادگار قائم رہے۔ کام شروع کرتے
وقت اثاثہ جو تحویل میں ملا وہ نہ تھا اور اس حالت کو جانتے
ہوئے مرزا اسمٰعیل بیگ اور شفیع مرزا مرحوم نے صاف تحریر
کر دیا تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح مرحوم کی یادگار کو قائم رکھوں
اور حسب سابق وہ خود گھر کے خرچ اور سعادت علی بیگ کی
ضروریات کا انتظام کرتے رہیں گے۔ پہلے کاغذ کا نرخ
۶ فی رم تھا اور وہی کاغذ اب ۲۰ فی رم ہے۔
ڈاک کا صرفہ اور دوسری ضروری اشیاء کا نرخ بڑھ
گیا ہے۔ باوجود اس کے میں نے اخبار کو نہ صرف جاری
رکھا بلکہ اس کی آمدنی سے سعادت بیگ اور دیگر ورثا کی
امداد کے لئے پانچسو روپیہ ادا کیا۔ اس زمانہ گرانی اور
حالت جنگ میں بغیر سرمایہ اور اسٹاف ہونے کے اخبار
جاری رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ حتی المقدور میں نے اس
خدمت کو انجام دیا۔
میں چاہتا تھا کہ عزیزی سعادت تھوڑی سی تعلیم پا جانے
اور کسی اچھے پریس میں کام سیکھ کر چھاپہ خانہ اور اخبار
کا کام سنبھالنے اور مرزا مرحوم کے احباب کی سرپرستی میں
نہ صرف سرگزشت جو اولڈ بوائز کا محبوب اخبار ہے جاری رہے
بلکہ ایک دارالاشاعت قائم ہو جائے۔
ناظرین سرگزشت کو یاد ہوگا کہ فروری گذشتہ میں جب
اڈیٹر سرگزشت کے خلاف ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی جانب
سے باضابطہ ہنگامہ آرائی شروع ہوئی تو ہم نے یکم مارچ
کے سرگزشت میں تحریر کیا تھا۔

"عرصہ ہوا محترم ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے
مشیر خاص اور ان کی برادری کے ایک بڑے
رکن ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ
اپنی روش کو نہ بدلیں گے تو آپ کو نقصان
پہونچے گا۔ ہم نے ان ناصح کی خدمت میں
عرض کیا کہ ہمیں محترم ڈاکٹر صاحب کی
ذات سے کوئی پرخاش نہیں ہے البتہ
مادر درسگاہ سے محبت ہے اور اس کی
فلاح و ترقی مقصود ہے۔ اس کے مفاد
کے خلاف کوئی بات ہوگی تو ہماری آواز
بلند ہوتی رہے گی۔ حضرت ناصح نے فرمایا
پھر آپ کا علی گڑھ رہنا دشوار ہو جائیگا۔
ہم نے عرض کیا کہ وطن چھوڑ کر علی گڑھ میں گھر
بنایا ہے۔ بلڈ پریشر کا عارضہ ہے۔ چند روز
کی زندگی ہے اگر ہمیں یہاں رہنے دیا جائے
تو عنایت ہوگی۔
اس الٹی میٹم کے بعد ہماری رسوائی کے
بہت سے سامان کئے گئے جن کے مظاہرے
آئے دن ہوتے رہتے ہیں"۔

مندرجہ بالا سطور ماہ مارچ میں لکھی گئی تھیں۔ اس کے بعد
محترم ڈاکٹر صاحب کی فرقہ بندی اور کنبہ پروری اور زیادہ
زور پکڑ گئی اور درسگاہ کے بہی خواہوں کی آواز سرگزشت
کے ذریعہ بلند ہوتی رہی۔ اسی نسبت سے ہماری رسوائی اور
ایذارسانی کے سامان مختلف صورتوں میں ہوتے رہے۔
کچھ دن ہوئے ایک استاذ کی جانب سے رجسٹری شدہ
نوٹس دیا گیا کہ ایک ہفتہ کے اندر ایک نامہ نگار سرگزشت
کا نام بتایا جائے ورنہ فوجداری اور دیوانی میں مقدمہ
دائر کیا جائے گا۔ ہم خوش تھے کہ کسی نہ کسی طرح کوئی معاملہ
عدالت میں دائر ہو جائے تاکہ موجودہ دور حکومت یونیورسٹی
کے حالات پبلک میں آ جائیں۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

ابھی اس نوٹس کے نتیجہ کا انتظار تھا کہ اڈیٹر سرگزشت
پر حملہ کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کیا گیا اور ایسا دھچکا دار
دیا گیا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ سعادت علی بیگ

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا جلسۂ خاص منعقدہ ۲۷ اگست ۱۹۴۲ء

ایڈیٹر صاحب سرگزشت تسلیم۔ جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن منعقدہ ۲۷ اگست کے افسوسناک واقعات کے متعلق ایک بیان جس پر ممبرے نیز دوسرے شرکاء جلسہ کے دستخط ہیں ارسال خدمت ہے براہ مہربانی آئندہ اشاعت سرگزشت میں شائع کرکے مشکور فرمایئے۔ والسلام

خاکسار سید ناصر الدین

ہم ممبران اولڈ بوائز ایسوسی ایشن جن کے دستخط اس بیان پر ثبت ہیں نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ ۲۷ اگست ۱۹۴۲ء کے غیر معمولی جلسہ کے چشم دید حالات پیش کرتے ہیں تاکہ ممبران ایسوسی ایشن جن میں سے ایک کثیر تعداد نے اُن رزولیشنوں کی بابتہ جو اس جلسہ میں پیش ہونے والے تھے تحریری ووٹ بھیجے تھے، صحیح حالات سے باخبر ہوسکیں۔ جلسہ ایک ایسا شرمناک مظاہرہ تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے مگر اظہار حقیقت کے لئے نہایت مختصر طور پر ہم بعض واقعات لکھنے پر مجبور رہیں۔

جلسہ کا وقت آٹھ بجے صبح تھا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی پارٹی جس میں زیادہ تر ممبران اسٹاف اور ملازمان یونیورسٹی شامل تھے وقت سے پہلے پوری قوت کے ساتھ اولڈ بوائز لاج میں موجود تھے۔ وقت مقررہ پر مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری جلسہ میں آئے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ حسب دستور جلسہ کے افتتاح کے متعلق اعلان کریں اور صدر جلسہ کے انتخاب کی کارروائی شروع کریں ایک ممبر نے نہایت عاجلانہ طریقہ سے یہ تجویز کر دیا کہ حاجی عبدالرب (جو ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی پارٹی کے اخبار تحریک کے نام نہاد مالک و ایڈیٹر ہیں) صدر جلسہ ہوں اور فوراً حاجی صاحب جو پہلے سے ڈائس کے قریب تیار بیٹھے تھے لپک کر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوگئے۔ اس پر ایک ممبر نے اعتراض کیا کہ گو قواعد ایسوسی ایشن کی دفعہ ۲۲ (الف) کی رو سے صدر جلسہ سینیر ممبران موجودہ میں سے کوئی شخص ہوسکتا ہے لیکن ہمارے جلسوں میں ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ جو سب سے زیادہ سینیر اولڈ بوائے موجود ہو اسی کو صدر بنایا جائے اور بتلایا کہ اس جلسہ میں متعدد ایسے اولڈ بوائز موجود ہیں جو حاجی عبدالرب سے جن کا اولڈ بوائے ہونا بھی ہمیشہ سے معرض بحث میں چلا آتا ہے دس بارہ سال سینیر ہیں۔ اس پر خواجہ عبدالعلی اور نواب بہادر ڈاکٹر محمد حبیب اللہ خاں کے نام پیش کئے گئے۔ خواجہ صاحب نے تو ہنگامہ اور کشاکش سے بچنے کے لئے اپنا نام واپس لے لیا لیکن چونکہ حاجی عبدالرب پہلے ہی سے کرسی صدارت پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے قبل اس کے کہ ان کے اور مولوی محمد حبیب اللہ خاں کے درمیان ووٹنگ ہو فوراً تلاوت کلام پاک شروع کرادی اور اس کے اختتام پر کارروائی جلسہ ہونے لگی۔

مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری نے صاحب صدر کی توجہ اس بات پر دلائی کہ زیر دفعہ ۴ قواعد ایسوسی ایشن مسٹر احمد وہاب خیری جو پرلیس ایل ایل بی کے طالب علم ہیں "اولڈ بوائے" کی تعریف میں نہیں آتے۔ نہ شریک جلسہ ہوسکتے ہیں اور اپنے قول کی تائید میں پرو وائس چانسلر صاحب کا خط پڑھ کر سنایا جس میں تحریر تھا کہ مسٹر خیری کا داخلہ بحیثیت طالب علم لا کلاس میں ہوگیا ہے لیکن ابھی اسکی ضابطہ کی منظوری اکزیکٹو کونسل سے لینا باقی ہے۔ باوجود اس کے صاحب صدر نے یہ رولنگ دیدی کہ مسٹر خیری اور کئی اور ریسرچ اسکالرس جن کے متعلق بھی یہی سوال اُٹھایا گیا تھا ایسوسی ایشن کے جلسہ میں شرکت کرسکتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ جہاں تک ریسرچ اسکالرس کا تعلق ہے یہ فیصلہ صحیح تھا کیونکہ اُن کا نام رجسٹر میں بحیثیت طالب علم کے درج نہیں ہوتا ہے لیکن مسٹر خیری یونیورسٹی کے طالب علم مندرجہ رجسٹر تھے اور اُن کی بابتہ جو رولنگ دی گئی وہ قواعد ایسوسی ایشن کے بالکل ہی خلاف تھی۔

بعض ممبران اسٹاف کی طرف سے یہ اصرار ہوا کہ بجائے بحث کے جو ایجنڈا کی مد نمبر ۲ پر درج تھا مسٹر محمد امین زبیری وغیرہ کا رزولیشن جو نمبر ۳ پر تھا اول لے لیا جائے لیکن صاحب صدر نے باوجود اس کے کہ یہ جلسہ خاص بحث پر غور کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا اور مجوزہ تقدیم و تاخیر کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کی گئی تھی اس تجویز کو منظور کرلیا۔ چنانچہ مسٹر ظفر احمد صدیقی نے رزولیشن مندرجہ مد نمبر ۳ پیش کر دیا جو حسب ذیل ہے:-

رزولیشن

(الف) چونکہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے رزولیوشن مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۴۱ء سے دنیز ظفر عمر کے ایک سرکلر بلا تاریخ سے جو مطالبہ انگیز ہے اور جو سرگزشت کی اشاعت کے لئے انہوں نے جاری کیا اور جس پر بحیثیت آنریری سکریٹری کے ان کے دستخط ثبت ہیں اور بعض دیگر ذریعوں سے اولڈ بوائز میں اور پبلک میں یہ تعیین پیدا ہوگیا ہے کہ اخبار سرگزشت اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا آرگن ہے اس لئے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ پرزور طریقہ پر اس کی تردید کرتا ہے۔ قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ اخبار سرگزشت کا اولڈ بوائز ایسوسی ایشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ب) چونکہ مسٹر ظفر عمر، سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے اخبار سرگزشت کے ذریعہ سے مسلسل طور پر ایسے مضامین کی اشاعت کی ہے جو ایسوسی ایشن کے اساسی مقاصد اور قواعد ایسوسی ایشن کی دفعہ ۲ (الف و ب) کے خلاف ہیں اور جن سے یونیورسٹی اور ایسوسی ایشن کے تعلقات میں خرابی پیدا ہوگئی ہے اور ان کا یہ طریقہ کار تجاویز منظور شدہ اجلاس خصوصی ستمبر ۱۹۴۲ء کے قطعی خلاف ہے۔ بنا بریں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ ہدایت کرتا ہے کہ عہدہ داران اور ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اس طریقۂ کار سے باز رہیں اور سرگزشت سے بے تعلق ہو جائیں ورنہ اپنے عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں تاکہ ایسوسی ایشن کے خلاف جو بددلی اور نفرت اولڈ بوائز کی ایک بڑی جماعت میں پیدا ہوگئی ہے وہ زائل ہوسکے ایسوسی ایشن نقصانات سے محفوظ رہے اور ایسوسی ایشن اور یونیورسٹی کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم رہیں جو کہ ایسوسی کے مقاصد میں زیر دفعہ ۲ (ب) عہدہ داران کا اولین فرض ہے۔

دستخط

محمد امین زبیری محمد انوار صمدانی سید احسان حیدر ظہور الحسن (دہلی)

محمد مظہر عالم انصاری ۔ ڈی کو الیاس ایم ۔ زید ۔ خواجہ انصار حسین
سید عبد الودود (دہلی) دلشاد محمد خاں ، (جالندھر)
حسن عبد اللہ ۔ ظفر احمد صدیقی

مسٹر ظفر احمد صدیقی کی تقریر کے بعد ڈاکٹر عبد العزیز پوری قائم مقام ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی اسکول نے یہ ترمیم پیش کی کہ رزولیوشن مندرجہ بالا نمبر ۲ (ب) میں بجائے لفظ "ورنہ" کے "اور" کر دیا جائے۔ اس ترمیم کی مخالفت قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی، محمد انس خاں اور میاں محمد شریف صاحبان نے اس بنا پر کی کہ اول قواعد ایسوسی ایشن میں کوئی قاعدہ رزولیوشن کی ترمیم کا نہیں ہے۔ نہ عام اصول کی بنا پر جن کے ماتحت آئینی مجالس میں ترمیمیں کی جاتی ہیں کوئی ایسی ترمیم کی جا سکتی ہے جس سے اصل رزولیوشن کی نوعیت بالکل بدل دی جائے۔ دوسرے یہ کہ جب تحریری ووٹ رزولیوشن کی موجودہ صورت پر آ چکے ہیں تو اس میں تحریری ووٹ دینے والے وہ ممبران کی سخت حق تلفی ہوگی اگر ایک لفظی ترمیم سے رزولیوشن کو اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ تحریری ووٹ بیکار ہو جائیں۔

لیکن صاحب صدر نے ان دلائل اور واقعات کو نظر انداز کر کے اپنی رولنگ سے ترمیم کی اجازت دیدی۔ کوئی ووٹ ممبران سے اس بارے میں نہیں لئے گئے۔ یہ رولنگ سراسر قواعد ایسوسی ایشن اور مسلمہ اصول ترمیمات کے خلاف تھی۔

اسی درمیان میں مسٹر غلام باری زبیری نے یہ نیا اعتراض اٹھایا کہ ووٹوں کے پرچے بند لفافوں میں بھیجے آئے تھے ویسے ہی کیوں نہ رہنے دیئے گئے تاکہ اس جلسہ میں کھولے جاتے اور جملہ ممبران کی موجودگی میں نقشہ ووٹ مرتب ہو سکتا۔ مسٹر محمد یامین زبیری نے کہا کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ ووٹوں میں رد و بدل نہیں کیا گیا۔ جواب میں مسٹر ظفر عمر نے صاحب صدر کی توجہ دفعہ ۲۴ (ج) کی طرف دلائی جس کی رو سے ووٹوں کے شمار کا نقشہ بنانا رزولیوشن آنریری سکریٹری کے ذمہ کیا گیا اور اس بات کے جانچنے کے لئے کہ آیا انہوں نے صحیح طریقہ سے انجام دیا ہے یہ جلسہ دو ممبران کی ایک کمیٹی مقرر کرے گا جو دونوں کی جانچ کرے گی۔ اگر آنریری سکریٹری نے کوئی خلاف قاعدہ عمل کیا ہے یا کسی ووٹ میں رد و بدل کا شبہ ہوگا تو یہ کمیٹی جلسہ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔ مسٹر عمر الدین جوائنٹ سکریٹری اور بعض پرانے ممبران اور عہدہ داران ایسوسی ایشن نے بالاتفاق آنریری سکریٹری کے قول کی تائید کی اور کہا کہ دفعہ ۲۴ (ج) محولہ بالا کا ہمیشہ یہی مفہوم سمجھا گیا ہے اور ووٹ شماری کا یہی طریق عمل رہا ہے جو امسال ہوا ہے۔

اس بحث کے بعد بھی صاحب صدر نے بجائے حاضرین سے ووٹ لینے کے خود یہ غیر متوقع اور خلاف قاعدہ رولنگ دیدی کہ چونکہ لفافے کھول لئے گئے ہیں لہذا ووٹ تحریری ناجائز قرار دئے جاتے ہیں۔ اور صرف حاضرین جلسہ کی رائے سے ترمیم شدہ رزولیوشن کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ بھی ہدایت کی کہ رزولیوشن نمبر ۲ کے دونوں حصوں الف و ب کو ایک تصور کر کے صرف ایک ووٹ منظوری یا نامنظوری کا دیا جائے گا۔

اس پر صاحب صدر سے سوال کیا گیا کہ اس رزولیوشن کے دو مختلف حصے ہیں اور بعض ممبران جزو الف کے موافق ہیں اور جزو (ب) کے مخالف۔ وہ کس طرح یکجائی ووٹ دے سکتے ہیں۔ صاحب صدر کی توجہ اس طرف بھی دلائی گئی کہ رزولیوشن کے ہر دو حصوں پر علیحدہ علیحدہ ووٹ لینا اس لئے ناگزیر ہے کہ اس کے حصہ (الف) میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہوئی ہے اور اس کی بابت صاحب صدر کی یہ رولنگ کہ بوجہ تبدیل الفاظ حصہ (ب) کے تحریری ووٹ کالعدم سمجھے جائیں غیر متعلق ہے اور باصرار کہا گیا کہ جزو (الف) کے تحریری ووٹ بہر حالت میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں لیکن صاحب صدر نے اپنی ہدایت کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہر شخص پورے رزولیوشن پر صرف ایک ووٹ منظوری یا نامنظوری کا دے۔

صاحب صدر کی اس کل کارروائی کی یہ غرض تھی کہ باہر کے ممبران کے آئے ہوئے ووٹ جو آپ کی پارٹی کے خلاف منشا رکھتے بیکار ہو جائیں اور سکریٹری اور ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کسی نہ کسی طرح اپنے عہدوں سے ہٹا دئے جائیں صاحب صدر کی ناواجب رولنگ اور ہدایات سے جو از سرتا پا جانبدارانہ تھیں بد دل ہو کر بہت سے ممبران بطور احتجاج جلسہ چھوڑ کر باہر چلے گئے اور بقیہ کارروائی میں شریک نہیں ہوئے۔ ان میں وہ ممبران شامل نہیں ہیں جو ہنگامہ کی خوفناک حالت دیکھ کر اور صاحب صدر کی ناواجب رولنگ سے متنفر ہو کر اس سے قبل ہی جلسہ سے چلے گئے۔ اس کے بعد صاحب صدر نے جلسہ سے جس میں بشمول آنریری سکریٹری صرف ۳۶ ممبران باقی رہ گئے تھے رزولیوشن نمبر ۲ کثرت آراء سے پاس کرا دیا۔

اسی خلفشار میں کسی ممبر نے کہا کہ ایک عارضی کمیٹی بنا دی جائے جو دو ماہ کے اندر نئے عہدہ داروں کے انتخاب کا انتظام کرے اور موجودہ عہدہ داروں کو بے دخل کر کے ایسوسی ایشن کے کاغذات و املاک پر قبضہ کرے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ رزولیوشن میں تو افسران ایسوسی ایشن و ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی سے استعفے کا مطالبہ ہے اور جب تک وہ استعفا پیش نہ کریں کوئی کمیٹی اس غرض سے نہیں بنائی جا سکتی کہ وہ ان کے جانشینوں کے انتخابات کی کارروائی کر سکے۔ لیکن صاحب صدر نے اس اعتراض کو مسترد کر دیا اور ایک عارضی کمیٹی بنا دی گئی جس کے سکریٹری مسٹر عمر الدین مقرر کئے گئے جو اس وقت ایسوسی ایشن کے جوائنٹ سکریٹری ہیں اور جو استعفے طلب کئے جانے والوں میں شامل ہیں اور عارضی کمیٹی مذکور کے ممبران میں موجودہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے دس ممبر جن سے رزولیوشن نمبر ۲ کے ذریعہ سے استعفے طلب کئے گئے تھے مقرر کئے گئے!

اس جلسہ کے سلسلہ میں ایک سخت نامناسب کارروائی یہ کی گئی کہ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی لکچرار اسلامک ہسٹری نے چند طلبار یونیورسٹی کا ایک دستخطی محضر نامہ پڑھ کر سنایا جس میں آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن کی نسبت قابل اعتراض الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جو پُر سکون فضا مسلم یونیورسٹی میں قائد اعظم اور مسلم لیگ کی عاقلانہ پالیسی کی بدولت قائم ہے اس کو برباد کرنے کی اس طرح کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ زمانہ ایسا نہیں ہے کہ طلبار میں بلاوجہ اشتعال پیدا کیا جائے اور نہ یہ کسی طرح مناسب تھا کہ ایک ممبر اسٹاف اپنی ذاتی خلش

کی وجہ سے اولڈ بوائز کے اندرونی معاملات میں طلبار یونیورسٹی کو پروپیگنڈے کے لئے استعمال کرنے اور ان کے جذبات بعض اولڈ بوائز و عہدہ داران ایسوسی ایشن کے خلاف برانگیختہ کرنے۔ یہ بات اور زیادہ افسوسناک ہے کہ ڈاکٹر ضیاالدین صدیقی نے اپنے عہدہ کے اثر کو کام میں لاکر طلبار سے دستخط حاصل کئے اور یہ سب کارروائی بلا علم و اطلاع پرو وائس چانسلر صاحب کے کی گئی جو قانوناً طلبار کی ڈسپلن کے ذمہ دار ہے۔

اس میٹنگ میں ایسا ہڑبونگ تھا اور سکریٹری ایسوسی ایشن اور بعض سینیر ممبران کے متعلق ایسے ناروا الفاظ استعمال کئے جاتے تھے کہ وہ اولڈ بوائز جن کی آنکھوں کے سامنے پرانے جلسوں کا سماں تھا متحیر تھے اور مسٹر محمد یامین زبیری اور بعض دیگر پُرجوش ممبران کی بدزبانی کے اندیشے سے مباحث میں حصہ لینے سے محترز تھے۔

آخر میں ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ۲۷ اگست کے جلسہ میں ہوا وہ دراصل نتیجہ تھا اس منافقت کا جو ڈاکٹر سر ضیاالدین احمد کو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور اس کے آنریری سکریٹری سے ہے ورنہ یہ ناممکن تھا کہ ان کی پارٹی کے ممبران جن میں اکثر ملازمین یونیورسٹی شامل تھے اس طرح ہنگامہ کرنے کی جرأت کرتے اور ایسوسی ایشن کے عہدہ داران و ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کو خلاف قانون طریقہ سے بے دخل کرنے کا ارادہ کرتے۔

دستخط کنندگان

۱۔ (خان بہادر) عزیزالدین احمد بلگرامی (ریٹائرڈ جج)
۲۔ (صاحبزادہ) شہزاد احمد خاں (آفتاب منزل علی گڑھ)
۳۔ محمد مقیم انصاری (ایڈوکیٹ علی گڑھ)
۴۔ (خان بہادر محمد) حبیب اللہ (خاں۔ علی گڑھ۔ ملاپ منزل)
۵۔ سید طفیل احمد (علی گڑھ)
۶۔ کرشن نرائن ماتھر۔ ایڈوکیٹ
۷۔ سید ناصرالدین (ایڈوکیٹ علی گڑھ)
۸۔ محمد انس (خاں) ایڈوکیٹ علی گڑھ
۹۔ محمد مرجود حسن خاں سوری ایڈوکیٹ

پروفیسر محمد حبیب صاحب کی رائے

۲۷ اگست کے جلسہ ایسوسی ایشن کے سلسلہ میں پروفیسر محمد حبیب صاحب کا خط مورخہ ۳۰ اگست جو انھوں نے حاجی عبدالرب صاحب چیرمین کو لکھا اور ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کو جس کی نقل بھیجی گئی درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس سے ناظرین سرگزشت طلبہ و اولڈ بوائز کو جلسے کی غیر قانونی کارروائی اور ہنگامہ آرائی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

۳۰ اگست ۴۲ء

بخدمت حاجی عبدالرب صاحب

جناب

مجھے آپ کا خط ملا جس کے ذریعہ آپ نے مجھے مطلع کیا ہے کہ عدم اعتماد کے ایک ووٹ کی بنا پر اس جلسہ میں جس کی آپ نے صدارت فرمائی، مجھے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی رکنیت سے برطرف کیا گیا۔ نیز یہ کہ ایک دوسرے ووٹ کے ذریعہ مجھے "فی الحال" ممبر مقرر کیا گیا۔

ایسے خوشبودار گلدستہ کا کیا کہنا!

مجھے اس میں شک نہیں ہے کہ میرا دوبارہ نام نہاد انتخاب آپکی ذاتی محبت کی وجہ سے تھا۔ یا ممکن ہے کہ آپ کو یقین ہو گیا میں کسی سنگین بداعمالی کا مجرم نہیں ہوں۔

ایسوسی ایشن کے جلسۂ عام نے مجھے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کیا تھا۔ میں ابھی تک سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر ہوں اور جب تک میرے عہدہ کی مدت ختم نہ ہو گی اس کمیٹی کا رکن رہوں گا۔ میں سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ایسے جلسہ میں شریک ہوں گا جو حسب قواعد منعقد کیا جائے گا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی رولنگز کو جو آپ نے بحیثیت چیرمین دیں مطابق قانون قبول کرنے سے بالکل ہی قاصر ہوں؛ کیونکہ وہ صاف طور پر قواعد ایسوسی ایشن کے خلاف تھیں۔ اور میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ وہ نام نہاد کمیٹی جو آپ کی رولنگ کی بنا پر قائم کی گئی قانون کے مطابق ہے۔

میں عاجزی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس کے متعلق دو رائیوں کا ہونا ممکن نہیں ہے۔

فرقہ بندی اور غنڈا پنے کی جو اسپرٹ جلسہ میں پائی گئی۔ غالباً آپ کی منظوری سے۔ اس کے متعلق میں کسی دوسرے موقع پر اور مناسب سامعین کے سامنے بیان کرنا پسند کرونگا۔

میں ہوں آپکا نہایت تابعدار خادم

ایم۔ حبیب

ضرورت رشتہ

سنی سید لڑکی کے لئے جس کی عمر سولہ (۱۶) سال ہے اور جو امسال انٹرمیڈیٹ کا امتحان دے رہی ہے، ایک ایسے لڑکے کی ضرورت ہے جو معقول تنخواہ پر ملازم ہو یا ہونہار طالبعلم ہو جس کی عمر مقابلہ کے امتحان کی شرکت کے لائق ہو۔ لڑکی پچاس ہزار کی جائداد کی مالک ہے۔

خط و کتابت معرفت ایڈیٹر سرگزشت کی جائے

علی گڑھ کے دو کھلنڈروں کی چترال پر چڑھائی

[علی گڑھ کے دو اولڈ بوائے چھٹی کے چند روز سرحد پر بسر کر رہے ہیں۔ اُن کا دلچسپ خط درج ذیل ہے۔ امید ہے کہ واپسی پر اس علاقہ کے مفصل حالات بذریعہ ناظرین سرگزشت کر سکیں گے]

۱۰ تاریخ کی شام کو امرتسر سے چل کر ہم لوگ ۱۲ تاریخ کی صبح دروش پہنچ گئے۔ راستہ میں مشہور تاریخی شہر ٹکشلا میں دن بھر رہنا تھا اور سوتے ہوتے غلطی سے رات کو پشاور چلے گئے لہٰذا وہاں ٹھہرنے کا موقع نہ ملا۔ فوراً مال گاڑی پر بیٹھ کر پیچھے لوٹے اور پھر موٹر و گھوڑے پر لدے ہوئے اور پیدل دروش پہونچے۔ .... نے نہایت اچھا انتظام کر رکھا تھا اور راستہ بھی اتنا ہی دلچسپ تھا بلکہ اس سے زیادہ جتنا کہ ٹو علی گڑھ کا۔ ہر طرف پھلوں کے درخت اور انگور کی بیلیں ہیں۔ کھانے کو مرغ کے سوا کچھ نہیں ملتا اور طبیعت اس سے بالکل اوب گئی ہے۔ آج ہم ہزہائینس والی چترال کی دعوت پر چترال آئے ہیں اور غالباً کل شام کو اسی ریاست کی ایک خوشنما جگہ ایون چلے جائیں گے۔ اس جگہ سے تھوڑے فاصلہ پر کافرستان کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے جو افغانستان کے اندر چلا جاتا ہے۔ نقشہ سے معلوم ہو گا کہ چترال کی ریاست کو ہندوستان سے الگ سمجھتے ہیں۔ یہ جگہ صوبہ سرحد سے بہت اوپر ہے۔ شاہی مہمان خانہ ہم جہاں ٹھہرے ہیں دریا کے لب پر ہے اور یہاں سے برف کے پہاڑ تیس میل کی دوری پر ہیں اور پچیس ہزار فیٹ تک بلند ہیں۔ والی چترال نہایت خلیق اور علم پرور ہیں۔

چترال کے لوگ پٹھانوں کی طرح ہنگامہ پرور نہیں۔ دراصل یہ پٹھانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ بڑی حد تک ترک ہیں۔ ان کی زبان پر سنسکرت کا بڑا اثر ہے۔

ہم لوگ کافرستان بھی چار پانچ روز ٹھہر جائیں گے۔ یہ ایک عجیب قبیلہ ہے جو غالباً قدیم یونانیوں کی اولاد ہے۔ ان کے ناچ عجیب کشش رکھتے ہیں۔ دروش کے گورنر نے ہم لوگوں کو جو ڈنر دیا اس میں چترال کے ناچ کا بھی انتظام تھا جسے دیکھ کر ہم لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ کافروں کا علاقہ بھی خوبصورت ہے اور یہاں کے لوگ بھی دلچسپ ہیں۔ ان کی زندگی پر جو مضمون لکھا جا سکتا ہے وہ بالکل نرالا ہو گا۔

ادھر دستکاری کی اچھی چیزیں نایاب ہیں۔ میوے بھی کم ہیں۔ جو کچھ مل سکا لے آؤں گا۔ البتہ پھل نوشہرہ سے بذریعہ پارسل کر دونگا۔ اتنے اچھے پھل اپنی طرف نواب صاحب کو بھی میسر نہیں ہوتے۔ ہم دونوں کی صحت اچھی ہے۔

مسلم یونیورسٹی ٹریننگ کالج

(از قاضی حامد علی مجازی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ اڈیٹر ٹریننگ کالج میگزین)

جناب اڈیٹر صاحب سرگزشت' السلام علیکم

مندرجہ ذیل روئداد بہ سلسلۂ سالانہ جلسہ افتتاحیہ ایجوکیشن سوسائٹی ٹریننگ کالج حاضر خدمت ہے۔ سرگزشت میں جلد شائع کر دیجئے۔

"۱۳ اگست کو پانچ بجے ٹریننگ کالج ایجوکیشن سوسائٹی کا سالانہ افتتاحیہ جلسہ منعقد ہوا۔ علاوہ اساتذہ اور متعلمین کے دیگر مدعوئین کافی طور پر شریک جلسہ ہوئے۔

حسب اتباع روایت اسلامی جلسہ تلاوت قرآن پاک سے شروع کیا گیا۔ مجازی صاحب نے بہ لحن داؤدی کلام پاک کی تلاوت فرمائی۔ جناب محترم وحید الحق صاحب صدیقی صدر شعبۂ تعلیم نے بہ حیثیت صدر اپنے تمہیدیہ خطبہ میں نئے منتخب عہدہ داران و ممبران کو مبارکباد پیش کی۔ موصوف نے اپنے خطبہ میں سوسائٹی کے "ماضی" پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اس کے کارناموں کو حضار جلسہ کے سامنے پیش کیا اور بالخصوص وہ لائحہ عمل جو سوسائٹی کا نصب العین رہا ہے اس کی وضاحت کی۔ موصوف نے اپنے خطبہ میں تعلیم اور اس کے ادعا اور مقاصد پر بصیرت افروز تبصرہ فرمایا۔ خطبہ کے ہر ہر لفظ سے وسعت تجربہ اور دقیق النظری عیاں تھی۔ اپنے دور حاضرہ کی تعلیمی جد وجہد اور معلمین کے فرائض سے آگاہ کیا۔ آپ نے وہ بہترین اصول تعلیم جو ملت کی شیرازہ بندی اور اجتماعی ترقی کے لئے جزو لاینفک ہیں ان پر کاربند ہونے کی ہدایت فرمائی۔ ہمیں امید واثق ہے کہ آپ کا ہر لفظ ہماری زندگی کے ذہنی' اقتصادی' مذہبی اور معاشرتی پہلوؤں پر مشعل راہ ہوگا۔ بہ مصداق علامہ اقبال ؒ ؎

> بہ آں مومن خدا کارے ندارد
> کہ در تن جان بیدارے ندارد
> ازاں از مکتب یاراں گریزم
> جوانے خود نگہدارے ندارد

صدر محترم نے اپنے خطبہ کے آخری الفاظ میں "ذوقِ عمل" اور "آتش عالمگیر" کی ایک روح پھونک دی۔ کیا عجب کہ ان نئے اساتذہ میں سے کوئی "مرد حق آگاہ" ملت اسلامی کے عروج کا باعث ہو۔

صدر محترم کے خطبہ کے بعد نئے عہدہ داران کرسی نشین ہوئے۔

وائس پریذیڈنٹ :- جناب محمد مجتبیٰ صاحب ایم اے

سکریٹری :- جناب ولی الحسن صاحب بی۔ اے

اڈیٹر ٹریننگ کالج جرنل :- جناب قاضی حامد علی صاحب مجازی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

لائبریرین :- جناب سید احمد صاحب رضوی بی۔ اے

ممبران سوسائٹی :- جناب نور الاسلام صاحب۔ جناب سید ذوالنور احمد صاحب' جناب سید ابن حسن صاحب و مہر سلطان صاحبہ

وائس پریذیڈنٹ جناب محمد مجتبیٰ صاحب نے نہایت ہی ہمت افزا اور خوش آہنگ الفاظ میں اپنے خطبۂ صدارت میں ان امیدوں کا یقین دلایا جو ایجوکیشن سوسائٹی سے وابستہ ہیں۔ آپ نے تعلیم اور دور حاضرہ میں اس کے مقاصد پر سیر حاصل بحث کی اور وثوق کے ساتھ یہ بتایا کہ وہ اور ان کے رفیق کار میدان عمل میں کامیاب ہوں گے۔

ہمیں وائس پریذیڈنٹ صاحب کی ذات پر بھروسہ ہے کہ وہ حسب روایات سوسائٹی اس سال بھی اس کی علمی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیں گے اور ایجوکیشن سوسائٹی کی تاریخ میں اُن کے نام حروف زریں میں لکھے جائیں گے۔

بعد اختتام خطبہ جناب سکریٹری نے حاضرین و حاضرات جلسہ کی تشریف آوری کا شکریہ پیش کیا۔ جلسہ ختم ہوا۔

منتظمین و عہدیداران سوسائٹی لائق تحسین و آفرین ہیں کہ انھوں نے حضار جلسہ کو چاء پر مدعو کیا اور کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کا ثبوت دیا۔ دوران چاء نوشی میں جناب سحر نے اپنی "الہامیات" کا ایک باب احباب کے سامنے پیش کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ احباب' زندہ دلی میں اس قدر مصروف تھے کہ اگرچہ بارہا سحر صاحب نے بہ مصداق ع

"نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی"

کوشش کی مگر حسب دلخواہ اثر پیدا نہ ہوا۔

اس "نوشا نوش" کا دَور ختم ہوتے ہی بلبل شیخ "مرد دیرستان یاد دہانید" ترنم ریز یاں شروع ہو گئیں۔ صاحبان ذوق نے خوب خوب اپنے نغمات سے جلسہ کو پرکیف بنایا۔ بے جا ہوگا اگر اس ضمن میں سلیم خاں صاحب رضوی متعلم بی۔ ٹی کلاس کی کوشش کی داد نہ دی جائے۔

جلسہ ۷ ½ بجے شام کے ختم ہوا۔ رخصتی تقریر جناب سکریٹری صاحب نے فرمائی۔ جلسہ نہایت کامیاب رہا اور امید ہے کہ یہی ذوق سرگرمیاں ہماری [illegible] کی سوسائٹی میں [illegible] مفید ثابت ہونگی۔

قومی ریڈیو

(از سید الطاف علی' بریلوی)

جناب خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین صاحب اپنے ارادوں اور اصولوں میں بڑی حد تک سر سید علیہ الرحمۃ سے مطابقت رکھنے کی وجہ سے چھوٹے سر سید کہلاتے ہیں اور ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان اُنکو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

خان بہادر صاحب کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے جس قدر اعلانات یا اشتہارات غیر مقامی اخبارات میں چھپواتے ہیں اُن کا بل منگا کر اجرت ضرور ادا کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں

"کیا وجہ جو آپ لوگ اخبار نویسوں کو روپیہ نہیں دیتے کیا ان کو کاغذ اور روشنائی مفت مل جاتی ہے۔ کیا اخبارات اپنی جگہ پر مستقل قومی اداروں کی سی حیثیت نہیں رکھتے اور ان کا وجود بھی ملت کے لئے ایسا ہی ضروری نہیں ہے جیسا کہ یتیم خانوں وغیرہ کا۔ پھر کیا وجہ کہ آپ لوگ اُن سے مفت بیگار لیتے ہیں؟"

موصوف کے اس وزنی اعتراض کا جواب تو ملی اداروں اور انجمنوں کے وہی منتظمین دے سکتے ہیں جو اخباروں سے کس طرح مفت کام لیتے ہیں کہ کبھی کسی کی طرف سے اتفاقاً بل پیش ہو جائے تو بھی وہ اس کا ادا کرنا ہی جائز سمجھتے ہیں۔ حال میں جب خان صاحب موصوف علی گڑھ تشریف لائے تو انھوں نے پھر اسی قصہ کو چھیڑا میں نے بھی ہمت کر کے اب کی مرتبہ ایک یہ تجویز پیش کر دی۔

"میری رائے ناقص میں جس قدر اسلامی انجمنوں اور اداروں کے اخبارات و رسائل ہیں مثلاً انجمن حمایت اسلام کا اخبار حمایت اسلام۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا منشور 'ڈان' - مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا کانفرنس گزٹ' مسلم یونیورسٹی کا یونیورسٹی گزٹ اور علی گڑھ میگزین وغیرہ سب کو بند کر دیا جائے۔ نیز انجمنوں اور اداروں کی سالانہ روئدادیں بھی نہ چھپوائی جائیں۔ بلکہ مسلمانان ہند کے تعلیمی اور قومی مرکز علی گڑھ میں ایک قومی ریڈیو اسٹیشن قائم کر دیا جائے: ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ریڈیو سننے والوں کی تعداد اخبارات و رسائل پڑھنے والوں سے بہر صورت زائد ہے اور اس ذریعہ سے بدرجہا زیادہ نشر و اشاعت کی جاسکتی ہے۔ چونکہ مختلف اداروں کے مشترکہ سرمایہ سے ریڈیو اسٹیشن قائم ہوگا اس لئے اس کے علاوہ جماعت منتظمین میں ہر ادارہ کے نمائندے شامل ہوں گے۔ اور وہ لوگ باری باری اپنا پروگرام براڈکاسٹ کیا کریں گے۔

افسوس ہے کہ میں موصوف کو اپنا ہمنوا بنانے میں ناکام رہا۔

آپ [illegible]

[illegible]

مراسلات

علی گڑھ اور اردو

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب - السلام علیکم

[illegible] بعنوان بالا کے تحت دو مضمون اخبار سرگزشت میں دیکھ چکا ہوں - اس سلسلہ میں مجھے بھی کچھ عرض کرنا ہے براہ کرم اپنے موقر اخبار میں درج فرما کر ممنون فرمائیے -

سر شاہ سلیمان مرحوم نے بغرض ترویج اردو مسلم یونیورسٹی کے دفاتر میں خط و کتابت اور دیگر کارروائیوں کے لئے اردو زبان استعمال کئے جانے کا حکم صادر فرمایا تھا اور اس پر عملدرآمد ہو گئے تھے اور مختلف کاؤنسلوں کی کارروائیاں اور ایجنڈے اردو میں تحریر ہونے لگے تھے مگر افسوس ہے کہ موجودہ دور میں پھر وہی پرانی روش اختیار کر لی گئی اور جملہ کارروائی پھر انگریزی زبان میں ہونے لگی -

مجھے ارباب حل و عقد مسلم یونیورسٹی کی خدمت میں دو نہایت اہم گزارشیں کرنا ہیں اور ان کے جواب کا متمنی ہوں

(۱) الہ آباد بورڈ، آگرہ یونیورسٹی، لکھنؤ یونیورسٹی اور الہ آباد یونیورسٹی کے امتحانات میں اردو اور فارسی بطور اختیاری مضمون ایف - اے اور بی - اے میں شامل ہیں اور طلبا ان دونوں مضامین کو ساتھ لے سکتے ہیں مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں اس کی اجازت نہیں - اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ سلیبس (Syllabus) میں ان دونوں مضامین کو ساتھ لینے کی اجازت ہے لیکن چونکہ ٹائم ٹیبل کمیٹی ایسا ٹائم ٹیبل مرتب کرنے سے معذور ہے جس میں کہ یہ دونوں مضامین ساتھ لئے جا سکیں - اردو اور فارسی کو ساتھ لئے جانے کی اجازت نہیں - کیا ایسی ٹائم ٹیبل کمیٹی مستعفی نہیں کی جا سکتی جس میں ایک مضمون کو ٹائم ٹیبل میں کھپانے کی بھی استعداد نہ ہو - جناب ڈاکٹر سر ضیاء الدین جو علم الحساب کے ماہر ہیں اپنی توجہ اس طرف مبذول کیوں نہیں فرماتے -

ٹائم ٹیبل کمیٹی کے اعتراض کے علاوہ اردو اور فارسی یکجا لئے جانے کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی اجازت اس لئے بھی نہیں دی جاتی کہ ہماری ڈگریاں سستی ہو جائیں گی - اگر الہ آباد لکھنؤ اور آگرہ یونیورسٹی کی ڈگریاں ان دونوں مضامین کے یکجا لئے جانے کی اجازت کی وجہ سے سستی ہیں تو علی گڑھ یونیورسٹی کی ڈگریوں میں کیا خاص بات ہے - اردو اور فارسی مضمون یکجا طور پر زیادہ تر مسلمان ہی لیتے ہیں اس لئے مسلم یونیورسٹی کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم میں زیادہ آسانی بہم نہیں پہنچاتی تو بے جا نہ ہوگا - ایک دوسری اہم وجہ جس کے باعث ان دونوں مضامین اردو اور فارسی کا ساتھ لیا جانا ضروری اور مفید ہے وہ یہ ہے کہ "امتحانات مقابلہ" میں اردو فارسی مسلمانوں کے لئے نہایت مناسب مضامین ہوتے ہیں لیکن مسلم یونیورسٹی کے گریجویٹ چونکہ ایف اے اور بی - اے میں یہ دونوں مضامین ساتھ نہیں لے سکتے اس لئے انھیں امتحان مقابلہ میں دوسرے مضامین مجبوراً منتخب کرنے پڑتے ہیں جس کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہیں ہوتا -

شاید مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد یہ جواب دیں کہ اردو ہر امتحان کے لئے ایک لازمی مضمون ہے لیکن لازمی اردو کا کورس محض برائے نام ہے جس سے کوئی استعداد پیدا نہیں ہوتی - میرا مطلب اردو اور فارسی کے اختیاری مضمون کی طرف ہے -

(۲) دوسری بات جس کی جانب مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے کوئی قدم نہیں اٹھایا وہ یہ ہے کہ اردو دانوں کے لئے امتحانات قائم نہیں کئے یعنی جس طرح لکھنؤ اور پنجاب یونیورسٹی میں منشی - کامل - عالم - فاضل وغیرہ کے امتحانات ہیں یا یو - پی میں اعلیٰ قابلیت کا امتحان ہے اسی طرح مسلم یونیورسٹی میں بھی فارسی، عربی اور اردو کے امتحانات ہونے چاہئیں یہ امر کس قدر قابل افسوس ہے کہ مسلم یونیورسٹی جو مسلمانوں کا واحد ادارہ ہے وہاں اردو داں طبقہ کے لئے اردو زبان جو مسلمانوں کی زبان ہے اس کا کوئی امتحان نہ ہو - زیادہ نہیں تو "اعلیٰ قابلیت" کے معیار کا ایک امتحان اردو داں طبقہ کے لئے ضرور قائم ہونا چاہئے مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کو بھی اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے -

میں امید کرتا ہوں کہ ہر دو امور کے متعلق جن کی طرف مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کی توجہ دلائی جاتی ہے - اس کے متعلق جلد سے جلد احکامات صادر کئے جائیں گے -

فقط - الطاف احمد عباسی
بی - اے - ایل - ایل - بی (علیگ)
وکیل کادی پور ضلع سلطانپور -

ایک اولڈ بوائے کی آواز

محترم بندہ ایڈیٹر صاحب سرگزشت علی گڑھ - السلام علیکم

آپ کے قلمی اور علمی جہاد کو جو آپ نے یونیورسٹی کے نظام کو بہتر اور حقیقی [illegible] بنانے کے سلسلہ میں جاری کیا ہوا ہے علی گڑھ سے متعلق حلقے پوری اہمیت دے رہے ہیں اور اسے یقیناً صحیح جائز اور برحق تصور کرتے ہیں - آپ نے سرگزشت کی پالیسی کا وہی معیار قائم رکھا ہے جو اس کے بانی "مرزا سرگزشت" مرحوم نے جو "سرگزشت" سے ایسے وابستہ ہو گئے تھے کہ ان کا نام ہی "مرزا سرگزشت" ہو گیا تھا جاری کی تھی خدا آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے - آپ کی مساعی کو [illegible] کی اہمیت نہ دیں - انشاء اللہ حق کا ہمیشہ بول بالا ہوگا - اور باطل پاش پاش ہو کر رہے گا - ہم آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں -

اولڈ بوائز کے حق کی ترجمانی جو آپ ان کی نمائندگی کرنے کے لئے فرما رہے ہیں - وہ ہر طرح جائز اور حق بجانب ہے - وائس چانسلر صاحب نے جو اعتراض اسکیم کے قانون کے خلاف ہونے کا اٹھایا ہے یہ یقیناً محض اس اسکیم کو تعویق میں ڈالنے کے لئے اٹھایا ہے ورنہ یہ کسی صورت بھی حق بجانب نہیں ہے آپ کا ارشاد کہ سر شاہ سلیمان مرحوم و مغفور ایسا مشہور زمانہ مقنن اس پر معترض نہیں ہوا اور موصوف نے ایسا کوئی اعتراض نہیں اٹھایا ہر طرح صحیح ہے اور اب اس پر کوئی اعتراض اٹھانا قطعی مجرمانہ اور محض معاملہ کو ناجائز التوا میں ڈالنا ہے محترم وائس چانسلر صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کو اس حق سے محروم کرنے کی یہ کوشش موصوف کو محبان علی گڑھ کی نظروں میں نہ صرف ناقابل اعتبار بنا دیگی بلکہ ایسی صورت پیدا کر دے گی کہ موصوف کو ہر طرح سے علی گڑھ کے مفاد کا بدترین مخالف موصوف کی علی گڑھ میں موجودگی کا بدترین دشمن تصور کیا جائے گا -

ہم ابھی تک خاموش ہیں - اس لئے نہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے یا ہم علی گڑھ کے مفاد کو محبوب نہیں رکھتے بلکہ محض اس لئے خاموش ہیں کہ ہم متوقع ہیں کہ موصوف اب بھی عقل سلیم سے کام لیں اور اپنی موجودگی علی گڑھ کو علی گڑھ کے مفاد کے لئے سمجھنے لگیں ورنہ علی گڑھ اپنے مفاد کی خود نگہبانی میں کسی صورت مفلوج نہیں ہے ہم ایسی صورت پیدا کر دیں گے کہ موصوف ایک لحظہ کے لئے بھی علی گڑھ میں نہیں رہ سکیں گے - یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ [illegible] علی گڑھ کو منفعت بخش ہو - [illegible] قاتل کا حکم رکھتا ہے - اب ہم زیادہ انتظار نہیں دیکھ سکتے - یا موصوف اپنا طرز عمل فوری تبدیل فرمائیں اور علی گڑھ کے مفاد کو پیش نظر رکھیں یا پھر ایک دن علی گڑھ سے علیحدگی اختیار کریں - علی گڑھ ہمارے لئے یونیورسٹی کی وجہ سے علی گڑھ ہے اور ہم اسی بنا پر [illegible] کے معانی میں اسے علی گڑھ کہتے ہیں - ہم اب کچھ کر سکتے ہیں لیکن محض اس لئے خاموش ہیں کہیں ہمارا کوئی قدم ہماری موت کا باعث نہ ہو جائے - وائس چانسلر صاحب

نوٹس حسب دفعہ ۹ - انکمبرڈ اسٹیٹ ایکٹ ۱۹۳۴ء

مقدمہ نمبر ۱۴ ۱۹۳۶ء بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم فیض آباد

۱ - لبستا محمد نابالغ ولد گنیش پرشاد متوفی بولایت سماۃ للدی مادر خود } ساکنان محلہ ماں منجانب

۲ - راجہ رام نابالغ ولد متھرا پرشاد متوفی بولایت سماۃ لاندی چچی حقیقی } قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد

بنام جملہ مہاجنیان

پیشی ۲۲ ار نومبر ۱۹۴۲ء

ہرگاہ سائلان نے درخواست حسب دفعہ ۴ - ایکٹ نمبر ۲۵ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا میں ذریعہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گزرانی ہے - لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جو تمہارا قرضہ ذمہ سائلان کی ذات و جائداد پر ہو اندر تین ماہ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری داخل عدالت کرو اور وہ جملہ کاغذات جن کی بنا پر استدلال کرتے ہو پیش عدالت کرو ورنہ بعد کو کوئی عذر سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری تمہارے مسموع و فیصل ہوگی -

آج بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا -

(مہر عدالت) بحکم عدالت
دستخط منصرم

سمن بنام قائم مقام قانونی مدعا علیہ متوفی

مقدمہ ۵۳ ۱۹۴۲ء

بعدالت جناب مسٹر فصاحت حسین صاحب بہادر تحصیل اگلاس ضلع علی گڑھ
بمقدمہ بقایا منافع موضع بچھیرہ پرگنہ گورئی تحصیل اگلاس ضلع علی گڑھ

گرراج کشور مدعی بنام روشن لال وغیرہ مدعا علیہم

بنام مدن موہن پسر ضدی وارث شیام سندر قوم برہمن ساکن و زمیندار موضع بچھیرہ پرگنہ گورئی تحصیل اگلاس ضلع علی گڑھ

ہرگاہ گرراج مدعی نے ایک نالش اس عدالت میں بتاریخ ۱۰ ماہ فروری ۱۹۴۲ء بنام شیام سندر ولد ضدی مدعا علیہ کے رجوع کی تھی جو بعد کو فوت ہو گیا اور ہرگاہ مدعی مذکور نے ایک درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ تم شیام سندر متوفی مذکور کے قائم مقام قانونی ہو اور چاہتا ہے کہ تم بجائے اس کے مدعا علیہ بنائے جاؤ - لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے دن اس عدالت میں حاضر ہو کر مقدمہ مذکور کی جوابدہی کرو اور اگر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا -

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ار اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا -

(مہر عدالت) : دستخط حاکم

سر فیروز خاں نون کی نئی تجویز ہندستان دنے حصّے

علی گڑھ - ۲۵ ر اگست - علی گڑھ یونیورسٹی میں وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل کے ممبر سر فیروز خاں نون نے تقریر کرتے ہوئے کہا - برطانوی ہندوستان کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - یہ حصے اپنے نمائندے مرکزی حکومت کے لئے بھیجیں - اس مرکزی حکومت کے ذمہ ڈیفنس، غیر ملکی تعلقات اور کرنسی ہوگی - اس حکومت میں شامل ہونے یا ہٹ جانے کا اختیار ہوگا - یہ پانچ حصے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کی طرح بالکل آزاد ہوں گے - سوائے ان معاملات کے جو تمام حصوں سے تعلق رکھتے ہوں اور جنھیں مرکزی حکومت اپنے اختیار میں رکھے گی -

یہ پانچ حصے مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں -

(۱) بنگال اور آسام (۲) سی پی - یو پی اور بہار (۳) مدراس (۴) بمبئی (۵) پنجاب - بلوچستان، سندھ اور سرحدی صوبہ -

مرکزی حکومت میں ان پانچ حکومتوں کے نمائندے شامل ہوں گے - اگر مرکزی حکومت کے طرز عمل سے ان پانچ حصوں میں سے کسی کو اختلاف ہو تو وہ اس فیڈریشن سے الگ ہو سکتی ہے - ایسا انتظام بھی ہو کہ جب آپس کے اختلافات دور ہو جائیں تو وہ حکومت پھر مرکزی حکومت میں شامل ہو سکے - اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ ان حصوں کو مرکزی حکومت سے الگ ہونے کا اختیار ہو - سر فیروز خاں نون نے کہا کہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ کانگریس نے بھی یہ مان لیا ہے کہ صوبوں کو خود حکومت کرنے کے اختیارات ملنا چاہئیں - یہ ایک صحیح راستہ کانگریس نے اختیار کیا ہے اور اس کا ہر شخص کو خیر مقدم کرنا چاہیے - اس میں کوئی شک نہیں ہے - سیکڑوں ملکی آدمیوں کے پاس اس موجودہ صورت کو حل کرنے کے لئے مختلف اسکیمیں ہیں لیکن اس وقت ان اسکیموں پر غور نہیں کیا جا سکتا - ہمیں پہلے اس جنگ کو جیتنا ہے تاکہ ہندوستان کی آزادی کا ہمیں اطمینان ہو جائے - اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس لڑائی کے زمانہ میں کسی بھی کسی قانونی اسکیم ...

(مطبوعہ مرکزشت پریس علی گڑھ)

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

سرگزشت

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۶۱

ظفر عمر بی۔اے (علیگ)

اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر

علی گڑھ

چندہ سالانہ

ممبری پانچ روپیے

عام چار روپیے

تاریخہائے اشاعت ۱- یکم - ۸ - ۱۶ - ۲۴

جلد (۱۴) | مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۴۲ء عیسوی مطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۶

مسلم یونیورسٹی کورٹ سے ایک اور استعفیٰ

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی فرقہ بندی کے خلاف احتجاج

مسٹر محمد فیاض خاں ایم۔ایل۔سی صدر مسلم لیگ آگرہ کا استعفیٰ

[قارئین سرگزشت کے ذہن میں گذشتہ انتخابات مسلم یونیورسٹی کورٹ کی روئداد محفوظ ہوگی اور یہ بھی یاد ہوگا کہ وائس چانسلر صاحب کی روش سے ابتک مسلمانوں کے متعدد اکابر و اعاظم علیہ استعفے دیکر اپنی بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں بالخصوص جناب راجہ صاحب محمود آباد، چودھری خلیق الزماں صاحب ارکان آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور زاہد حسین صاحب و غلام محمد صاحب صدر المہام مالیات حیدرآباد۔ اسی سلسلہ میں آج جناب محمد فیاض خاں صاحب شیروانی کا استعفےٰ بھی شائع ہو رہا ہے جناب ممدوح یونیورسٹی کے ان مخلصین میں ہیں جنکو اس مادر علمی سے وابستگی، خلوص اور محبت اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہیں اس سے سب واقف ہیں کہ جناب حاجی اسمٰعیل خانصاحب مرحوم کالج کے قیام و قرار میں حضرت سرسید علیہ الرحمۃ کے مستقل دست و بازو تھے حتیٰ کہ اسی اخلاص کی وجہ سے سید مرحوم نے زندگی کی آخری گھڑیاں انہیں کے مکان پر سکون و سکوت دائمی کے حوالے کردیں۔ مسٹر محمد فیاض خاں کا یہ استعفےٰ ان تازہ تاثرات کا حامل ہے جو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے غیر معمولی جلسہ منعقدہ ۲۰ اگست میں ڈاکٹر صاحب کی فرقہ بندیوں اور کارسازیوں نے قائم کئے تھے۔ یونیورسٹی سے ایسے مخلص کی علیحدگی سرگزشت کے انکشافات کی تصدیق کرری ہے اور بتلا رہی ہے کہ رفتار واقعات کس رخ پر ہیں اور کس منزل میں ہیں]

ترجمہ خط انگریزی محمد فیاض خانصاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل صوبہ متحدہ

ڈیر مسٹر وائس چانسلر

میں۔ نہایت افسوس کے ساتھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کی رکنیت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ رحمت اللہ کمیٹی کے زمانہ سے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے معاملات کا خاص توجہ سے مطالعہ کرتا رہا ہوں کمیٹی مذکور نے علی گڑھ یونیورسٹی کے انحطاط کی یہ صحیح تشخیص کی تھی کہ مرض کا اصلی سبب پارٹی بندی کی وہ روح تھی جو آپ نے بحیثیت وائس چانسلر یونیورسٹی کی زندگی میں پیدا کی تھی۔ جو لوگ یہ حالات پیدا کرنے کے ذمہ دار تھے ان کی علیحدگی پر امید کی جاتی تھی کہ کچھ اصلاح ہو جائیگی مگر وہ نہ ہوئی۔ البتہ سر راس مسعود مرحوم نے کچھ اصلاحات نافذ کی تھیں مگر مختلف سازشوں کی وجہ سے وہ استعفے دینے پر مجبور ہوگئے۔ ان کی بجز جب آپ وائس چانسلر ہوئے تو وہ اصلاحات کالعدم کردی گئیں اور سابق پارٹی بندی کا پھر دور دورہ ہوگیا۔ اس کے بعد سر شاہ محمد سلیمان آئے جن کی وائس چانسلری کے عہد میں احساس فرض کی امتیازی شان قائم ہوگئی تھی اور یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر انہیں سکون خاطر کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا جاتا تو وہ علی گڑھ کو بہت کچھ اس کی سابق شہرت کے درجہ پر لے آتے۔ ان کی بے وقت وفات سے آپ پھر با اختیار ہوگئے اور اگرچہ یہ امید کی گئی تھی کہ آپ ۱۹۳۵ء کے واقعات سے کچھ سبق حاصل کریں گے مگر آپ کی گذشتہ سترہ ماہ کی وائس چانسلری کے تجربہ نے بلا شبہ یہ واضح کردیا ہے کہ اس مرتبہ صورت حالات پہلے سے بھی بدتر ہوگئی ہے۔ جو لوگ آپ سے اس امر کے متوقع تھے کہ آپ اس مرتبہ پہلے سے بہتر کام کریں گے انہیں مارچ ۱۹۴۲ء کے انتخابات کورٹ سے سخت صدمہ پہنچا اور اس کے بعد سے جو کچھ ہوا اس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ اپنے یونیورسٹی کو فرقہ بندی کے طریقہ پر چلانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ یہ حالت ناقابل برداشت ہے اس لئے آپ کے عہدے فرض کے ساتھ کوئی کشتی کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ میں کورٹ کی رکنیت کو مستقل چھوڑدوں چنانچہ میں یہ استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔

آپکا مخلص

محمد فیاض خاں

(ایم۔ ایل۔ سی)

رفتارِ حوادث اور افکارِ زمانہ

ہندوستانی حالات کی نسبت اخبار نیو اسٹیٹسمین لندن لکھتا ہے کہ ہمارے سامراجی اقتدار کا جو کچھ بھی عنصر ہو اس کا توڑنا لازم ہے۔ پھر لکھتا ہے ایوانِ عام کے آئندہ اجلاس میں ہندوستان کا مسئلہ بہت اہم ہوگا۔ ہندوستانی موجودہ حالت کے خطرات کے پیش نظر ایوان اس کا مطالبہ کرے گا کہ ہندوستان کے ذمہ دار رہبر جو احتجاجاً تک یہ کہہ رہے ہیں کہ اس ملک میں اب قومی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔ حکومت نے ان کی کوششوں کے سراہنے میں کیا کیا ہے اور کیا شرطیں لگائی ہیں۔

آخر میں اس کی تجویز ہے کہ صدر روزویلٹ کو اس طرف توجہ دے کر فوراً ایک ثالث نامزد کرنا چاہیے۔ اگر ہندو مسلمان ایک مشترک حکومت قائم کر دی جائے تو جب تک یہ اشتراک قائم رہ سکے تب تک اس میں کوئی مداخلت نہ ہونی چاہیے۔ دونوں گروہ کانفرنس ایجنسی کے قیام کو قبول کر لیں گے اور مسئلہ اقلیت کی بحث کو تا اختتام جنگ ملتوی کر سکیں گے۔ گو مسٹر جناح مزاحمت پسند ہیں لیکن اس قسم کی پیشکش کو مسترد کر کے وہ ہندوستانیوں کو ناراض کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔ پہلے صدر روزویلٹ سے ثالث تجویز کرنے کی درخواست کی جائے اور جنگ کے بعد آزادی کی پیشکش کا تصفیہ ہندوستانیوں پر ہی چھوڑ دیا جائے خواہ وہ انگریزی نظامِ جمہوریت کے اندر رہنا چاہیں یا باہر۔ یہ پیشکش اقوامِ متحدہ کی طرف سے ہونا چاہیے۔

سید رؤف شاہ ممبر مسلم لیگ

ناگپور۔ آنریبل سید رؤف شاہ ممبر سی۔ پی و برار مسلم لیگ اور ممبر مسلم لیگ اور ممبر آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور [illegible] پریس کے نام ایک بیان دیا ہے اور ان میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہندو مہاسبھا اور کانگریس کے عزائم و مقاصد ایک ہی ہیں اور ان کے طریقہ ہائے کار میں بھی کچھ زیادہ فرق نہیں کسی ثبوت کی ضرورت تھی تو وہ ثبوت ہندو مہاسبھا کی قرارداد نے مہیا کر دیا ہے۔ اس قرارداد میں حکومت کی پالیسی کی مذمت کی گئی ہے مگر کانگریس کی تحریک کے متعلق کامل خاموشی اختیار کیا گیا ہے۔ اس قرارداد میں "قومی رہنماؤں" کی رہائی اور "قومی حکومت" کے فوری قیام کا مطالبہ بھی ہے۔ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ دونوں ہندو جماعتیں دراصل ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ کانگریس کے مطالبہ اور ہندو مہاسبھا کے مطالبہ میں کوئی فرق نہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہندو دوست حقیقت پسندی سے محروم ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے بغیر ہندو مسلم اور ہندو راج کے خواب لے رہے ہیں۔ پاکستان کے بغیر ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے اور ہندو مسلم اتحاد کے بغیر آزادی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ کاش ہمارے دوست یہ سمجھ لیں کہ دھمکیوں سے مسلمانوں کو مرعوب کرنا مشکل ہے۔

(ا۔پ)

موجودہ جمود کا حل

کانگریس اور حکومت کے مابین صلح کی صورت صرف ایک ہے، وہ یہ کہ کانگریس مسلم لیگ کا جائز مطالبہ مان لے اور پھر حکومت سے آزادی کا مطالبہ کرے۔ اگر حکومت لیت و لعل سے کام لے، حالات میں جیسے جیسے بدنظمی بڑھے گی ویسے ویسے حکومت کی مشینری حرکت میں آئے گی۔ اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار نکلنے کی آئندہ امید کی جا سکتی ہے۔ مسلم لیگ بہت کچھ کر سکتی ہے لیکن حکومت اسے اپنے اعتماد کا اہل نہیں سمجھتی۔ ان حالات میں سوائے صبر جمیل کے اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟

([illegible])

ہمیں امید ہے کہ لیگی زعماء نے جن مصالح کی بناء پر بھی رائے شماری کی شرط پیش کی ہے وہ اس شرط پر قائم رہیں گے۔ اس اصل کی بنا پر بھی رائے شماری کی شرط پیش کی ہے وہ اس شرط پر قائم رہیں گے۔ اس اصول کی بناء پر مہاسبھا جیسی ضدی جماعتوں کو بھی پاکستان کے تصورات سے خوفزدہ اور بیزار نہ ہونا چاہیے البتہ جس وقت تک رائے شماری کے امتحان میں پاکستانی تصورات کی توثیق نہ ہو جائے ان کو ایسی جارحانہ شکل میں پیش کرنا جائز نہ ہوگا کہ ان کی وجہ سے ملک کے فوری اور اشد ضروری مسائل کا تصفیہ نہ ہو سکے۔ حفاظت وطن اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا سوال ہماری نظر میں دوسرے سیاسی مسائل پر حاوی ہے اور خود لیگ اس بات کو تسلیم کر لینے کے بعد کہ پاکستان کا مسئلہ رائے شماری پر منحصر ہے، لیگ کو زبان و قلم کی اس گردش پرکار سے نجات حاصل کرنی چاہیے جس نے اس کو ایک بے عمل اور محض باتونی جماعت بنا دیا ہے۔

(پیام)

مسلم لیگ اس پر راضی ہے کہ یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ اگر رائے شماری کے بعد مسلم رائے عامہ حامی ہو تو پاکستان دے دیا جائے ورنہ نہ دیا جائے۔ جواہر لال اور گاندھی جی تک بار بار کہہ چکے ہیں۔ لیکن [illegible] مسلمان اپنی علیحدگی پر ڈٹ جائیں تو انہیں کوئی نہیں روک [illegible] اب لیگ [illegible] ہے۔ [illegible] انقلاب اب کس چیز [illegible] حکومت کے شرائط تو مشترک ہیں۔ جو لیگ چاہتی ہے وہی کانگریس کا مطالبہ۔ اصل نزاعی چیز ہی پاکستان کا مسئلہ تھا۔ اس صورت میں ہمیں امید ہے کہ اگر دونوں آگے بڑھیں اور اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے کوئی دلیرانہ اقدام کریں تو وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

(ہندوستان)

یہی ایک ایسا موقعہ تھا کہ مسٹر جناح کو اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی سعی بلیغ کرنی چاہیے تھی ...... اگر مسٹر جناح اس خطرہ سے آگاہ ہیں جو موجودہ صورت حال کی آغوش میں پل رہا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے بیتاب ہیں تو وہ جماعتی وقار کے لئے بے مایہ تخیلات میں اسیر نہ رہیں بلکہ جلد تا جلد مسٹر گاندھی سے اتصال قائم کر کے ان کو ایسے فارمولے پر آمادہ کریں جو حکومت برطانیہ اور اہل ہند کے لئے جن میں مسلمان بھی شامل ہیں باعزت ہو ......"

ڈاکٹر سید عبداللطیف

اس طویل رزولیوشن کے بجائے جو انہوں نے شائع کیا ہے صرف تین سطروں کا رزولیوشن منظور کرنا چاہیے تھا جس میں وہ صاف صاف کہہ دیتے کہ چونکہ کانگریس اب ہمارے بنیادی مطالبہ کو تسلیم کرتی ہے اس لئے ہم عارضی حکومت قائم کرنے کے لئے اس کے لیڈروں سے گفت و شنید شروع کرتے ہیں مگر بجائے اس کے مسئلہ کے عملی پہلو کو الفاظ کی طوالت میں گم کر دیا گیا اور ایک ایسا رزولیوشن ملک کے سامنے رکھا گیا جس سے سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسلم لیگ کی ڈانواں ڈول پالیسی میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے۔

(پیام)

اخبار لیڈر الہ آباد لکھتا ہے کہ

افسوس کا مقام ہے کہ مسٹر جناح اپنے ملک کی توقعات پوری کرنے میں قاصر رہے ہیں اور ہندوستان میں امن قائم کرنے کے لئے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا جو حالات نے اُن کے سامنے پیش کیا ہے۔ آگے چل کر اخبار لکھتا ہے کہ کوئی حکومت جب تک کہ وہ فرقہ وارانہ رائے کو مخالف بنانا چاہتی ہو ان کے مطابق جنگی کوششوں میں دلی امداد کے لئے منظور نہیں کر سکتی۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ وہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے اپنے ملک کی طرف نہیں بلکہ برطانیہ کی طرف دیکھتے ہیں۔

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۶

تنگ دلی کا تازہ مظاہرہ
سرسید کا موجودہ جانشین

۱۹۰۵ء میں نواب محسن الملک بہادر مرحوم کالج کے سکرٹری اور سرسید کے جانشین تھے۔ گورنمنٹ عربی کے پروفیسر کی تنخواہ چند شرائط کے ساتھ دینا چاہتی تھی۔ اس کے متعلق نواب محسن الملک اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم میں اختلاف تھا۔ ایک دن جبکہ خاکسار نواب صاحب کی خدمت میں بحیثیت پرسنل اسسٹنٹ حاضر تھا اور نواب صاحب ایک مرد۔ی خط لکھوا رہے تھے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں تشریف لائے اور عربی چیئر کے متعلق نہایت سخت کلامی سے پیش آئے۔ نواب صاحب کی طبیعت ناساز تھی، اس سخت کلامی کا اثر ان کے دل پر ہوا اور وہ میز پر سر رکھ کر خاموش ہو گئے۔ میں نے صاحبزادہ صاحب کو کمرہ سے باہر جانے کی التجا کی۔ کلن ملازم کو آواز دی اور ہم دونوں نے نواب صاحب کو سہارا دیکر اٹھایا اور بستر پر لٹا دیا۔

شام کو حسب معمول نواب محسن الملک اپنی فٹن پر سوار ہوئے۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا اور ہوا خوری کو جیرت کی سڑک پر گئے۔ واپسی میں کنڈل گارڈن کے موڑ پر جہاں اب فزکس کا بلاک ہے کوچوان سے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کی کوٹھی پر چلو۔ مجھے سخت حیرت ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ جو شخص آج صبح آپ کے ساتھ اس سخت کلامی سے پیش آیا کہ آپ کو غش آگیا، کیا اس قابل ہے کہ آپ اس کے مکان پر جائیں۔ نواب صاحب مسکرائے میرے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ "صاحبزادہ صاحب کا طرز عمل کسی ذاتی پرخاش کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ایک اہم قومی مسئلہ کے متعلق جوش میں کچھ کہہ گزرے۔ قومی کام کرنے والوں کو اس کی پرواہ نہ ہونی چاہیے۔ دو مسلمانوں میں ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس پر رات نہ گزرنی چاہیے"۔

جس وقت فٹن صاحبزادہ صاحب کی پورچ میں پہونچی صاحبزادہ صاحب حیرت اور پشیمانی میں غرق برآمدہ سے نیچے آئے، نواب صاحب کو سہارا دیکر فٹن سے اتارا اور آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ دیر تک نواب صاحب کالج کی عمارات وغیرہ کے متعلق نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کرتے رہے گویا صبح کا واقعہ ہوا ہی نہ تھا! اس فراخدلی اور اخلاق کا صاحبزادہ صاحب پر گہرا اثر ہوا اور اسی وقت سے انکا اختلاف ختم ہو گیا اور نواب صاحب کے ساتھ ان کا تعاون کالج کے معاملات میں جاری رہا۔

اس فراخدلی، انکساری اور اخلاق کا مقابلہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے طرز عمل سے کیجئے جو اپنے آپ کو باوجود ہزار ہا روپیہ تنخواہ اور الاؤنس میں لینے کے قومی خادم اور ایثار کا دعوے کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو سرسید علیہ الرحمۃ اور نواب محسن الملک مرحوم کا جانشین سمجھتے ہیں اور اس عزت و احترام کی توقع رکھتے ہیں جو خلقت کو سرسید، محسن الملک اور وقار الملک جیسی ہستیوں کے ساتھ تھا۔

جیسا کہ یکم ستمبر کے سرگزشت میں تحریر کیا گیا ہماری رسوائی اور دل آزار رسوائی کے نت نئے مظاہرے محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کی ذریات کی طرف سے ہوتے رہتے ہیں لیکن ایک تازہ واقعہ نے خود محترم سر ضیاء کے حامیوں کو انگشت بدنداں اور ان کی تنگ خیالی اور تنگ دلی کو آشکارا کر دیا۔

ہمارے ہر دلعزیز حاکم ضلع مسٹر ابو طالب نقوی آئی۔سی۔ایس کے خطاب او۔بی۔ای پانے کی خوشی میں ۳۵ اصحاب نے ۷ ستمبر کو جمنیزیم کے وسیع ہال میں ڈنر دیا۔ میزبانوں میں علاوہ اساتذہ یونیورسٹی کے چند ممبران کورٹ اور دوسرے اصحاب بھی تھے اور ایک سو پچاس کے قریب مہمانوں اور میزبانوں کا مجمع تھا جس کا دو درجن کے قریب یورپین اور ہندوستانی خواتین مدعو تھیں۔ سب مہمان آگئے اور لفٹننٹ کرنل صاحب کی آمد کا انتظار تھا۔ وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد سیاہ ڈرسنگ سوٹ پہنے ہوئے ڈاکٹر صاحب ہال میں داخل ہوئے۔ اتفاق سے ہماری نشست ایک لیڈی کے برابر صدر دروازہ کے بالکل سامنے تھی۔ سب مہمان بشمول خاکسار کے وائس چانسلر یونیورسٹی اور محسن الملک کے جانشین کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب کی نظر ہماری صورت پر پڑنا تھی کہ ان کا چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور وہ ہال سے باہر چلے گئے۔ یہ کہتے ہوئے کہ جس دعوت میں ظفر عمر موجود ہے اس میں وہ شریک ہونا اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے ہیں۔ "موٹر منگاؤ میں گھر جاتا ہوں"۔ میزبانوں نے سمجھایا اور منت سماجت کی تیس لفٹننٹ کرنل صاحب کا غصہ کم نہ ہوا۔ بالآخر مسٹر نقوی جن کے اعزاز میں دعوت تھی باہر بلائے گئے اور ڈاکٹر صاحب کو سمجھا کر اپنے ساتھ ہال میں لے آئے!

معلوم نہیں کہ مسٹر نقوی کی میٹھی اور حاذق بھری باتوں کا اثر تھا یا کلکٹر ضلع کی ناخوشی کا خوف تھا جس نے لفٹننٹ کرنل صاحب کو ہال میں واپس ہونے پر مجبور کیا۔

قارئین کرام اس تنگ دلی اور تنگ نظری کا مقابلہ نواب محسن الملک کی فراخدلی سے فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ ایسا کنبہ پرور شخص اس قابل ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی تعلیم، تہذیب، اخلاق کی نگہداشت اس کی سپردگی میں دی جائے اس میں شک نہیں کہ ہم دوسرے بہی خواہان درسگاہ کی طرح ڈاکٹر صاحب کی فرقہ بندی، کنبہ پروری اور بے ضابطگیوں کی وجہ سے ان کے ساتھ سخت اختلاف ہے اور ہم خطرے کی گھنٹی بجاتے رہتے ہیں لیکن یہ اختلاف کسی ذاتی معاملہ میں نہیں ہے۔ ہم بھی اپنی بساط کے موافق درسگاہ کی خدمت عرصہ سے کر رہے ہیں اور اس کی فلاح اور بہبودی کے خواہاں ہیں جس کی پاداش میں آئے دن ہماری رسوائی کے سامان کئے جاتے ہیں مگر یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے لئے جو اپنے آپ کو سرسید اور محسن الملک کا جانشین سمجھتے ہیں سرسید اور محسن الملک کی طرح متحمل مزاج اور فراخدل ہونا چاہیے۔

ظفر عمر

مراسلات
جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

بیت الحبیب علی گڑھ
ستمبر ۱۹۴۲ء

جناب ایڈیٹر صاحب سرگزشت تسلیم

یکم ستمبر کی تاریخ کا اخبار مجھے آج ۲ ستمبر کو ملا۔ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا جلسہ خاص منعقدہ ۲۷ اگست ۱۹۴۲ء کے زیر عنوان جو تحریر میری اور دیگر اولڈ بوائز کی دستخطی شائع ہوئی ہے اس میں کئی غلطیاں ہیں۔ ایک جگہ تو ایک سطر غائب

کر دی گئی ہے جس سے نہ صرف مضمون ما بعد کا مطلب خبط ہو گیا ہے بلکہ معاملہ ہی کچھ سے کچھ ہو گیا۔ براہ کرم ان غلطیوں کو جن کی تفصیل حسب ذیل ہے آئندہ اشاعت میں درست فرما دیجئے مزید اطمینان کے لئے اصل مال سے مقابلہ کر لیجئے گا۔

	غلط	صحیح
(۱) صفحہ ۷ کالم ۲ سطر ۷	"مسٹر محمد امین بری"	"مسٹر محمد یامین بریجا"
(۲) صفحہ ۸ کالم ۱ سطر ۲۲	"چونکہ نعانی کو ول نئے گئے"	"لفظ چونکہ" کے بعد حسب ذیل عبارت حذف کر دی گئی ہے "ریزولیوشن ترمیم ہو گیا ہے لہذا بلا لحاظ اس کے کہ"
(۳) صفحہ ۸ کالم ۲ سطر ۱۲	"آپ کی"	"اُن کی"

غلطی نمبر ۲ کی وجہ سے اگلا پیراگراف ہی بے معنی ہو گیا چیرمین صاحب نے رولنگ صرف یہ دی تھی کہ ریزولیوشن کی ترمیم کی وجہ سے تحریری ووٹ شمار نہ ہوں گے۔ مولانا سید طفیل احمد صاحب نے تو محض صاحب صدر کے الفاظ نوٹ کرنے تھے اور میں نے خود اور دیگر ممبران نے ان کو سنا تھا۔

والسلام
عزیز الدین احمد بلگرامی

ایڈیٹر صاحب سرگزشت تسلیم

اخبار تحریک مورخہ ۴ر ستمبر میں مسٹر غلام باری زبیری کا خط شائع ہوا ہے جسے پڑھ کر زبیری صاحب کی جسارت اور غلط بیانی پر افسوس ہوا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد خود زبیری ہیں اس لئے یونیورسٹی کے دفتر کے ایک زبیری ملازم کا مسٹر ظفر عمر کے متعلق غلط اور خلاف واقعہ باتیں بیان کرنا تعجب خیز نہیں ہے لیکن اولڈ بوائز کے جلسہ کے متعلق ایسی صریح غلط بیانی کرنا مناسب نہ تھا۔ زبیری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ :-

"جس وقت بجٹ منظوری کے واسطے ممبران کے سامنے پیش کیا گیا تو جملہ حاضرین بجز ایک ہستی کے سب موافق تھے۔ وہ ایک ہستی جس نے بجٹ کی منظوری کے خلاف رائے دی ہمارے محترم سکریٹری مسٹر ظفر عمر صاحب کی تھی کیا یہ مضحکہ انگیز اور تعجب خیز امر نہیں ہے کہ بجٹ کا پیش کرنے والا خود ہی اس کی منظوری کے خلاف ووٹ دے۔"

زبیری صاحب موصوف کے پیش کردہ ریزولیوشن کے بموجب ایک خلاف قانون پروویژنل کمیٹی بنائی گئی۔ اس نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے نام نہاد سکریٹری مسٹر عمر الدین نے جلسہ کے متعلق رپورٹ شائع کی ہے جس کا آخری فقرہ یہ ہے:-

"اس کے بعد ایوان نے تجویز ملا منظور بجٹ کو لیا اور متفقہ طور سے پاس کیا۔ اس وقت حاضرین کی تعداد ۱۴ تھی۔ صدر کے شکریہ کی تجویز منظور ہوئی اور جلسہ برخاست ہوا۔"

اس میں یہ کہیں نہیں لکھا گیا کہ مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری نے بجٹ کے خلاف ووٹ دیا۔ اگر یہ واقعہ ہوتا تو وہ ضرور تحریر کرتے جیسا کہ "نام نہاد" کمیٹی کے قیام کے متعلق انہوں نے تحریر کیا ہے "۱۲ موافقت میں اور ایک ووٹ مسٹر ظفر عمر کا انکی اس کی مخالفت میں آیا۔"

"مضحکہ انگیز اور تعجب خیز" بلکہ حیرت ناک مسٹر ظفر عمر کا طرز عمل نہ تھا بلکہ وہ کارروائی تھی جو بجٹ کے متعلق عمل میں آئی تھی۔ دستور یہ ہے کہ بجٹ مرتبہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اور آنریری سکریٹری پیش کرتا ہے اور اس کی مختلف مدات کے متعلق اپنی رپورٹ سناتا ہے نیز انڈیٹر ایسوسی ایشن اپنی رپورٹ پڑھتا ہے۔ تحریری ووٹ جو اس کے متعلق آتے ہیں شمار کئے جاتے ہیں اور بحث کے بعد حاضرین ووٹ دیتے ہیں۔ اس کے بعد صدر منظور یا نامنظوری کا اعلان کرتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس جلسہ کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا۔ اپنی کامیابی کے زعم میں نہ تو مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری کو اور نہ نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے نام نہاد سکریٹری محمد عمر الدین صاحب کو تحریک منظوری بجٹ پیش کرنے کا موقع دیا گیا نہ آنریری سکریٹری یا نام نہاد کمیٹی کے سکریٹری نے مدات کے متعلق رپورٹ پیش کی اور نہ آڈیٹر ایسوسی ایشن کو جو جلسہ میں موجود تھے اپنی رپورٹ جانچ حساب کے پڑھنے کا موقع دیا گیا۔ زبیری پارٹی کے صدر نے اعلان کر دیا کہ متفقہ طور پر بجٹ پاس کیا گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

راقم۔ ایک اولڈ بوائے

پرانے تعلقات کی تجدید

چھ ماہ قبل انقرہ میں جرمنی کے سفیر فان پاپن پر بم سے حملہ کا جو حادثہ پیش آیا تھا اور اس سلسلہ میں دو روسیوں کی گرفتاری عمل میں آئی تھی تو ترکی اور روس میں اختلافات بڑھ گئے تھے حتیٰ کہ دونوں سلطنتوں کے سفیر واپس ہو گئے تھے۔ ترکی کے خارجی مسلک سے ناواقف اخبار بینوں کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ ترکی کسی جنگ میں شریک ہونے والا ہے۔

گزشتہ ہفتہ ان تعلقات کی تجدید سے یہ اندیشہ مستقلاً زائل ہو گیا ہے جس نے ایک مرتبہ پھر ترکی کی مصالحت پسندی اور امن کوشی کے عزم صمیم کو دنیا پر روشن کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ حکومتوں اور ملتوں کا قابل اعتماد دوست اور ہوس سے بے نیاز تدبر کا مالک ہے۔

اس چار پانچ مہینہ کے دوران میں حادثہ بم کے ملزمین کا مقدمہ ترکی میں ہی جاری رہا ہے اور اس کے اختتام پر چار ملزمین کو جن میں دو ترک بھی ہیں جو سزائیں دی گئی ہیں اُن کی خبر پچھلے ہفتہ آ چکی ہے۔ مقدمہ کی کارروائی سے یقین ہے کہ دول متعلقہ نہ صرف مطمئن ہونگے بلکہ ترکی میں عدل اور قانون کے احترام پر روز افزوں مداح ہوں گے۔ بلکہ روس کی طرف سے دوبارہ سفارتی تعلقات کی پیشکش اسی اعتماد کا مصدق اور ترکی کی طرف سے قبولیت اس کی مصالحت پسندی کے مظہر ہیں۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی [illegible]

نمبر مقدمہ ۱۵ [illegible] بعدالت جناب سید علی اطہر صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول تحصیل کول مقام کول محلہ آتشبازان ضلع علی گڑھ

ٹھاکر مہابیر سنگھ ولد ٹھاکر فتح سنگھ قوم ٹھاکر ساکن حلسہ زمیندار موضع موضع سرکا سو محال السرا بر گنہ مورتھل تحصیل کول ضلع علی گڑھ مدعی

بنام سرور سنگھ پسر کندن سنگھ و نوبت سنگھ پسر نابالغ پسران سبحان سنگھ متوفی بولایت مسماۃ سنہاں مادر خود مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بقایا لگان بابت سال [illegible] کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۱ ماہ ستمبر [illegible] بوقت ۱۰ بجے بمقام کول محلہ آتشبازان اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپکو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۴ر ماہ ستمبر [illegible] جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

مسلمانان عالم کا شمار

مجمعیت اقوام نے دنیا کے جملہ مذاہب کے پیروؤں کے شمار پر ایک رپورٹ حال میں شائع کی ہے۔ اس کی رو سے تمام دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ کروڑ تیس لاکھ ہے جو بتفصیل ذیل کرہ ارض پر منتشر ہے۔

شمالی افریقہ	۲۹،۴۶،۸۰۰۰۰
وسطی اور جنوبی افریقہ	۹۲۸۰،۰۰۰
مشرقی افریقہ	۹۲۰۵۷،۰۰۰
مشرقی یورپ	۷۱۰۲،۰۰۰
سوویٹ روس	۱،۳۲،۲۵،۰۰۰
وسطی اور مشرقی ایشیا	۳،۱۲،۲۵،۰۰۰
ہندوستان	۸،۹۱،۱۸،۵۰۴
ملایا	۳۰،۴۴،۰۹۲
چین	۴،۹۸،۰۰،۰۰۰
جاوا بورنیو اور دیگر جزائر	۹،۵۹،۸۵،۰۰۰
دوسرے ممالک	۱۰،۸۰۳
	۶۰،۳۳،۲۲،۳۹۹

دنیا کی مجموعی آبادی اس کی دوگنی ہے۔

اٹلی کے حوصلے

اٹلی کے ایک اخبار درجینو گیڈا نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام شمالی افریقہ پر اٹلی کو حق وراثت پہنچتا ہے اور فرانس و انگلستان کو اٹلی کے لئے بحر اٹلانٹک تک راستہ چھوڑ کر ان علاقوں سے جمیل شادمانی دستکش ہو جانا چاہیے جن پر انہوں نے بددیانتی سے ناجائز قبضے کر رکھے ہیں۔ آگے لکھا ہے کہ چونکہ رومی سلطنت کے قدیم مقبوضات ترکی کے قبضہ میں گئے تھے اس لئے دولت عثمانیہ سے روما کے قدیم مقبوضات اس کو واپس ہو۔ لے جائیں۔ دولت عثمانیہ کے جانشین اطالیہ ہی ہو سکتا ہے۔

اطالیہ کی اس خرافات پر ترکی اخبارات مذاق اور کمال ظرافت سے کام لے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ شام، مصر، فلسطین اور عرب کو بھی شامل مطالبہ کرنا چاہیے اور ان پر عمل توجہ دینی چاہیے۔ ترکی اخبارات اٹلی کے ارادوں سے مراقب کو بھی متنبہ کر رہے ہیں۔

کرہ دانیال میں سے راستہ کا مطالبہ

وزیر اعظم کی جوابی تقریر

وزارت خارجہ ترکیہ کے احاطہ میں غیر ملکی نمائندگان جرائد کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے ترکی کے وزیر اعظم ایم۔ سراج اوغلو نے بعض حکومتوں کے عزائم پر روشنی ڈالی۔

آپ نے فرمایا کہ جنگ کے آغاز میں ترکی سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ درہ دانیال کو محاربین کے لئے کھول دیگا۔ اور جنگی اور تجارتی جہاز اس سے نکل سکیں گے۔ مگر ترکی نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ وہ معاہدات کی خلاف ورزی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور وہ اجازت نہ دیگا کہ درہ دانیال یا ترکی کی زمین اور ترکی کی فضا کو بھی کوئی استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ معاہدات ترکی کو اس خلاف عہد کی اجازت نہیں دیتے۔

پریس کے ایک امریکی نمائندہ نے سوال کیا کہ وہ کونسی حکومت ہے جو درہ دانیال کو استعمال کرنا چاہتی تھی؟ آپ نے اس کے جواب میں فریق کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

دیگر سوالات کے جواب میں مزید فرمایا کہ ترکی محصور ہونے کے باوجود اپنے اور اپنے حلیفوں کے معاہدات کا احترام کرنے پر مجبور ہے۔

ایک امریکی نمائندے نے جب ان دھمکیوں کے متعلق سوال کیا جو متحارب ریڈیو اسٹیشنوں پر ترکی کو دی جاتی تھی تو کہا کہ قوم کو دلی ہمدردی ہے۔

ایک سوال کے جواب میں وزیر اعظم نے کہا کہ برطانیہ اور روس سے ترکی کے تعلقات خوشگوار اور مستحکم ہیں۔ مجھے امید ہے کہ محاربین انسانی فلاح کی خاطر اپنے زاویہ نگاہ کو ضرور بدلنے کی کوشش کریں گے۔

ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر میسور نے شہر بنگلور کے نامور طبیب اور ہردلعزیز رئیس خان بہادر محمد عباس خاں صاحب کو شفاء الملک کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا ہے اور ۱۳ر اگست کے دربار خاص میں حکیم صاحب موصوف کو دعوت دیکر اندرون ریاست انکی گزشتہ تیس سالہ خدمات کا اعتراف کر کے سربلند کیا ہے۔

حکیم صاحب موصوف کو مسلمانان ریاست میں کمال درجہ ہردلعزیزی حاصل ہے چنانچہ میسور کی سنٹرل مسلمان ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے آپ مدت سے انکی خدمت میں سرگرم ہیں۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی اس قدر شناسی سے حکیم صاحب ممدوح کے حلقہ احباب اور مستفیضین میں اظہار مسرت کیا جا رہا ہے۔

ضلع مسلم لیگ علیگڑھ

۲۸ر اگست سنہ۴۲ء۔ موضع دتاولی میں ضلع علی گڑھ مسلم لیگ کے زیر اہتمام مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جلسہ کی صدارت حاجی مولوی محمد مونس خاں صاحب صدر ضلع مسلم لیگ نے فرمائی۔ جناب محمد اشفاق الرحمٰن صاحب سکریٹری ضلع مسلم لیگ نے صاحب صدر کی درخواست پر ایک مشرح تقریر میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی اور حسب ذیل ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم لیگ کے پاس کردہ ریزولیوشن مورخہ ۲۰ر اگست سنہ۴۲ء کی وضاحت کی۔ اس کے بعد جلسہ نے ذیل کا رزولیوشن منظور کیا۔

رزولیوشن

مسلمانان دتاولی ضلع علی گڑھ کا یہ جلسہ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی منعقدہ بمبئی مورخہ ۱۶ر اگست سنہ۴۲ء کے اس رزولیوشن کی پوری پوری تائید اور حمایت کرتا ہے جس میں مسلمانان ہند کی صحیح طور پر رہنمائی اور ان کے جذبات و قومی فرد ریاست کی پوری پوری ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ جلسہ حکومت برطانیہ اور آل انڈیا کانگریس سے فوری مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے اس رزولیوشن کی روشنی میں جلد از جلد کوئی واضح اور صاف اعلان کریں اور دس کروڑ مسلمانان ہند کے حق حکومت خود اختیاری کو تسلیم کر کے مسلم لیگ کو موقع دیں کہ وہ مساوی حیثیت سے ہندوستان میں قومی حکومت کی تشکیل میں حصہ لے سکے اور ہندوستان کے لئے ملک کے وسیع و عظیم ذرائع و وسائل سے کام لے سکے۔

یہ جلسہ قائد اعظم محمد علی جناح پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور موصوف کو یقین دلاتا ہے کہ مسلمانان ہند کی رہنمائی کے لئے وہ جو حکم اور ہدایات نافذ فرمائیں گے ان پر پورا پورا عمل کیا جائیگا اور ہر قسم کی جانی و مالی قربانی پیش کی جائے گی۔ فقط

خادم عزیز الرحمٰن قریشی
سکریٹری مسلم لیگ دتاولی ضلع علی گڑھ

علی گڑھ میں ایک مولوی صاحب اردو فارسی حساب قرآن مجید دینیات میں ابتدائی تعلیم بطور اتالیق کے دینا چاہتے ہیں۔ ۶۲ سال کے ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے شہر ہی میں کام کر سکتے ہیں جو صاحب اپنے بچوں کیلئے قابل اتالیق کے متلاشی ہوں اطلاع دیں معاوضہ گفتگو سے طے ہو سکتا ہے۔ پتہ ۱۰۴۰ معرفت ایڈیٹر

نوٹس

چنگی کورٹ کو مندرجہ ذیل میٹریل واسطے بنانے سڑک ہائے سیمنٹ خریدنا منظور ہے۔
جو شخص ٹینڈر دینا چاہے وہ اپنا ٹینڈر لفافہ میں سربمہر بند کرکے اگزیکیوٹو افسر صاحب چنگی کورٹ کے نام اور لفافہ پر تفصیل سامان جس کا ٹینڈر دیا ہے تحریر کرکے دفتر چنگی کورٹ میں ۲۱ ستمبر تک دیدیں۔ ٹینڈر میں سامان کا نرخ موقعہ پر پہونچا ہوا تحریر کریں۔ نیز ٹینڈر کے ساتھ ٹینڈر کو بحساب ۵/۲ سیکڑہ زرضمانت داخل کرنا ہوگا۔ ٹینڈر کا فارم دفتر چنگی کورٹ سے مبلغ ۲/۔ قیمت ادا کرنے پر مل سکتا ہے۔ میٹریل کی کمی و بیشی کا بورڈ کو اختیار ہے۔

تفصیل سامان

ا۔ یوسف روڈ 5000 فیٹ لمبی اور 15 فیٹ چوڑی

(۱) بدر پور سیمنٹ 10000 دس ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(۲) سیاہ پتھر کی گٹی دہلی کی ایک انچہ والی 20000 بیس ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(۳) کنکریٹ جھانوے کی ڈیڑھ انچہ والی 10000 دس ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(۴) سلیاکنکر 4000 چار ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(ب) یونیورسٹی روڈ 2500 فیٹ لانبی اور 12 فیٹ چوڑی

(۱) بدر پور سیمنٹ 5000 پانچ ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(۲) جھانوے کی کنکریٹ ڈیڑھ انچہ والی 5000 پانچ ہزار مکعب فیٹ اندازاً

(۳) سلیاکنکر 2000 دو ہزار مکعب فیٹ اندازاً

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

(دستخط) درگا چرن سکسینہ
اگزیکیوٹو افسر میونسپل بورڈ علی گڑھ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء
نمبر مقدمہ ۶۵ سال ۱۹۴۲ء

نالش استقرار حق حسب دفعہ ۱۲ ایکٹ ۱۷ ۱۹۳۹ء موضع غالب پور پرگنہ ڈبائی
بعدالت جناب چودہری مختار سنگھ صاحب بہادر۔ یونیو افسر تحصیل انوپ شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر
انگنا سال مدعی بنام ٹھاکر مادھو سنگھ وغیرہ مدعا علیہم
بنام ٹھاکر مادھو سنگھ و رگھبیر سنگھ و ہری سنگھ پسران ٹھاکر ٹیک سنگھ قوم ویش ساکن قصبہ ڈبائی پرگنہ دتاولی زمیندار نمبردار غالب پور پرگنہ ڈبائی ضلع بلند شہر

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۸ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۹ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

حکم امتناعی درحالیکہ جائداد غیر منقولہ بعلت اجرائے ڈگری قابل قرقی ہو

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۵۴)

بعدالت جناب صاحب کلکٹر بہادر ضلع بلند شہر — مقدمہ نمبر ۲۹۲ بابتہ ۱۹۴۲ء

اعتقاد علی خاں مدعی بنام عبدالشکور وغیرہ مدعا علیہ

عبدالشکور خاں و اللہ علی خاں و عبدالرؤف خاں پسران فرزند علی خاں و مساۃ لطیف النساء عرف سی زوجہ و مساۃ شکر النساء زوجہ عبدالوحید خاں دختر فرزند علی خاں و عبدالسلام و عبدالسمیع خاں پسران عبدالصمد خاں قوم راجپوت مسلمان ساکن رحیم کوٹ پرگنہ دتاولی

ہرگاہ آپ نے ایفاء اس ڈگری کا نہیں کیا جو آپ پر بتاریخ ۲۶ ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء بمقدمہ نمبر ۲۳۴ سنہ ۱۹۳۹ء بحق ڈگریدار صادر ہوئی تھی۔ لہذا حکم ہوتا ہے کہ آپ یعنی مدیون مذکور تا وقتیکہ حکم ثانی اس عدالت سے صادر نہ ہو جائداد معرحہ فرد تعلیقہ منسلکہ کو بذریعہ بیع یا ہبہ کے یا اور طور پر منتقل کرنے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں اور تمام اشخاص جائداد مذکور بذریعہ خرید یا ہبہ کے یا اور طور پر لینے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں۔

تاریخ پیشی ۱۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

آج بتاریخ ۱۹ ماہ اگست ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

فرد تعلیقہ

کھاتہ کھیوٹ ۱۵۳ تعداد حصہ ۷ بسوہ ۱۴ بسوانسی ۴ کچوانسی ۱۱ نوانسی رقبی ۱-۱۰-۲ بیگہ میں سے ابواب ۵ و ۷ واقع موضع رحیم کوٹ پرگنہ دتاولی حق فرزند علی خاں

(مہر عدالت) دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۷/۹۱ ۱۹۴۲ء بعدالت جناب حاکم پرگنہ بہادر تحصیل کھیر مقام علی گڑھ ضلع علی گڑھ
اجے پال سنگھ مدعی بنام رگھو راج سنگھ وغیرہ مدعا علیہم
بنام سردار سنگھ ولد دال سنگھ ٹھاکر ساکن موضع رائے پور کلاں تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا مالگذاری کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۱ ستمبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام کلکٹری علی گڑھ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جواب دہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کیلئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا

(مہر عدالت) دستخط حاکم

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

گزشتہ

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب
جامعہ
دہلی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۶۱
چندہ سالانہ
پرہیزی ۵ ر
عام ۳ ر

ظفر عمر بی اے (علیگ)
اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر

علی گڑھ

تاریخہائے اشاعت: یکم - ۸ - ۱۶ - ۲۴

جلد (۱۴) | مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۲ عیسوی مطابق ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۷

داغِ تمنا

(از جناب سید احمد صاحب بی اے (علیگ) جوناگڑھ)

کیا کیا نہ شوقِ دید نے بھٹکا دیا مجھے
ہر مرحلے پہ داغِ تمنا دیا مجھے

اے بوالہوس جگر میں مرے بھی ہے سوزِ عشق
کہنا زباں سے آتا نہیں ادعا مجھے

پیہم جفاؤں پر بھی نہ بدلا مرا شعار
حیرت سے تک رہا ہے جہانِ وفا مجھے

صبر و سکون و ہوش سبھی ہوں نیاز سا
تو نے جمالِ یار یہ کیا کہہ دیا مجھے؟

چھوڑوں وفا یہ آپ کے بس کی نہیں ہے بات
ایسی وفا نے بارہا دھوکا دیا مجھے

منزل اِدھر قریب اُدھر پائے شوق تیز
انجام کے خیال نے لوٹا دیا مجھے

سید سے آج ضبط کی بازی لگائی تھی
کیوں تیری بات بات نے تڑپا دیا مجھے

صلۂ الفت

(از جناب سید احمد صاحب بی اے (علیگ) جوناگڑھ)

صلہ اپنی الفت کا کیا پا رہا ہوں
انھیں کی نظر سے گرا جا رہا ہوں

سنبھل جاؤ خار و ادب لے سلاسل
سوئے دشت و زنداں میں آ رہا ہوں

یہ عشق و طلب کی خطرناک وادی
یہ دھن ہے سمائی چلا جا رہا ہوں

جفاؤں پہ اپنی پشیماں نہ ہونا
ہوا کیا جو دنیا سے میں جا رہا ہوں

دمِ مرگ افسانہ ہو جائے اے دل
تمنا جو اُن سے چھپاتا رہا ہوں

ستم ہے کہ پرسش کو اب تک نہ آئے
چراغِ سحر تھا بجھا جا رہا ہوں

نہ سید کی لے ہے نہ سید کی رنگت
ترے غم کے نغمے ہی جو گا رہا ہوں

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۷

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے ساتھ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی مخاصمت بہت دیرینہ ہے اور وہ ہمیشہ اس کی تخریب کی فکر میں رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے ارکین ہی علی گڑھ کی قومی درسگاہ کے سچے خیرخواہ اور شیدائی ہیں اور جب کبھی درسگاہ کے مفاد کو ڈاکٹر صاحب کی پارٹی بازی کی بدولت خطرہ ہوتا ہے اس کے ثبوت جو اطراف ملک میں پھیلے ہوئے ہیں مادر درسگاہ کو بچانے پہونچ جاتے ہیں۔ لیکن جو طریقہ ان کی پارٹی نے جس میں بدقسمتی سے زیادہ تر ملازمان یونیورسٹی و اسکول ہیں جو اپنے ذاتی فائدے یا ڈاکٹر صاحب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایسوسی ایشن اور درسگاہ کے مفاد کو قربان کرنے میں تامل نہیں کرتے، ۲۷ اگست کے جلسہ میں اختیار کیا، اس کا حال معلوم کر کے ممبران ایسوسی ایشن میں غم اور غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ خصوصاً ان ارکین میں جن کے تحریری ووٹ بے دردی کے ساتھ خارج کر دئے گئے ہیں۔ آنریری سکریٹری کے پاس جو خطوط اس کارروائی کے خلاف آرہے ہیں ان میں سے بعض کا اقتباس درج ذیل ہے:-

(۱) "۲۷ اگست کو جو کچھ ہوا اس میں کوئی امر تعجب انگیز نہیں ہے علی گڑھ کے gang سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر ان واقعات سے ہماری کوششوں میں کچھ اور اضافہ ہونا چاہئیے۔"

(۲) "میری قطعی رائے ہے کہ جن لوگوں کے ووٹ مسترد کر دئے گئے ہیں ان کی طرف سے فوراً دعوے دائر ہونا چاہیئے۔ ایسوسی ایشن پر آپ ہرگز قبضہ نہ دیجئے بلکہ اس معاملہ کو عدالت میں لے جائیے۔ ان لوگوں کو ان ہی کے طریقوں سے جواب دینے کی ضرورت ہے۔"

(۳) "جلسے کے صدر نے ارکین کے تحریری ووٹ اپنی رولنگ کے ذریعے مسترد کر دئے یہ میرے لئے حیرت انگیز تو نہیں ہے لیکن صد درجہ قابل اعتراض ہے۔ چونکہ ان ووٹوں میں میرا بھی ووٹ تھا اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کارروائی کے متعلق قانونی چارہ جوئی کی جائے۔"

(۴) "میں وہاں تو موجود نہیں ہوں مگر جن بزرگوں نے گشتی چٹھی کے ذریعہ حال تبلایا ہے اس سے اور بھائی پروفیسر حبیب کے ذریعہ جو میں نے اس ہڑبونگ کو اخذ کیا ہے اس کے بعد تو میں یہی رائے رکھتا ہوں جو ایک بار سکریٹری آف اسٹیٹ نے کانگریس کی ہڑبونگ پر پارلیمنٹ میں ریمارک کیا تھا۔ Dogs bark but caravan passes on.

اس لئے میری رائے میں سب ممبران اور سب ارکان اپنی اپنی جگہ پر رہیں اور ہرگز کام بند نہ کریں اور نرم و گرم توسہیں جس کے لئے ہم سب یہاں آپ لوگوں کے مشکور ہوں گے۔"

(۵) "جلسہ کی کارروائی کی رپورٹ سن کر جو رنج ہوا بیان نہیں کر سکتا۔ افسوس صد ہزار افسوس ہماری ذاتی رنجشوں پر۔ قواعد کی دفعہ ۲۴ (ج) کی موجودگی میں تحریری ووٹوں کو خارج کر دینا صریحاً غلطی اور خلاف انصاف ہے۔ رزولیوشن نمبر ۲ کے ضمن ب میں جو ترمیم عین جلسہ کے وقت پیش ہوئی کہ لفظ "ورنہ" کی جگہ "اور" بدل دیا جائے قواعد ایسوسی ایشن اس کی اجازت نہیں دیتی اور ترمیم بے معنی ہے۔"

(۶) "۱۷ اکتوبر کا جلسہ جس کا نوٹس حاجی عبدالرب نے دیا ہے ناجائز اور ایسوسی ایشن کے قواعد کے خلاف ہے۔ ایسوسی ایشن کے منتخب کردہ عہدیداران اپنے عہدوں پر قائم ہیں۔ انتخاب کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۷ اکتوبر کے جلسے داعی اور نام نہاد پروویشنل کمیٹی کا وجود تسلیم کرنا مناسب نہیں ہے عدالت دیوانی میں استقرار اور حکم امتناعی کا دعوے دائر کیا جائے اور اس کا نوٹس دیا جائے۔"

(۷) "میں آپ کو بہ حیثیت آنریری سکریٹری مجاز کرتا ہوں کہ حاجی عبدالرب اور نام نہاد ممبران پروویشنل کمیٹی کو مطلع کر دیا جائے کہ انہیں ۱۸ اکتوبر کو جلسہ کرنے اور کسی دیگر کارروائی کرنے کا حق نہیں ہے۔"

(۸) "کثرت قلت کو ہمیشہ کھلتی رہتی ہے۔ اس کا ثبوت لوکل پارٹی نے دیا۔ جو دل میں آیا رولنگز دیکر تجاویز منظور کر دیں اور ان لوگوں کو علیحدہ کرنا چاہا جنہوں نے اپنی محنت اور جانفشانی سے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کو ہندوستان میں چمکا دیا۔ لوکل پارٹی نے روایات قدیمہ کے خلاف جلسہ میں کارروائی کی جس کو ہر اولڈ بوائے جو ایسوسی ایشن سے محبت رکھتا ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا۔"

(۹) "میں ان تجاویز کے خلاف ہوں جو ۲۷ اگست کے جلسہ میں منظور کی گئی ہیں اور ان عہدیداران کے حق میں ہوں جن کو ہم نے ووٹ دیکر عہدہ دار بنایا ہے۔"

ارکین ایسوسی ایشن نے حق کی تائید میں اپنی آراء بھیجکر جو ہمت افزائی کی ہے میں ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسوسی ایشن کے ناموس اور مفاد کی حفاظت کے لئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جائے گی۔

ناجائز جلسہ کا نوٹس

حاجی عبدالرب صاحب نے اخبار تحریک میں اور نام نہاد پروویشنل کمیٹی کے نام نہاد سکریٹری مسٹر ... الدین نے ممبران ایسوسی ایشن کے نام ۱۷ اکتوبر کو سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی بابت نوٹس شائع کیا ہے۔ یہ نوٹس بالکل بے ضابطہ اور خلاف قاعدہ ہے۔ جلسہ کا کوئی نوٹس جبتک کہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی منظوری سے آنریری سکریٹری شائع نہ کرے خلاف قانون ہے۔ امید ہے کہ ممبران ایسوسی ایشن خصوصاً وہ بھائی جو علی گڑھ سے باہر رہتے ہیں اور ایسوسی ایشن اور درسگاہ کی بہبودی چاہتے ہیں اس نوٹس کو نظرانداز کر کے اس

بے ضابطہ کارروائی کے خلاف آواز بلند کریں گے۔ جس وقت ملکی بد امنی اور سفری مشکلات دور ہو جائیں گی تو میں انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ و ڈنر کے لئے تاریخ مقرر کروں گا۔ اس سال اولڈ بوائز برادری جس لئے آگے چل رہا ہے ایسوسی ایشن کی موجودہ صورت اختیار کی اپنی عمر کے ۵۰ سال پورے کر رہی ہے اور بہت سے ممتاز اولڈ بوائز کا مطالبہ ہے کہ اس کی پچاس سالہ جوبلی منائی جائے مجھے اس خیال سے کامل اتفاق ہے اور حالات کے رو باصلاح ہونے کے بعد میں آپ سے اس مسئلہ میں باضابطہ استصواب کروں گا مگر اس وقت جو خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس کا استیصال ضروری ہے۔

ایسوسی ایشن کا کام بدستور جاری ہے دفتر آنریری سکریٹری کے قبضہ میں ہے۔ اراکین اپنا چندہ بھیج رہے ہیں۔ وظائف کی درخواستوں پر منظوری جلد ہونے والی ہے اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے جو خلاف ضابطہ احکام ایسوسی ایشن کی بابت نافذ فرمائے ہیں اس کے متعلق ضروری کارروائی عمل میں آ رہی ہے۔

اس وقت ضرورت ہے کہ ہمارے بھائی جو علی گڑھ کے شیدائی ہیں اور علی گڑھ کے باہر ڈاکٹر صاحب کی فرقہ بندی اور بد نظمیوں پر متاسف ہیں مردانہ وار میدان میں آئیں اور چندہ بھیج کر ممبر بنا کر ایسوسی ایشن کو تقویت پہنچائیں۔ مارچ گزشتہ سے جو مخالفت ایسوسی ایشن ہو رہی ہے اس سے باہر کے اولڈ بوائز پست ہمتی کے بجائے قوت عمل کا اظہار کر رہے ہیں چنانچہ گزشتہ چھ ماہ میں ممبروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور اس سال کی آمدنی کا تخمینہ سال گزشتہ کے مقابلہ میں تقریباً دوچند ہو گیا ہے۔ چار ہزار کی مستقل آمدنی آفتاب ہوسٹل کی ہو گی جس پر محترم ڈاکٹر صاحب قابض ہونا چاہتے ہیں۔

ظفر عمر

پروفیسر محمد حبیب کو عدالتی کارروائی کی دھمکی

آجکل محترم ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کی پارٹی کے کارکن سرگرم پیکار ہیں اور ہر شخص جس کا رویہ محترم ڈاکٹر صاحب کی منشاء کے مطابق نہ ہو قابل دار و رسن سمجھا جاتا ہے۔ خاکسار اڈیٹر سرگزشت کے خلاف جو کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور ان کی ایذا رسانی اور رسوائی کے جو سامان ہو رہے ہیں ان سے ناظرین سرگزشت ایک حد تک واقف ہیں لیکن یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ پروفیسر محمد حبیب جیسی مرنجان مرنج ہستی جس کی زندگی دوسرے اساتذہ کے لئے قابل تقلید مثال ہے محترم ڈاکٹر صاحب کی پارٹی کے لئے ناراضگی کا باعث ہوں گے۔ پروفیسر حبیب خاموشی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ کلاس روم کے باہر ان کا تمام وقت طلباء کے لئے وقف رہتا ہے۔ وہ طلباء کی علمی امداد ہی نہیں کرتے بلکہ حیثیت سے مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے کئی سال تک اولڈ بوائز کی جانب سے آفتاب ہوسٹل کے پرووسٹ کی حیثیت سے بلا الاؤنس کام کیا۔ ہر مکتب خیال کا آدمی ان کے اخلاق اور نیکی کا معترف ہے۔

۲۷ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی ہنگامہ آرائی کے بعد حاجی عبدالرب صاحب نے پروفیسر حبیب کو ایک خط لکھا جس میں انھیں اطلاع دی گئی تھی کہ جو جلسہ حاجی صاحب کی صدارت میں ہوا اس کے ایک ریزولیوشن کی رو سے وہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی رکنیت سے برطرف کئے گئے اور دوسرے ریزولیوشن کی بموجب "فی الحال" نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے رکن مقرر کئے گئے۔

پروفیسر حبیب نے جلسہ کی غیر قانونی کارروائی اور حاجی صاحب کی غلط رولنگ کے متعلق لکھا کہ وہ اپنے آپ کو ایسوسی ایشن کا منتخب شدہ رکن سمجھتے ہیں اور نام نہاد پروویژنل کمیٹی کو خلاف قانون سمجھتے ہیں۔ اسی کے ساتھ انھوں نے فرقہ بندی اور غنڈہ پن کی اسپرٹ کے خلاف جو حاجی صاحب کی صدارت میں غالباً ان کے ایماء سے جلسہ میں ظاہر کی گئی احتجاج کیا۔ اس کا ترجمہ سرگزشت یکم ستمبر میں شائع ہو چکا تھا۔

اس خط کے جواب میں حاجی عبدالرب صاحب نے پروفیسر حبیب کو دھمکی دی ہے کہ جو اہانت آمیز الفاظ انھوں نے استعمال کئے ہیں ان کے متعلق ان کے مشیر قانونی ان کو ضابطہ کا نوٹس بھیجیں گے۔ بازی بازی با ریش بابا ہم بازی! پروفیسر حبیب کی جسارت دور ضیائی میں قابل معافی نہیں ہے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پروفیسر حبیب اس نوٹس کا انتظار کر رہے ہیں اور اگر معاملہ عدالت میں گیا تو وہ خود بحیثیت بیرسٹر اس مقدمہ کی پیروی کریں گے!

مراسلات

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

اڈیٹر صاحب سرگزشت۔ تسلیم

۴ ستمبر کے تحریک میں حاجی عبدالرب صاحب کی طرف سے ایک گشتی خط اولڈ بوائز کے نام شائع کیا گیا ہے جسے پڑھ کر حیرت ہوئی۔ انھوں نے بنیاد اس الزام سے کی ہے کہ آنریری سکریٹری نے جلسہ سالانہ جو اپریل ۱۹۴۲ء میں ہونا چاہئے تھا نہیں کیا۔ حالانکہ خود حاجی صاحب نے ۲۰ فروری کے تحریک میں ۴۲ پر کیا تھا کہ سالانہ جلسہ اکتوبر یا نومبر میں ہو۔ آگے اس کے بعد تحریر کیا :-

"اپریل کی تاریخیں سالانہ اجلاس مسلم لیگ کی ہیں جو الٰہ آباد میں ہونے والا ہے۔ علی گڑھ اور یونیورسٹی کے ممبروں میں ایک بڑی تعداد مسلم لیگ سے تعلق رکھتی ہے اور اس صورت میں دونوں جگہوں کی شمولیت ناممکن ہے۔ بعض اصحاب ان تاریخوں کا تعین ایک خاص اثر کے تحت میں سمجھ رہے ہیں جس کا مدعا یہ ہے کہ ایسوسی ایشن کے اجلاس میں جو اہم مسائل پیش ہونے والے ہیں ان کو پیش ہونے کا موقع نہ ملے۔"

اس سے واضح ہے کہ خود حاجی صاحب نیز دیگر اصحاب کی درخواست پر اپریل کا اجلاس ملتوی ہوا تھا مگر بہر حالت بیجا الزام آنریری سکریٹری پر لگایا جاتا ہے۔ دو سال ہوئے حاجی صاحب آنریری سکریٹری شپ کے لئے بمقابلہ مسٹر ظفر عمر کھڑے ہوئے تھے۔ حاجی صاحب کو صرف ۲۱ ووٹ ملے اور ظفر عمر کو ۱۲۲۔ اس سے حاجی صاحب کی خدمات اور ہر دلعزیزی اولڈ بوائز سے ظاہر ہے۔ ان کے اخبار تحریک میں مسلسل مضامین ایسوسی ایشن کے خلاف تحریر کئے جاتے ہیں لیکن اب یکایک حاجی صاحب اپنے آپ کو ایسوسی ایشن کا صدر سمجھنے لگے ہیں جس کا قانون میں کچھ ذکر نہیں۔ حاجی صاحب کی چیرمینی جلسہ کے ساتھ ختم ہو گئی۔ ان کی غلط رولنگ اور خلاف قانون کارروائی کی پول پروفیسر حبیب کے خط سے کھل گئی۔ جلسہ کی کارروائی خلاف ضابطہ تھی اور نام نہاد پروویژنل کمیٹی کو کوئی اختیار جلسہ طلب کرنے کا نہیں ہے۔ نہ منتخب شدہ افسران کو علیحدہ کرنے کا۔ بیرونی اولڈ بوائز جو ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی فرقہ بندی سے علیحدہ ہیں کبھی پسند نہ کریں گے کہ یہ خلاف قانون کارروائی جائز رکھی جائے۔

(ایک ممبر ایسوسی ایشن)

مخالفین کے استیصال کا ایک نیا نسخہ

۲۰ اگست کے تحریک میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کی وہ تقریر شائع ہوئی ہے جو انھوں نے نئے سیشن کے آغاز پر ممبران اسٹاف و طلبہ کے سامنے کی تھی

اس میں موصوف نے کمیونسٹوں کے متعلق فرمایا۔

"ان کے مطعون ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کمیونسٹ ہیں بلکہ یہ کہ وہ ان خیالات کی اشاعت کرتے ہیں جو قطعی طور پر غیر اسلامی ہیں۔ ایسے غیر مذہبی لوگوں کے لئے علی گڑھ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ میں تمام طلباء اور ممبران اسٹاف کو بہ ذریعہ سے آگاہ کرتا ہوں کہ ان کو اسلامی اصولوں کی پوری پوری پابندی کرنا ہوگی"

کیسے پاکیزہ الفاظ ہیں! کاش یہ ایک سچے دل کی صدا ہوتی تاکہ ان کا اثر یونیورسٹی میں محسوس ہوتا۔ کیا یہ سوال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ آیا کمیونزم جس پر غیر اسلامی خیالات کا مجموعہ ہونے کا الزام ہے زیادہ قابل اعتراض ہے یا کفر، الحاد و زندقہ جو سرے سے اسلام کے منافی ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہمارے محترم وائس چانسلر صاحب نے نہ صرف یہ کہ یونیورسٹی کی حدود میں نماز روزہ کی پابندی یا حج و زکوٰۃ کی ادائیگی پر طلباء یا ماتحتوں پر تاکید نہیں کی بلکہ انھیں کبھی اس کی بھی سعادت نصیب نہیں ہوتی کہ ان فرائض کی عدم ادائیگی کی علت میں کسی کی چشم نمائی کرتے۔ کیا انھوں نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ وہ خود یا ان کے ماتحت اساتذہ روزانہ پابندی سے نماز پڑھتے یا رمضان المبارک میں روزہ رکھتے ہیں خود انھوں نے یا اس جماعت میں سے کس کس نے باوجود مستطیع و صاحب نصاب ہونے کے حج اور زکوٰۃ کے فرائض کو ادا کیا ہے۔ کیا انھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ بعض ان میں سے دہریت پہ نازاں اور مصر ہیں اور خدا و رسول تک ان کی زبان سے محفوظ نہیں۔ کمیونسٹ نے ایسے غیر مذہبی لوگوں کے لئے تو "علی گڑھ میں کوئی جگہ نہیں ہے"! مگر وہ لامذہب اور اسلام کے ساتھ استہزا کرنے اور اسلامی قیود سے آزاد لوگ جو خود ان کی پارٹی کے ممبر ہیں ان کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے جناب ڈاکٹر صاحب کا لاکھوں روپیہ کا سودی لین دین و کاروبار ہے اور وہ چار پانچ مرتبہ فرنگستان کی زیارت و سیاحت فرما چکے ہیں اور اتنی ہی بار بحر احمر سے گزرے ہیں۔ کیا انھیں کبھی اس کا بھی خیال آیا کہ مستطیع مسلمان کے لئے حج فرض ہے۔ کاش وہ سیاسی خیالات کے اعتبار سے کمیونسٹ ہوتے لیکن خدا کے فرمانبردار بندے کی حیثیت سے ان احکام پر کاربند ہوتے جو اس نے اپنے رسول کے ذریعہ سے ان کے اور ہمارے لئے بھیجے ہیں لیکن یہاں حقیقت کچھ اور ہے۔ ان کا تو ہمیشہ اصول رہا ہے کہ مخالفین کو حدود یونیورسٹی سے نکالا جائے تاکہ ان کا ذاتی اقتدار ہمیشہ قائم رہے۔ طلبہ و اسٹاف میں ان کے جاسوس رہتے ہیں جو ہر قسم کی غلط اور بے بنیاد خبریں انھیں پہنچایا کرتے ہیں جس کی بناء پر کبھی طلباء کا اخراج یونیورسٹی سے کیا جاتا ہے کبھی وہ بیچارے ایک بورڈنگ ہاؤس سے دوسرے بورڈنگ ہاؤس میں منتقل کئے جاتے ہیں یہی کیفیت ان ممبران اسٹاف کی بھی رہتی ہے جو ان کی فریق بندی کے شریک نہیں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دور پرو وائس چانسلری اور سابق وائس چانسلری کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جب کسی طالب علم یا استاد کو کسی وجہ سے یونیورسٹی سے نکالا جاتا تو اس پر الزام لگایا گیا کہ یہ کانگریسی ہے۔ اب وہ ہزار کہے کہ مجھے کانگریس سے کوئی واسطہ نہیں مگر کوئی شنوائی نہیں۔ اس میں بظاہر گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی کا بھی پہلو نمایاں رہتا تھا اور اپنی پارٹی کے مصالح کا بھی پورا لحاظ۔ پھر اگر معاملات پیچیدگی اختیار کر لیتے تو سرکاری مدد شامل حال رہتی۔ کمیونسٹ کے متعلق جو کچھ جناب وائس چانسلر صاحب نے فرمایا اس کی تفسیر بھی علی گڑھ میں یہی کی جا رہی ہے کہ ان کی پارٹی نے کچھ لوگوں کو اتنا بیگانہ تجویز کر رکھا ہے جن کی مخبری رپورٹ کی جائے گی، برائے بحث جواب لیا جائے گا اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ یا تو استعفا دیدو ورنہ الہاشمی کی طرح تمھیں بھی بیک بینی و دوگوش نکال دیا جائے گا۔

یہ ہے اصل حقیقت اس اسلامی جذبہ کی جس کا اظہار اس تقریر میں کیا گیا ہے۔ میں نہایت ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اس رمضان المبارک سے اپنی زندگی کا نیا دور شروع کریں۔ خود پابندی سے نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، تراویح میں برابر شریک ہوں۔ زکوٰۃ ادا کریں اور بعد عید عازم سفر حج ہوں۔ اس مقدس سفر پر روانگی سے قبل اپنے جملہ اصلی و خیالی مخالفین سے صلح کریں، ان کی خطاؤں کو معاف کریں، اپنی خطائیں ان سے معاف کرائیں اور حج سے واپسی پر فریق بندی ترک کر کے ایمانداری اور سکون قلب کے ساتھ اپنے فرائض وائس چانسلری ادا کریں۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مسلمان کے لئے رجوع الی اللہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے لیکن اگر انھیں اپنی جمعیت پر ناز ہے تو یہ میری پیشین گوئی ہے کہ وہ انھیں ایک دن رسوا کر کے رہے گی۔ جو ۱۹۲۶ء میں ہو چکا ہے وہ ۱۹۴۲ء میں بھی ہو سکتا ہے۔

راقم۔ ایک مسلمان

خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی سابق کلکٹر کا خط

علی گڑھ۔ ۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

مسٹر ظفر عمر۔ تسلیم۔ ۲۷ اگست کے جلسہ ایسوسی ایشن میں جو شرمناک مظاہرہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی پارٹی نے کیا اس کا تو صرف یہی ایک جواب ہے کہ معاملہ عدالت تک پہنچایا جائے۔ حق و باطل کی صحیح تنقیح ہو سکے۔ مسلم یونیورسٹی کو تو وہ اپنی فریق بندی سے برباد کر چکے اور اب ایسوسی ایشن پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اولڈ بوائز کا فرض ہے کہ اس کے خلاف پر زور آواز اٹھائیں اور ان کو متنبہ کر دیں کہ ہم اپنی برادری میں وہ زہریلی ہوا داخل نہ ہونے دیں گے جس نے آج یونیورسٹی کو مسموم بنا دیا ہے۔ اگر وہ اخبار سرگزشت لینا چاہتے ہیں تو شوق سے لیں اور مرزا مرحوم کی یادگار مٹا دیں لیکن انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ حق کی آواز کو نہیں دبا سکتے۔ آپ دوسرا اخبار نکالئے، زیادہ نہیں تو پچاس خریدار میں دوں گا۔ سرگزشت نے ایک سال کے اندر جو خدمت یونیورسٹی کی کی ہے اس کا اندازہ اس سے کرنا چاہیئے کہ ہر طرف سے اصلاحات کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو کر رہیں گے۔ والسلام

نیازمند

عزیز الدین احمد

۲۷ اگست گزشتہ کا جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

اخبار تحریکات نے اپنی عادت کے بموجب اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے پچھلے جلسہ کے سلسلہ میں مولوی حبیب اللہ خاں اور مولوی طفیل احمد پر سفیہانہ اور سوقیانہ طریقہ سے ذاتی حملے کرنا شروع کر دئے ہیں جن کا جواب ہم اس وقت اس لئے نہیں دیتے ہیں کہ ہم کو پورا یقین ہے کہ "برتعہ پوش" ایڈیٹر تحریکات کی سی سالہ کوشش صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (مرحوم) اور ان دونوں اصحاب کو بدنام کرنے میں جس طرح ہمیشہ ناکام رہے ہیں اسی طرح اب بھی ناکام رہیں گے رہ گئے "نام نہاد" ایڈیٹر صاحب اول تو خود ان کا اولڈ بوائے ہونا ہی ہمیشہ معرض بحث میں رہا ہے۔ علاوہ بریں وہ تو بیچارے ان چیزوں سے بے خبر رہتے ہیں اور آجکل صرف "آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم" کا وظیفہ پڑھتے ہیں لہذا ہم ان کو معذور اور مرفوع القلم سمجھتے ہیں کیونکہ ..

ہم ایسوسی ایشن کے اکثر جلسوں میں شریک ہوا کرتے ہیں اس
لئے ہم اس وقت جو کچھ عرض کریں گے وہ اپنے ذاتی علم کی بنا
پر ہوگا۔ اخبار مذکور نے صدارت جلسہ کے سلسلہ میں آنریبل
چودھری نعمت اللہ صاحب کا نام دیا ہے کہ وہ بموجودگی مولوی
حبیب اللہ خاں اور مولانا شوکت علی (مرحوم) جلسہ کے صدر
ہوئے تھے۔ چونکہ برقع پوش اڈیٹر خود اولڈ بوائے نہیں
ہیں اور ان کو ہمارے ایسوسی ایشن کے جلسوں میں شرکت
کی عزت نہ کبھی حاصل ہوئی ہے اور نہ حاصل ہو سکتی ہے۔
اس لئے "ظن المومنین خیراً" کے اصول پر ہم ان کے اس
ریمارک کو ان کی عدم واقفیت پر محمول کرتے ہیں اور
ان کو بتلانا چاہتے ہیں کہ مولوی حبیب اللہ خاں ہی کے
اعتراض پر چودھری صاحب کو اسی وقت کرسی صدارت
خالی کرنا پڑی تھی۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ابھی علی گڑھ
میں بھی موجود ہیں اور اگر ضرورت ہوئی تو ہم ان کے نام
بتلا دیں گے۔ علیٰ ہذا یہ اعتراض بھی بالکل لغو ہے کہ میر
ولایت حسین صاحب کی موجودگی میں خواجہ عبدالعلی صدر
ہوئے تھے۔ بے شک میر صاحب کی موجودگی میں خواجہ صاحب
ہی کو صدر ہونا چاہئے تھا کیونکہ خواجہ صاحب کئی سال میر
صاحب سے سینیر ہیں اور ان کی صدارت پر اعتراض
کرنے والے یا تو ناواقف اشخاص ہیں یا ہٹ دھرم۔
برقع پوش اڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صدارت
کے واسطے عمر میں سب سے بڑا اولڈ بوائے تجویز نہیں
کیا جاتا ہے بلکہ علی گڑھ میں داخلہ کے لحاظ سے جو سب سے
پہلا شخص جلسہ میں موجود ہو وہ صدر کیا جاتا ہے۔ یہی قاعدہ
کا منشا ہے اور یہی ایسوسی ایشن کی چہل سالہ روایت
ہے جس کا احترام ہمیشہ کیا گیا اور صرف اسی مرتبہ ڈاکٹر سر
ضیاء الدین احمد کی پارٹی نے اس کو توڑا ہے۔ اور جن جن
سے یہ قاعدہ شکنی کی گئی ہے وہ اخبار میں تفصیل کے ساتھ
بیان ہو چکے ہیں لہذا اب ان کو یہاں دہرایا نہیں جاتا۔
افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں کورٹ کے جلسہ ۱۹۳۵ء
کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے اور سر شاہ سلیمان صاحب (مرحوم)
کی صدارت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یادش بخیر یہ تو وہی اجلاس
تھا کہ جس میں رحمت اللہ کمیٹی کے بعد جناب ڈاکٹر ضیاء الدین
صاحب پہلی بار وائس چانسلر بنائے گئے تھے۔ کس نے انکو
وائس چانسلر بنایا تھا۔ کون کون اصحاب اس کام میں منہمک
ہوئے تھے۔ انھوں نے کیا کیا کارنمایاں کئے تھے یہ سب
باتیں اس وقت کے اخبارات اور ریکارڈ میں موجود ہیں۔
ہماری خواہش تھی کہ ہم ان کو پھر منظر عام پر نہ لائیں لیکن اگر
مجبوری ہوئی تو ہم کچا چٹھا پیش کر دیں گے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس "خاص جلسہ" کے اتفاقات
سے استدلال نہ کیا جائے۔ حالات حاضرہ ہی بحث کے واسطے
کافی ہیں۔
"صدارت" کے بعد "رولنگ" اور "ترمیم" معرض بحث میں
میں لائے گئے ہیں لیکن ان امور کو اس قدر رنگ آمیزی کے
ساتھ دکھلایا گیا ہے کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ" والی مسکاری
کے متعلق جو مشہور لطیفہ ہے وہ یاد آ گیا۔ رولنگ صدر جلسہ
کی اسی ایک جلسہ تک موثر رہتی ہے۔ یہی تمام مہذب دنیا
کا دستور ہے اور اسی پر ہر جگہ عمل ہوتا ہے اور ہماری ایسو
سی ایشن کے تو قواعد میں اس امر کو بالتصریح ظاہر کر دیا گیا
ہے (ملاحظہ ہو دفعہ ۲۳ (ب) قواعد ایسوسی ایشن) صفحہ ۱۴
مطبوعہ ۱۹۱۹ء) پس کسی خاص اجلاس کے رولنگ کو بطور
نظیر پیش کرنا سراسر بے قاعدہ اور ہٹ دھرمی ہے۔
اس بنیاد پر جو استدلال محرکات نے کیا ہے وہ بالکل فضول
اور ناقابل التفات ہے۔ رہ گئی "ترمیم" اس کی بابت بہت
کچھ کہنے کے بعد یہ لکھا گیا ہے کہ یہ "ایک پارلیمنٹری طریقہ" ہے۔
ہم کو بھی اس سے انکار نہیں لیکن برائے خدا یہ تو بتلا دیا جائے
کہ وہ کونسی پارلیمنٹ ہے اور دنیا کے کس گوشہ میں واقع
ہے جہاں پر بذریعہ "ترمیم" "اصل تحریک" کو بالکل الٹ
دیا جاتا ہو اور پھر یہ کارروائی جائز شمار کی جاتی ہو۔ دور
نہ جائیے خود یونیورسٹی میں دیکھئے کہ "ترمیم" کی بابت کیا قواعد
ہیں۔ کورٹ۔ اگزیکیوٹو کونسل، اکیڈمک کونسل کے قواعد پڑھیے
کہ کس سختی کے ساتھ ایسی ترمیمات کو روکا گیا ہے جو "مثبت"
کو "منفی" کر دیتی ہوں اور اصل تحریک کا مطلب و منشا پلٹ
دیتی ہیں (ملاحظہ ہوں صفحات ۱۰۳ و ۱۱۰ و ۸۷ یونیورسٹی
کیلنڈر) ان حالات میں غور کیجئے "اس ترمیم" پر جو ڈاکٹر
سر ضیاء الدین صاحب کی پارٹی نے ۲۷ اگست کے جلسہ میں
پیش کر کے اصل تحریک کی کایا پلٹ دی۔ تحریک یہ
تھی کہ عہدہ داران و ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی سرگزشت
سے بے تعلق ہو جائیں ورنہ اپنے عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں
اس تحریک میں "ورنہ" کی جگہ "اور" کا لفظ بطور ترمیم پیش کیا گیا
جس سے اصل تحریک کا مطلب و منشا بالکل پلٹ دیا گیا اور
اس ترمیم کو اپنے "چیرمین" کی رولنگ سے اور اپنی پارٹی کی
گلا پھاڑ آوازوں اور غیر مہذب الفاظ کے زور سے جائز
کرایا گیا۔ یہ ہے "پارلیمنٹری طریقہ" جس کی اخبار تحریک
تائید کرتا ہے۔ کیا ایسی خلاف قاعدہ کارروائی کو کوئی
شخص جس کے دماغ میں عقل اور دل میں ذرہ
ایمان کا ہو جائز اور درست قرار دے سکتا ہے۔ کبھی نہیں
ہرگز نہیں۔ (باقی آئندہ)

(راقم ایکے از حاضرین جلسہ)

از کلکتہ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء

مکرمی جناب سکریٹری صاحب اولڈ بوائز ایسوسی ایشن علی گڑھ
۲۷ اگست کے جلسہ کا حال سن کر مجھے حد درجہ افسوس
و رنج ہوا ہے۔ اس کا احساس شاید آپ نہ کر سکیں اس لئے
کہ علی گڑھ سے دور اور اتنی دور پر اگر کوئی ادارہ میرے
لئے باعث مسرت اور وابستگی ہو سکتا ہے تو وہ ادارہ قدیم
کا تعلق ہے لیکن یہ دیکھ کر چند حضرات نے اس ادارہ کو
بھی اپنے ذاتی مفاد اور پارٹی بازی کے لئے منتخب کر لیا
ہے۔ ہماری قومی بدبختی اور زوال کی نشانی ہے مسلمہ نہیں
کہ قانون، دستور اساسی اور ضابطہ ایک جمہوری ادارہ
میں یوں چند خود مطلبی انسانوں کے ہاتھ کیسے حصول مقصد
کا ذریعہ بن سکتا ہے۔
یہ امر اور بھی تعجب خیز ہے کہ غیر حاضر ممبران کو جن کی رائے
ایک خاص تجویز پر طلب کی گئی ہے نکال دیتے یا کسی دوسری
تجویز کو جو اس سے مختلف ہو پیش کرنے کا حق کیونکر حاصل
ہوا اور یہ کہ ووٹ دینا جو ہمارا سب سے بڑا دستوری
حق ہے اسے مسترد کرنے کا حق اس نام نہاد انجمن کو کیونکر
حاصل ہو سکتا ہے۔ میں اس انجمن کے فیصلہ یا اس کو باضابطہ
یا آئینی حیثیت دینے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں اور مجھے ڈر
ہے کہ کہیں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن ان ذاتی مقاصد کے
بھینٹ نہ چڑھ جائے اور یہ آل انڈیا ادارہ جس کی افادیت
سے انکار نہیں کیا جا سکتا ایک قربان گاہ کے طور پر بطور یادگار
نہ رہ جائے۔ کیا میں آپ سے توقع کر سکتا ہوں کہ علیگ برادری
کے شایان شان اور تمام علیگ بھائیوں کے جذبات کی پاسداری
کرتے ہوئے جنہوں نے اپنا اعتماد آپ کے سپرد کیا تھا آپ اس
ادارہ کو ان حضرات سے بچا کر اس کو ایک اعلیٰ پیمانہ پر آئندہ
نسلوں کے سپرد کریں۔ یہ دکھے ہوئے دل کی فریاد ہے۔ اس کا
تعلق کسی پارٹی سے تعاون یا عدم تعاون نہیں، اس میں میری
ذات کو دخل نہیں ہے اور نہ یہ جذبہ کارفرما ہے کہ میں اپنے
اثرات کو کام میں لاؤں، البتہ یہ استدعا ہے کہ اس ادارہ کو
بچا لیجئے خواہ اس میں آپکو بڑے سے بڑا ایثار اور قربانی ہی کیوں
نہ کرنی پڑے اور میں تو دامے درمے قدمے سخنے ہر چیز
کیلئے تیار ہوں۔

آپ کا خادم (ن۔ ر)

"Prolonged residence in England and our intimate acquaintance with English institutions, life and manners

ایک ہر دلعزیز افسر

مسٹر ابو طالب آئی۔سی۔ایس کو گزشتہ ماہ جون میں او۔بی۔ای کا خطاب ملا تھا۔ خطابات سال میں دو دفعہ تقسیم ہوتے رہتے ہیں اور احباب رسمی طور پر مبارکباد دینے کے بعد بھول جاتے ہیں لیکن مسٹر نقوی کی ہر دلعزیزی اور تدبر کا اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس خطاب کی خوشی میں جو دعوتوں اور پارٹیوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا اب تک جاری ہے۔ ہر ایک پارٹی دوسرے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ ۳۴۔ احباب کی جن میں بیشتر اساتذہ یونیورسٹی ہیں جانب سے یونیورسٹی جمنیزیم میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔ اس کے بعد اسی مقام پر جانے کی دعوت ہوئی لیکن ۱۱ ستمبر کی شام کو کنور محمد عبد الجلیل خاں صاحب اور کنور عبد السلام خاں صاحب رؤسائے دھرم پور کی جانب سے مسٹر نقوی کے اعزاز میں جو ڈنر دیا گیا ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ ۲۰۰ کے قریب مہمان مدعو تھے جن میں چند بیگمات بھی تھیں۔ دھرم پور ہاؤس بجلی کے قمقموں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ کھانا انگریزی اور ہندوستانی دونوں اعلیٰ قسم کا۔ اتنے بڑے مجمع کو گرم گرم کھانا انگریزی طریقہ پر پروسنا کنور صاحبان کے حسن انتظام کا ثبوت ہے۔ کھانے کے بعد نظمیں پڑھی گئیں۔ سید رشید احمد برق زیدی کی نظم "تہنیت جام" قابل ذکر ہے۔ شکر ہے کہ اس دعوت میں لفٹننٹ کرنل ضیاء الدین صاحب شریک نہیں ہوئے ورنہ اندیشہ تھا کہ حسب دستور ظاہرہ لیجنڈ پیر ویری اور ٹائمز دلی کا ۲ ستمبر کی دعوت میں کیا گیا اس کا اعادہ ہوتا کیونکہ خاکسار ایڈیٹر سرگزشت وہاں موجود تھا۔

یونیورسٹی کے حلقوں میں مسٹر نقوی کی ہر دلعزیزی کا باعث یہ ہے جیسا کہ مسٹر ظفر عمر نے بیان کیا کہ ڈنر پر شاہد ہیں کہ ان کی بیگم صاحبہ ہمارے نامور اور محترم اولڈ بوائے مرحوم سید رضا علی صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

موسم خزاں کی تعطیل یونیورسٹی میں امسال یکم اکتوبر سے ۱۸ اکتوبر تک ہوگی۔ اس طرح عید اور دسہرہ کی تعطیل طلبا اپنے گھروں پر بسر کر سکیں گے۔

انتقال

(۱) ہمارے ایک نوجوان اولڈ بوائے اختر علیخاں ٹیل والے رئیس خورجہ نے عین شباب میں چند روز ٹائیفائڈ میں مبتلا رہ کر ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء کو بوقت دو بجے دن کے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ ایک بیوہ ایک لڑکا ۴ برس کا اور ایک لڑکی دو برس کے قریب کی چھوڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس علالت ہی کے زمانہ میں ان کے آنریری مجسٹریٹی بینچ کا گزٹ ہوا اور بیچارے ایک روز بھی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ ہمیں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

(۲) افسوس ہے کہ مسٹر اسلام نبی بی۔اے (علیگ) کے بڑے صاحبزادے نے جو عرصہ سے مرض فالج میں مبتلا تھے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسٹر اسلام نبی آگرہ کی ڈویژنل کمشنری سے پنشن لے کر حال میں علی گڑھ آئے ہیں اور یہاں مستقل سکونت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اطلاعنامہ بنام رسپانڈنٹ مشعر اطلاع اس تاریخ کے جو سماعت اپیل کے لئے مقرر کیجائے

(آرڈر ۴۱ - قاعدہ ۱۴)

نمبر ۲۶۷ سنہ ۱۹۴۲ء اپیل دیوانی

بعدالت جناب مسٹر محمد بشیر احمد آئی۔سی۔ایس ڈسٹرکٹ جج بہادر علیگڑھ

بھگونت سنگھ ولد بلدیو سنگھ و رام پرشاد و کشن لال [illegible] لیبرلن بھگونت سنگھ بولایت بھگونت سنگھ [illegible] موضع رام چیتولی تحصیل و ضلع ایٹہ اپیلانٹان

بنام محمد ابراہیم وغیرہ رسپانڈنٹان

اپیل بناراضی ڈگری مورخہ ۲۷ سنہ ۱۹۴۲ء متفرقہ ۱۲۳ ابتدائی ۱۹۴۲ء اسسٹنٹ جج بہادر علیگڑھ مورخہ ۳۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء

بنام ارشاد علی ولد معصوم علی قوم قاضی ساکن قصبہ کمپٹ ضلع ایٹہ

مطلع ہو کہ اپیل بناراضی ڈگری مذکورالصدر اس مقدمہ میں اپیلانٹان نے پیش کیا اور اس عدالت میں درج رجسٹر ہوا اور اس عدالت نے تاریخ ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء واسطے اول وکالت نامہ مقرر کی ہے۔ اگر خود آپ یا آپ کا وکیل یا کوئی اور شخص جو قانوناً آپ کی طرف سے اپیل ہذا میں جواب سوال کرنے کا مجاز ہو حاضر نہ آئے گا تو اس کی سماعت اور تجویز آپکی غیر حاضری میں کی جائے گی۔

آج بتاریخ ۹ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت بحکم عدالت
دستخط منصرم

علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی کے احکام خاکساروں کے نام

مدراس۔ علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی قائد تحریک خاکساران نے مدراس سے خاکساروں کے نام جو احکام جاری کئے ہیں ان میں کانگریس کی تحریک کو ملک کے لئے غیر مفید بتایا۔ علامہ صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے پنڈت نہرو کو ان الفاظ کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ کانگریس کی سول نافرمانی تحریک قبل از وقت ہے۔ کانگریس کو پہلے لیگ کا مطالبہ پاکستان مان لینا چاہئے اس کے بعد برطانوی حکومت سے مشترکہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ اقتدار حکومت کو ہندوستان کے حوالے کر دے۔ ان احکام سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک خاکساروں اور حکومت ہند میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جو سمجھوتہ کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اپنی مساعی میں ناکام رہے ہیں۔ علامہ نے خاکساروں کو حکم دیا ہے کہ وہ صبر سے کام لیں۔ میں تمام خاکساروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ صبر کریں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا اس نازک وقت میں ہماری مدد کرے گا اور حکومت کو احساس ہوگا کہ ہمیں دشمن بنانا دانشمندی نہیں۔ (اورینٹ پریس)

شہری مسلم لیگ علیگڑھ

شہری مسلم لیگ کونسل علی گڑھ کا یہ جلسہ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتی ہے جو اس نے اپنی اگست سنہ ۱۹۴۲ء کی میٹنگ منعقدہ بمبئی میں کیا ہے۔ اس نازک موقع پر کمیٹی مذکور نے نہایت مدبرانہ طریقہ سے مسلمانان ہند بلکہ سارے ملک کی رہنمائی کی ہے اور جو طریقہ کار اس نے ملک کے سامنے پیش کیا ہے صرف اسی پر عمل کرنے سے ملک کے لوگ پر امن اور آزادی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں اور ایک ایسی مستقل حکومت ہندوستان میں قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جس میں جملہ پارٹیوں کے نمائندے شرکت کر سکیں اور جو کامیابی کے ساتھ بیرونی حملہ کا مقابلہ کر سکے۔

ضرورت رشتہ

لڑکی سیدہ ہے عمر ۲۲ سال، اردو کے علاوہ فارسی، عربی اور انگریزی کی مناسب تعلیم پائی ہے۔ قرآن مجید تجوید اور قرأت سے جانتی ہے۔ امور خانہ داری میں خاطر خواہ دسترس رکھتی ہے۔ فریق ثانی کے لئے تعلیم یافتہ اور برسرکار ہونا لازم ہے۔ خود یا طالب کی کوئی عزیز خاتون خود آکر لڑکی کو دیکھ سکتی ہیں۔ مراسلت کے لئے یہ پتہ ہے۔
"ص" معرفت اخبار سرگزشت علیگڑھ

نوٹس

چنگی کول کو مندرجہ ذیل میٹریل واسطے بنانے سڑک ہائے سیمنٹ خریدنا منظور ہے۔ جو شخص ٹینڈر دینا چاہتے ہوں وہ اپنا ٹینڈر لفافہ میں سربمہر بند کرکے انگزیکٹو افسر صاحب چنگی کول کے نام اور لفافہ پر تفصیل سامان جس کا ٹینڈر دیا ہے تحریر کرکے دفتر چنگی کول میں ۲۴/۹ ۱۲ بجے دن تک دیدیں۔ ٹینڈر میں سامان کا نرخ موقع پر پہونچا ہوا تحریر کریں۔ نیز ٹینڈر کے ساتھ ٹھیکہ [illegible] حساب ۵ فیصد زرضمانت داخل کرنا ہوگا۔ ٹینڈر کا فارم دفتر چنگی کول سے مبلغ [illegible] قیمت ادا کرکے پر مل سکتا ہے۔ میٹریل کی کمی و بیشی کا بورڈ کو اختیار ہے۔

تفصیل سامان

ا- یونین روڈ ۵۰۰۰ فیٹ لمبی اور ۱۵ فیٹ چوڑی
(۱) بدر پور سیمنٹ ۱۰۰۰۰ دس ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(۲) سیاہ پتھر کی گٹی دہلی کی ایک انچہ والی ۲۰۰۰۰ بیس ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(۳) کنکریٹ جھالاوے کی ڈیڑھ انچہ والی ۱۰۰۰۰ دس ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(۴) سلیا کنکر ۴۰۰۰ چار ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(ب) یونیورسٹی روڈ ۲۳۰۰ فیٹ لانبی اور ۱۲ فیٹ چوڑی
(۱) بدر پور سیمنٹ ۵۰۰۰ پانچ ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(۲) جھالاوے کی کنکریٹ ڈیڑھ انچہ والی ۵۰۰۰ پانچ ہزار مکسر فیٹ اندازاً
(۳) سلیا کنکر ۲۰۰۰ دو ہزار مکسر فیٹ اندازاً

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

(دستخط) درگا چرن سکسینہ
ایگزیکٹو افسر میونسپل بورڈ علی گڑھ

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بحکم جناب مسٹر سید احمد رضا صاحب بہادر منصف مرادآباد
بعدالت منصفی مرادآباد مقام مرادآباد ضلع مرادآباد
مقدمہ نمبر ۳۴۷ بابت ۱۹۴۲ء

لالہ رام سروپ ولد لالہ فقیر چند قوم ویش ساکن مرادآباد محلہ [illegible] مدعی ڈگری داران
بنام حامد علی خاں وغیرہ مدعا علیہم مدیونان
بنام رحمت اللہ ولد عنایت اللہ قوم منہار ساکن مرادآباد محلہ اصالت پورہ متصل محلہ [illegible]

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان بالا ڈگری دار نے واسطے نیلام مال منقولہ وغیرہ کے درخواست گزرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۷ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا

مہر عدالت — بحکم عدالت
دستخط منصرم

سمن بنام قائم مقام قانونی مدعا علیہ متوفی

باجلاس جناب سید انوار الحسن صاحب بہادر بی۔ایس۔سی ایل ایل بی پی۔سی۔ایس منصف فتح آباد آگرہ

(آرڈر ۲۲ - قاعدہ ۴)

بعدالت منصفی فتح آباد آگرہ مقام آگرہ — مقدمہ نمبر ۲۸۱ سنہ ۱۹۴۱ء ضلع آگرہ
شیخ الٰہی بخش ولد شیخ علا بخش قوم شیخ ساکن قصبہ فیروزآباد ضلع آگرہ
بنام رادھے لال وغیرہ مدعا علیہم
بنام مسماۃ جیو بیوہ رادھے لال قوم ویش اگروال ساکن قصبہ فیروزآباد ضلع آگرہ مدعا علیہم

ہرگاہ شیخ الٰہی بخش مدعی نے ایک نالش اس عدالت میں بتاریخ ۲۶ ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء بنام رادھے لال مدعا علیہ کے رجوع کی تھی جو بعد کو فوت ہوگیا اور ہرگاہ مدعی مذکور نے ایک درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ تم مسماۃ جیو بیوہ متوفی مذکور کے قائم مقام قانونی ہو اور چاہتا ہے کہ تم بجائے اس کے مدعا علیہ بنائے جاؤ۔ لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے دن اس عدالت میں حاضر ہوکر مقدمہ مذکور کی جوابدہی کرو اور اگر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — بحکم عدالت
دستخط لکشمی نرائن منصرم منصفی فتح آباد آگرہ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء

نمبر مقدمہ ۲۷۴ سنہ ۱۹۴۲ء — بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر تحصیل بلند شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

حکیم کمٹ لال بنام بھول سنگھ وغیرہ
بنام بھول سنگھ پسر بہادر سنگھ و کرن پال سنگھ و رام پال سنگھ پسران شوکرن سنگھ قوم جاٹ ساکنان [illegible]
مزارعان و خیلکاران [illegible] پرگنہ برن

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۹ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور چونکہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۸ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

فہرست مقدمات اجرائے ڈگریات عدالت مال جنمیں حقیت ملکئے زمینداران بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۲ء کو کچہری کلکٹری علی گڑھ میں نیلام ہونگیں

نمبر شمار	نمبر مقدمہ	نام پرگنہ / موضع	نام فریقین	مطالبہ	رقبہ کل	رقبہ حصہ	مال گزاری حصہ	منافع حصہ	قیمت تخمینہ	بار کفالت	[illegible]
۱	۷۷	ہاتھرس / ایم پور	رگھبیر سنگھ بنام کنہیا لال	274-10-0	90-2-0	7-10-3 3/5	9-10-11	18-12-11	432-9-1	-	[illegible]
۲	۱۴۵	سکندرہ راؤ / ٹٹی ڈنڈیا	بیدام دیگرہ بنام گوکل سنگھ وغیرہ	600-13-0	کثیر الشرکت	0-5-[illegible]; 22-1-16; 43-10 [illegible]	46-1-0	67-5-9	1157-10-0	1500-0-0	کل
۳	۲۸	چندوس / [illegible]	منشی وغیرہ بنام بھگونت سنگھ وغیرہ	782-13-0	کثیر الشرکت [illegible]	24-7-16; 6-3-12; 6-3-12	23-8-6	38-12-2	670-14-5	×	[illegible]

(مہر عدالت) دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۰ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت جناب مسٹر فصاحت حسین صاحب ریونیو افسر علی گڑھ مقام علی گڑھ ضلع علی گڑھ

لالہ گوکل پرشاد مدعی بنام ارشاد علی خاں وغیرہ مدعا علیہم

(۱) ارشاد علی خاں خلف امداد حسین خاں ساکن قصبہ اترولی و (۲) بقار اللہ خاں خلف امداد حسین خاں ساکن طالب نگر و مسماۃ کلثوم زوجہ حمزہ علیخاں راجپوت ساکن طالب نگر تحصیل کول و مسماۃ رشیداً زوجہ عبدالشکور خاں قوم راجپوت ساکن برارسی تحصیل انوپ شہر ضلع بلند شہر و انوری بیگم زوجہ عبدالحمید خاں قوم راجپوت ساکن کونڈلہ تحصیل حسبرا ضلع مین پوری مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا منافعہ کے دائر کی ہے لہذا آپکو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۹ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن بمقام علی گڑھ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

ریت کے بورے اور [illegible] کی دیواریں

آپ کی زندگی کی حفاظت کر سکتی ہیں

اگر وہ ایسا نہ کر سکیں

تو ہم آپ کے متعلقین کی حفاظت کرینگے اگر آپکی زندگی کا بیمہ ہمارے ہاں ہو

شہریوں کی زندگی پر جنگی خطرات کی ذمہ داری فی الحال بغیر زائد شرح چندہ کے لیجاتی ہے

رقم مطالبہ جو ابتک ادا ہو چکی ہے .... ۲۶ روپیہ سے زیادہ

جالو پالیسیوں کا زر بیمہ .... ۸۵۵ روپیہ ،،

سالانہ آمدنی بابت ۱۹۴۱ء .... ۵ روپیہ ،، تقریباً

سرمایہ .... ۳ روپیہ ،،

اورینٹل

گورنمنٹ سکیورٹی لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ

قائم شدہ ۱۸۷۴ء — صدر دفتر بمبئی

برانچ آفس ۱۔ راجہ کی منڈی چوراہہ۔ ڈرمنڈ روڈ۔ آگرہ

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

سرگزشت

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۶۱

چندہ سالانہ
بیرونی ۵ر
عام للعہ

ظفر عمر، بی۔اے (علیگ)
اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر
علی گڑھ

تاریخ اجرائے اشاعت ۱۔ یکم ۔ ۸ ۔ ۱۶ ۔ ۲۴

جلد ۱۴	مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ	نمبر ۲۸

قند پارسی

(جناب سید جلال الدین صاحب طالب۔ دہرہ دون)

سرت گردم چرا رنجیدۂ اے گل عذار از من — خلاف طبع نازک سر زدہ آخر چہ کار از من

بہ بیں وارفتگی قسمت شدہ تنہا گشتہ یار از من — کہ با برگشتن یارم بگشتہ روزگار از من

بیاد قامت اندر کنارم اشک می بارم — بلے سرو رواں خواہد کنار جوئبار از من

فریب اندر محبت می خورد دانستہ ہر عاشق — از و یک وعدۂ کاذب ہزاراں انتظار از من

شمردن، بوسہ دادن۔ ایں دو کار از تو نمی آید — عطائے بوسہ از تو باشد و کردن شمار از من

نداند خلق عالم جز جفایت بر من مسکیں — نماند در زمانہ جز وفایت یادگار از من

ازیں سوزم کہ خاکستر شوم شاید بایں حیلہ — صبا بردارد و ریزد بکویت غبار از من

بہر مجلس کہ بنشینم دراں افسردگی خیزد — چہ سازم شادمانی بسکہ دارد سخت عار از من

غزل گفتم و در سفتم سزد طالب اگر باشد
بزم نکتہ سنجاں پیشکش ایں شاہکار از من

معاونین سرگزشت کے تاثرات

مرادآباد - خاکسار کشن لال
۵ ستمبر [illegible]ء

برادر مکرم ظفر عمر صاحب - سلام مسنون

میں نے ۲۷ اگست کے نام نہاد اولڈ بوائز کے جلسہ کی کارروائی کو نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ پڑھا اور اپنے زمانہ کے سالانہ جلسوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ کہاں وہ متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کہ اگر اپنے بھائی پر پھبتی بھی کہی تو وہ بطور مزاح اور سنجیدہ اور معقول و مہذب پیرایہ میں۔ ۲۷ کا جلسہ تو میرے خیال میں ایک گنوار [illegible] کا مجمع تھا۔ قواعد کی پابندی اور متانت و سنجیدگی کا کہیں نشان بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ ایسا [illegible] ذاتی نام و نمود اور بیجا خودستائی اور ہمہ گیری کے خیال نے آنکھوں اور عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ تہذیب اور شائستگی کو بھی باوجود [illegible] تعلیم اور مہذب و شائستگی کے ممبری کے دعویدار [illegible] ہونے کے قطعاً بالائے طاق رکھ دیا۔ فرض کر لو کہ [illegible] صاحب اپنی شاطرانہ چال میں ہر طرح کامیاب بھی ہو گئے اور اپنے ہمنوا کو ایسوسی ایشن کے سیاہ و سفید کا مالک بھی کرا دیا (اور گویا خود ہی مالک ہو گئے) تو کتنے دن کے واسطے اور [illegible]۔ جس طرح پہلے دو مرتبہ علیحدہ کئے گئے انشاءاللہ وہ دن پھر آنے والے ہیں۔ مسلمانوں کو خود ان کی عقلمندی اور دور اندیشہ پالیسی کی بدولت نقصان پہنچا ہے وہ کچھ [illegible]۔ یہ [illegible] شاہی تو انشاءاللہ ختم ہی ہو کر رہے گی اور [illegible] موجودہ حالات میں زیادہ لکھنا لکھانا بیکار ہے [illegible] کارروائی پر جو ایسوسی ایشن کے قاعدہ و ضابطہ [illegible] پورا اتفاق ہے اور آپ کی ذات پر پہلے سے سالہا سال [illegible] پورا اعتماد ہے اور میرا ووٹ ہر ضابطہ کی کارروائی [illegible] ہے۔ ...... (مرادآباد)

خان صاحب حاجی سید حیدر کرار جعفری، بلرام پور

۲۷ اگست سنہ ۴۲ کا غیر معمولی [illegible] اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا [illegible] ایک شرمناک مظاہرہ تھا۔ کل کارروائی شروع [illegible] خلاف روایات و قواعد ایسوسی ایشن عمل میں لائی [illegible] کی لوکل پارٹی کو ہرگز یہ استحقاق حاصل نہیں تھا کہ وہ ناجائز طریقہ سے ایسوسی ایشن پر قبضہ کرے (آپ لوگ ہرگز اپنے عہدوں سے الگ نہیں ہو سکتے ہیں اور [illegible] ہم لوگ تسلیم نہیں کر سکتے ہیں)... آپ کو قبضہ بدستور قائم رکھنا چاہیئے اور پروونشل کمیٹی کے صدر حاجی عبداللہ صاحب کو عدالت ولوانی کے ذریعہ سے قبضہ حاصل کرنا چاہیے۔ ہم کو خود اپنی طرف سے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عدالت میں مقدمہ پیش ہونے پر اس ناجائز اور بے ضابطہ کارروائی کا حال دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ علی گڑھ میں ایسے پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں جو اس قسم کی شرمناک اور بے ضابطہ کارروائی خلاف قانون کر سکتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں کہ ہم لوگ پورے طور سے آپ کا ساتھ دیں گے۔

حافظ حفیظ اللہ صاحب ریٹائرڈ سول سرجن ممبر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی

ڈاکٹر ضیاء الدین کی پارٹی نے جو ایسوسی ایشن پر زبردستی کے ہتھیار سے قبضہ کر لیا ہے ۲۷ اگست سنہ ۴۲ کے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے غیر معمولی جلسہ میں جو دھماچوکڑی سرگزشت سے اس کی کیفیت معلوم ہوئی۔ یونیورسٹی کورٹ میں اولڈ بوائز کو نمائندگی کا حق ہے اور ڈاکٹر صاحب کو اس حق کے قیام سے جو عداوت ہے وہ سب پر روشن ہے۔ لہٰذا اس تازہ حملہ سے اندیشہ ہے کہ ایسوسی ایشن کے قیام پر بھی کوئی ضرب پڑ جائے۔ اس میں تو شک نہیں کہ جلسہ کی کل کارروائی نہ صرف خلاف ضابطہ تھی بلکہ رسی انتقامی جذبہ کی شاہد تھی۔ اگر آپ سرگزشت سے دستبردار ہو جاتے تو اس وقت مقابلہ کی تاب لانا بہت مشکل ہو جاتا۔

محمد یامین زبیری کارزد لیوسٹن اگر کسی باقاعدہ جلسہ اور ایسوسی ایشن کے قواعد کے مطابقت میں پاس ہوتا تب تو ہم سے استعفے کا مطالبہ کرنا چاہیئے تھا اور ہم کو بہر صورت استعفیٰ دینا لازم آتا کیونکہ اس کے بغیر ہمارے جانشینوں کا انتخاب نہیں ہو سکتا تھا مگر یہاں تو وہ بات ہی نہ تھی۔ میں اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر اب بھی ہوں اور جب آپ کی طرف سے جلسہ کی دعوت پہنچے گی تو حاضر بھی ہونگا۔

معاملات اب ایسی منزل پر پہونچ گئے ہیں کہ عدالتی چارہ جوئی لازم ہو گئی ہے اور آپ سے کہ آنریری سکریٹری ہیں میری التماس ہے کہ اس سلسلہ میں قانونی مشورہ طلب کریں۔

یونیورسٹی کورٹ کو فرقہ بندی کے جذبات سے مسموم کرنے کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین ملازمین یونیورسٹی کے بل پر اب ایسوسی ایشن پر بھی قبضہ کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ ابتک یہی ایک ایسی جماعت ہے جو ان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہی ہے۔ ہم ایسوسی ایشن کی ہیئت کذائی کو ہر صورت قائم رکھنے میں سخت مقابلہ کریں گے۔ یہ برادری قائم رہے کہ ہم کو یہ اخوت عزیز ہے جس میں مختلف خیال کے لوگ شریک ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی پارٹی بھی موجود ہے اس کو ممبر ہونے کا حق ہے مگر فرقہ بندی اور اس کی تباہ کاریوں کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ (.... اعظم گڑھ)

ہمیں یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے قدیم طلباء کی بڑی اکثریت سرگزشت کے اس حشر کے سخت خلاف ہے اور وہ اپنا علیحدہ اخبار نکالنا چاہتے ہیں۔ اگر اس خیال کو عملی جامہ پہنایا گیا تو یہ ایک نہایت مستحسن اقدام ہوگا اور اس سے سرگزشت [illegible] ذاتی اغراض پر قربان کر دئے جانے سے [illegible] کی بخوبی تلافی ہو جائے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ اس وقت یونیورسٹی دوسرے شعبوں کی طرح قدیم طلباء کے درمیان بھی پھوٹ ڈلوا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی انتہائی کوشش کی جا رہی ہے مگر ہم کو یقین ہے کہ علی گڑھ کے قدیم طلباء اپنے اتحاد کو قائم رکھیں گے۔ چند روزہ جبر و استبداد کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے اور اپنی مادر علمی کی ترقی، حفاظت اور اصلاح کی کوشش کو مرتے دم تک اس مقصد کے ماتحت جاری رکھیں گے۔ (خلافت بمبئی)

حقیقت میں اس سلسلہ میں بہت جلد آپ سلسلہ مضمون [illegible] یونیورسٹی کے متعلق شائع کیا جائے گا۔ [illegible] نے ڈاکٹر صاحب پر جو الزامات لگائے تھے اور جن کی تردید آج تک نہ ہو سکی ان کی روشنی میں مزید سوالات کئے جا رہے ہیں۔

(حریت - دہلی)

سرگزشت

جلد ۱ | مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۸

شیطانوں کا جال

یکم ستمبر کی اشاعت میں "کچھ اپنی سرگزشت" کے عنوان سے ہم نے اُن حالات کو قارئین کرام کے سامنے پیش کیا تھا جن کے ماتحت ہم نے اخبار سرگزشت کی ادارت اور اہتمام اپنے ذمہ لیا تھا اور نیز اُس سازش کا انکشاف کیا تھا جو محترم ڈاکٹر صاحب کی جانب سے مرزا سعادت علی بیگ پسر مرزا ابراہیم بیگ کو آلہ کار بنا کر ہمارے خلاف برپا کی گئی تھی اور مقدمہ کو عدالت میں لے جانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ ہمیں خوشی تھی کہ کسی طرح سرگزشت کے سلسلہ سے مقدمہ عدالت میں پہنچے اور ہمیں موجودہ دور کی کارستانیاں واضح کرکے بہی خواہان قوم کو اس قومی درسگاہ کی جانب متوجہ کرنے کا موقع ملیگا۔

جیسا کہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض کیا جا چکا ہے ۲۷ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن سے چند روز قبل سے ہماری رسوائی اور ایذا رسانی کے سامان بہت زور کے ساتھ ہونے لگے۔ مرزا مرحوم کے ناسمجھ لڑکے کو محترم ڈاکٹر صاحب کے کارکنوں نے اپنے دام تزویر میں پھانس لیا اور ہمارے خلاف مضامین اور خطوط شائع کئے گئے اور تحریک کے پردہ پوش مضمون نگار نے بہت کچھ زہر اُگلا۔ مرزا سعادت کو ڈاکٹر صاحب کے کارکن ہر وقت اپنی نگرانی میں رکھتے تھے اور طرح طرح کے سبز باغ دکھاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۷ اگست کے جلسہ کے بعد اُس کی نگرانی اور گھیر گھار میں کمی واقع ہوئی اور مرزا سعادت علی بیگ کو اپنے مرحوم باپ کے دوستوں اور چچا سے مشورہ کرنے کا موقع ملا اور اُسے یقین ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب کے کارکنوں کی مہربانیاں اس کی بہبودی کے لئے نہیں بلکہ بربادی کے لئے کی جا رہی ہیں۔

حالانکہ ہم نے سعادت علی نیز دوسرے ورثاء کو اطلاع دیدی تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے ہمیں اخبار کے اہتمام اور اڈیٹری سے سبکدوش کیا جائے لیکن ہمیں سبکدوش نہیں کیا گیا۔ مرزا تصدق علی بیگ اگزیکٹو انجینئر جن کی درخواست پر ہم نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی تھی سہارنپور سے آئے اور یہاں کے حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ اور مرزا مرحوم کا خاندان اس کو پسند کریگا کہ سرگزشت بالکل بند کر دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کے کارکنوں میں پہونچ گیا تو مرحوم کی روح کو سخت صدمہ پہونچے گا۔ اور ہم سے درخواست کی کہ جب تک مرزا اکمل بیگ صاحب جن کے روپیہ سے یہ پریس خریدا گیا تھا کوئی قطعی فیصلہ نہ کریں میں سرگزشت کا اہتمام بدستور اپنے ذمہ رکھوں۔ اُن کے جانے کے بعد مرزا سعادت علی بیگ کا خط دہلی سے موصول ہوا جس میں تحریر ہے:-

"میں آگرہ پھوپھی کے پاس جا رہا ہوں۔ میری غلطی ہوئی آپ مجھ کو معاف کیجئے میں نے بہت غلط راستہ اختیار کیا تھا۔ آپ میرے قصور کو خدا کے واسطے معاف کر دیجئے۔ جب تک آپ معاف نہیں کریں گے میرا دل اور بھی پریشان رہے گا۔ میں شیطانوں کے جال میں پھنس گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے مجھ کو اُن کے پھندے سے نکالا۔ چچا! آپ میری گستاخی کو دل سے معاف کر دیجئے اور چچی کو بھی لکھ دیجئے۔

آپ قبلہ ڈپٹی (حبیب اللہ خاں) صاحب سے میری طرف سے کہہ دیجئے گا کہ سعادت کی گستاخی کو معاف کر دیں۔ بڑے بڑے پیغمبر شیطانوں کے جال میں پھنس گئے۔ اللہ بھی معاف کرتا ہے اگر بندہ کوئی گناہ کرے۔ آپ میرا قصور معاف کریں' آپ میرے سچے بہی خواہ ہیں۔"

خادم' سعادت

ناظرین اخبار ان واقعات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی واحد قومی درسگاہ میں برسر اقتدار رہنے اور اپنی گروہ بندی کو برقرار رکھنے کے لئے اور اصلاح چاہنے والے لوگوں کو بدنام اور پریشان کرنے کے لئے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

۲۷ اگست کے جلسہ غیر معمولی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں جو خلاف ضابطہ کارروائی ہوئی اور جس گروہ بندی اور غنڈہ پن کا مظاہرہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی پارٹی کی جانب سے کیا گیا' اس کی مفصل کیفیت گزشتہ اشاعتوں میں درج ہو چکی ہے۔ ۳۵ ممبران نے جن میں ۲۸ ملازمان یونیورسٹی تھے ایسوسی ایشن کے منتخب شدہ ممبران کی برطرفی کا ریزولیوشن پاس کرکے ایک نام نہاد کمیٹی بنا دی۔ اس کمیٹی کے نام نہاد سکریٹری مسٹر عمرالدین نے خلاف قواعد ایسوسی ایشن ۷ اکتوبر کو جلسہ سالانہ طلب کرنے کا نوٹس بھی شائع کر دیا۔ اس نوٹس کا شائع ہونا تھا کہ ممبران ایسوسی ایشن میں ہیجان برپا ہو گیا۔ آنریری سکریٹری کے پاس ہر ڈاک سے خطوط آ رہے ہیں جن میں ان بے ضابطگیوں کے خلاف احتجاج کی گئی ہے۔ بعض نے مشورہ دیا ہے کہ نام نہاد کمیٹی اور اس کے سرپرست ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد پر عدالت میں دعوے دائر کیا جائے۔

ڈاکٹر حافظ حفیظ اللہ صاحب ممبر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا خط دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے بلا قصد برطرف کئے جانے پر سخت اعتراض کیا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے محض حاجی عبدالرب کے بیان پر جلسہ کی کارروائی کو مطابق قانون قرار دیکر آنریری سکریٹری کو برطرف سمجھ لیا اور یونیورسٹی کے نام احکام جاری کر دئے کہ آنریری سکریٹری کے خطوط کا کوئی نوٹس نہ لیا جائے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب نے تمام خلاف ضابطہ کارروائی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے۔ آنریری سکریٹری نے کئی خطوط بھیجکر اس کارروائی کے مضر نتائج کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اب تک جن ۶۰ ممبروں نے ضابطہ کی کارروائی کے خلاف احتجاج کے خطوط بھیجے ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ اس فہرست میں سب سے پہلا نام خواجہ سجاد حسین صاحب پانی پتی کا ہے۔ احتجاج کرنے والوں میں ایک چیف کورٹ کے جج بھی ہیں اور ایسوسی ایشن اور مادر کالج کے بہت سے شیدائی بھی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان معزز ممبران کی احتجاج پر توجہ کی جائے گی اور مسٹر عمرالدین اور ان کے رفقاء زیادہ تر یونیورسٹی کے اساتذہ ہیں ۷ اکتوبر کے خلاف قانون جلسہ کو ملتوی کر دیں گے۔

ممبران ایسوسی ایشن جنھوں نے آنریری سکریٹری کو [illegible] ہے کہ نام نہاد ممبران [illegible] کمیٹی [illegible] کر دیں کہ ۱۷ اکتوبر کا جلسہ ایسوسی ایشن جس کا نوٹس دیا گیا ہے ناجائز اور خلاف قواعد ہے۔

ایسوسی ایشن کے خلاف ہے۔ موجودہ عہدیداران و ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی جن کو ایسوسی ایشن نے باضابطہ انتخاب کیا تھا ہنوز اپنے عہدوں پر قائم ہیں۔ کوئی جگہ خالی نہیں ہوئی جس کی وجہ سے انتخاب عمل میں آسکے۔

(۱) خواجہ سجاد حسین صاحب' پانی پت
(۲) عابد حسین صاحب۔ عابد منزل علی گڑھ
(۳) حسن محمد خاں صاحب' پنڈراول' علی گڑھ
(۴) ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب۔ جامعہ ملیہ۔ دہلی
(۵) پروفیسر عبدالستار صدیقی صاحب۔ الہ آباد یونیورسٹی۔ الہ آباد
(۶) محمد مونس خاں صاحب شیروانی۔ دناولی علی گڑھ
(۷) اشتیاق علی صاحب تاج محل۔ بھوپال اسٹیٹ
(۸) خواجہ حبیب علی صاحب بی۔ ٹی۔ ایس۔ گورکھا لوال
(۹) الطاف حسین صاحب' ہیڈ ماسٹر اٹاوہ
(۱۰) سلیم احمد صاحب۔ وکیل خورجہ۔ بلند شہر
(۱۱) سید مسعود الحسن زیدی صاحب۔ پانی پت
(۱۲) میر ولایت حسین صاحب۔ شملہ
(۱۳) اسلام احمد خاں صاحب۔ میرٹھ
(۱۴) سید باقر حسین صاحب۔ لکھنؤ
(۱۵) حاجی فہیم الدین صاحب فہیم آباد' کان پور
(۱۶) منظور محمود صاحب۔ لکھنؤ
(۱۷) ایم۔ عنایت اللہ صاحب [illegible] نینی روڈ' ڈیرہ دون
(۱۸) محمد ثناء اللہ خاں صاحب زمیندار۔ ایٹہ
(۱۹) محمد اکرم خاں صاحب [illegible] مظفر نگر
(۲۰) آنریبل جسٹس غلام حسن صاحب' چیف کورٹ لکھنؤ
(۲۱) [illegible] الدین [illegible] صاحب ریٹائرڈ کلکٹر۔ علی گڑھ
(۲۲) اے۔ ذکاء اللہ خانصاحب ریٹائرڈ کلکٹر۔ بریلی
(۲۳) سید محمود الحق حقی صاحب' ایڈوکیٹ ہردوئی
(۲۴) عبدالصمد خانصاحب سب انسپکٹر آف پولس متھرا
(۲۵) [illegible] فائق احمد صاحب وکیل رائے بریلی
(۲۶) صاحبزادہ [illegible] الدین احمد خانصاحب لوہارو باغ دہلی
(۲۷) [illegible] محسن صاحب ریٹائرڈ سب رجسٹرار۔ مرادآباد
(۲۸) سید محمود الحسن زیدی صاحب سب رجسٹرار بدایوں
(۲۹) سید [illegible] صاحب جعفری۔ بلرام پور گونڈہ
(۳۰) [illegible] قدوائی صاحب آئی۔ ایس۔ ایل۔ ڈیرہ دون
(۳۱) [illegible] صاحب بار۔ ایٹ۔ لا۔ الہ آباد
(۳۲) [illegible] صاحب اڈیٹر پیام۔ حیدرآباد
(۳۳) [illegible] صاحب وکیل علی گڑھ
(۳۴) [illegible] صاحب ٹریژری آفیسر۔ کچہری
(۳۵) قریشی محمد منیر صاحب آرکیٹیکل ڈپارٹمنٹ' پونا
(۳۶) سید نوراللہ صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج۔ بمبئی
(۳۷) سید حبیب رضا صاحب سپرنٹنڈنٹ اینگلو عربک کالج۔ دہلی
(۳۸) سید عبدالودود صاحب بدر' پیڈکو۔ علی گڑھ
(۳۹) ایم۔ این ماتھر صاحب وکیل۔ علی گڑھ
(۴۰) سید رضوی صاحب علی گڑھ
(۴۱) زاہد [illegible] صاحب' پانی پت
(۴۲) کیپٹن شاہ حامد صاحب' کوئٹہ
(۴۳) منظور حسین صدیقی صاحب عثمان پارہ' علی گڑھ
(۴۴) محمد یامین خاں صاحب علی گڑھ
(۴۵) کرشنا نرائن صاحب ماتھر وکیل علی گڑھ
(۴۶) محمد مقیم انصاری صاحب وکیل علی گڑھ
(۴۷) [illegible] صاحب علی گڑھ
(۴۸) سلطان سنگھ اگروال۔ علی گڑھ
(۴۹) رادھارام نور صاحب وکیل علی گڑھ
(۵۰) مرزا شاہ احمد صاحب ریٹائرڈ ایڈیشنل جج جبل پور
(۵۱) سید محمد رضی زیدی صاحب محمود منزل علی گڑھ
(۵۲) خانصاحب سید حامد حسن صاحب آہنی بنگلہ۔ بھوپال
(۵۳) ڈاکٹر حافظ حفیظ اللہ صاحب ریٹائرڈ سول سرجن اعظم گڑھ
(۵۴) ملک الرحمن کیانی صاحب ایم۔ ایل۔ اے کوہاٹ
(۵۵) امام الدین حیدر صاحب ایس۔ ڈی۔ او' مہوبہ
(۵۶) بی۔ اے۔ خانصاحب ٹی ٹی انسپکٹر بی۔ این۔ ریلوے ریکو آئیٹ
(۵۷) ہارون خانصاحب شروانی حمایت نگر۔ حیدرآباد دکن
(۵۸) محمد شریف خانصاحب شروانی ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس بریلی
(۵۹) محمد وجاہت علی صاحب اسسٹنٹ انجینئر بھونگر۔ حیدرآباد دکن
(۶۰) اعجاز الدین خانصاحب اینگلو عربک ہائی اسکول' دہلی

۲۷ اگست کی ٹریوننگ کا کون ذمہ دار ہے

۲۷ اگست کے جلسہ کے بعد آنریری سکریٹری نے ضابطہ کی اطلاع وائس چانسلر یونیورسٹی کی خدمت میں بھیجکر درخواست کی تھی کہ نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے ممبروں کو جن میں سوائے [illegible] کے سب اساتذہ یونیورسٹی ہیں متنبہ کردیں کہ ایسوسی ایشن کے کاموں میں مداخلت نہ کریں۔ اس کے جواب میں وائس چانسلر نے مندرجہ ذیل خط میں نام نہاد پروویژنل کمیٹی کو تسلیم کرکے تمام ذمہ داری اپنی ذات پر لی ہے۔

نقل خط

وائس چانسلر
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۱۳ اگست ۴۲ء
ڈیر مسٹر ظفر عمر۔

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ خود آپ نے بجٹ منظور کرانے اور دوسرے معاملات زیر بحث لانے کے لئے طلب کیا تھا۔ صدر جلسہ نے جن کو جلسہ میں موجود ممبروں نے انتخاب کیا تھا اپنا امر کی اطلاع دی ہے کہ آپ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سکریٹری نہیں رہے۔ ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ دستور اور ضابطہ کے مطابق تھا اور ایسی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں اس کی کارروائی کو ناجائز قرار دوں۔ آپ اب ایسوسی ایشن کے سکریٹری نہیں ہیں لہذا آپ کے خط کو جسے آپ نے بحیثیت سکریٹری ایسوسی ایشن کے لکھا ہے میں لائق توجہ اور جواب نہیں سمجھتا۔

آپ کا مخلص
ضیاءالدین احمد

آنریری سکریٹری نے اس نظریہ کے خلاف احتجاج میں جو خطوط بھیجے سب نظر انداز کر دیئے گئے۔ یہ بھی درخواست کی گئی کہ اولڈ بوائز کے ایک ڈیپوٹیشن کو بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے وقت دیا جائے مگر اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایسوسی ایشن کی تخریب کے درپے ہیں اور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ اولڈ بوائز اس طرز عمل کے خلاف احتجاج کریں گے۔

سرگزشت کے مقامی خریداروں سے التماس

گو سرگزشت کے قدردان اس کو متواتر دیکھتے ہیں لیکن بعض مرتبہ تبدیل مقام کرنے پر دفتر کو اطلاع نہیں ملتی اور دفتر کا چپراسی خالی مکان یا دوسرے کرایہ داروں کے حوالے کر جاتے ہیں جس سے دفتر کو مستقل طور سے نقصان ہوتا رہتا ہے اس لئے جملہ حضرات سے جن کے یہاں اخبار پہونچتا ہے گزارش ہے کہ اپنے نام اور پتہ سے دفتر کو آگاہ کریں یا جب چپراسی حاضر ہو اس کو اپنا پتہ دیدیں۔

۱ اکتوبر سے سرگزشت صرف انھیں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوسکے گا جن کے نام اور پتے دفتر میں موصول ہونگے۔

منیجر سرگزشت

مسٹر جناح کی تصریحات

۳۰ اگست کی شام کو اخبارات کے نمائندوں نے مسٹر جناح سے گفتگو کی۔ سوالات کے جواب میں مسٹر جناح نے فرمایا۔

"یہ رزولیوشن وزیر ہند، برطانوی وزیر اعظم اور متحدہ اقوام کی حکومتوں کے جو لوگ ہند میں ہیں ان کو بھیجدیا جائیگا"

رزولیوشن کے متعلق جو سوالات کئے گئے ان کے جواب میں مسٹر جناح نے اس پر زور دیا کہ یہ ریزولیوشن بالاتفاق منظور ہوا ہے۔ اس بات کے اعادہ کے ساتھ کہ مسلم لیگ پورے طور پر سول نافرمانی میں شریک نہیں ہے۔ مسٹر جناح نے فرمایا کہ:۔

"ضابطہ میں مسلم لیگ نے سعی و اہتمام جنگ کی ذمہ داری اس وجہ سے اپنے سر نہیں لی ہے کہ گورنمنٹ نے باعزت شرائط پر مسلم لیگ کی حکومت کے انتظام میں شریک کرنے سے انکار کر دیا"

مسٹر جناح نے اس کی وضاحت کرنے کے سلسلہ میں کہ کمیٹی کا ٹھیک ٹھیک اس سے کیا مطلب ہے کہ وہ کسی پارٹی سے اس کے متعلق گفت و شنید کرنے کے لئے تیار ہے اس سے انھوں نے اتفاق کیا کہ پارٹی سے مراد کوئی ایسی پارٹی ہے جو مسلمہ ہو اور جو کچھ رکھتی ہو۔

انھوں نے اس پر زور دیا کہ لیگ کی روش رہی رہی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ رزولیوشن میں کسی عارضی گورنمنٹ میں شرکت کے لئے شرط مقدم کے طور پر مسلم لیگ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کا اصول منظور کر لیا جائے۔

سوال:۔ کیا اس رزولیوشن کے یہ معنے ہیں کہ آپ بقیہ ہندوستان کے استقلال سے قبل پاکستان چاہتے ہیں؟

مسٹر جناح:۔ میں چاہتا ہوں کہ حکومت برطانیہ بلا تاخیر وہ اعلان کرے جس کے لئے اس رزولیوشن میں کہا گیا ہے۔ یہ اعلان ہونے کے بعد مسلمانان ہند کسی تحفظ کے لئے اہتمام رسمی جنگ کرنے اور جنگ کو کامیابی کے ساتھ لڑنے کی غرض سے عارضی گورنمنٹ قائم کرنے کے لئے تجاویز پر غور کرنے کو تیار اور رضامند ہونگے خواہ کسی پارٹی کی طرف سے پیش ہوں۔ اس عارضی گورنمنٹ کو جو اختیارات منتقل کئے جائیں ان کی کوئی حد نہیں ہے مگر یہ معاملات گفت و شنید سے طے ہونگے

ہے۔ ہم اس طرح عارضی گورنمنٹ میں شریک نہیں ہو سکتے ہیں کہ اس میں نہ ہماری حیثیت مساویانہ ہو اور نہ پاکستان کے متعلق کوئی تصفیہ ہو۔ جہاں تک اس اعلان کے جس کی ہم نے خواہش کی اور گورنمنٹ کے وعدے کے عارضی گورنمنٹ قائم ہو لی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آخر میں پھر ہمارے سامنے کریپس تجاویز رکھ دی جائیں۔

ایک اور سوال کے جواب میں مسٹر جناح نے فرمایا:۔

"اگر حکومت کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو کمیٹی پھر صورت حال پر غور کرے گی"۔

اسمبلی میں تحریک سول نافرمانی اور حکومت کی طرز عمل کا شور

نوابزادہ لیاقت علی خاں کی تقریر

سرکاری مقررین میں ڈاکٹر امبیدکار سرکاری ممبر ہو دوران کی تقریر گویا مجاہدانہ ایسی تھی جس کے چھینٹوں سے ہر ایک کو دامن بچانا مشکل ہو گیا۔ گزشتہ چھ سال سے انتخابات اسمبلی نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک پرانے ممبر ہی چل رہے ہیں۔ انھوں نے تقریر میں کانگریسی لیڈروں کا گرفتار کرنا جائز اور برحق کر دیا پھر قومی حکومت کے مطالبہ پر کہا کہ آج انگزیکٹو کونسل مرکزی حکومت کی ایسی نوعیت ہے کہ اس کی حکومت مطلق العنانی بالکل نہیں ہے اور ذمہ داری مجموعی ہے۔ قومی حکومت کا مطالبہ الجھے ہوئے دماغوں کی فکر ماؤف کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ فرقہ وارانہ تقلید کو ٹال دیا جائے۔ مگر جب تک یہ فرقہ وارانہ تصفیہ نہیں طے ہو لیتا اس وقت تک اس ایوان کی تشکیل ان کی صورتوں پر نہیں ہو سکتی جس کو حق مداخلت پر قدرت ہو سکے ۔۔۔

اس کے اشتعال نے متعدد اعتراضات برپا کئے اور پارٹی لیڈروں نے اپنی جماعتوں کی جانب سے اصل رزولیوشن کو بھی شامل جواب کر لیا چنانچہ نوابزادہ لیاقت علی نے مسلم لیگ کے نظریہ کے پیش نظر کہا کہ اس ایوان پر ڈاکٹر امبیدکر کے اشارے تلخ کامی پر مشتمل تھی۔ اگر پچھلے تین برسوں میں کوئی انتخاب نہیں ہوا تو اس کی ذمہ داری ایوان پر نہیں عائد ہوتی بلکہ اس حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کے پنج ممبروں میں سے ایک ڈاکٹر امبیدکر بھی ہیں۔ ڈاکٹر امبیدکر۔ انتخاب دینے والوں کا کیا خیال ہے؟

نوابزادہ۔ اس مجلس قانون ساز میں جس قدر مقبولیت حاصل ہے حکومت کو جس کی رکنیت کا شرف ڈاکٹر امبیدکر کو بھی ہے اتنی معقولیت بھی نصیب نہیں ہے (چیرز اور "استعفیٰ دو" کے نعرے)

پھر کہا کہ اس نازک وقت میں [illegible] طور پر مسلم لیگ سے خواہش ہوتی رہی کہ وہ اس وقت [illegible] کرے۔ اسی لئے کہا

کہ کانگریس پارٹی نے دیانتداری اور خلوص پر مبنی صاف طور سے اعلان کر دیا تھا کہ گفتگو کرے۔ مداخلت کی تا وقتیکہ انگریز یہاں سے نہیں چلے جاتے گنجائش نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد بھی جن جماعتوں اور لوگوں نے مسلم لیگ سے عقدہ کے حل کرنے کی خواہش کی ان کو پہلے لازم ہے کہ وہ کانگریس کو یہ سمجھائیں کہ ہندوستانی آزادی کے حصول میں کسی عملی پیش قدمی سے پہلے ہندو مسلم مسئلہ کا تصفیہ لازم ہے اور اس سے اس کو تسلیم کرایا جائے۔ مسٹر گرفتھ نے دریافت کیا ہم اختیارات کس کے حوالہ کریں۔

نوابزادہ لیاقت علی۔ ہندو اکثریت کے علاقے ہندوؤں کے اور مسلم اکثریت کے علاقے مسلمانوں کے حوالے کر دیجئے۔ اس میں کیا مشکل ہے۔

پھر آپ نے ایوان کے سامنے تحریک زیر بحث پر مسلم لیگ پارٹی کی اس طرح وضاحت کی۔ اس حکومت میں ہمارا کوئی دخل ہے نہ اختیار ہے اور نہ شنوائی ہے۔ لہذا یہاں ہمارے آنے کی غرض یہ تھی کہ حکومت کے فیصلوں کی رجسٹری کریں یا اس کے اعمال کی داد دیں۔ لہذا مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس تحریک پر وہ بالکل الگ رہے گی۔

ترمیموں کی بنسبت ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم ہندوستان کی آزادی اور نجات کے حامی ہیں اور ہر جماعت کے تعاون سے عارضی حکومت قائم کرکے کامیاب جنگ کرنا اور اپنے گھر بار کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ ہر جماعت اور حکومت ہمیں اس امر کی ضمانت دیں کہ دس کروڑ مسلمانوں کو صرف اظہار خیال کا حق ہی نہیں جیسا کہ مسٹر چرچل نے کہا بلکہ خود آزادی کا بھی حق ہوگا یعنی جن علاقوں میں ان کی آبادی اکثریت میں ہے وہاں مسلمانوں کو اپنا مستقبل خود بنانے اور وہاں کامل آزاد حکومتیں قائم کرنے کے اختیارات ہوں گے۔

پھر ہندوؤں سے اپیل کی کہ ہندو اس تجویز پر غور و فکر سے کام لیں۔ پھر کہا "کیا ہندوستان میں رہنے والے ہندو اور مسلمان باہم ایک دوسرے کا حق واجب دیکر نہیں رہ سکتے۔ کونسی صورت بہتر ہے۔ مجموعی ہندوستان میں غلام بنکر رہنا یا منقسم ہندوستان میں آزاد ہو کر رہنا۔ یقین جانیے کہ اگر ہمارے درمیان ایک دوسرے کے حقوق کے پہچاننے اور قدر کرنے پر اتفاق ہو جائے۔ اگر لین دین کے جذبے کا اتباع کرنے لگیں تو دنیا میں کوئی طاقت ہندوستان کی آزادی میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ تین چوتھائی ملک آپ لے لیجئے اور ایک چوتھائی ہم کو دیجیے اور پھر دونوں متحد ہو کر سلطنت برطانیہ سے کل ہندوستان واپس لے لیجئے۔

اعلان جلسہ

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس منتظمہ (سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی) مسلمانان ہند کی با نمائندہ اور انتخابی جماعت ہے۔ پانچ روپیہ دینے والے کانفرنس کے عام ممبروں کی فہرست میں سے اس جماعت کا مختلف صوبوں سے مناسب آبادی کے لحاظ سے انتخاب عمل میں آتا ہے۔ کانفرنس کی مجلس منتظمہ کی بالکل وہی حیثیت ہے جو مسلم یونیورسٹی کورٹ یا آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی ہے اور اس کی رکنیت میں خوش قسمتی سے منتخب اور چیدہ چیدہ اکابر ملت اور ماہرین تعلیم شامل ہیں۔

کانفرنس کے جدید قواعد کی رو سے دوران سال میں بعض خاص مقاصد کے تحت مجلس منتظمہ کے کچھ خصوصی اجلاس منعقد ہونا قرار پاتے ہیں جن میں سے ایک اجلاس تعلیمی ہے جو ۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ۵ بجے شام صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ میں منعقد ہوگا۔ اس اجلاس میں غور کرنے کے لئے تعلیمی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ مناسب تجاویز یکم اکتوبر تک ارسال فرمائیں۔ موصول شدہ تجاویز صرف ۸ اکتوبر کے جلسہ منتظمہ میں غور ہوگا بلکہ ان میں سے اہم تجاویز کو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں بھی جو تعطیلات کرسمس ماہ دسمبر ۱۹۴۲ء میں انشاء اللہ منعقد ہوگا پیش کیا جائے گا۔

(خان بہادر) عبدالمجید قریشی ایم۔ اے
آنریری جوائنٹ سکریٹری کانفرنس

تبصرہ:- اورینٹل بیمہ کمپنی

اورینٹل گورنمنٹ سکیورٹی لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ کی ۱۹۴۱ء کی ترقی کی روئداد شائع ہوئی ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ سال مذکور میں کمپنی نے تقریباً ساڑھے سات کروڑ روپیہ کی نئی پالیسیاں جاری کیں اخراجات کی شرح پریمیم کی آمدنی سے ساڑھے انیس فیصدی کے قریب رہی ہے۔ سال مذکور میں ۱،۰۷،۱۰،۲۷۱ روپیہ کے مطالبات وفاتی اور اختتامی ادا کئے گئے یا تسلیم کئے گئے۔ سود سے آمدنی بعد ادائے ٹیکس ۱،۰۱،۹۶،۶۷۹ ہوئی ہے۔ آمدنی اور خرچ کی اور مدیں بھی اسی طرح کمپنی کے شایان شان ہیں اور اس اعتبار سے کمپنی ملک کے سرمایہ کو ملک میں کارآمد بنانے میں سعی بلیغ کر رہی ہے اس لئے ہندوستان میں بیمہ کا اوسط ابھی دوسرے متمدن ملکوں کے مقابلہ میں کم ہے اس کے مقبول عام بنانے میں بیمہ کے ذمہ دار حلقوں میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ خریداران پالیسی کو کمپنی کے منافعوں میں شریک کر کے ان کو جو منافعے ادا کئے جاتے ہیں ان کو روکا جائے۔ گو چند کمپنیوں نے اس تجویز کی تائید کی مگر کمپنی ہذا نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ بیمہ اور مالیات کی پیچیدگیوں کا صحیح طور سے سمجھنا ہر تعلیم یافتہ اور باخبر شخص کے بس کا کام نہیں ہے اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ کون سا گروہ صحت پر ہو سکتا ہے۔ سالانہ جلسہ کی روئداد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کی کارگزاریوں میں ابھی تک خریداران پالیسی کو نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ ابھی اس حق کی تکمیل کے جہاد کی ابتدائے نام ابتدا ہوئی ہے۔ ہماری رائے میں بیمہ کمپنیوں کے رہبر کی حیثیت سے اور سب سے زیادہ گاہکوں کی امانتوں کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے میں کمپنی کو پالیسی داروں کو حق نمائندگی دینے میں رہبری کرنا چاہئے تھا مجموعی طور سے ہماری رائے میں یہ کمپنی بیمہ کرانے والوں کے لئے ملک کی بہترین کمپنیوں میں ہے۔

برمحل

برطانیہ کی جنگی وزارت کی لگام پکڑے ہوئے اب تک مسٹر چرچل کو دو برس گزر چکے ہیں اس دوران میں ملک کے ہر طبقہ کے لیڈر اور پریس نے اس مطالبہ کی آرزو کیں کہ صاحب وزیراعظم ایک دفعہ اپنی زبان سے ہمارے مفاد اور انعام کی تشریح کریں۔ اس دوران میں چرچل مذکور نے بیسیوں تقریریں کیں مگر ہندوستان کو کبھی لائق التفات نہ سمجھا۔ دو چار دفعہ ہندوستانی سپاہیوں کا ذکر کیا اور ان کی جانبازوں کی داد دی لیکن اس لئے کہ تقاضہ وار جماعتوں کی شورش کی تردید کی جائے۔ تاہم کانگریس کی تحلیلی قرارداد کی پاداش میں کانگریس لیڈروں کی گرفتاریاں ہوئیں۔ ملک نے ان سے جو نازک صورت بڑھ گئی ہے اس میں تمنا اثر تو نظر آیا جو ہندوستانی لیڈروں کی دو برس کی پکار سے نہ نکلا تھا اور چرچل جیسے آسمان رفعت اور عدیم الفرصت امیر دولت برطانیہ کو تقریر کے واسطے وقت نکالنا پڑا اور تقریر کرنا پڑی۔

سرسید کو اس کا دعوٰی تھا کہ وہ انگریز داں ہیں۔ مولانا محمد علی مرحوم کو بھی اس علم پر عبور تھا اور ہمیں یقین ہے کہ قائد وقت محمد علی جناح بھی اس امر ازلی سے آگاہ ہیں لیکن افسوس کہ کہ ایک استمراری غلطی سے انھوں نے یہ روش کر دیا کہ قائد موصوف کمال انگریزی دانی سے تجاوز کر کے اس کمر سنی میں بھی انگریزی داں نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں کانگریس کو لائق خطاب سمجھا اور اسی کو مستوجب عتاب بنایا مگر مسلم لیگ کے لئے ایک حرف بھی زبان پر نہ آیا۔ چرچل موصوف نے یہ تو کہا کہ دس کروڑ مسلمان کانگریس سے باہر ہیں لیکن اس کے بتلانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ کس کے اندر ہیں۔ انھوں نے یہ تو بتلایا کہ مالدار کارخانہ داروں کے سوائے کانگریس اور کسی جماعت کی نمائندہ نہیں لیکن اس کے بتلانے کی ضرورت نہ ہوئی کہ آخر ان کروڑوں بندگان خدا کے سر دھرے کون ہیں۔

مسٹر چرچل کے اس سکوت پر یعنی اس "مسلم لیگ فراموشی" پر قائد اعظم محمد علی جناح کو بہت غصہ آرہا ہے اور کہہ رہے ہیں دیکھو اس بھلے آدمی نے مسلم لیگ کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیگ چاہتی تو کانگریس سے پانسو گنا زیادہ حکومت کو تنگ کر سکتی تھی۔ پھر اب کیا ہونا چاہیے؟

نوٹس

بعدالت انسالونسی جج علی گڑھ اجلاسی سید ایس۔ این۔ وشٹ انسالوینسی جج علی گڑھ

مقدمہ ۱۳۵ سنہ ۳۵

کسم چند بعدہ مسماۃ جھیا بائی بیوہ کسم چند قوم جینی ساکن پالکی خانہ علی گڑھ و ہرشچندر ولد کسم چند قوم جینی ساکن پالکی خانہ علی گڑھ انسالونشان

بنام جملہ قرضخواہان

بذریعہ نوٹس ہذا جملہ قرضخواہان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اشخاص مذکورہ بالا کا حکم دیوالیہ منسوخ ہوگیا ہے۔

المرقوم ۱۱ ستمبر ۱۹۴۲ء

مہر عدالت

بحکم عدالت
دستخط منصرم

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب سول جج صاحب بہادر ہردوئی مقام ہردوئی

مقدمہ نمبر اجرا ڈگری ۲ سنہ ۱۹۴۲ء

سید محمد شبیب ولد سید ناصر علی قوم سید ساکن قصبہ سندیلہ حال وارد سب انسپکٹر پولیس سی آئی ڈی پٹنہ ڈگریدار

بنام چندر پال سنگھ وغیرہ مدیونان

بنام چندر پال سنگھ و نکھیت سنگھ بالغان و سوگر سنگھ نابالغ بولایت چندر پال سنگھ برادر حقیقی پسران نوبجند سنگھ و شمشیر سنگھ و سیورتن سنگھ بالغان و پرتاب سنگھ نابالغ بولایت شمشیر سنگھ برادر حقیقی پسران چھوٹے سنگھ اقوام ٹھاکر ساکنان موضع اٹوہن پرگنہ و تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی و [illegible] ٹھاکر [illegible] پال سنگھ ولد نامعلوم ٹھاکر ساکن موضع گاجو پرگنہ و تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی مدیونان

ہرگاہ مسمی ڈگریدار نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ مسمی سوگر سنگھ و پرتاب سنگھ نابالغان کے ولی مقرر فرمائے جاویں اور قائم مقامان فرمائے جاویں۔

لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے واقف ہو بوقت دس بجے بتاریخ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور آپ کی غیر حاضری میں سماعت کی جائے گی۔

بتاریخ ۸ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(نوٹ) سوگر سنگھ نابالغ بولایت چندر پال سنگھ برادر حقیقی پسر نوبجند سنگھ ⎫ اقوام ٹھاکر ساکن موضع اٹوہن پرگنہ و تحصیل سندیلہ
پرتاب سنگھ نابالغ بولایت شمشیر سنگھ برادر حقیقی پسر چھوٹے سنگھ ⎭
ضلع ہردوئی

اگر آپ کو کوئی عذر نابالغان کے ولی ہونے میں ہو تو تاریخ پیشی پر حاضر ہو کر اپنا عذر پیش کرو۔

بموجب آرڈر ۳۲ - قاعدہ ۴ ضابطہ دیوانی۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت منصفی اول بلندشہر مقام و ضلع بلندشہر — مقدمہ نمبر ۲۲۱ اجرا بابتہ سنہ ۱۹۴۲ء

ٹھاکر امر سنگھ ولد چندن سنگھ قوم راجپوت ساکن موضع چاندپور پرگنہ [illegible] ضلع بلندشہر مدعی ڈگریدار

بنام وزیرا وغیرہ — بنام مسماۃ وزیرا بیوہ لالا و مسماۃ منیرا بیوہ احمد اقوام [illegible] ساکن قصبہ خورجہ محلہ کھٹیک واڑہ خورجہ ضلع بلندشہر متعلقہ منصفی خورجہ

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی ڈگریدار نے واسطے نیلام مال کے درخواست گزرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۷ ماہ اکتوبر سنہ ۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج تاریخ ۱۱ ماہ ستمبر سنہ ۴۲ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) بحکم عدالت دستخط منصرم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۸۱ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت حاکم مال چودھری مختار سنگھ صاحب بہادر ریونیو افیسر بلندشہر مقام و ضلع بلندشہر

مسماۃ حفیظ النساء مدعیہ — مرزا [illegible] مدعاعلیہ

بنام اعتباری ولد رسیا قوم چمار ساکن قدیم موضع بھول پرگنہ اگوتہ تحصیل و ضلع بلندشہر

واضح ہو کہ مدعیہ نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بیدخلی دفعہ ۱۸۰ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن بمقام بلندشہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۹ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۵۶۸ — بعدالت مال جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ

مہری راجہ سورج پال سنگھ صاحب مدعی

بنام جوتی پرشاد ولد سرن [illegible] قوم برہمن ساکن موضع رسولی پرگنہ سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ مدعاعلیہ

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۸ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام سکندرہ راؤ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

بیادگار ابراہیم بیگ

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۶۱

ظفر عمر بی۔ اے (علیگ)
اڈیٹر و پرنٹر و پبلشر

علی گڑھ

چندہ سالانہ
ممبری پانچ روپیہ
عام چار روپیہ

تاریخہائے اشاعت:۔ یکم - ۸ - ۱۶ - ۲۴

جلد (۱۴) | مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر (۲۹)

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

آخری اشاعت [illegible] گزشتہ میں ہم نے محترم ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر یونیورسٹی کے خط کا ترجمہ درج کر کے یہ ظاہر [illegible] بیان کو شش [illegible] سکریٹری ایسوسی [illegible] ایشن کے ساتھ حد درجہ ناانصافی کا برتاؤ کیا۔ آخر [illegible] نے محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ۲ ستمبر کو [illegible] ستمبر کو خطوط بھیجکر معاملہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی درخواست کی اور جب ان خطوں کا جواب نہ آیا تو ۷ ستمبر کو ایک خط بھیجکر التجا کی کہ چند ممبران ایسوسی ایشن کو اپنی خدمت میں آنے کی اجازت دیجئے تاکہ بالمشافہ گفتگو کے بعد یہ معاملہ طے ہو جائے اور ایسوسی ایشن نیز یونیورسٹی بدنامی سے محفوظ رہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے ان معروضات پر مطلق توجہ نہ فرمائی اور کسی مراسلہ کا جواب نہ دیا۔

ہم ان خطوط کا ترجمہ ذیل میں درج کر کے اولڈ بوائز کی توجہ موجودہ حالات کی جانب رجوع کرنا چاہتے ہیں:۔

۲ ستمبر ۱۹۴۲ء۔

ڈیر سر ضیاء الدین احمد۔

آپکا ۳۰ اگست ۱۹۴۲ء کا خط جو میرے ۲۸ اگست والے خط نمبر ۳۰ کے جواب میں لکھا گیا ہے وصول ہوا۔ آپ نے خط میں لکھا ہے کہ اُس کے باور کرنے کی میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ کارروائی کسی طرح غلط تھی۔ چونکہ آپ خود جلسہ میں شریک نہ تھے اس لئے آپکی رائے کا دارومدار بیان پر ہو سکتی ہے۔ ہم پاس سے درخواست کرینگے کہ یہ معاملہ بہت اہم ہے اور آپ جیسے ذمہ دار افسر کو ایسے معاملہ میں عجلت سے کام نہ لینا چاہیئے۔ اس لئے التماس ہے کہ اس امر پر مہربانی کر کے دوبارہ غور فرمائیں۔

۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

ڈیر سر ضیاء الدین

آپ کے ۳۰ اگست اور میرے ۲ ستمبر کے خطوط سے پیوستہ جس میں میں نے ۲۷ اگست کے اولڈ بوائز کے جلسہ کی کارروائی کی بے ضابطگی کی جانب توجہ دلائی تھی ایک اہم مسئلہ سمجھ کر آپ سے خواہش کی تھی کہ اس بارہ میں رائے قائم کرنے میں عجلت نہ کریں بالخصوص اس وجہ سے کہ آپ خود جلسہ میں شریک نہ تھے اور حاجی عبدالرب صاحب کے بیان پر آپ نے یکطرفہ رائے قائم کی ہے۔ اس جلسہ میں جو بے ضابطگیاں عمل میں آئی ہیں میں ان کے کسی پہلو پر آپ سے بحث نہیں کرتا لیکن اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے دستور العمل میں کسی ہرود [illegible] کمیٹی کی نہ گنجائش ہے نہ کسی ایسی کمیٹی کے تشکیل پذیر ہونے پر اس کو منجانب ایسوسی ایشن کچھ باضابطہ انتخاب کئے ہوئے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ممبران اور عہدیداران کی موجودگی اور قیام میں جبکہ انہوں نے استعفیٰ بھی نہیں دئے ہیں کام انجام دینے کی اجازت ہے۔

آپ کے مذکورہ بالا خط کے بعد میرے [illegible] ہوتے ایک بل کی ادائیگی پر خزانچی صاحب نے اجرائے چیک سے انکار کر دیا۔ یہ غالباً آپ کے کسی حکم و ہدایت پر موقوف ہے یہ بہت غور طلب مسئلہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وظائف، تنخواہ عملہ وغیرہ نہیں دی جا سکیں گی اور ایسوسی ایشن کے کام میں مزاحمت ہوگی۔

امید ہے کہ آپ اس امر کو سمجھیں گے کہ ہمارے سرمایہ پر یونیورسٹی کو کوئی اختیار نہیں ہے اور وائس چانسلر صاحب یا خزانچی صاحب اجراء نہیں روک سکتے۔ لہذا آپ نے اس معاملہ کے جو احکام دئے ہیں یا خزانچی ان کی تعمیل کرتا ہے ضابطہ کی حدود سے متجاوز متصور ہونگے اور اس کی وجہ سے آپ پر ذاتی ذمہ داری آئیگی۔

اس نام نہاد کمیٹی کی جس طریقہ سے حمایت کی ہے اس کو افسوس کے ساتھ اپنی بدنصیبی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ لوگوں کو ۲۷ اگست سے جلسہ سارے کئے دھرے کو آپکی طرف منسوب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے پھر درخواست کرتا ہوں کہ صورت حال پر اس خط کی روشنی میں پھر غور فرمائیں اور جلسہ مذکور کے سلسلہ میں اگر کوئی احکامات آپ نے صادر کئے ہیں انہیں واپس لیکر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کو اس کے راستہ پر جانے دیجئے۔

۱۷ ستمبر

ڈیر ڈاکٹر ضیاء الدین

آپ کے ۳۰ اگست ۱۹۴۲ء کے خط کے بعد جس میں آپ نے ۲۷ اگست کے جلسہ کی کارروائی کو باضابطہ قرار دیکر لکھا تھا کہ میں ایسوسی ایشن کا سکریٹری نہیں رہا اور ملازمین یونیورسٹی کو اس سلسلہ میں احکامات دئے تب سے ایسوسی ایشن کا کام رک گیا ہے۔ خزانچی ایسوسی ایشن کا روپیہ میرے طلب کرنے پر نہیں دیتے لہذا وظائف اور تنخواہ عملہ کی رکی ہوئی ہے جس سے مستحقین کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اولڈ بوائز کی کثیر تعداد مجھ کو چاہتی ہے کہ اپنی صفائی میں کوئی قانونی چارہ جوئی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ وہ قطعی محفوظ ہے لیکن صلح اور دوستی سے جناب قضیہ طے کر لینے کی امید ہے میں ایسا نہیں چاہتا مجھے یقین ہے کہ سینیئر اولڈ بوائز جو اطراف ملک میں ذمہ دار عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے ہمارے مقامی قضیہ کے چکانے میں اس وقت زحمت سفر اختیار نہیں کر سکتے اس دوستانہ تصفیہ کی اطلاع پا کر بہت خوش ہوں گے۔ میں اپنی جانب سے تمام اختلافات پر خاک ڈالنے کے لئے تیار ہوں جن سے ہماری برادری کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اسی غرض سے میں اور چند اور سینیئر اولڈ بوائز آپ سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ ایسوسی ایشن

(باقی مضمون صفحہ ۶ پر)

ہمارا بیرا

(از شائستہ اختر سہروردی صاحبہ)

کانگرسیوں کو انگریزوں سے شکایت ہے کہ ہندوستان کو آزادی سے محروم کر دیا۔ مسلم لیگ شاکی ہے کہ ہماری حکومت چھین لی۔ گاندھی جی کا کہنا ہے کہ ہندوستان کی صنعت کو برباد کر دیا۔ کمیونسٹ کہتے ہیں کہ مزدور کو لوٹ لیکن انگریزی حکومت کے سب سے بڑے ظلم کا کوئی بھی شاکی نہیں! یعنی اس نے ہندوستان میں دو ایسی کمزور چیزیں پیدا کیں جو دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں۔ یعنی آیا اور بیرا۔ مشرق کی تہذیب کو مغرب کے تصادم سے جو نقصان پہنچا یہ ان کی زندہ مثال ہے۔ ان کی ذہنیت ان کی زبان، ان کی طرز معاشرت ان کا نقطۂ نگاہ پکار پکار کر اس بات کی فریاد کر رہا ہے کہ دیکھو مغرب نے مشرق کے ساتھ کیا کیا۔ آپ کہیں گی میں مبالغہ کر رہی ہوں نہیں جناب آپ نے شاید کبھی اس مضحکہ خیز ہستی یعنی "بیرا" کی ذہنیت اور گفتگو کے نقطۂ نگاہ پر غور نہیں فرمایا میں آپ کی خدمت میں اس طبقہ کے ایک فرد کی تصویر پیش کرتی ہوں اس کو پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ میرا یہ کہنا صحیح ہے یا غلط کہ سب سے بڑا ظلم ہندوستان پر ان ہستیوں کی تخلیق ہے۔

کچھ روز ہوئے مجھ کو ایک اصل نسل بیرا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اس سے قبل بھی اس قسم کی مخلوق کو دیکھا ہے مگر چند روز بعد ہی مغرب کی تہذیب کی یہ پیداوار میرے گھر کے مشرقی ماحول میں نہ پنپ سکنے کی وجہ سے رخصت کر دی جاتی تھی لیکن آجکل دہلی میں نوکروں کی قلت کی وجہ سے مجھے اس دفعہ اسے پورے دو مہینے رکھنا پڑا۔

ہمارا بیرا "بیریت" کی مکمل تصویر تھا، مغربیت اس کی رگ رگ میں پیوست ہو چکی تھی۔ اس نے بڑی کوششوں سے صاحبوں کے رہنے کے طور طریقے سیکھے تھے اور مجھے یقین ہے کہ میرے یہاں کے نیٹوپن سے بیچارے کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہوں گے اور دنیا کی نیرنگی پر اپنے دل میں حیران ہوگا کہ نئی دہلی میں رہنے والے آئی۔ سی۔ ایس کہلانے والے لوگ اور ایسے نیٹو؟

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

پہلا دھچکا جو اس بیچارے کی مغرب پسند طبیعت کو میرے یہاں لگا وہ یہ تھا کہ جب اس نے رات کے کھانے کے بعد نہایت ادب سے جھک کر میرے صاحب کے کانوں کے قریب لاکر پوچھا "پلنگ چائے کے بجے مانگتا"؟ اور اس کا جواب آیا کہ "ہم لوگ پلنگ چا" مرے سے پیتے ہی نہیں تو اس کو یقین نہ آتا تھا کہ اس نے صحیح سنا "کچھ فروٹ بسکٹ مانگتا" اس نے پھر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں پوچھا "نہیں کچھ بھی نہیں" جواب سن کر اس نے نا امیدی سے اپنے دل کو قابو میں لاکر پھر پوچھا۔ "چھوٹی حاضری کے بجے مانگتا"؟ ہم نے جواب دیا "ہم لوگ ناشتہ صبح ۸ بجے کیا کرتے ہیں" اس مختصر جواب کو سن کر اس بیچارے نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ہمیں سلام کیا اور یہ سوچتا ہوا کہ میں کیسے جنگلیوں میں آ پھنسا کمرے سے چلا گیا۔

لیکن یہ اس کی ناکامیوں کی ابتدا تھی۔ دو مہینے اس نے ہمارے گھر میں وہ رنج اٹھائے کہ اس کا دل چھلنی ہو گیا ہوگا۔ دوسرے ہی دن صبح اس نے چائے دان میز پر رکھتے ہوئے اپنے بہتر کانا پھوسی کی "انڈا کیسا مانگتا صاحب" انہوں نے اخبار پڑھتے ہوئے میری طرف سے کہا "خاگینہ" بیچارہ بھونچکا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "خاگینہ نہیں جانتے؟ انڈے کو توڑ تاڑ کر پیاز مرچ کتر...." ابھی میں جملہ ختم بھی نہ کرنے پائی تھی کہ اس نے کہا "ہم ہندوستانی برتن نہیں جانتا، انگریزی برتن بنا سکتا" میں نے کہا "اچھا انڈا تل لاؤ" وہ ہنوز کھڑا تھا۔ میں نے دوبارہ کہا "انڈے تل لاؤ" میں نے دیکھا وہ اپنے دماغ پر بہت زور دے رہا ہے کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے چڑ کر کہا جاؤ انڈا فرائی کر لاؤ" انگریزی لفظ سنتے ہی اس کے جان میں جان آگئی وہ مسرت کے ساتھ کھانے کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

روزانہ یہی تماشا ہوتا اور ہمارے نیٹوپن سے بیچارے کو رنج پر رنج پہنچا رہتا تھا، ادھر ہم اس کی انگریزیت سے جل بھن کر کوئلہ ہو جاتے تھے۔ جتنے دن وہ رہا گھر کی فضا ویسی ہی تھی جیسے یورپ کی فضا "کرائسس" کے زمانے میں۔

میری کمزوریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں اردو کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میں کسی کو دہلی کی کوثر سے دھلی بامحاورہ چٹخارہ دار زبان بولتے سنتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ گھنٹوں سنتی رہوں چاہے گفتگو کا مقصد کچھ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح کسی کو اردو کو توڑ مروڑ کر بولتے سنتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ اس کا گلا گھونٹ دوں۔ دو تین دن تک تو میں ایسے جملے سنتی رہی اور برداشت کرتی رہی۔ "آپ کو ٹیلی فون پر منگتا" "چائے آپ کے بجے لے گا" "بابا لوگ کا ٹیبر میز پر ہے" "فلاں نے آپ کو سلام دیا ہے" لیکن تیسرے دن آخر میں نے ٹوک ہی دیا۔ بہرام مراد آباد کے رہنے والے ہو کر ایسی زبان بولتے ہو۔ تمہاری بیوی تو بہت صاف اردو بولتی ہے تم کیوں نہیں ایسی باتیں کرتے؟ "ہم چھوٹا وقت سے صاحب لوگ کے ہاں کام کیا اس سے ایسا بولتا" میں نے کہا انگریز کے ہاں کام کرنے کی وجہ سے زبان خراب ہو [illegible] ہندوستانی کے یہاں ہو [illegible] بیچارے نے [illegible] ربط در [illegible] گھونسلے کی طرح اس کلام کو پی لیا اور ایک آدھ دفعہ کوشش بھی کی کہ سیدھی طرح بولے مگر اس کی گھٹی میں اگر ریت پڑی ہوئی تھی وہ کہاں سے جاتی۔ "چائے لگا" کے بدلے اس نے دو ایک دفعہ بات کر کے "آپ چائے کس وقت پئیں گی" تو کہہ دیا اس کے علاوہ اس کی مغرب زدہ طبیعت اور کوئی ترمیم اپنے طرز گفتگو میں برداشت نہ کر سکی۔

کھانا کھلاتے وقت بیچارے کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اگر انگریزی کھانا ہو تو وہ بڑی خوشی سے کھلاتا تھا لیکن ہندوستانی کھانا ہوتا تو اس کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اول تو اسے یہ طریقہ ہی معلوم نہ تھا یا کم از کم اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ ہندوستانی کھانا کس طرح کھایا جاتا ہے اس لیے دو دو پلیٹ سالن ہر چیز کے بعد لایا کرتا اور جہاں ہم نے دو نوالے کھائے کہ پلیٹ غائب! اور نوالہ ہاتھ کا ہاتھ میں! بھلا آپ خود فرمائیے وہ بغیر پلیٹ بدلے کھانا کھلانا کس طرح گوارا کر سکتا تھا۔ اس کو سب سے زیادہ رنج ہمارے فنگر بول میں ہاتھ نہ ڈالنے سے ہوتا تھا۔ وہ روزانہ ڈیولی لگا لگا کر فنگر بول میز پر لاتا اور ہم کہتے نہیں آفتابہ چلمچی اٹھا لاؤ۔ آفتابہ چلمچی جیسی چیزوں کا چھونا بھی اس کے لیے کسر شان تھا اور نہ اس سے پانی ڈالنا تو اس کو دو مہینے میں آیا ہی نہیں۔

لیکن اس کی زندگی کا شاید سب سے تاریک دن وہ تھا جب میں نے اس کی توجہ پاندان کی صفائی کی طرف کروائی اور جس وقت لوگ ملنے آتے اور وہ نہایت مودبانہ طریقے سے پوچھتا "پینے کے واسطے کیا لائے گا حضور!" اور میں اس سے پاندان منگواتی تو اس کا دل بیٹھ جاتا۔ اف نئی دہلی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر پان کھایا جائے۔

قوم لوبت ہی زندہ بگنبد افراسیاب نہ کا معاملہ نہیں تو کیا ہے۔

اور جس دن اس نے ایک کرنل کی دری میں ملبوس شخص کو اپنے ہاتھوں سے پان لگا کر کھاتے دیکھا شاید اس روز اس کو قرب قیامت کا یقین آگیا۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اس کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے یا خواب دیکھ رہا ہے مگر ہمیں تو شاید اس نے عجیب الخلقت سمجھ کر صبر کر لیا تھا لیکن ہمارے ہاں کے مہمان بھی ایسے ہی نکلے اور نہ صرف یہ بلکہ جو بھی ہمارے یہاں ملنے آتا تھا وہ اسی رنگ میں رنگا ہوتا تھا اور ہمارے یہاں ٹھہرنے بار بار ٹھہر بھی اس کے لیے رنج دہ ثابت ہوتی تھیں۔ اکثر آنے والوں میں ایک بھی ڈنر جیکٹ میں نہ ہوتا تھا۔ ایک بھی نہیں!

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

سرگزشت

جلد (۱۴) | مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر (۲۹)

یہ جناح ہی کر سکتے ہیں

مسٹر چرچل اور ایمری کی پُر معنی تقریروں کے بعد ہندوستان میں اسمبلی کے چار دن کی جان بھی ختم ہو گئی۔ اگرچہ عام ہندوستانیوں کو اس سے دلچسپی نہ تھی تاہم ملک میں ایک گروہ اب بھی ایسا نظر آجاتا ہے جس کے بیشتر ارکان ہمیشہ برطانیہ کے ارادوں اور اعمال میں رضاکارانہ تبدیلی کی امید باقی ہے اور اسی لئے ان تقریروں کے انتظار میں تھے۔ اور فکرمند تھے۔

مسٹر چرچل کی تقریر نے اُن ہندوستانی لیڈروں کے جوش کو بالکل ٹھنڈا کر دیا جو سر تیج بہادر سپرو کی طرح امید باندھے ہوئے تھے کہ ہندوستان کی نازک حالت کا خیال کر کے وزیراعظم برطانیہ جو موجودہ جنگ آزادی اور جمہوریت کی بقا کے لئے لڑ رہے ہیں، ہندوستانی لیڈروں کی آرزو کے مطابق حکومت ہند کی باگ ڈور ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دیدیں گے۔

لیکن مسٹر چرچل کی تقریر نے ثابت کر دیا کہ برطانیہ دوران جنگ میں کوئی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہے اور ۸ اگست کے بعد جو بدامنی اور کشت و خون ہوا ہے اس کا ذمہ دار کانگریس کو قرار دے کر صاف اعلان کر دیا گیا کہ اس فتنہ کو فرو کرنے میں حکومت ہند جو کچھ کارروائی عمل میں لائے گی یقیناً برطانوی گورنمنٹ اور اہل برطانیہ اس کی حمایت کریں گے۔

اسمبلی کا جلسہ طلب ہوا تو اس کے متعلق بھی بعض لیڈروں نے یہی امید باندھی کہ گورنمنٹ ہند نیشنل گورنمنٹ بنانے کے متعلق کوئی اسکیم پیش کرے گی۔

جلسے سے چند روز قبل مہا سبھائی لیڈروں نے بھی یہ سمجھ کر کہ کانگریس پارٹی کے معتوب ہو جانے کے بعد اُن کے لئے قیادت کا میدان صاف ہے، حکومت ہند کی نئی تشکیل کے خواب دیکھنے لگے۔ مسٹر جناح سے ملاقاتیں کی گئیں اور مسٹر گاندھی سے ملنے کی بھی کوشش ہوئی جو ناکامیاب رہی اور اسمبلی کا اجلاس چند روز کی بے مصرف نشست کے بعد برخاست کر دیا گیا۔

مسٹر مور سابق اڈیٹر اسٹیٹسمین گزشتہ تین سال سے حالات جنگ کو بغور دیکھ رہے ہیں اور ہندوستان کی امداد جنگ میں فتح پانے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ انھوں نے تجویز کیا ہے کہ اس نازک وقت میں گورنمنٹ ہند کو اپنی قدیم ضد سے باز آکر حکومت کی عنان قومی لیڈروں کے ہاتھ میں دیدینا چاہیئے۔ حکومت ہند کو مسٹر مور نے مشورہ دیا ہے کہ مسٹر جناح پریسیڈنٹ مسلم لیگ سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی قیادت میں ملی جلی وزارت بنائیں لیکن افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس کے متعلق کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔

بمبئی اور دوسرے مقامات پر بھی ہندوستانی نوجوانوں نے ہزارہا دستخطوں کا ایک محضرنامہ بھی مسٹر جناح کے پاس بھیجکر درخواست کی ہے کہ وہ موجودہ سیاسی گتھی کو سلجھائیں۔ ہر سمت سے مسٹر جناح کی طرف نظریں اٹھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ باوجود سیاسی مناقشوں اور بحث و تکرار کی تلخی کے مسٹر جناح کی تدبر اور سیاست دانی کی نسبت اہل ملک کو اطمینان ہے کہ اس آڑے وقت میں قومی حکومت کی رہنمائی ان کے سپرد کی جا سکتی ہے اور وہ اپنے ملک کے مفاد کو کسی قیمت پر فروخت نہ کریں گے۔

سہاگن بیٹیاں

چالیس سال ہوئے علی گڑھ کے اولڈ بوائز سالانہ ڈنر کے موقع پر اسٹریچی ہال میں جمع ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علی گڑھ میں فرقہ بندی اور پارٹی کا نام بھی نہ سنا جاتا تھا۔ نئے پرانے طلباء اور اساتذہ کا ایک واحد مقصد تھا کہ علی گڑھ کالج کا نام روشن ہو اور سب مل کر اس کی خدمت کریں۔ نبی اللہ مرحوم۔ محمد امین مرحوم۔ شوکت علی مرحوم کے علاوہ غالباً چودھری نعمت اللہ صاحب اور آنریبل محمد اسمعیل بھی شریک دعوت تھے۔ نواب محسن الملک اور مسٹر تھیوڈور ماریسن کالج کے ان تمام نامور سپوتوں کو دیکھ کر مسرور تھے۔ خان بہادر چودھری خوشی محمد ناظر کشمیر نے اس مجمع میں ایک نظم پڑھی تھی جس میں اولڈ بوائز کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ

آئی ہیں میکے میں ملنے کو سہاگن بیٹیاں

یہ اس لئے کہا گیا تھا کہ اُس زمانہ میں کالج کے آنریری سکریٹری پرنسپل اور اساتذہ اولڈ بوائز کے ساتھ ایسی محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے تھے جو ان بیاہی بیٹیوں کے ساتھ ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد میکے میں آتی ہیں۔ لیکن گذشتہ بیس برس سے اولڈ بوائز کے ساتھ "سہاگن بیٹیوں" کی طرح کا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوتیلی ماں گھر میں ہے اور وہ سوتیلی بیٹیوں سے نفرت کرتی ہے۔

۲۷ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز میں محترم وائس چانسلر کے ایماء سے اُن کی پارٹی نے جو برتاؤ کیا وہ اس کی تازہ مثال ہے۔ چودھری خوشی محمد صاحب ناظر نے اپنا ووٹ تحریری بھیجا تھا وہ بھی مسترد کر دیا گیا۔

بازیچۂ اطفال

(نقل خط مسٹر ہارون خاں شروانی)

۲۵ ستمبر ۴۲ء

مخدومی و مکرمی جناب عمر الدین صاحب۔ سلامت

السلام علیکم۔

آپ کا مطبوعہ خط آیا جس میں خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے عہدوں کو پُر کرنے کے لئے نام پیش کروں۔ اس بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ جو کارروائی ۲۷ اگست کے جلسہ میں ہوئی اُسے میں ناجائز اور کالعدم تصور کرتا ہوں۔ لفظ یا کی جگہ اور کا اضافہ کرنے کا بغیر پیشگی نوٹس کے کسی کو کوئی حق نہ تھا اور نام نہاد صدر کو کوئی رولنگ کسی خلاف قانون امر کو قانونی نہیں بنا سکتی۔ اگر بر وقت کوئی ترمیم پیش کی گئی تھی تو صحیح طرز کار یہ تھا کہ جلسہ ملتوی کرایا جاتا اور ترمیم از سر نو گشت کرائی جاتی ورنہ اسے خلاف قانون قرار دیا جاتا۔ تحریری آراء آ جانے کے بعد اس طرح جلسوں میں بغیر کسی نوٹس وغیرہ کے ترمیمیں پیش کر دی جایا کریں اور تحریری رائیں محض وقتی صدر کے اشارہ ابرو پر مسترد ہو جایا کریں تو پھر تو کوئی خوددار شخص ایسے جلسے میں شرکت یا ایسی انجمن کی رکنیت قبول نہ کرے گا۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا اس بزرگ قدیم انجمن کو جس کے ساتھ بڑی روایات وابستہ ہیں "بازیچۂ اطفال" نہ بنایئے اور بہ حیثیت ایک ممتاز رکن کے اپنے آپ کو اس کارروائی سے علیحدہ فرمایئے۔

(دستخط) ہارون خاں شروانی

کمیونسٹوں کی راجہ جی اور مسٹر جناح سے اپیل

احمد آباد - ۲۴ مقامی کمیونسٹوں نے ایک میمورنڈم پر تقریباً دو ہزار افراد کے دستخط لئے ہیں جس میں [illegible] اور مسٹر محمد علی جناح سے کانگریس لیگ میں سمجھوتہ کر لینے اور ملک میں قومی حکومت قائم کر لینے کی اپیل کی ہے۔

یو۔پی کے اضلاع سے جرمانہ کی وصولیابی

لکھنؤ - اضلاع الہ آباد، فیض آباد، باندہ، ایٹہ، بستی اور اعظم گڑھ سے پچاس ہزار روپیہ جرمانہ وصول کر لیا گیا ہے جو گورنر یو۔پی کے حکم سے ان اضلاع پر لگایا گیا تھا۔

اسٹالن گراڈ میں دشمن کی آخری کوشش

ماسکو - اگرچہ اسٹالن گراڈ میں [illegible] جرمن فوج تھک کر چور ہونے کے قریب ہے تاہم وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے آخری کوشش کر رہی ہے۔

خوست پر بمباری کے بعد

پشاور - جریدہ اصلاح کابل میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ برطانی طیاروں نے سرحد افغانستان پر جو اتفاقیہ بمباری کی تھی اب اس قضیہ کو ختم شدہ سمجھ لینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ۳۰ جولائی ۱۹۴۲ء کو چند برطانی طیاروں نے غلطی سے سرحد کو عبور کر کے خوست پر چند بم پھینکے۔ برطانی سفیر نے حکومت افغانستان سے اس واقعہ پر عذر خواہی کی اور ہرجانہ دینے کا وعدہ کیا۔

دوسرے محاذ کی بحث

واشنگٹن - یہاں کے سیاسی حلقوں کی سب سے زیادہ توجہ اس بات پر ہے کہ مسٹر روزویلٹ کے خاص قاصد [illegible] ولکی نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے کہ اتحادی ایک [illegible] محاذ قائم نہیں کر سکے اس لئے روس کو سخت مایوسی ہوئی ہے۔

لندن میں جو غلط فہمیوں کی رپورٹ ہے کہ موصوف کی امریکہ [illegible] واپسی کے بعد وعدہ دیا گیا تھا کہ دوسرا محاذ ضرور قائم کیا جائیگا اس پر [illegible] پکڑی جا رہی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اسٹالن گراڈ کی شکستہ چٹان پر جرمن طوفان کی لہریں ٹکرا رہی ہیں [illegible] (روسی وزیر خارجہ) کی امریکہ سے ماسکو واپسی کے [illegible] برطانیہ سے جو اعلان ہوا تھا وہ ۱۹۴۲ء میں یورپ میں "دوسرا محاذ" قائم کرنے کا صریحی وعدہ نہیں تھا مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جو موقع بھی فوجی لحاظ سے ایسا ملے گا کہ دوسرا محاذ قائم کیا جا سکے تو اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جائے گا۔

لندن میں یہ کہا جا رہا ہے کہ دوسرے محاذ کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ یورپ میں ہی ہو اور چند ماہرین جنگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ دوسرے محاذ کے لئے کن تیاریوں کی ضرورت ہے۔ ایک معمولی ساحلی شہر فرانس کی بندرگاہ ڈیپ پر حملہ کیا گیا تھا جہاں صرف مار کر بھاگ آنا تھا اس کے لئے بہت کم جہازوں کی ضرورت تھی پھر بھی اس کی ابتدائی تیاری کے لئے کئی ماہ صرف ہوگئے۔ روس کے ساتھ ہر جگہ اور ہر شخص کی ہمدردی ہے مگر جیسے ہی ماہرین جنگ حملہ کا فیصلہ کریں گے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جائیگا۔

ماسکو میں جنگ کی غارت گری

ماسکو - اسٹالن گراڈ کی گلی کوچوں اور سڑکوں پر اب بھی جنگ ہو رہی ہے۔ سخت جنگ کے بعد جرمن فوجوں نے ایک سڑک پر حملہ کیا اور ان کو اس سڑک سے ہٹا دیا۔ وولگا کے راستہ میں روسی فوجیں اپنی خندقوں اور مورچوں میں مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں اگرچہ جرمن ان پر ٹینکوں سے حملے اور متواتر بمباری کر رہے ہیں اس سے بھی ہزاروں آدمی مر رہے ہیں۔ جرمنوں نے شہر کے اندر ایک مضبوط دفاعی لائن بنالی تھی مگر مارشل تموشنکو نے اس کو کاٹ دیا اور خبر ہے کہ روسی فوجیں برابر پیشقدمی کر رہی ہیں۔

کاکیشیا کے موزوک کے علاقہ میں جرمن حملوں کو روک دیا گیا ہے۔ رزیف کے محاذ جنگ کا مسٹر وینڈل ولکی نے دورہ کیا۔ وہ روسی افسروں اور جرمن قیدیوں سے بھی ملے۔

ہماری برادری

۸ اگست کے سرگزشت میں اعلان کیا گیا تھا کہ ہمارے ایک عزیز اولڈ بوائے اور مادر درسگاہ کے عاشق نے تجویز کی ہے کہ خانصاحب میر ولایت حسین صاحب اپنی سوانح عمری تحریر کریں کیونکہ ان کی سوانح عمری علی گڑھ کالج، یونیورسٹی اور علی گڑھ تحریک کی تاریخ ہوگی۔ مجوز نے ایک کلرک کی تنخواہ اور پانچ ہزار روپیہ بطور [illegible] منظور کیا تھا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری درخواست پر میر صاحب قبلہ نے سوانح عمری کا لکھنا منظور کر لیا ہے۔ ضروری انتظامات کے لئے مجوز کو اطلاع دی جا رہی ہے۔

نقل خط موسومہ لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب بالقابہ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

دتاولی - ضلع علی گڑھ
۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

مخدوم مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب سلامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بسلسلہ عریضہ جات سابق گزارش ہے کہ مسلم یونیورسٹی گزٹ علی گڑھ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۴۲ء بارہ صفحات پر شائع ہوا لیکن تمام اخبار میں صرف ڈیڑھ صفحہ اردو کے لئے باکراہ جبراً مخصوص کیا گیا ہے اور صرف روئداد ایگزیکٹو کونسل شائع ہوتی ہے۔ باقی اخبار کے تمام صفحات انگریزی زبان میں شائع ہوئے۔ سابقہ میری عرض پر آنجناب نے ازراہ مہربانی کرم مسلم یونیورسٹی گزٹ علی گڑھ کے ادارہ میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مسلم یونیورسٹی گزٹ کے اندر نصف صفحات اردو زبان میں آئندہ شائع ہوا کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود اپنی انگریزی نوازی اور انگریزی زبان کی محبت اردو کی گلوتراشی کے لئے علی گڑھ آنجناب کی حکمت عملی برقرار ہے۔ سر شاہ سلیمان مرحوم اور اس سے قبل گزٹ اردو نواز حکمت عملی کے تحت شائع ہوتا رہا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کورٹ کی تجاویز اردو کی ترویج کے سلسلہ میں پاس ہو چکی ہیں لیکن اس کے باوجود گزٹ کے متعلق اس طرح رجعت قہقری باعث استعجاب ہے۔ تاریخ مذکورہ بالا کی اشاعت میں سر فیروز خاں صاحب نون بالقابہ کی تشریف آوری اور مادر درسگاہ میں موصوف کی تقریر کی تفصیل و حالات شائع کئے گئے ہیں۔ موصوف کی انگریزی تقریر تمام و کمال برقیہ کے ذریعہ خبر رساں ایجنسی انگریزی اخبارات میں ہر روزنہ شائع ہو چکی ہے اور اس کے بجائے اردو نوازی کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ اگر گزٹ میں شائع کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔ مانگت ایڈیٹر صاحب اور عملہ ادارہ کے دوسرے مشاہرہ یاب عہدہ دار اصحاب کی موجودگی میں آنجناب کو زائد چنداں زحمت کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔

گزٹ میں فہرست چندہ گزٹ بھی اردو زبان میں اسی طرح باسانی شائع ہو سکتی تھی لیکن یہ سب کچھ ان کی ہمدردی و مرضی کے تابع ہے۔ بہرحال گزٹ کی سابقہ حکمت عملی میں ازراہ کرم تصرف نہ کیجئے اور ملک و قوم کے متفقہ مطالبہ کو قومی ادارہ میں پایہ استحقار سے نہ ٹھکرائیے۔ میں عریضہ ہذا کو برائے اشاعت روانہ کر رہا ہوں۔ فقط والسلام مع الاکرام

راقم نیازمند (دستخط) (خان بہادر) مولوی محمد یونس خاں صاحب شیروانی
رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ
مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

ہماری برادری

مولوی اکرام عالم صاحب البدایونی بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ بریلی کا

انتقال پر ملال

مولوی صاحب مرحوم آٹھ ماہ سے علیل تھے مگر بیماری نے شروع کے کاموں میں بڑا پرمعنویت سبب۔ بمشکل ایک ماہ تمام چھوڑے ہوئے ہوا تھا۔ چند روز ضعف معدہ کی شکایت بھی تھی، بخار بھی۔ وجہ حرارت عزیزی روز بروز کم ہوتی گئی۔ ۷ ستمبر کی صبح کو ان کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ملی گڑھ کے فدائی اور اولڈ بوائز میں سے تھے۔ بحیثیت قومی کاموں میں بالخصوص تعلیمی تحریکات میں دلچسپی لیتے تھے۔

۱۹۳۴ء میں جب صوبہ کے مسلم تعلیمی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا اور اسی اجلاس میں پراونشل تعلیمی کانفرنس نمو پذیر ہوئی جو دس سال سے غفلت کی نیند میں سو رہی تھی۔ از سر نو زندگی پیدا ہوئی۔ آپ کی کوششوں کو بہت دخل تھا۔ صاف ذہن اور مہذب ... کا یہ چمکتا ہوا ستارہ ۷ ستمبر کی صبح کو ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ بریلی سے نعش بدایوں لائی گئی اور ۱۰ ستمبر کی صبح کو اپنے وطن مالوف کی سرزمین میں سپرد خاک کی گئی۔

قطعۂ تعزیت

(از جناب نظامی صاحب بدایونی)

زمانہ یوں تو مجسم شرر ہے کیا کہئے ❊ یہی یہ گردش شمس و قمر ہے کیا کہئے
ہے اس نے دھوکہ دیا اکرام بیمار ❊ شکایت اس سے بجا کس قدر ہے کیا کہئے
میں اور اس کی زمین پر جلال دینی ❊ وہ خود ہی غم سے مرے بے خبر ہے کیا کہئے
کہیں کو رو رہے اکرام عجب کر جاتے ہیں ❊ میں پوچھوں ان سے کہ جس نظر ہی کیا کہئے
ملول ہوں تو جی ابھر کے بات ہوئی کی ❊ کہا یہ میں نے سر رہگذر ہے کیا کہئے
یہاں میں آئے تو گھر بیٹھ رہے آئے ہیں ❊ نہیں جب ان کو کہ اپنی خبر ہے کیا کہئے
وہ دار فانی سے دار البقا کو جا بیٹھے ❊ حضور میں پیش انھیں یہ خبر ہی کیا کہئے
دعا ہے خدا سے یہی بخشیں بحر جنت میں ❊ گناہ ہرا بڑی پر خطر ہے کیا کہئے

نظامی کو ہے یقیں صبر و جبر تسکین ہو
مگر ہیں آنکھیں کہ آنسو لب تر ہے کیا کہئے

---

*کہ اگر مسلم لیگ قومی حکومت کرے تو کانگریس اس کے ساتھ تعاون نہ کرے گی۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں پروپیگنڈے کے غبار نے ان اہم حقائق کو امریکہ اور انگلستان کے جمہور سے مخفی رکھا۔ لیکن ستمبر میں حقیقت آشکار ہو گئی۔ میں مسٹر گاندھی کی طرف سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر انگریز اشتعال انگیز اعلانات پر آمادگی کا اظہار کریں تو سول نافرمانی کا خاتمہ

رفتار حوادث و افکار زمانہ

کرپس اسکیم یا فرعون کی موسیٰ کو پیشکش

جارج برنارڈ شا کا اعلان

لندن کی اطلاع ہے کہ جارج برنارڈ شا نے انڈیا لیگ کے ایک جلسہ میں حسب ذیل پیغام روانہ کیا تھا۔

یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ حکومت نے ہندوستان سے گفتگو ایک غلطی کے ساتھ شروع کی۔ مگر اس پر حیرت نہیں ہے اس لئے کہ حکومت ہمیشہ ہی ایسا کرتی ہے وہ غلطی یہ تھی کہ سر اسٹیفورڈ کرپس کے ذریعہ سے وہ اسکیم روانہ کی گئی جس پر کابینہ کے تمام ممبران نے جن کی رائیں ہندوستان کے متعلق متضاد ہیں متفقہ طور پر صاد کیا تھا ظاہر ہے کہ یہ اسکیم بھی پیشکش جیسی کہ فرعون موسیٰ کو پیش کر سکتا تھا۔ مگر ہر چیز گزر جاتی ہے جیسا کہ آئرلینڈ میں ہو چکا ہے۔ گزارش ہے جو الجھن اور خرابیاں پیدا کر دی ہیں ان کو دور کرنا ضروری ہے۔ یہ چیز ہندوستان ہی میں ختم ہو سکتی ہے۔ اگر معاملات کو صحیح طور پر سلجھایا جاتا اور ہندوستان کو زیادہ آزادی دی جاتی تو وہ اسے قبول کر لیتا۔

پریس کانفرنس میں مسٹر جناح کا بیان

مسٹر چرچل کی تقریر کی طرف آتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسٹر چرچل کی تقریر سے یہ خدشہ صحیح ثابت ہوا ہے کہ برطانوی حکومت مسلمانوں سے تعاون کی خواہشمند نہیں اور ان کو کافی اہمیت نہیں دیتی۔ مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ نو کروڑ مسلمانوں کو کانگریس سے اختلاف ہے اور ان کو آزادانہ اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ آگے کیا یہ مطلب نہیں نکلتا ہے کہ برطانوی حکومت ہمارے تعاون کی خواہشمند ہے۔ برطانوی حکومت کی نظر میں مسلم لیگ کی اتنی وقعت اور قیمت ہے کہ یہ کانگریس کی مخالف ہے۔ مسلمان کانگریس کے مخالف ہیں۔ لیکن انھوں نے غلط کہا ہے کہ انھیں آزادانہ اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ کیا مسٹر چرچل کو یہی کہنا تھا۔

مسلم لیگ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کی علمبردار ہے اس مطالبہ کو منظور کر لیا جائے تو بھی تین چوتھائی ہندوستان ہندوؤں کی جیب میں ہے۔ مسلم لیگ سودا بازی نہیں کر رہی بلکہ ہندو انڈیا سودا بازی کرتا ہے۔ تاکہ اگر باقی چوتھائی ہندوستان میں سے بھی کچھ مل سکے تو حاصل کرے۔

مسٹر جناح نے مزید کہا کہ میں صرف آدمی۔ وہ میرا جنگی سامان فراہم کرنے کے لئے ایک افسر بھرتی کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مسلم لیگ حکومت سے عدم تعاون نہیں کر رہی۔ ہم صرف صحیح طور پر [illegible] ہمارے تعاون کی قدر نہیں کرتی اور

یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیں گورنمنٹ قائم کرنے کے لئے مدعو نہیں کر رہی ہے۔

مسٹر عبدالقیوم ایم - ایل اے سنٹرل صوبہ سرحد

مسٹر چرچل نے مسئلہ ہند پر اظہار خیال کر کے اپنی لاعلمی کو آشکارا کر دیا ہے۔ ہندوستانی ملتوں اور ان کی سیاسی جماعتوں کی نسبت آپ نے جس بےخبری اور تہی دستی کا مشاہدہ کرایا ہے اگر دنیا اور سلطنت برطانیہ کے دوسرے حصوں کی نسبت بھی آپ کی معلومات اسی نمونہ کی ہیں تو ہمیں سلطنت برطانیہ اور مسٹر چرچل کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

امریکہ میں ایک جلسہ میں صدر روز ویلٹ نے امریکہ والوں کو ایک دائمی اور قابل قدر صلح کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ اس مرتبہ صلح سارے ارضی کرہ کے لئے ہو گی۔ مجلس مصالحت میں ریاست متحدہ امریکہ کا وزن اور اہمیت سب پر سبقت رکھے گی اور اس امر کا مطالبہ کرے گی کہ تمام ازل نے جو اعلیٰ مدارج انسان کے لئے محفوظ کئے ہیں وہاں تک ہر شخص کو رسائی ہو یعنی روح انسانی کو زیادہ سے زیادہ آزادی نصیب ہو۔

آنریبل اللہ بخش پریمیر سندھ نے مسٹر چرچل کی تقریر سن کر کہا کہ مسلم لیگ کی شرط پاکستان کے رہتے ہوئے برطانیہ کا ہندوستان کو بعد جنگ بھی آزاد کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔

مسٹر آرتھر مور

جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ یہ کہدے کہ اگر اس قسم کی حکومت معرض تشکیل میں آ جائے تو ہم ان تمام اختیارات کو جو اس وقت کناڈا اور آسٹریلیا کی حکومتوں کو حاصل ہیں اس حکومت کے سپرد کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد مسٹر جناح کو دعوت دی جائے کہ وہ اس قسم کی حکومت مرتب کریں۔

کامیابی کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر راجگوپال اچاریہ مسٹر جناح کے ساتھ اشتراک عمل کریں۔ مسٹر گاندھی کو رہا کیا جا سکتا ہے اور وہ کسی قسم کا فتنہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔ ملک میں نیا جوش پیدا ہو جائے گا اور اہل ہندوستان دل و جان سے شریک جنگ ہو جائیں گے۔

وقت بہت نازک ہے ہمیں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہئے۔ برما سے عبرت حاصل کیجئے۔

غلط کاری اور اس پر اصرار یہ ایام جنگ کا طریقہ کار نہیں ہے۔ نیا ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کانگریس عبرت حاصل کر چکی ہے اور اب وہ مسلم لیگ کو مطلوبہ ضمانت دینے پر آمادہ ہے بلکہ یہ کہنا [illegible]

(بقیہ مضمون صفحہ ۷ پر)

یونیورسٹی کی خبریں

اہلِ علم کے حلقہ میں یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے کورٹ کی تجویز پر نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی کو ڈاکٹر آف تھیالوجی (ڈی۔ ٹی۔ ایچ) کی ڈگری اور مولانا سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر عبدالحق صاحب کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگریاں دیا جانا منظور فرمایا ہے۔ یہ ڈگریاں آئندہ کانووکیشن کے موقع پر دی جائیں گی۔

علی گڑھ کی خبریں

۲۴ ستمبر علی گڑھ۔ ریلوے اسٹیشن پر کسی بکس میں بم پھٹ جانے سے دو شخص ہلاک ہوئے اور دو شخص سخت زخمی ہوئے۔ معلوم ہوا ہے کہ کل دن ایک کلکتہ میل نکل جانے کے بعد پلیٹ فارم پر ایک بکس رکھا ہوا ملا۔ اس کو کانسٹبل نے گمشدہ سمجھ کر قلی سے لیفٹ آفس میں لے چلنے کو کہا۔ لیفٹ آفس پر جاتے ہوئے یہ بم پھٹ گیا۔ ایک ملازم ریلوے جو گیٹ کیپر ہے ماخوذ ہے۔

متفرق خبریں

ترکی وزیر عدل مینی مینی جو غلو پر مثانہ کے سرجن خاص پروفیسر سار بروش نے اس ہفتہ آپریشن کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹروں نے ایک اور آپریشن کا مشورہ دیا ہے جو طاقت آجانے پر کچھ روز بعد کیا جائے گا۔ مینی مینی جو غلو درد دل کے دورہ سے کل بیہوش ہو گئے۔

ترکی ترقی کے راستہ پر گامزن ہے

مسٹر رشاد فرا بودہ نے جو ہندوستان کے پہلے ترکی سفیر ہیں ایک اخباری نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے بتایا کہ ترکی میں ناخواندہ لوگ نام کو مل سکیں گے۔ ترکی کسان پرانے اوزاروں کو چھوڑ کر مشینوں کو کام میں لا رہے ہیں اس کام میں ان کی پوری مدد کرتی ہے۔ ہر بیس برس کے آدمی کو تین سال تک فوجی تربیت دی جاتی ہے۔ ترکی عورتیں بھی ملک کی حفاظت میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں۔

مسٹر فرا بودہ نے جو ابھی کنوارے ہیں بتایا کہ ترکی میں کنواروں پر کوئی ٹیکس نہیں ہے اگرچہ دو مرتبہ اسمبلی میں اس ٹیکس پر غور کیا گیا مگر کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ انھوں نے بتایا کہ ترکی کی ایک کروڑ ۸۰ لاکھ کی اکثریت کسان ہے لیکن ملک میں بغیر مالک کسان ہیں۔ ہر کسان کو ۵ سال کے لئے ضرورت زمین دی جاتی اگر وہ اسے متواتر جوتتا رہتا ہے تو وہ اسے زمین دے دی جاتی ہے اور ٹیکس لگا دیا جاتا ہے جو حکومت انھیں مشینیں کرایہ پر دیتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ترکی کھانے کے سامان کے لئے دوسروں کا محتاج نہیں ہے۔

جامعہ ازہر کا ہزار سالہ جشن

قاہرہ کی مشہور عالم ازہر یونیورسٹی کو قائم ہوئے آج پورے ایک ہزار سال ہو گئے۔ چنانچہ اس مبارک و سعید موقع پر سارے مصر میں جشن منایا جا رہا ہے۔ جامعہ ازہر میں دس ہزار سابق طلباء کو ضیافت دی گئی ہے اور علماء و فضلاء کا جامعہ میں زبردست اجلاس عمل میں آیا۔

امریکہ کے جیلوں میں سامان جنگ کی تیاری

واشنگٹن۔ امریکن جیلوں میں لڑائی کی چیزیں تیار ہو رہی ہیں۔ یہاں کی تیار شدہ چیزیں برابر بڑی مقدار میں امریکن اور اتحادی فوجوں کو بھیجی جا رہی ہیں۔ امریکہ کی سو جیلوں میں ۱۲۸۰۰۰ قیدی جنگی سامان بنا رہے ہیں۔ یہ لوگ ہوائی جہاز کے حصے، بم کے حصے، کپڑا، لکڑی کے بکس اور دوسری چیزیں تیار کرتے ہیں۔

پاگل اور سنکی جرمن بھی فوج میں بھرتی ہونگے

برلن۔ کرنل بڑنے ایک جرمن میڈیکل اخبار میں ڈاکٹروں سے درخواست کی ہے کہ وہ فوجی رنگروٹوں کا طبی معائنہ کرتے وقت بیماری کا بہت زیادہ لحاظ نہ کریں۔ جن لوگوں کو ہسٹریا کے دورے ہوتے ہیں یا کسی قسم کی اور دماغی کمزوری ہو انھیں فوجی کام کے لئے یہاں سامان ہے جہاں ان کی نگہداشت ان کے افسران کریں گے۔

صوبہ سندھ کے وزیر اعظم آنریبل خان بہادر اللہ بخش صاحب نے مسٹر چرچل کی تقریر اور حکومت ہند کی مشتبہ روش کے خلاف بطور احتجاج خطاب خان بہادری کا واپس کر دیا۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵)

آج ہی ختم ہو سکتا ہے۔

اگر بحالات موجودہ مسٹر جناح کو تشکیل حکومت کا مجاز قرار دیا جاوے تو وہ یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جب تک حکومت برطانیہ انھیں یہ اطلاع نہ پہنچا دے کہ ہم عنان اقتدار مجوزہ حکومت کے سپرد کر دینے پر آمادہ ہیں اس وقت تک مسٹر جناح نہ تو کوئی تحریک مرتب کر سکتے ہیں اور نہ اس کے لئے کوشاں ہو سکتے ہیں۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱

کو کسی دانستہ تخریب سے بچانے میں ساعی ہو سکیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ایسوسی ایشن کے ممبر نہیں ہیں لیکن یہی وجہ ہے کہ آپ ہی اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں۔ اور آپ کے اور ایسوسی ایشن کے موجودہ عہدیداران کے درمیان جس امر پر اتفاق ہو جائے گا علیگ یونیورسٹی میں اس کا احترام کرے گا جس میں سے بعض اصحاب نے تازہ واقعات زیر تذکرہ میں سرگرم حصہ بھی لیا تھا۔ امید ہے کہ میری دوستانہ مصالحت کی پیشکش کو آپ رد نہ کریں گے جس سے ایسوسی ایشن کا مفاد وابستہ ہے۔

جس دن اور وقت آپ کو سہولت ہو آپ مطلع کر دیں اس وقت ہم آپ سے ملیں گے۔ بالمواجہ اور بالمشافہ گفتگو تحریری گفتگو اور اعلیٰ کی مراسلت کے مقابلہ میں ہمیشہ مفید تر ثابت ہوئی ہے۔

نیازمند۔ ظفر عمر

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

باجلاس محمد بشیر احمد اسکوائر آئی۔ سی۔ ایس ڈسٹرکٹ جج علی گڑھ

نمبر مقدمہ ۱ ۱۹۴۲ء عدالت صاحب جج بہادر ضلع علی گڑھ

ناصری داس ولد ایشری داس قوم عیسائی ساکن ایٹہ سول لائن بنام مسماۃ پھول وتی چرن زوجہ ناصری داس قوم عیسائی ساکن حال سہارنپور برمکان رام پرشاد مدرسہ الہیات اے۔ پی مشن سہارنپور

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ انفساخ شادی کے دائر کی ہے لہذا آپکو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۸ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی دیں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت

دستخط منصرم

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

۲۴ ستمبر کے سرگزشت میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے ساٹھ اراکین کے نام درج کئے گئے تھے جنھوں نے نام نہاد پروونشل کمیٹی کو ناجائز قرار دیکر اس نوٹس کے خلاف احتجاج کیا ہے جو ۷ اکتوبر کو جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی بابت منجانب کمیٹی جاری ہوا ہے۔ یہ فہرست مسٹر عمر الدین صاحب نیز وائس چانسلر صاحب کے پاس بھیجدی گئی تھی اور درخواست کی گئی تھی کہ اس خلاف ضابطہ کمیٹی کی سرگرمیاں بند کی جائیں۔ شکر کا مقام ہے کہ ممبران ایسوسی ایشن اس خلاف ضابطہ کارروائی کے متعلق اپنے غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ مسٹر سعید الرحمن قدوائی (حیدرآباد) کو جس وقت نام نہاد کمیٹی کا نوٹس ملا تو فوراً جواب میں تحریر کیا :-

"میں آپ (مسٹر عمر الدین) کو نہ تو ایسوسی ایشن کا سکریٹری مانتا ہوں اور نہ ۷ اگست کے جلسہ کی کارروائی کو جائز سمجھتا ہوں۔ میں آپکو اطلاع دے چکا ہوں کہ حیدرآباد کے طلباء قدیم کا ایک جلسہ ہونے والا ہے جس میں علی گڑھ پارٹی کی بے ضابطہ کارروائی پر غور کیا جائے گا۔ خصوصاً اس امر پر کہ بیرونی اراکین کے تحریری ووٹ مسترد کرنا ہماری بڑی حق تلفی ہے۔ ہماری تجویز ہے کہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ہر ایک ممکن تدبیر عمل میں لائیں اور اگر ضرورت ہو تو عدالت سے چارہ جوئی کی جائے۔"

راجہ اکبر علی خاں صاحب بنڈراول :-

"۷ اگست کا غیر معمولی جلسہ حقیقت میں بڑا برا مظاہرہ ہوا تھا۔ لوکل پارٹی کو ہرگز اختیار نہ تھا کہ وہ ناجائز طریقہ سے ایسوسی ایشن پر قبضہ جمالے۔ نام نہاد پروونشل کمیٹی کو ہم لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ اس قضیہ کے تصفیہ کا بہتر ذریعہ یہ ہے کہ عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے"

ساٹھ اصحاب کے علاوہ جن کے نام آخری اشاعت میں درج کئے گئے مندرجہ ذیل تیئیس ۲۳ اراکین کے احتجاجی خطوط موصول ہوئے ہیں۔ ان میں خان بہادر چودھری خوشی محمد خاں سابق گورنر کشمیر کا اسم گرامی خاص طور پر ذکر کے قابل ہے :-

(۱) مولانا طفیل احمد صاحب منگلور (۲) خان بہادر محمد حبیب اللہ خاں صاحب علی گڑھ (۳) محمد فضلت حسین صابری ڈپٹی انسپکٹر الہ آباد (۴) ایم۔ منظور محمود صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پٹیالہ اسٹیٹ (۵) مظفر محمد خاں صاحب ریاست محمود آباد (اودھ) (۶) سید محمد اکبر علی خاں صاحب بنڈراول ضلع بلندشہر (۷) شاہ احمد صدیقی صاحب شبلی کالج اعظم گڑھ (۸) خواجہ محمد ازہر صاحب کشنر کسٹم بھوپال۔ (۹) احمد کمال صاحب آنریری ڈائرکٹر دہلی (۱۰) محمد مظفر امام صاحب، بیرسٹر عثمان آباد (۱۱) غلام علی خاں صاحب ایکسائز انسپکٹر نگینہ۔ بجنور (۱۲) سید شاہ رشید احمد صاحب مولانگر ضلع مونگیر (۱۳) اکرام حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ پولس رامپور (۱۴) یامین الدین حسن صاحب نوتنی اناؤ (۱۵) ملک محمد عزیز صاحب پی۔ ڈبلیو۔ ڈی اکل پور (۱۶) ولی الدین صاحب اینگلو اردو ہائی اسکول پونہ (۱۷) سید اصغر علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر جون پور (۱۸) محمد ہدایت اللہ صاحب پونہ (۱۹) خواجہ محمد اسحق صاحب آئی۔ ٹی۔ آر۔ اودھ (۲۰) محمد علی احمد صاحب بریلی (۲۱) سید حسن رضا صاحب وکیل بریلی (۲۲) چودھری خوشی محمد صاحب لائل پور (۲۳) محمد سعید الرحمن قدوائی صاحب حیدرآباد دکن۔

حسن اسلامیت راہی

(وقائع نگار خصوصی کے قلم سے)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے حال میں جو تقریر اسمبلی میں کی ہے اس میں اس بات پر بہت افسوس ظاہر کیا کہ :-

"بعض سیاسی ادارے طلباء کو اپنے پارٹی پروپگنڈا کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور بعض صورتوں میں اساتذہ بھی اس سیاسی رو میں بہہ گئے" لیکن سوال یہ ہے کہ خود مقرر صاحب تمام عمر کیا کرتے رہے ہیں؟ اس کا جواب حسب ذیل واقعات کی روشنی میں تلاش کرنا چاہیے۔

(۱) ۱۹۲۸ء میں رحمۃ اللہ کمیٹی نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ جس وقت جب یہ ادارہ کالج سے یونیورسٹی کی منزل میں قدم رکھ رہا تھا اور جملہ اساتذہ کو اپنی پوری توجہ اور کوشش اس کی ترقی میں صرف کرنا چاہئے تھے تو ۱۹۲۳ء میں پرو وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین اور ایک اور پروفیسر سیاسی میدان میں کود پڑے اور پراونشل لیجسلیٹو کونسل و مرکزی اسمبلی کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے جس سے طلباء کو سخت تعلیمی نقصان پہنچا۔ اپنی رپورٹ میں یہ لکھا :-

(الف) "ہمارے سامنے اس بات کی شہادت پیش ہوئی ہے کہ ان الکشنوں میں کثیر تعداد میں طلباء یونیورسٹی سے غیر حاضر رہکر فراہمی ووٹ کا کام کرتے رہے ہیں"

(ب) طلباء اس بات کے عادی ہیں کہ طویل مدتوں کے لئے یونیورسٹی سے کسی نہ کسی عذر سے غیر حاضر ہیں مثلاً جب بعض ممبران اسٹاف پراونشل و سنٹرل مجالس قانونی کے الکشن میں کھڑے ہوئے تھے تو ایک معتدبہ تعداد میں طلباء بلا حصول اجازت شعبہ کے چیرمین کے غیر حاضر رہکر الکشن کا کام کرتے رہے ہیں"

یہ ہے ایک غیر جانبدار اور آزاد تحقیقاتی کمیٹی کا فیصلہ۔

(۲) خیر یہ تو ایک قصۂ ماضی تھا۔ اس وقت کیا ہو رہا ہے۔ حال میں جو جتھہ خود ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی پارٹی نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن پر کیا اس کے متعدد انچیف بھی ممبران اسٹاف ہیں۔ اس جلسہ میں ڈاکٹر امیر حسن صدیقی نے پارٹی پروپگنڈا کو تقویت دینے کے لئے طلباء یونیورسٹی کو آلۂ نقب بنایا اور ان کی طرف سے ایک عرضداشت پڑھکر سنائی جس میں آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن پر نہایت رکیک حملے تھے اور کہا کہ اس محضرنامہ پر طلباء کے دستخط ثبت ہیں۔ بیچارے طلباء اپنے اساتذہ کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ انھیں اولڈ بوائز کے مناقشات میں شریک کرنا ایک شرمناک فعل ہے اور ڈسپلن کے منافی۔ مگر جب یہ سب کچھ خود وائس چانسلر صاحب کی پارٹی کی تائید کے لئے کیا جائے تو باز پرس کون کرے؟

(۳) یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا ہے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے لئے نام نہاد پراونشل کمیٹی نے الکشن عہدہ داران ایسوسی ایشن کا نوٹس جاری کیا ہے۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء سے ۱۲ دن کی یونیورسٹی میں تعطیل ہے اور طلبہ اور اساتذہ اپنے اپنے گھر کو جا رہے ہیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر و معلمین و بعض طلباء جو اس پارٹی میں شریک ہیں اس کام پر متعین کئے گئے ہیں کہ بیرون علی گڑھ کے اولڈ بوائز کے ووٹ فراہم کرکے لائیں۔ غالباً ۷ اگست ۱۹۴۲ء کے جلسہ اولڈ بوائز اور مابعد کے واقعات سے متاثر ہوکر پرو وائس چانسلر پروفیسر اے۔ بی۔ اے حلیم نے اپنے سالانہ ایڈریس میں طلباء کو ہدایت کی ہے کہ وہ خزاں کی تعطیلات کے سلسلہ میں جب اپنے گھر جائیں تو کسی ہنگامہ میں حصہ نہ لیں۔ طلباء بیچارے حیران ہوں گے کہ وائس چانسلر صاحب کی پارٹی کے احکام کی تعمیل کریں یا پرو وائس چانسلر صاحب کی۔ افسوس ہے کہ وائس چانسلر صاحب کی پارٹی بندی نے مسلم یونیورسٹی کی شہرت کو خاک میں ملا دیا مگر ممبران کورٹ کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

(۴) ابھی حال میں سرگزشت کے ایک نامہ نگار نے کہا تھا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین اسٹاف کے تقررات میں پہلے سے طے کر لیتے ہیں کہ کس شخص کا تقرر کیا جائے گا اور پھر اشتہار

انتخابی کمیٹی کی رسمی کارروائیوں کے بغیر ہی مصنوعی اگزیکٹو کونسل سے اسی شخص کا تقرر کرا لیتے ہیں جس سے انھوں نے پہلے سے وعدہ کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں نامہ نگار نے کورسپانڈنس میں ایک اشتہار کا ذکر کیا تھا جس کے ذریعہ ایک انگلش ریڈر کی اسامی کے لئے جس کی تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ہوگی [illegible]۔

اشتہار کے شائع ہونے سے پانچ یوم تک درخواستیں طلب کی گئی تھیں اور یہ راز فاش کیا تھا کہ اس جگہ پر برما کے پناہ گزین شخص کا تقرر پہلے سے طے ہو چکا ہے اور اشتہار وغیرہ سب ضابطہ پرستی ہے۔ اس خبر کی تائید بعض اتفاقیہ طور سے دستاویزی شہادت سے بھی ہو گئی۔ وائس چانسلر صاحب نے گورنمنٹ کے ایک بڑے افسر کو اپنی اطلاعی تحریر بھیجی تھی کہ برما کے پناہ گزین شخص کا تقرر طے ہو گیا ہے اور عنقریب حکم جاری ہو جائے گا۔ حالانکہ اب تک نہ تو انتخابی کمیٹی کا جلسہ ہوا ہے نہ اگزیکٹو کونسل کا۔

یہ خط ڈاکٹر صاحب نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ روانہ کیا جو خود اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اپنی درخواست و چچا کا سفارشی خط لے کر اس افسر کے پاس جا رہے تھے ... کی غفلت سے خطوط و اسناد راستہ میں گر گئے اور ایک وکیل صاحب کو پڑے ہوئے مل گئے۔ انھوں نے یہ دیکھنے کے لئے یہ خطوط کس کے ہیں انھیں پڑھا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک برما کے پناہ گزین کے تقرر کے بارے میں ہے جو ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے۔ چنانچہ وکیل صاحب نے کل خطوط و اسناد رجسٹرار صاحب کے پاس با قدر رسید بھیج دئے اور اس طرح برما کے پناہ گزین کے تقرر کا راز فاش ہو گیا۔ اب عنقریب انتخابی کمیٹی مقرر کی جائے گی جو انھیں کا نام اور ایک اور نام برائے بیت بکو تجویز کرے گی اور اگزیکٹو کونسل برما کے پناہ گزین کا تقرر کر دے گی۔ کیا ہماری یونیورسٹی کی اگزیکٹو کونسل کو اس کا احساس ہے کہ اس قسم کی کارروائیوں سے ہمارے قومی ادارہ کے وقار کو کس قدر نقصان پہونچتا ہے اور خود اس کی پوزیشن پبلک کی نگاہ میں کیا باقی رہ جاتی ہے؟

ڈاکٹر ضیاء الدین نے اپنی پارٹی کے اخبار تحریک میں کچھ عرصہ ہوا ایک مراسلہ شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں اساتذہ کے وقار کو قائم رکھنے اور ان کو بیرونی حملوں سے بچانے کے لئے پوری جد و جہد کروں گا۔ لیکن جب خود اخبار تحریک نے اردو کے ستھ کے اساتذہ پر حملے شروع کئے تو انھوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اب ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء کے اخبار تحریک میں پروفیسر محمد حبیب کو نشانہ ملامت بنایا گیا ہے اور خود ایڈیٹر صاحب نے اپنے دستخطی مضمون میں ایسے ناشائستہ اور گندے الفاظ پروفیسر صاحب کی شان میں استعمال کئے ہیں جن کا اعادہ بطور حوالہ کے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ یہ تحریر خود وائس چانسلر صاحب کے ایما سے نہیں لکھی گئی تھی [illegible] ڈاکٹر صاحب کی حمایت میں لکھی [illegible] تو امید نہیں!

دتاولی ضلع علی گڑھ میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ

مسلمانوں کو اجتماعی جرمانوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے

دتاولی ضلع علی گڑھ میں مسلمانان دتاولی و نواح دتاولی کا ایک زبردست جلسہ بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں زیر صدارت جناب [illegible] صاحب صدر مقامی مسلم لیگ منعقد ہوا۔ باوجود باران کی بنا پر بہت سے دیہات کے مسلمان کثیر تعداد میں شریک تھے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جناب حاجی خان بہادر محمد یونس خاں صاحب صدر ضلع مسلم لیگ نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے ایک پر جوش و مدلل اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ آل انڈیا کانگرس کی موجودہ شورش اور فتنہ انگیز تحریک نے کانگرس [illegible] دعوے کی پول کھول دی ہے کہ [illegible] تمام [illegible] ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان مکمل طور پر کانگرس کی تحریک سے علیحدہ ہیں اور اب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچ گئی ہے کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہے اور مسلمانوں کی طرف سے بولنے کا حق صرف قائد اعظم محمد علی جناح کو ہی حاصل ہے۔ آج مسلمان پورے جوش اور عزم کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ کے زیر علم کھڑے ہیں اور کانگرس یا گورنمنٹ کوئی بھی انھیں جادۂ مستقیم سے نہیں ہٹا سکتی۔ موصوف نے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ جب مسلمان کانگرس کے موجودہ ہنگاموں، فتنوں اور شر انگیزیوں سے قطعی علیحدہ ہیں۔ ایسی حالت میں اجتماعی جرمانوں میں مسلمانوں کو شامل کرنا نہ صرف حد درجہ زیادتی ہے بلکہ ان کی عزت و جماعتی وقار کو چیلنج کے مترادف ہے۔

موصوف کی تقریر کے بعد جناب منشی عزیز الرحمٰن صاحب قریشی نے اپنے مخصوص انداز میں ریزولیوشن کی تائید کی اور ریزولیوشن [illegible] اتفاق رائے سے پاس ہوا۔

ریزولیشن

مسلمانان دتاولی ضلع علی گڑھ و نواح دتاولی کا یہ زبردست جلسہ قائد اعظم محمد علی جناح کے اس بیان کی پر زور تائید و حمایت کرتا ہے جس میں قائد اعظم نے گورنمنٹ برطانیہ کو انتباہ کیا ہے کہ چونکہ مسلمان من حیث الجماعت مکمل طور پر کانگرس کی موجودہ شورش اور ہنگاموں سے علیحدہ ہیں اس لئے جہاں جہاں موجودہ ہنگاموں، شورشوں اور فتنہ انگیزیوں کے سلسلہ میں اجتماعی جرمانے عائد کئے گئے ہیں وہاں مسلمانوں کو اجتماعی جرمانوں سے قطعی مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

یہ جلسہ گورنمنٹ صوبہ متوسط و صوبہ مدراس کے اس فیصلہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو اجتماعی جرمانوں سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسرے صوبوں نے اس طرف ابھی تک توجہ نہیں کی ہے اس لئے یہ جلسہ حکومت ہند سے فوری مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو آل انڈیا پالیسی قرار دے کر مسلمانوں کو اجتماعی جرمانوں سے مستثنیٰ کرنے کا فی الفور اعلان کرے اور مسلمانوں کو مطمئن کرے۔

انتقال

۲۴ اگست کے سرگزشت میں ہم اپنے نامور اولڈ بوائے خان بہادر رفیع القدر خاں، اڈیشنل کمشنر (صوبہ بنگال) کے انتقال کی خبر درج کر چکے ہیں۔ ان کے انتقال سے ان کے والد بابو رفیع اللہ خاں صاحب کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ علیل ہو گئے۔ [illegible] بخار آیا اور پھر فالج کا دورہ پڑا اور بابو صاحب ۲۵ ستمبر کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور اپنے لخت جگر کے آغوش میں خاندانی مقبرہ میں دفن کر دئے گئے۔ علی گڑھ کے طلبائے قدیم میں ہزارہا اصحاب موجود ہیں جو بابو صاحب کی وضعداری، اخلاق اور محبت کو یاد کر کے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمیں ان کے پوتے رفعت اللہ خاں اور دیگر اعزا کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

التماس

ناظرین سرگزشت سے التماس ہے کہ اپنے پتہ کی چٹ ملاحظہ فرما کر چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے یا وی پی وصول کیجئے

(بقیہ مضمون صفحہ ۲)

انگریز تک بیرٹ ڈنر جیکٹ کے ہوتے تھے اور ہندوستانی کھانا شوق سے مانگ مانگ کر کھاتے تھے، وہ ہائے غضب ہم ان انگریزوں کے آگے ہی اپنے میزبانوں سے شرمایا نہیں کرتے تھے اور جیسے ہی ہندوستانی کھانا پیش ہوتا ہاتھ سے کھانا شروع کر دیتے تھے اور کھانے کے بعد پان کھاتے۔ ہمارے میزبانوں سے اپنے ندامت سے عرق عرق ہونا پڑتا تھا اور ہمارے یہاں کیسے نیتوں کی اس کو خاطر کرنی پڑتی! ہر قسم پوشش وزیر، منشی، ہر رنگ کھدر پوش حضرات اور مزہ تو یہ ہے کہ نئے فیشن کے لوگوں کی نسبت ان کی زیادہ خاطر تواضع ہوتی تھی۔ دروازے تک جا کر ان کا یہ مقدم کیا جاتا اور گاڑی تک جا کر ان کو سوار کرایا جاتا تھا۔ اس لے خیر تو کیا معلوم کہ سیدھے سادے لباس میں ہندوستان کی کیسی کیسی معتبر ہستیاں ہوتی تھیں۔

غرض اس کی انگریزیت سے ہم بیزار اور ہمارے میزبان سے وہ نالاں۔ جتنی دفعہ وہ "آپ کو تکلیف ہو رہی ہوگی" کہتا پیر جوتی کھول جاتا اور جتنی دفعہ اسے پاندان اٹھا کر لانے پڑتا اس کے دل پر سانپ لوٹ جاتا۔ بھلا دیکھیے تو سہی جن ہاتھوں سے کاک ٹیل کے ٹکڑے اٹھائے ہوں، شیری کے گلاس دھوئے ہوں وہ پاندان اٹھائیں!! آفتاب علمی چھوئیں!! آخر ایک روز میرے صبر کا پیمانہ چھلک ہی گیا اور یہ اس طرح کہ ان بہرا صاحب نے ایک دھوبی کی سفارش ہم سے ان لفظوں میں کی۔ "حضور بہت اچھا کپڑا دھوتا ہے۔ برابر سب لوگ کے کام کیا۔ کبھی کالے آدمی کے کام نہیں کیا!" میں نے کہا بہت اچھا اس کو اب بھی اس شرف کے کھونے کی ضرورت نہیں، تم بھی یہ ذلت کیوں اٹھاؤ۔ اس سے آج ہی آج ہی کے دن نجات حاصل کر لو۔ لیکن سچ پوچھیے تو ان بیچاروں پر ہماری خفگی فضول ہے ان کا مضحکہ اڑانا بے جا۔ ان کا کیا قصور۔ قصور اس ماحول کا ہے جو غلام قوم کے ملک میں پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ماحول لازمی طور پر ایسی ذہنیت کی تخلیق کرتا ہے۔

"عصمت" دہلی

۴۴ اب انگریزی انداز فکر پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اپنی فکر ہم کو خود کرنی ہے اور اب اپنے مشورہ پر عمل کرنا ہے۔ اگر امریکہ ایشیائی اتحادیوں کا اعتماد حاصل کرنے سے قاصر رہیگا تو وہ وقت بھی دیکھ لیگا کہ جب بحر الکاہل کے طوفان میں وہ تنہا رہ جائے گا اور ایشیائی دوستوں کو امداد و اعانت کے لئے ہماری تمام صدائیں بے ہنگام ثابت ہوں گی۔

(باقی آئندہ)

ہندوستان کو انتظار ہے

امریکہ کی مشہور مصنفہ پرل بک کا ایک تازہ مضمون ایشیا میں نکلا ہے اس میں سے چند اقتباسات پیش ناظرین ہیں۔

یورپ سے باہر جو قومیں ہماری شریک ہو کر نازی دشمن سے برسر جنگ ہیں وہ ہمارے محض دعوت پر فریب کھا کر یا لاعلمی سے دبنگ میں ہماری شریک نہیں ہوئی ہیں۔ اگر مستقبل قریب میں جرمنی کو پوری شکست بھی ہو جائے۔ ہٹلر زیر زمین دفن ہو چکے اور نازیت کا نام و نشان مٹ جائے اور جاپان اپنی تمام دستبرد کے حاصل سے دست کش ہو کر اپنے آبائی جزیرہ میں سر چھپانے پر مجبور ہو جائے وہ جانتی ہیں کہ یہ جنگ تب بھی ختم نہ ہو سکے گی۔ یہ رنگین قومیں خوب سمجھتی ہیں کہ آج کے دشمنوں سے نمٹنے کے بعد کل ان کو انگریز، امریکی وغیرہ دوستوں کو بھی نشانہ گولی بنانا پڑیگا۔ وہ اس وقت تک ان سے لڑنا پڑے گا جب تک ان کو بزور شمشیر آزادی نہ حاصل کر لیں۔

سفید قوموں کے سامنے سے پردہ اٹھ جانا چاہیے۔ آج کی جنگ میں آج دشمن ہمارے لئے جس قدر کہ پیکر جبن بنا ہوا ہے اس کو گرا دینے کے بعد ہماری کھلی ہوئی طاقتوں کے سامنے دوسرا جن ہی کہیں کا ساقی فرمانبردار تابعدار سپاہی خاص کر ہندوستانی سپاہی ہوں گے جو ہمارے رگ پٹھوں سے بخوبی واقف ہوں گے۔ آج کے میدان جنگ میں انگریز سپاہیوں کی بہ نسبت یہ سپاہی بہت ہوشیاری اور احتیاط سے لڑ رہے ہیں۔ لہذا جرمنی کی جنگ کے بعد ان غیر مغربی قوموں کی طاقت انگریزی یا امریکن سپاہیوں سے زیادہ مضبوطی اور حوصلگی والی ہوں گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جنگ اور نئی جنگ کے درمیان دم لینے کو مہلت بھی نہ ملے اور دوسری لڑائی فوراً شروع ہو جائے اس لئے ہم کو سچائی اور خلوص سے کام لینا چاہیے اور اپنی سچائی کا ثبوت دینا چاہیے۔

گرگ باراں دیدہ برطانیہ اس حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ہم امریکہ والوں کو تو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ فرمانروائی کے پرانے اصولوں پر اور سامراجیت کے مروجہ دستوروں پر سلطنتیں اب زیادہ قائم نہیں رہ سکتیں غیر ممکن ہے۔ ہمیں صفائی اور دیانتداری سے صحیح معنی دار جمہوریت قائم کرنے کا عزم کرنا اور اس کے فیضان سے تمام قوموں اور نسلوں کو یکساں فیضیاب ہونے کا حق دینا اور اس جمہوریت کی تعمیر سے وابستہ شرائط اور فرائض کا بار سب پر یکساں ڈالنا چاہیے۔

ایسے جمہوریت دار فیصلہ کو یہ کہہ کر ٹالنے اور ملتوی کرنے کا اب وقت نہیں رہا کہ یہ فیصلہ بعد میں ہو جائے گا پہلے لڑائی میں فتح ہونا چاہیے۔ واضح رہے کہ ہمارے ان رنگین دوستوں اور ساتھیوں کو جب تک ہمارے خلوص اور نیک نیتوں پر بھروسہ نہ ہوگا جب تک ہم ان کو یقین نہ دلا دیں۔ ہم اپنے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ سب کی بہبودی کے واسطے لڑ رہے ہیں تب تک یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ رنگین حلقوں میں صبر کے پیمانہ ظرف لبریز ہو چکے ہیں۔ ہر جگہ خواہ وہاں انگریزی حکومت ہو یا امریکن قیام آزادی کے عزائم سب جگہ موجزن ہیں۔ سب ان سے نجات حاصل کرنے پر تلے ہوئے ہیں کیونکہ ان سے نجات پانے سے وہ ان کی دست برد سے نجات ان کے سفید اور کالے کی تمیز اور کالی قوموں سے تعصب سے نجات پالیں گے، کوئی شے اس عزم کو ضعیف نہیں کر سکتی۔

امریکہ کے جو لوگ دولت برطانیہ کے انگریزی بولنے والے مقبوضات کے سفید فام قوموں سے امریکن قوم کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں اور اس اتحاد کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ ہم کو ایسی لعنت آئین جنگ کے راستہ پر لگا رہے ہیں جس کا صحیح تصور کرنے سے ہم ابھی قاصر ہیں۔

اس نامعقول جمہوریت کے حلقہ ارکان میں جب چین کو اپنا نام نظر نہیں آتا تو اس سفید فام جمہوریت کی نسبت وہ کیا نہیں گمان کر سکتا۔ چین سب سے بڑی جمہوری اور جمہوریت شناس قوم ہے لیکن اس دائرہ جمہوریت میں یہ رکنیت کا اہل نہ ٹھہر سکتا۔ ایسی جمہوریتوں کے نصب العین کے تسلیم کرنے سے جاپان انکار کرتا ہے اور انکی دربدر تخریب بنتا ہے۔ پھر اگر اس کو جنگی جہاز اور ہوائی تیار کر کر کے نذر چڑھاتے رہیں تو کیا مقصود حاصل ہو جائیگا؟ اور وہ ان جمہوریتوں کو تسلیم کریگا۔ بحر اٹلانٹک کے گرد رہنے والی قومیں اس ہولناک انجام کو کما حقہ نہیں محسوس کر سکتیں کہ اس قسم کی حرکتوں سے وہ آئندہ جنگ کی کیسے تخم پاشی کر رہی ہیں۔ اٹلانٹک قوموں میں شمولیت کے شرف سے نجات نہیں مل سکتی۔

ہندوستان، چین، ملایا، فلپائن وغیرہ زبان حال سے ہماری طرف برطانیہ اور امریکہ کی طرف دیکھ رہے ہیں بلکہ انتظار کر رہے ہیں کہ آئندہ ان سے کیا رشتہ رکھیں گے۔ کیسے پیش آئیں گے۔ جمہوریت کی برکتوں میں وہ برابر کی شرکت یا ہونگی یا اس سے کم۔ ہمارے آخری فیصلہ جلد اور صاف الفاظ میں ہونا چاہئیں اس میں تاخیر لازم نہیں۔ تاخیر کے معنی تخریب کے ہیں ہم امریکن انگریزوں کے قومی اوصاف کے ہر چند مداح سہی اور دنیا میں ان کی جو ہمدراہٹ ہر چند مضبوط سہی لیکن ہم ۴۴

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

سرگزشت

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۶۱

چندہ سالانہ

پرہیزی پانچ روپے

عام چار روپے

ظہور علی ... (علیگ)

ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر

علی گڑھ

تاریخہائے اشاعت :- یکم - ۸ - ۱۶ - ۲۴

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳۰

ماہِ مبارک کے استقبال میں

(از [illegible] اشیاق [illegible] سرگزشت [illegible] الشفاق [illegible])

بزمِ استقبال کے ممبر کھڑے ہیں خاک پر — اور نگاہیں لگ رہی ہیں عالمِ افلاک پر

جیسے قصرِ دوست کی کھل جائے کھڑکی یک بیک — وہ بدو ہو جائے اک تمثالِ خوبی یک بیک

مقنعِ ابرِ سیہ پھٹ کر دو پارہ ہو گیا — رخِ عروسِ ماہِ نو کا آشکارا ہو گیا

تلبیتِ بیضا کا مہماں بن گیا ماہِ صیام — کر کے ابروئے ہلالی کے اشارے سے سلام

انقلاب آیا یکایک عالمِ اسلام میں — چہرۂ مسلم ممیز ہو گیا اقوام میں

بن گیا رخ کے لئے گلگونہ روحانی مردُ — اور پیشانی کا زیور۔ پاکیِ باطن کا نور

شب نے نصف اولیں میں عالمِ فانی کی سیر دور — منعقد ہے خامشی سے جلسۂ اجرامِ نور

گرد محراب ہلالی نیلگوں مسجد میں سب — سن رہے ہیں مجتمع ہو کر صدائے ذکرِ رب

سن وہ صدا۔ وہ دعوتِ صدق و رشاد — رہنما جس کا سکوتِ شب ہے مرکبِ دوش باد

سن رہے تھے وہ صدا و دل کش و شیریں [illegible] — جس کا ہر بط ہے گلوئے قاریانِ خوش نوا

کچھ خبر ہے تجھ کو؟ او مسعود عید قرآن [illegible] — خود فراموشی کے عالم میں ہے ساری کائنات

وجد کرتے ہیں شجر ان دلنشیں آیات پر — رقص کرتی ہے ہوا ان سکری نغمات پر

فرش پر ذی روح کو تڑپا رہی ہے تیری لے — عرش پر اللہ کو خوش آ رہی ہے تیری لے

دیدنی ہے نصف آخر کی بہارِ جاں فزا — ہو گیا ہے مرگ آسا خامشی کا خاتمہ

وہ سراب آتا نہیں ہے ایک گورستاں نظر — شکلِ ذی جاں ہے بجائے نقش ہر سو جلوہ گر

مریمِ ہستی کا ہے ٹوٹا ہوا صومِ سکوت — بن گیا مسلم ظہورِ شانِ حق لاہوت

قہقہے ہیں۔ روشنی ہے جگمگاتا ہے ہر طرف — شوخیِ طبعِ بشر ہنگامہ زا ہے ہر طرف

یاد ہے مسلم کو اس دم بس کلوا یا واشربوا — زندگی اس کی ہے شرحِ آیۂ فلیفرحوا

جو یہ کہتے ہیں لذائذ سے ہے لازم اجتناب — سفرۂ مسلم پہ دیکھیں وصلِ خرما و ثواب

مومنوں کے غل سے چونکی صبح کی ہنس مکھ پری — بر میں پوشش ہے برف گوں تھی تاج سر پر آتشی

امن و خاموشی ہوئی رخصت قمر کے ساتھ ساتھ — جاگ اٹھا فتنۂ دوراں سحر کے ساتھ ساتھ

شورشِ دہر کی جہاں میں گرم بازاری ہوئی — جنسِ فکر و محنت و غم کی خریداری ہوئی

صائم خوابیدہ اس دم بے غذا بیکار ہے — بختِ فرخ پاسبانی کے لئے بیدار ہے

خواب نوشیں سے جب آنکھ اس عاقبت [illegible] کھلی — معدہ خالی تقاضا ہے۔ دل رعونت سے تہی

روشنیٔ جان و دل تھی قوت افزائے بصر — حالِ دل آنے لگا مفلس کا منعم کو نظر

کان سے ثقلِ سماعت کا مرض جاتا رہا — قل ھو اللہ فاقہ کش کی آنت کر پڑھتے سنا

ہو گئیں عنقا طفیلِ استغنائے آب و نان — روح کی بیماریاں۔ اخلاق کی کمزوریاں

صاحبِ مقدور ہو کے! ربِ عزت کی قسم — چاہیئے کھانی تری خوبیِ قسمت کی قسم

شاہِ خاور تھک گیا دن بھر کے کاروبار سے — شکل کلفت ہے نمایاں زردیٔ رخسار سے

لمعہ افشانی میں اس کی سعی و کوشش کم ہوئی — اور کل زیرِ اثر حلقوں کی تابش کم ہوئی

آ گیا مسجد میں مؤذن طمطراق و انداز سے — روح کھنچی سب کے تن میں حبیبی آواز سے

جیسے نوشہ محفلِ شادی میں ہو رونق فزا — یا ہو بزمِ تاج پوشی میں شہنشہ رونما

دیکھ کر اس کو جو برپا شورِ طفلاں ہو گیا — کیا مؤذن بھی ہلالِ عیدِ رمضاں ہو گیا

حد سے افزوں اشتیاقِ صائماں ہونے لگا — ہر صدا پر شبہ بانگِ اذاں ہونے لگا

گہ فلک پر۔ گہ گھڑی پر۔ گہ مؤذن پر نظر — ہے اذاں کا انتظار اللہ اکبر کس قدر

دیکھ کر یہ حال مہ کو مرنے دی سلطنت — بارِ خاطر ہو کے رہنا تھا خلافِ مصلحت

یاد آتا ہے بشر کو شاہ گردی میں خدا — قبلہ رو ہو کر مؤذن ایستادہ ہو گیا

فرشِ مسجد سے [illegible] رب جوش قدم — از سرِ طاعت کیا محراب نے گردن کو خم

ڈال دی ہلچل اذاں نے ساری موجودات میں — باغ میں۔ بن میں۔ جبل میں۔ شہر میں۔ دیہات میں

آشکارا جب یہ رنگِ کامیابی ہو گیا — زعفرانی چہرہ صائم کا گلابی ہو گیا

کچھ نہ پوچھو اس خوشی کی وسعتِ خوش جانیاں — فرش پر بندہ بھی خوش ہے عرش پر یزداں بھی خوش

اقبال کا ترانہ

اور

منظور محمود

شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا جس نے اقبال کا مشہور ترانہ

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اسلامی جلسوں میں نہ سنا ہو۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمان بچے ہر گلی کوچہ میں ترانۂ ملی گاتے پھرتے تھے۔ اس ترانہ کی مقبولیت کا باعث زیادہ تر ایک گرامو فون کا ریکارڈ ہوا ہے جو ہمارے عزیز اولڈ بوائے منظور محمود صاحب کی پُر درد اور دلکش آواز میں کمپنی نے تیار کیا تھا۔ اس ریکارڈ کے تیار ہونے کے چند روز بعد جنگ طرابلس شروع ہو گئی اور بعد جنگ بلقان۔ مسلمانانِ ہند میں ترکی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی لہر دوڑ گئی اور اس ریکارڈ کی خوب قدر ہوئی اور اگرچہ مسلم ہند کا دائرۂ نظر اب تمام عالم کے مسلمانوں پر محیط نہیں ہے تاہم کبھی کبھی ترانۂ ملی اب بھی سننے میں آتا ہے۔

ناظرینِ سرگزشت کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ اقبال کے ترانہ کا ریکارڈ بنانے کا خیال سب سے اول کس کے دل میں پیدا ہوا۔ منظور محمود ۱۹۱۱ء میں اسکول میں تعلیم پاتے تھے اور گانے کا شوق تھا اُن کی آواز میں خدا نے عجیب درد اور دلکشی ودیعت کی ہے۔

مولانا محمد علی مرحوم مغفور کے گرد مخلص کام کرنے والے اس طرح جمع ہو جاتے تھے جس طرح مقناطیس کے گرد لوہے کے ٹکڑے۔ محمد علی نے بھی منظور محمود کو اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ نہ صرف ترانۂ ملی کے ریکارڈ بنانے والے ہوئے بلکہ جنگ بلقان میں ترکوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا تو منظور محمود نے پڑھنا ترک کر دیا اور ایک مجاہد کی طرح انصاری مشن کے ساتھ جس میں تقریباً تمام علی گڑھ کے طلباء تھے ٹرکی چلے گئے۔

اس ریکارڈ کے بنانے کا حال خود مولانا محمد علی کے الفاظ میں سنیئے۔ انھوں نے ہمدرد مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۲۴ء میں حسب ذیل لکھا تھا۔

"میں ابتدا ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ آجکل کی سیاسی قوم پروری کے ایک بڑے حصے کے جھوٹے ہونے کا اعتراف ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں آج بھی چیز ہے کیا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا کچھ ابتدائی کلام کل نذر قارئین کرام کر دیا گیا تھا جس میں انھوں نے اپنے حب وطن کو نظم میں ظاہر فرما دیا تھا اور جس کی ابتدا "ترانۂ ہندی" سے ہوئی تھی۔ کل کا مضمون ختم نہ کرنے کے ان تھکان تھا کہ میں پلنگ پر لیٹ گیا اور جی چاہا کہ [illegible] دونوں پر جوپچھا نہ سنوں۔ ۱۹۱۱ء کا ایک "ریکارڈ" نکالا گیا اور میرے برادر عزیز منظور محمود صاحب نے اپنی دلکش آواز پھر سولہ برس بعد مجھے سنائی۔ پہلا شعر ہی ایک تیر کی طرح جگر کے پار ہو گیا ہے

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں وطن ہے سارا جہاں ہمارا

میاں منظور محمود صاحب کو برخوردار "علی گڑھ کالج" سے اسی کو سننے کے لئے بلایا تھا اور جس کو قلب پر آئینا وشتر اتھا کر اٹھا رسید تھا کہ دونوں کمپنی کے منیجر صاحب کے پاس لے چلا گیا تھا اور اُن سے درخواست کی تھی کہ اس کا "ریکارڈ" تیار کر دیں۔ منظور محمود صاحب ان اب علم تھے کو تیے نہ تھے۔ انہیں کوئی معاوضہ لینا مقصود نہ تھا مگر مسلم یونیورسٹی کے لئے ایک رقم کا انتظام کر لیا گیا جو ہر ریکارڈ کے فروخت ہونے پر اسے ملتی رہے۔ ستمبر ۱۹۱۱ء میں "کامریڈ" میں اس کے پورے صفحے کے اشتہار نکلنا شروع ہوئے اور اگر اسی مہینے میں جنگ طرابلس کے چھڑ جانے سے کفر و اسلام کی جنگ کا وہ سلسلہ نہ چھڑ جاتا جو کہیں بارہ برس بعد جا کر صلح لوزان پر ختم ہوا اور "کامریڈ" کے صفحات کو جس نے جدال و قتال کے حالات سے لبریز کر دیا تھا اور اسی پیمانے پر یہ اشتہار نکلتا رہا۔ پھر بھی مدتوں تک نکلتا رہا۔

جب پہلی بار یہ اشتہار "دلآویز نظم، دلکش آواز، قومی امداد، ہم خرما و ہم ثواب" کی سرخی سے نکلا میں نے اس میں عرض کیا تھا کہ "ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا نے اپنے ہم وطنوں کے حب وطن کا اظہار ایک بے مثل نظم میں کیا تھا جو ہندوستان میں مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ اب اپنی تازہ ترین نظم میں انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے حب اسلام کا اظہار کیا ہے اور یقیناً اس کی مقبولیت عالمگیر ہوگی۔ وطن اور مذہب کے تعلق کی بابت شاعر ایک شعر میں وہ مطلب ادا کر گیا ہے جو فلسفی کئی صفحوں میں ادا کرتے اور شاید پھر بھی ادا نہ کر سکتے۔ اسلاف کے کارنامے اشعار بھی بیان کر چکے ہیں۔ قوم کے اقبال کا ماتم بہت کچھ ہوا اور ہوگا مگر اقبال نے صاف بتایا ہے کہ جس قوم کو مسبب الاسباب کی طرف سے ایک ضروری پیغام مطلوب دولت کے سونپا گیا ہو جب تک سارے عالم کو وہ پیغام نہ پہونچایا جا سکے اس وقت تک اس کو تباہ و برباد کرنا آسان نہیں۔ اسلامی دنیا کے دیرینہ تنزل کے بعد اب پھر ہر طرف سے ترقی کی صدائیں پیام امید بن کر آ رہی ہیں۔ کاروان سالار اب بھی وہی ہادی قوم ہے جس کی آواز نے تجلی کے کڑکے کی طرح اس سے تیرہ سو برس پہلے ایک عالم کو سوتے سے جگا دیا تھا اور اقبال کا ترانہ درحقیقت بانگ درا ہے جس سے آواز آ رہی ہے کہ چلو بڑھو جلدی کرو۔ عجب نہیں کہ یہ دلکش نظم اقبال کی نجات کے لئے کافی ہو اور ہندوستان کے مسلمان بھی پکار اٹھیں، لبیک لبیک یا رسول اللہ۔ کون ہے جس کے دل میں یہ بانگ درا نہیں پڑی۔"

ہمارے عزیز بھائی منظور محمود جن کی دلکش آواز سولہ برس کے بعد کار گر ہوئی تھی، مولانا محمد علی مرحوم کے جگر کے تیر کی طرح پار ہو گئی سال گزشتہ ایک ملے جلسہ میں علی گڑھ آئے تھے اور بہت بڑے جلسہ میں انھوں نے ترانۂ ملی پڑھا، مگر زمانہ کی تبدیلی کو دیکھئے کہ منظور محمود جن کی زبان سے ترانۂ ملی سن کر علی گڑھ کے بسا اوقات زار و قطار رونے لگتے تھے اور بیقرار ہو جاتے تھے اپنا ترانہ پورا بھی نہ کر سکے۔ اور بد مذاق لوگ جن میں افسوس ہے کہ ادھر دو ایک کے طلباء زیادہ تھے آوازے کسنے لگے اور منظور محمود مغموم ہو کر بیٹھ گئے۔ بھائی منظور نے بعد میں ہم سے اس برتاؤ کی بابت شکایت کی کیونکہ ہم اس جلسہ میں موجود تھے اور اس بدتمیزی کو نہ روک سکے مگر جب خود محترم وائس چانسلر کا برتاؤ اولڈ بوائز کے ساتھ اسی قسم کا ہو تو اوروں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

سید احمد بی۔ اے (علیگ) انیرنگ

اعادہ سے تحریر کرتے ہیں کہ غزل تازہ بتازہ حاضر خدمت ہے جو ایک مقامی مشاعرہ میں "پھر تمنا جواں نہ ہو جائے" سے طرح [illegible]

پھر وہ یوں مہرباں نہ ہو جائے
غرقِ عشرت زیاں نہ ہو جائے (۱)

یہ صنم اور یہ حرم میں لا
زہد بھی نعت خواں نہ ہو جائے (۲)

شعرا نغمہ ہا بہار [illegible]
پھر تمنا جواں نہ ہو جائے (۳)

اپنے شکووں کے تیر بس کر لے
ان کی ابرو کماں نہ ہو جائے (۴)

بیچ! وہ آ ہی گئے! اب کہ گریز
[illegible] (۵)

انتہائے وفا تو کر ڈالیں
وہ کہیں بدگماں نہ ہو جائے

شمع سے سیکھ خود گدازیٔ دل
درد تیرا زباں نہ ہو جائے

اس کی رحمت کو مت بھلا زنہار
یہ عبادت زیاں نہ ہو جائے!

سوز دل کی دعا، جزاک اللہ!
حسن ظن درمیاں نہ ہو جائے

ضبط کر عیش عزیز فریاد
کہیں اس کا عیاں نہ ہو جائے

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۴۲ عیسوی مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳۰

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

ناظرین سرگزشت واقف ہیں کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء کے جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں وائس چانسلر صاحب کے پرستاروں اور جکہ داروں نے ہنگامہ کر کے ایسوسی ایشن کے منتخب شدہ عہدہ داران کو خلاف قاعدہ معزول قرار دے کر ایسوسی ایشن پر قبضہ کرنا چاہا اور ایک نام نہاد پروویژنل کمیٹی بنا کر جدید عہدہ داران کے انتخابات کے انتظامات شروع کر دئے۔ اس ناجائز اور خلاف قانون کارروائی کے خلاف ممبران ایسوسی ایشن نے صدائے احتجاج بلند کی۔ حیدرآباد، بمبئی، صوبہ متوسط، بنگال، صوبہ متحدہ اور دہلی کے اولڈ بوائز نے آنریری سکریٹری کو باصرار ہدایت کی کہ انجمن کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کارروائی عمل میں لائی جائے اور ضرورت ہو تو عدالت سے چارہ جوئی کی جائے۔

سمجھوتہ کی کوشش

آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن نے اس کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا کہ یہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے پا جائے تاکہ ایسوسی ایشن اور محترم وائس چانسلر اس فضیحت اور بدنامی سے بچ جائیں جو عدالتی کارروائی میں مضمر ہے۔ جلسہ کے دوسرے ہی دن آنریری سکریٹری نے وائس چانسلر اور رجسٹرار کو حسب ضابطہ اطلاع دیکر درخواست کی کہ وہ نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے ان ممبران اسٹاف یونیورسٹی کو جو آمادہ پیکار ہیں اور خلاف قانون کارروائی کرنا چاہتے ہیں متنبہ فرما دیں۔ اس کے جواب میں لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر ضیاء الدین نے وقتی صدر کے یکطرفہ بیان پر نام نہاد کمیٹی کو حسب ضابطہ تسلیم کرتے مسٹر ظفر عمر کو اطلاع کی کہ وہ اب ایسوسی ایشن کے سکریٹری نہیں رہے اور ان کی معروضات قابل سماعت نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ احکام جاری کر دئے کہ منتخب شدہ آنریری سکریٹری کو برطرف سمجھا جائے۔ یونیورسٹی کے ٹریژرر نے انجمن کے حسابات سے ملازمین کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کے لئے روپیہ دینے سے انکار کر دیا حالانکہ ایسوسی ایشن کے سرمایہ پر ٹریژرر اور وائس چانسلر یونیورسٹی کو کوئی اختیار نہیں ہے اور ٹریژرر محض بنکر کے ہیں۔

وائس چانسلر کی ذاتی ذمہ داری

۳ ستمبر کو وائس چانسلر صاحب کو لکھا گیا کہ انھوں نے یہ خلاف ضابطہ احکام جاری کر کے تمام ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے اس لئے معاملہ پر مکرر غور فرمائیں لیکن اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ یاد دہانی کی گئی مگر سماعت نہ ہوئی۔ ۷ ستمبر کو ایک ساتویں خط کے ذریعہ سے آنریری سکریٹری نے معاملہ کی سنجیدگی کی جانب محترم وائس چانسلر کی توجہ مبذول کی اور گزشتہ راہ اصلاح کہ اس گتھی کو سلجھانے کا یہ تجویز پیش کی کہ چند اولڈ بوائز محترم وائس چانسلر کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حالات پر تبادلہ خیالات کر کے معاملہ کا تصفیہ کریں اور عدالتی کارروائی کی نوبت نہ آئے لیکن اس ضروری خط کا جس کا ترجمہ سرگزشت یکم اکتوبر میں شائع ہو چکا ہے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ ۱۲ ستمبر اور ۲۷ ستمبر کو مجھتر اولڈ بوائز کی ایک فہرست محترم وائس چانسلر کی خدمت میں بھیجی گئی جنہوں نے اس خلاف ضابطہ کارروائی کے خلاف احتجاج کی ہے مگر ان معروضات کا بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کے بعد یاد دہانیاں کی گئیں مگر جواب ندارد۔

سمجھوتہ کی سب کوششیں ناکامیاب

ناظرین سرگزشت اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ صلح و آشتی سے معاملہ کے تصفیہ کی کس قدر کوشش کی گئی مگر محترم وائس چانسلر اور ان کے چند ماتحت ایسوسی ایشن کی تخریب پر تلے ہوئے ہیں اور انھیں نہ بیرونی اولڈ بوائز کی خواہشات کی پروا ہے نہ اپنی اور یونیورسٹی کی بدنامی کی۔ ایسوسی ایشن کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس کے متعلق قومی جرائد بھی آواز بلند کر رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقا صلح و آشتی کی ہر ایک کوشش کو ٹھکرا رہے ہیں۔

مجبوراً عدالت سے چارہ جوئی

ایک ممتاز رکن حاجی حافظ حفیظ اللہ صاحب سابق سول سرجن نے اپنے نیز ایسوسی ایشن کے ناموس اور حقوق کی حفاظت کے خیال سے خود وائس چانسلر، ٹریژرر، رجسٹرار اور نام نہاد پروویژنل کمیٹی کے اراکین کے خلاف عدالت دیوانی میں دعوے دائر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حافظ صاحب نے جو خط ہماری ہدایت کے لئے لکھا ہے درج ذیل ہے :-

مکرمی ظفر عمر صاحب۔ تسلیم

میں نے ۱۴ اگست کے جلسہ اولڈ بوائز کی جملہ کارروائیوں کے مسترد کرانے اور ۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے مجوزہ جلسہ پروویژنل کمیٹی کو روکنے کے لئے مقدمہ دائر کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے اور اس کا انتظام کر رہا ہوں۔ لیکن میں خود بوجہ علالت و بعد مسافت علی گڑھ پر پہنچ نہیں پہونچ سکتا اور نہ پیروی مقدمہ کا ماحقہ بندوبست کر سکتا ہوں اس لئے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس اہم معاملہ میں میری مدد کریں۔ درحقیقت یہ مقدمہ خود آپ کو بحیثیت آنریری سکریٹری دائر کرنا چاہئے تھا تاکہ ایسوسی ایشن بربادی سے بچ جاتی اور ہمارے حقوق وغیرہ اس طرح پامال نہ کئے جاتے۔ مگر آپ نے کسی مصلحت سے سکوت کیا اور مجھے اقدام کرنا پڑا۔ مجھے توقع ہے کہ آپ بحیثیت آنریری سکریٹری اس مقدمہ میں اپنی دلچسپی کا اظہار کریں گے تاکہ یہ اہم معاملہ جو محض ایسوسی ایشن کے مفاد کے لئے عدالت میں پیش کیا جاتا ہے عدم پیروی کی وجہ سے خراب نہ ہو۔ بار صرفہ کا میں ذمہ دار ہوں اور بطیب خاطر کروں گا اور بشرط صحت عند الضرورت علی گڑھ آتا جاتا بھی رہوں گا۔ لیکن بلا آپ کی مدد کے صحیح طور پر پیروی نہ ہو سکے گی۔

امید ہے کہ آپ میرے اس معروضہ پر توجہ کریں گے اور مجھے اور جملہ ممبران کو جن کی حق تلفی کی جا رہی ہے مشکور فرمائیں گے۔

نیازمند۔ حفیظ اللہ
از اعظم گڑھ
۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

معاونین سرگزشت

۲۴ ستمبر کے سرگزشت میں "شیطانوں کا جال" کے عنوان سے مقالہ سے اقتباس سپرد قلم کر کے ہم نے ناظرین اخبار کو مطلع کیا تھا کہ سعادت علی پسر مرزا ابراہیم بیگ مرحوم ... اور ... کا تذکرہ کرتے اس پر افسوس کیا تھا کہ وہ محترم ڈاکٹر صاحب ... کارکنوں کے بہکانے میں آ کر راہ راست سے بھٹک گئے تھے اور

زبانِ خلق

[کہا جاتا ہے کہ موجودہ وائس چانسلر صاحب اخبارات نہیں دیکھتے نہ دوسری چیزیں ان کے دربار میں بیان کردیتے ہیں۔ اول تو ملت کم جب رائے عامہ جو اخبارات میں ظاہر ہوتی ہے ان کے دوستوں اور رشتہ داروں کی اکثریت پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے' اخبار پڑھنے کی زحمت بیکار۔ لیکن ایک تعلیمی ادارہ کے افسروں اور ہی خواہوں کے لئے ضروری ہے کہ رائے عامہ سے واقف رہیں اور اس کا احترام کریں]

"ڈاکٹر سر ضیاء الدین تیسری بار مسلم یونیورسٹی کے سیاہ و سفید کے مالک ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے دو بار سے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

کا ورد کرتے ہوئے یونیورسٹی سے خارج البلد کئے جا چکے تھے۔ سازش۔ اقربا پروری۔ جاسوسی۔ آمریت۔ خود مختاری جاہ طلبی۔ جماعت بندی۔ یہ عنوانات ہیں جو ڈاکٹر صاحب کے عہد۔ معدلت عہد کے طغرائے امتیاز بنے ہوئے ہیں۔ ہم تو نہیں لیکن ہمارے بعض دوست سمجھتے تھے' ڈاکٹر صاحب کافی ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ بہت سے سبق حاصل کر چکے ہیں اب زمام انتظام ان کے ہاتھ میں آئی ہے تو وہ پچھلی غلطیوں کا اعادہ نہیں کریں گے۔ لیکن

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

والا معاملہ اب کے بھی ہوا۔ ڈاکٹر صاحب ہو چلے اور آن کے ساتھ اُن کی کمزوریاں بھی ہو چکیں اور وہ سب کچھ پھر ہونے لگا جو پہلے ہوتا تھا جس نے یونیورسٹی کے وقار کو مجروح کر دیا تھا۔ موجودہ دور میں ڈاکٹر صاحب کے طرز عمل سے بیزار ہو کر قوم کے بہت سے سرمد آوردہ و سرد و گرم چشیدہ ماہرین تعلیم اور رہنمایان ملت' عاجز آ کر کورٹ کی ممبری سے بطور خود علیحدہ ہو چکے ہیں یا ڈاکٹر صاحب کی حکمت عملی کے شکار ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر حسین جیسا ماہر تعلیم' یگانۂ روزگار' مخلص اور ایثار پیشہ شخص بھی الگ ہو چکا۔ سیاسی کارکنوں میں راجہ محمود آباد' چودھری خلیق الزماں' نواب اسمٰعیل خاں وغیرہ بھی الگ ہو چکے ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ علی گڑھ کے اور بھی بہت سے فدائی ترک تعلق کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بجائے اس کے کہ ان حضرات کو واپس لینے کی کوشش کرتے' خوش ہیں کہ راہ کے پتھر ہٹ گئے۔

ایسے نادان کو کیا کہے کوئی

علی گڑھ' اولڈ بوائز' اور ای ایسٹین' مولانا شوکت علی مرحوم کی جوان ہمتی' اولوالعزمی اور انتھک محنتوں کی یادگار ہے ایسوسی ایشن سے یونیورسٹی کو اس کے نادار طلبہ کو معتد بہ فائدہ پہونچ رہا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب علی برادران سے ہمیشہ خفا رہے اور اب کہ یہ دونوں قوم کے سردار اپنے رب کے حضور میں پہنچ چکے ہیں ڈاکٹر صاحب اور ان کے حوارئین ابتک ان رہنمایان ملت سے خفا ہیں۔ ان کا نام نہاد اخبار تحریکات اب بھی علی برادران کے متعلق ایسے ناشائستہ الفاظ لکھتا ہے جنھیں کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم نشینوں کو کس طرح بتایا جائے کہ ان جیسے لاکھوں لوگ روز پیدا ہوتے اور روز مرتے رہتے ہیں لیکن محمد علی کے مجاہد ہمیشہ اور شوکت علی کے جانباز صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ تاریخ ان کے کارنامے محفوظ رکھے گی۔ آنے والی نسلیں عقیدت و احترام کے ساتھ ان دونوں گروہ وقار بھائیوں کا نام نامی لیں گی اور اس عہد میں بھی کون حساس اور بیدار دل ہے جو محمد علی' شوکت علی کا نام سن کر ادب سے گردن نہ جھکا لے۔

اس میں اب انکلام ہوں یا سر رضا علی!

ڈاکٹر سر ضیاء الدین جیسے لوگ ہر درسگاہ سے پیدا ہو سکتے ہیں لیکن علی برادران کا نمونہ نہ مسلم یونیورسٹی پیدا کر سکی ہے نہ شاید اب پیدا کر سکے۔ مبارک ہے وہ درسگاہ جس نے محمد علی اور شوکت علی کو پروان چڑھایا۔"

(روزنامہ ہندوستان) [illegible] ستمبر [illegible]

مسلم یونیورسٹی کورٹ کی رکنیت سے استعفوں کی بھرمار

کیا تاجدار دکن تحقیقاتی کمیٹی مقرر فرمائینگے

"مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محترمی ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے وائس چانسلر مقرر ہونے کے بعد پھر پارٹی بازی اور گروہ بندی کی وہ وبا پھیل گئی جس کی بنا پر ایک بار ڈاکٹر صاحب کو یونیورسٹی سے علیحدہ ہونا پڑا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف گزشتہ واقعات سے سبق لیکر اب ان شکایات کو نہ پیدا ہونے دیں گے جن کی وجہ سے ایک بار مسلم یونیورسٹی بری طرح بدنام ہو چکی ہے لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا دور شروع ہوتے ہی پارٹی بازی اور بدنظمی کی شکایات شروع ہو گئیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے حامی ان استعفوں کے متعلق کیا کہتے ہیں جو مسلم یونیورسٹی کورٹ کی رکنیت سے دئے جاتے ہیں۔

راجہ صاحب محمود آباد۔ چودھری خلیق الزماں صاحب۔ اور علی گڑھ کے دیگر شیدائیوں کے مستعفی ہونے کے بعد حال ہی مسٹر محمد فیاض خاں صاحب ایم۔ ایل۔ سی آگرہ نے یونیورسٹی کورٹ کی رکنیت سے استعفی دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو لکھا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ معزز معاصر سرگزشت میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ حقائق پر مبنی ہے اور یونیورسٹی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ بہت جلد کوئی ایسی کارروائی کی جانی چاہیئے جس سے موجودہ بے چینی دور ہو۔

ہم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چانسلر اعلیٰ حضرت نظام دکن کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور ان سے ملتجی ہیں کہ وہ مسلم یونیورسٹی کو رسوائی سے بچانے کے لئے جلد از جلد کوئی قدم اٹھائیں۔ سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ایک تحقیقاتی کمیشن دوبارہ مقرر کیا جائے جو تمام واقعات کی چھان بین کرنے کے بعد چانسلر صاحب کو صحیح واقعات سے باخبر کرے۔

ممکن ہے بعض لوگ فی الحال اس کی ضرورت نہ محسوس کریں لیکن اگر حالات اسی طرح پیش آتے رہے اور مسلم یونیورسٹی میں پارٹی بازی کا دور دورہ حسب معمول جاری رہنے دیا گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ کہیں پھر وہی نوبت نہ آ جائے جب ڈاکٹر صاحب کی یونیورسٹی سے علیحدگی ہی یونیورسٹی کی بقاء کے لئے ضروری سمجھی گئی تھی۔

بہر حال مسلم یونیورسٹی کے حالات اس قابل ضرور ہیں کہ یونیورسٹی کے چانسلر اعلیٰ حضرت تاجدار دکن اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں اور جس طرح ممکن ہو سکے یونیورسٹی کو بدنامی سے بچائیں۔

(سرگزشت۔ بمبئی)

۲۷ ستمبر [illegible]

سرسید کے پڑپوتے کی شادی خانہ آبادی

طلباء قدیم علی گڑھ کی برادری میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ ۲۲ اکتوبر [illegible] کو عزیزی سید انور مسعود سلمہ کی شادی روشن بیگم سلمہا بنت صاحبزادہ شہزاد احمد خاں کے ساتھ قرار پائی ہے۔ انور مسعود سلمہ سر راس مسعود مرحوم سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کے صاحبزادہ ہیں اور سر سید احمد خاں کے پڑپوتے۔ دلہن صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی پوتی ہیں' اس لحاظ سے یہ شادی اولڈ بوائز علی گڑھ کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ شادی کے سامان ہو رہے ہیں۔ بارات دو شالہ سے آفتاب منزل جائیگی۔ خبر ہے کہ سید راس مسعود مرحوم کے بہت سے احباب باہر سے شرکت شادی کے لئے آئیں گے اور مسٹر آل احمد سرور اور حاذق صاحب اس تقریب مسعود کے لئے نہایت عمدہ نظمیں لکھ رہے ہیں جنکے سننے کا سب کو اشتیاق ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا ترپنواں سالانہ اجلاس

اعلیٰحضرت فرمانروائے بھوپال کا ورود مسعود

آج ہم انتہائی مسرت سے برادران اسلام کو یہ روح افزا خوشخبری سناتے ہیں کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کا ترپنواں سالانہ اجلاس ۲۷-۲۸-۲۹ نومبر ۱۹۴۲ء کو اسلامیہ کالج کے پُر فضا میدان میں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوگا۔ اس جلسے کی متعدد گوناگوں اہم خصوصیتوں کے علاوہ ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ ریاست بھوپال کے جوان بخت و جوان سال فرمانروا اعلیٰحضرت نواب حاجی سر محمد حمید اللہ خان بہادر بی۔ اے (علیگ) جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ وی۔ او نزول اجلال فرما کر اس کی رونق کو چار چاند لگائیں گے۔

جلسے کو علم و عرفان اور ذوق و وجدان کی دولت سے مالا مال بنانے کے لئے ملک کے مایۂ ناز خطیب۔ جادو بیان مقرر اور آتش نوا شاعر تشریف لا رہے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان بھر کے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں پُر زور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس قومی جشن میں شریک ہوں۔

(معتمدین انجمن)

وائسرائے کو مسٹر اللہ بخش کا خط

کراچی۔ وائسرائے کو مسٹر اللہ بخش وزیر اعظم سندھ نے حسب ذیل خط لکھا ہے:—

"میں یور ایکسی لنسی کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے وہ دونوں خطابات واپس کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو مجھے برطانوی حکومت سے حاصل ہوئے تھے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں انہیں اپنے نقطۂ نظر اور اعتقادات کے مطابق نہ سمجھ کر اب انہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔

ہندوستان ایک طویل مدت سے اپنی قومی آزادی کے لئے جد و جہد کر رہا ہے۔ موجودہ جنگ شروع ہونے پر یہ امید تھی کہ جن اصولوں اور مقصدوں کو لے کر اتحادی لڑ رہے ہیں ان ہی کے مطابق ہندوستان کو آزاد کر کے ایک آزاد ملک کی حیثیت سے اسے اس بین الاقوامی جنگ میں شامل کیا جائے گا۔ میرا یقین ہے ہندوستان کو آزاد ہونے کا حق ہے اور ہندوستان کے لوگوں کو وہ حالات حاصل ہونے چاہئیں جن میں وہ امن و چین سے رہ سکیں۔

مگر برطانوی حکومت کے قول و فعل نے یہ بات صاف ظاہر کر دی ہے کہ ہندوستان کی مختلف پارٹیوں اور قوموں کو اپنے اختلافات دُور کرنے، انھیں اختیارات منتقل کرنے، آزادی سے خوش و خرم رہنے اور اپنے پیدائشی حقوق کے مطابق اپنے ملک کی قسمت کو بدلنے کا حق دینے کی بجائے اس کی پالیسی یہ رہی ہے کہ ہندوستان پر اپنا سامراجی اقتدار برقرار رکھے۔ اسے غلامی میں رکھے۔ پروپیگنڈے کے مقاصد کے لئے سیاسی اور فرقہ وارانہ اختلاف استعمال کرے اور اپنے سامراجی مقاصد اور ارادوں کی تکمیل کے لئے قومی عناصر کو کچل دے۔

مسٹر چرچل کی تقریر نے مایوس کر دیا

مسٹر چرچل نے دار العلوم میں جو تازہ ترین تقریر کی ہے اس نے ان سب لوگوں کو مایوس کر دیا ہے جو نیک نیتی سے چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے انصاف کیا جائے۔ چونکہ اس اعلان میں ہندوستان کو اس انصاف سے محروم رکھا گیا ہے۔ اور اس یقین کو اور بھی مضبوط کرتی ہے کہ برطانیہ ہندوستان سے اپنا سامراجی اقتدار ہٹانے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ لہٰذا میں محسوس کرتا ہوں کہ میں ان خطابات کو جو مجھے برطانوی حکومت کی طرف سے حاصل ہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ آج جو حالات رونما ہوئے ہیں ان میں میں اس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا کہ یہ خطابات برطانوی سامراج کی نشانیاں ہیں۔"

(ا۔ پ)

التماس

ناظرین سرگزشت سے التماس کی جاتی ہے کہ وہ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ وی۔ پی عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۴۰۰ بقایا یگان

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام تحصیل ہاتھرس ضلع علی گڑھ

ٹھاکر چھتر پال سنگھ خلف ٹھاکر بالمکند سنگھ قوم ٹھاکر ساکن سلم گری تحصیل علیگڑھ زمیندار نمبردار موضع تیبرس پرگنہ ہاتھرس

بنام الکرام ولد گوپال قوم جاٹ ساکن سوسائی تحصیل سکندرہ راؤ و مسماۃ سونیا بیوہ ہرپال و امراؤ و رام سروپ پسران کندن اقوام جاٹ ساکنان نگلا جو کھا و کاشتکار و خیلکار موضع تیبرس پرگنہ ہاتھرس

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا لگان کے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن مقام تحصیل ہاتھرس اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بلا حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۸ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

فارم اطلاعنامہ حسب دفعہ ۹۔ ایکٹ جائداد ہائے مقروضہ ممالک متحدہ

بعدالت جناب محمد یوسف الزماں صاحب بہادر اسپیشل جج درجہ دوم بلند شہر

مقدمہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۴۲ء اسپیشل جج بہادر درجہ دوم بلند شہر

ہرگاہ ایک درخواست حسب دفعہ ۴ ایکٹ جائداد ہائے مقروضہ ممالک متحدہ ۱۹۳۴ء (ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء) جیسا کہ بہ روئے ایکٹ ۴ سنہ ۱۹۳۵ء ترمیم ہوا ہے۔

دھرم سنگھ ولد نہال سنگھ مختار سنگھ و چھتر سنگھ و رنبیر سنگھ بالغان پسران دھرم سنگھ قوم جاٹ و ۵ کشن نابالغ پسر دھرم سنگھ پدر خود ۶ مہاراج سنگھ نابالغ پسر مختار سنگھ بولایت مختار سنگھ پدر خود ۷ گرراج سنگھ نابالغ پسر رنبیر سنگھ برفاقت مختار سنگھ تاؤ حقیقی خود ۸ سلج سنگھ نابالغ پسر چھتر سنگھ برفاقت چھتر سنگھ پدر خود قوم جاٹ ساکنان کرم نگر سوالی پرگنہ اگوتہ

کی جانب سے اس غرض سے پیش کی ہے کہ ایکٹ جائداد ہائے مقروضہ ممالک متحدہ کے احکام اس سے متعلق کئے جائیں۔

لہٰذا اس تحریر کی رو سے حسب دفعہ ۹ (۱) ایکٹ جائداد ہائے مقروضہ ممالک متحدہ ۱۹۳۴ء جیسا کہ بہ روئے ایکٹ ۴ سنہ ۱۹۳۵ء ترمیم ہوا ہے اطلاع دی جاتی ہے کہ جملہ اشخاص جو دھرم سنگھ

وغیرہ مذکور کی ذات یا جائداد کے خلاف ہر دو ڈگری شدہ و غیر ڈگری شدہ خانگی قرضہ جات کے متعلق دعوے رکھتے ہوں وہ گزٹ میں اس اشتہار کے شائع ہونے کی تاریخ سے تین ماہ کے اندر اپنے دعووں کے متعلق تحریری بیانات اس حاکم کے روبرو پیش کریں جس کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اور بصورت خلاف ورزی اس کے ہر ایک دعوے ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ خلاف سائل مذکور جملہ اغراض و مرتبہ جات کے لئے زیر دفعہ ۱۴۔ ایکٹ مذکور باضابطہ بے باق متصور ہوگا۔

بحکم عدالت
مہر عدالت — دستخط منصرم

اطلاع نامہ بنام ریسپانڈنٹ مشعر اطلاع اس امر کے کہ حکم طیاری ڈگری قطعی کیوں نہ صادر کیا جائے

بہ اجلاس جناب سید انوار الحق صاحب بہادر بی۔ ایس سی۔ پی سی۔ ایس منصف صاحب بہادر منصفی فتح آباد آگرہ

منصفی فتح آباد — مقدمہ متفرقہ نمبر ۳۰۳ سنہ ۱۹۴۰ء

لالہ شنکر لال ولد ہیرالال قوم ویش ساکن قصبہ شمس آباد [illegible] فتح آباد ضلع آگرہ ڈگریدار — بنام لطیف خاں وغیرہ مدیونان ڈگری
(۱) لطیف خاں (۲) بابو خاں (۳) نصیر خاں (۴) شبیر خاں (۵) حبیب خاں پسران جہانگیر خاں اقوام پٹھان ساکن حال [illegible] (۶) چپراسیان تحصیل فتح آباد ضلع آگرہ و (۷) چپراسی صدر تحصیل آگرہ و (۸) حال ملازم آگرہ کینٹ بر کوارٹر کالے خاں مستری و (۹) قصبہ فتح آباد ضلع آگرہ

ہرگاہ مدعی ڈگریدار مذکور الصدر نے درخواست صدور حکم قطعی واسطے نیلام جائداد مرہونہ و مکفولہ ڈگری نمبری ۳۰۳ سنہ ۱۹۴۰ء کہ جو بتاریخ ۱۸ ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء عدالت ہذا سے صادر ہوئی تھی بمطالبہ مبلغ ۴۵۲/۱۵/- گزرانی ہے۔ لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تم کو کوئی عذر نسبت صادر ہونے حکم قطعی نیلام جائداد مذکورہ کے ہو تو اس عدالت میں بتاریخ ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار مجاز حاضر ہو کر پیش کرے۔

آج بتاریخ ۳ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت
مہر عدالت — دستخط منصرم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء

نمبر مقدمہ ۱۶۳ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت جناب مولوی اصغر حسین صاحب بہادر ریونیو افسر بلند شہر

جوتی پرشاد وغیرہ مدعی

بنام پرشوتم پسر [illegible] رام قوم برہمن ساکن شہر آگرہ محلہ گوکل پورہ گلی ہر دوئی زمیندار قصبہ بلند شہر محال منضبطہ باقیماندہ کھیوٹ نمبر ۱۵

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت تقسیم کھاتہ کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۶ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر تحصیل ہاتھرس مقام ہاتھرس ضلع علی گڑھ

نمبر مقدمہ ۴۰۷ بقایا لگان سنہ ۱۹۴۲ء

ٹھاکر حکم سنگھ ولد ٹھاکر [illegible] لال سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] پرگنہ ہاتھرس زمیندار نمبردار موضع [illegible] پرگنہ ہاتھرس

بنام

بلدیو سنگھ ولد [illegible] سنگھ قوم ٹھاکر ساکن حال [illegible] ضلع متھرا نمبر ۱ مشہوری ہو۔ اور ہرنند پال سنگھ ولد [illegible] سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] موضع [illegible] پرگنہ ہاتھرس

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام ہاتھرس اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوجئے اور جواب دہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۶ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ شرائط اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت منصفی کول مقام علی گڑھ ضلع علی گڑھ

نمبر ۲۹۲ بابت سنہ ۱۹۴۱ء اجراء

سیٹھ بھول چند خلف ماسٹر ہیرالال قوم ویش ساکن شہر کول محلہ چھیپٹی علی گڑھ مدعی ڈگریدار — بنام رام پرشاد وغیرہ مدیونان
(۱) رام پرشاد ولد لچھمن داس قوم زرگر ساکن شہر کول محلہ چھیپٹی علی گڑھ (۲) رام چرن ولد لچھمن داس قوم زرگر ساکن حال [illegible] آگرہ

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان میں ڈگریدار نے واسطے نیلام مکان و دوکان کے درخواست گزرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۲۸ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت
مہر عدالت — دستخط حاکم

قائدِاعظم مسٹر محمد علی جناح کا خصوصی پیام

ملتِ اسلامیہ ہند کے نام

نئی دہلی۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر کل ہند مسلم لیگ نے عید الفطر کے موقع پر ملتِ اسلامیہ ہند کے نام جو خصوصی پیام دیا ہے وہ درج ذیل ہے :۔

"میں تمام مسلمانوں کو عید سعید کی پُرخلوص مبارکباد دیتے ہوئے ان کی کامیابی و کامرانی کے لئے دست بدعا ہوں۔ دوسرے تمام اسلامی تقاریب کی طرح ماہِ صیام اور عید الفطر اسلام کی وہ عالمگیر تقریبیں ہیں جو ہر ملک اور کرۂ ارض کے ہر اس حصہ پر منائی جاتی ہیں جہاں مسلمان بستے ہوں۔ عید الفطر ایک نشانی ہے اس اسلامی اخوت و اتحاد کی جو دینی بھی ہے اور معاشی بھی، اس عظیم اور متبرک دن کی مسرتوں اور برکتوں سے مستفید ہوتے ہوئے آئیے یہ معاہدہ کریں کہ ہم نہ صرف زمانۂ حال میں اپنے واسطے موزوں نظام کی مستقل بنیاد رکھیں گے بلکہ اسلامی میراث کی شمع لیکر مستقبل کے نئے نظام عالم میں اس مقام کو روشن کرلیں گے۔

ہندوستان میں مسلمان فاتح، تاجر، مبلغ اور معلم کی حیثیت سے آئے جن کے ساتھ ان کی اپنی ثقافت اور تہذیب بھی آئی۔ انھوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کی بنیادیں رکھیں اور تہذیب و ثقافت کو معراج پر پہونچایا۔

انھوں نے ہندوستان کے اس ذیلی براعظم کی نہ صرف اصلاح کی بلکہ اس کو ایک نئے سانچہ میں ڈھال دیا۔

ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان پیوستہ شدہ ایک جسد واحد کے مظہر ہیں اور آج دنیا کے کسی ایک حصہ میں مسلمانوں کی اتنی کثیر آبادی نہیں ہے۔ وہ اپنی ایک مخصوص تہذیب اور معاشرت کے حامل ہیں جو دوسروں سے قطعی جدا ہے۔ وہ تمام اقوام اور تمام افراد کی کامل آزادی اور مساوات کے لئے کھڑے ہیں۔ اس عالمی کشمکش میں جو فی الوقت جاری ہے۔ ایک طاقتور عنصر کی طرح مسلمانانِ ہند کی تمایت ناگزیر ہے اور دنیا کے آئندہ نئے نظام نئے آئین، نئی قوت اور قیامِ امن و امان میں بھی وہ برابر کے شریک ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ اپنی قومی آزادی اور کاملیت کو حاصل کرتے ہوئے اس وسیع ذیلی براعظم کے شمال مغربی اور مشرقی حصوں میں اپنی آزاد اور خودمختار ریاستیں قائم کریں جہاں ہماری تعداد کسی طرح سات کروڑ نفوس سے کم نہیں ہے جو ہمارے وطن میں اور جہاں ہم اکثریت میں ہیں۔

بدیں وجہ میں ہر مسلمان سے پُرجوش اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہمارے نصب العین، پاکستان کے حصول کا عزم صمیم کرلیں جس کا حصول ہماری زندگی یا موت اور مسلم ہندوستان کی آئندہ قسمتوں کا فیصلہ کردے گا۔ یا تو ہم اپنے مقصد پاکستان کو حاصل کرلیں گے یا ختم ہوجائیں گے۔

آئیے آج ہم دل کو دل ایک ہوجائیں اور ایک جسد واحد کی طرح کل ہند مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوکر اپنے اس ادارہ کو جس کے لئے اتنے وسیع اور مضبوط پیمانہ پر ہمیں پہلے ہی سے ایسا متحد و منظم کردیا ہے جس کی کوئی نظیر پچھلی مسلم ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس ادارہ کو مضبوط تر اور مزید طاقتور بنالیں۔

دنیا آج تاریخ کے ایک نازک ترین دور سے گزر رہی ہے۔ اسلام اور مسلمان اس مہیب عالمی جنگ میں کسی اور قوم سے کم حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ ہمیں آج یہ عزم صمیم کرلینا چاہیئے کہ آنیوالے عالمی امن میں اجتماعی طور پر ہم برابر کے شریک ہوں گے۔ جنگ نے آج اسلامی ممالک کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے اور خود ہندوستان کے شمالی مشرقی اور شمال مغربی خطے جو مسلمانوں کے وطن ہیں ایک زبردست خطرہ سے دوچار ہیں۔ آج ہم بیرونی اور اندرونی وسیع اور خطرناک تغیرات سے گزر رہے ہیں اس لئے ہمیں سب سے پہلے نہ صرف اپنی آزادی اور کاملیت کے حصول کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے بلکہ ہماری دلی ہمدردی اور اخلاقی تائید ان تمام ممالک اور خاص طور پر ان اسلامی دول کے ساتھ ہونی چاہیے جو اپنی آزادی اور خودمختاری کے لئے شریک جنگ ہیں۔

یہ امر ہماری دلی طمانیت کا موجب ہے کہ آج کی طرح ہم ترکی، عرب، مصر، عراق، افغانستان، ایران اور دوسرے اسلامی ممالک کی آزادی اور خوشحالی کے دل سے خواہاں ہیں اور متمنی ہیں۔ اسی طرح میں محسوس کرتا ہوں کہ ان ممالک کے مسلمان پاکستان کے لئے ہماری والہانہ کشمکش کے ساتھ اپنے ہی اضطراب اور ہمدردی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اس لئے جبکہ ہم اپنی آزادی اور خودمختاری کی سعی میں مصروف ہیں تو ہمیں اپنے بھائیوں کو نہ بھولنا چاہیئے جو دنیا کے اور حصوں میں اسی طرح مصروف کشمکش ہیں۔ آئیے ان اسلامی ممالک کے لئے دعا کریں جو آج آزادی اور خودمختاری کے حامل ہیں۔ خدا انھیں اپنی آزادی اور ملوکیت کے برقرار رکھنے میں مدد کرے۔

دنیا کا کوئی مہذب انسان موجودہ جنگ، ہتھیاروں کی یہ جھنکار اور اس مجنونانہ خونریزی کو انتہائی رنج و اکراہ کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ ہمیں دعا کرنی اور یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ دن دور نہیں جب یہ ساری کشمکش ختم ہوجائے گی اور اس کے بعد وہ عالمی امن و سکون حاصل ہوگا جس میں کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر تسلط پانے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہوگا بلکہ ہر قوم اپنے طور پر ترقی کی معراج پر پہونچ کر ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنی ترقی کے مساویانہ حقوق و مواقع کی مالک ہوگی۔

نوجوانوں سے خطاب

ہمارے نامور اولو العزم وزیر اعظم ہزاکسی لینسی نواب سر احمد سعید خاں بہادر صدر اعظم دولتِ آصفیہ نے سالِ نو کا پیام حیدرآباد کے نوجوانوں کو بھیجتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو تمام ملک کے، خصوصاً علی گڑھ کے نوجوان طلباء کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں :۔

"اپنے نوجوان بھائیوں کے ساتھ اس امر میں شریک ہوں آپ کے لئے ایک روشن مستقبل ہے اور ہر سال خداوند تعالیٰ کی مدد سے بہتری اور برتری کا سال ہوگا۔ میں یہ عرض کرونگا کہ اس موقع پر چند منٹ خاموشی سے بیٹھ کر سالِ گزشتہ پر ایک نظر ڈالئے اور سوچئے کہ آپ نے کیا حاصل کیا اور کون کون سے مواقع ضائع کئے۔ کہاں کہاں کامیابیاں حاصل کیں اور کہاں کہاں غلطیوں کے شکار بنے اور اس تجزیہ کے بعد نئے سال میں امید اور مسرت کے ساتھ قدم رکھیئے۔ تجربہ غلطیوں کے نتائج کا نام ہے اگر آپ نے سالِ گزشتہ پر اس طرح سے نظر ڈالی ہے جس طرح میں نے اوپر عرض کیا تو آپ سالِ نو میں ایک زیادہ عقیل، ایک زیادہ فہیم اور ایک زیادہ تجربہ کار آدمی کی حیثیت سے قدم رکھیں گے۔"

براہِ کرم اپنے پتہ کی چٹ ملاحظہ کرکے چندہ خریداری بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیے یا وی پی وصول فرماکر مشکور فرمائیے

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۵ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳۱

مسٹر جناح کا پیام عید

قائد اعظم کا پیام عید جو ۱۲ اکتوبر کو عیدگاہ دہلی سے نشر کیا گیا مسلمانان ہند کے لئے امید دل اور آرزوؤں سے بھرا ہوا ' ہمت افزا بیان ہے۔ یقین ہے کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اس پیام میں غور و فکر کے لئے کافی سامان پایا ہوگا۔ اس بیان میں دوسرے اسلامی ممالک کا ذکر کر کے مسلمانان ہند کو اس جذبہ اخوت کی جانب متوجہ کیا ہے جسے وہ ملک کی اندرونی کشمکش میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ سے ایک حد تک فراموش کر چکے تھے اور انھیں علامہ اقبال کا ترانہ ملی یاد آیا ہوگا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اس پیام عید میں مسلمانان ہند کے نصب العین پاکستان کے حاصل کرنے پر زور دیکر اعلان کیا گیا ہے کہ "اس عالمگیر کشمکش میں جو اس وقت جاری ہے ایک طاقتور عنصر کی طرح مسلمانان ہند کی شمولیت ناگزیر ہے اور دنیا کے نئے انتظام میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔ یا تو ہم اپنے مقصد پاکستان کو حاصل کر کے رہیں گے یا ہم ختم ہو جائیں گے۔

ہمیں افسوس ہے کہ قائد اعظم کے پیام عید کو بعض غیر اسلامی حلقوں میں غلط معنی پہنائے گئے ہیں۔ ۱۵ اکتوبر کے ہمعصر پاینیر کے مقالہ افتتاحیہ میں اس پیام کے متعلق مایوسی کا اظہار کیا گیا ہے کہ مسٹر جناح کی قیادت میں وزارت ہند کی تشکیل کی جو امید باندھی جا رہی تھی' اس پیام کے بعد منقطع ہو گئی کیونکہ مہاسبھا ہرگز اسے پسند نہ کریگی کہ دوران جنگ میں مسٹر جناح کو وزیر اعظم گورنمنٹ ہند بنا کر ہندوستان میں آزاد اسلامی حکومتیں قائم کرنے کی تجویز کو مضبوط کیا جائے۔

اول تو گورنمنٹ برطانیہ دوران جنگ میں اپنے اختیارات کو ہندوستانیوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتی جیسا کہ مسٹر ایمری نے اپنی تازہ تقریر میں پارلیمنٹ کے سامنے کہا ہے اور بفرض محال کوئی ایسی تجویز حکومت وقت کی طرف سے پیش ہوئی ہے کہ مسٹر جناح ایک با اختیار وزارت اپنی قیادت میں بنائیں۔ مسٹر موریسالیق اڈیٹر اسٹیٹسمین نے البتہ یہ تحریک کی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کو چاہئے کہ وقت کی نزاکت کا خیال کر کے ہندوستان میں با اختیار وزارت قائم کی جائے اور مسٹر جناح کو وزیر اعظم بنایا جائے۔ اگر ہندوستان کے سیاسی طبقوں میں ملک کی آزادی کا واقعی جذبہ موجود ہوتا اور صرف اپنی اپنی قوم اور پارٹی کی برتری کا خیال نہ ہوتا تو باوجود پیام عید کے مسٹر جناح کی قیادت پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے تھا۔ ہمارے لئے مصر کی مثال موجود ہے۔ اس ملک میں بھی آزادی کی تحریک کو اس وقت ترقی ہوئی جب سب سیاسی پارٹیوں نے ملک کے بہترین سیاست داں اور خیرخواہ کو اپنا سردار بنایا۔ مصر میں مسلمان ۹۵ فی صدی ہیں' باقی عیسائی اور یہودی' مگر ملک کی بھلائی کے لئے مسلم اکثریت نے ایک غیر مسلم زاغلول پاشا کی قیادت کو بخوشی قبول کر لیا اور ان کی قیادت میں مصر نے بہت جلد آزادی حاصل کر لی۔ کیا ہندوؤں کی اکثریت مصر کی تقلید کر کے ایک مسلمان کی قیادت قبول کرنا پسند کریگی؟

اسلامی ممالک کی سلامتی کی طرف جو اشارہ قائد اعظم نے اپنے بیان میں کیا ہے اور نظام جدید میں اسلامی ممالک کے ساتھ اقتصادی اور سیاسی تعلقات کی اہمیت پر زور دیا ہے اس سے ہمعصر پاینیر نے مایوس ہو کر یہ نتیجہ نکالا ہے مسلمانان ہند دیگر اسلامی ممالک کی مدد سے پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ترکی۔ ایران' افغانستان اور عراق خود اپنی مشکلات میں مبتلا ہیں اور ان کی جانب سے یہ اندیشہ کرنا کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کو فوجی یا اقتصادی امداد دے سکیں گے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

بالفرض اگر یہ اسلامی ممالک جن کی مجموعی آبادی پانچ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ مل بھی جائیں تب بھی تیس کروڑ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قوت بقدر نصف کے ہوگی' اور آزاد ہندوستان کو ان سے خوف کھانے اور مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں کا زمانہ گیا اور آئندہ وہی ممالک سیاسی اور اقتصادی سکون میں رہ سکتے ہیں جو دیگر بڑی اقوام کے ساتھ متحد ہو کر رہیں۔

دوسرا محاذ

روس کے ڈکٹیٹر موسیو اسٹالن نے ایک اخبار کے نمائندہ کو سوالات کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ اس وقت یورپ میں دوسرا محاذ جنگ قائم ہونا ملک روس کے لئے سب سے زیادہ اہم اور ضروری مسئلہ ہے تاکہ جرمن افواج کا دباؤ روس پر کم ہو۔ اسٹالن نے یہ بھی کہا کہ روس نے جرمنی کی ٹڈی دل افواج کا زور اپنی طرف منعطف کر کے انگلستان اور امریکہ کی ایسی مدد کی ہے جس کے مقابلہ میں سامان جنگ کی امداد جو روس کو پہونچ رہی ہے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

ہم مشکر گزار ہیں قاضی عزیز الدین بلگرامی کے جنھوں نے ہماری تائید میں ایک مختصر خط لکھ کر محترم وائس چانسلر صاحب کے نعقب تحریک کا نزلہ اپنی جانب رجوع کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے اوپر حملوں میں قدرے کمی ہو گئی ہے۔ کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں تحریک کا نزلہ کچھ دنوں پروفیسر حبیب پر گرا اور اب پورے زور کے ساتھ قاضی صاحب کی طرف رجوع ہوا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

پروفیسر حبیب کی طرح قاضی صاحب خاموشی کے ساتھ تحریک کے نزلہ کو سہنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ پہلا نسخہ جو ہلکی قسم کا ہے سرگزشت میں دوسری جگہ شائع کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علاج طویل اور یونانی قسم کا ہوگا۔ بہت سے نسخے لکھے جائیں گے اور بڑی مقدار میں دوا کے پیالے پلائے جائیں گے۔

وزارت سندھ

مسٹر ایمری نے چند روز ہوئے فخریہ بیان کیا تھا کہ ہندوستان کے پانچ صوبوں میں اس وقت بھی حکومت خود اختیاری پائی جاتی ہے اور ہندوستانی وزراء اور ہندوستانی وزیر اعظم کی قیادت میں نظم ونسق کے با اختیار افسر ہیں۔ اس بیان کے متعلق ابھی تنقید جاری تھی کہ خان بہادر مسٹر اللہ بخش وزیر اعظم سندھ کو برخاست کر دیا گیا کیونکہ اب انہیں صوبہ سندھ کے برطانوی گورنر کا اعتماد حاصل نہیں ہے۔ کہا تو یہ جاتا تھا کہ قانوناً کوئی وزیر اعظم اس وقت تک اپنے عہدہ سے منفصل نہیں ہو سکتا جب تک اسے اراکین مجلس وضع قوانین کی اکثریت قابل اعتماد سمجھتی ہے۔ سندھ اسمبلی کا کوئی جلسہ طلب نہیں کیا گیا جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ مسٹر اللہ بخش کو اکثریت مجلس کا اعتماد حاصل ہے یا نہیں۔ گورنر صاحب بہادر کے حکم سے وزیر اعظم

"مصنوعی معصومیت اور صداقت نما کذب"

(از خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی)

شمارہ ۱

مندرجہ بالا عنوان سے ۴ ، اکتوبر ۱۹۴۲ء کے سرگزشت میں جناب اڈیٹر صاحب نے دو کالم کا ایڈیٹوریل میرے متعلق شائع فرمایا ہے۔ اس مضمون میں ۲۷ ، اگست کے جلسہ اولڈ بوائز میں جن عہدہ داران ایسوسی ایشن کو ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی پارٹی نے بزعم خود علیحدہ کر دیا ہے ان کی بابت ارشاد ہے کہ :-

"ایک جتھابند گروہ اور غلیظ پروپاگنڈا کرنے والوں کو جماعت سے خارج کیا گیا۔ جناب قاضی صاحب بھی اسی جماعت کے ایک ممتاز ممبر ہیں"

ذرا اس جملہ کی تنقیح ملاحظہ ہو۔ اس مغضوب گروہ کے افراد جو برخاست کئے گئے ہیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) مسٹر محمد حبیب پروفیسر تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
(۲) میاں محمد شریف لکچرار فلاسفی " "
(۳) ڈاکٹر طاہر رضوی ریڈر جغرافیہ " "
(۴) مسٹر جمیل الدین لکچرار انگلش " "
(۵) مسٹر محمد شعیب قریشی وزیر تعلیمات ریاست بھوپال
(۶) خواجہ غلام السیدین ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات کشمیر
(۷) خانصاحب مظفر محمد خاں ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر خورجہ
(۸) ڈاکٹر حاجی حافظ حفیظ اللہ ریٹائرڈ سول سرجن اعظم گڑھ
(۹) خان بہادر افتخار عادل ممبر لیجسلیٹو کونسل وایڈوکیٹ آگرہ
(۱۰) خواجہ محمد اسحاق ریلوے ڈپارٹمنٹ
(۱۱) مسٹر ظفر عمر ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن
(۱۲) مسٹر جبر الدین لکچرار فلاسفی و جوائنٹ سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن
(۱۳) ڈاکٹر عابد احمد علی ریڈر عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
(۱۴) خواجہ عبد العلی ریٹائرڈ جج علی گڑھ
(۱۵) خواجہ عبد [illegible] ایڈوکیٹ علی گڑھ
(۱۶) مولوی سید طفیل احمد علی گڑھ
(۱۷) میر ولایت حسین علی گڑھ
(۱۸) خان بہادر محمد یونس چیرمین میونسپل بورڈ علی گڑھ

مندرجہ بالا فہرست میں دس ممبران مسلم یونیورسٹی کورٹ کچھ ممبران تعلیمی اسٹاف مسلم یونیورسٹی اور سب کے سب معتمد اولڈ بوائز ہیں جن میں بعض میرے دوست اور بعض میرے شناسا ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کی میں نے آج تک صورت بھی نہیں دیکھی۔ ان میں سے ہر ایک بلحاظ اپنی وجاہت کے مجھ سے بہتر ہے اس لئے مجھے اس جماعت کا فرد قرار دینا میرے لئے باعث ذلت نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ ان میں سے کس کس نے کیا کیا "مکروہ اور غلیظ پروپاگنڈا" کیا اس کا جواب میرے ذمہ نہیں۔ میں تو نہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا عہدہ دار تھا اور نہ نکالا گیا۔ اگر اس گردن زدنی جماعت کے بعض افراد سے تعلق کی وجہ سے میرے اوپر عتاب ہے تو مجھے اس کی شکایت نہیں۔

اس قسم کے ایڈیٹوریل اور مراسلات جن کی یہ مضمون ادنے کڑی ہے جناب وائس چانسلر صاحب مسلم یونیورسٹی اپنے خیالی مخالفوں کو بزعم خود ذلیل کرنے کے لئے مسلسل لکھوا رہے ہیں۔ اخبار سرگزشت ان کی پارٹی کا آرگن ہے اور وہ اور ان کے اعوان و انصار اس کی مالی سرپرستی کے ذمہ دار ہیں۔

گرچہ تیر از کمان ہمے گذرد
از کماندار بیند اہل خرد

ڈاکٹر ضیاء الدین کی زندگی کا کوئی پہلو علی گڑھ کے رہنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے اور اگر میں بھی اسی سطح پر اتر سکتا جس پر آج ان کے نافہم دوست انھیں کھینچ لائے ہیں تو میں بھی تو بہت کچھ واقعات لکھ سکتا تھا جو نہ صرف ان کے لئے بلکہ اس ادارہ کے لئے بھی باعث شرم ہوتے جس کی باگ بدقسمتی سے ان کے ہاتھ میں ہے۔ مگر

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ڈاکٹر صاحب میرے پرانے رفیق و عنایت فرما ہیں لیکن ۱۹۲۵ء اور اس کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ ہم دونوں نے آگے چل کر مختلف راستے اختیار کئے جس کا مجھے آج تک افسوس ہے اور شاید ہمیشہ رہے۔ افسوس اس وجہ سے اور ہے کہ اس دنیا میں وہی ایک شخص ایسے ہیں جن سے مجھ سے تعلقات ہوئے اور پھر منقطع ہوئے ورنہ جس کسی سے ذرا بھی واسطہ یا ربط ضبط رہا میں نے اسے بوجہ احسن نباہا۔ میں بحیثیت ایک سابق نیازمند کے انھیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی باگ ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کے ہاتھوں میں نہ دیں جو مخالفت کی آگ بھڑکا کر خود ان کو قعر مذلت میں گرا رہے ہیں۔ مجھے اخباری مباحث میں پڑنے کی عادت نہیں ہے اور نہ فرصت، مگر مضمون زیر بحث میں اور اس سے قبل بھی تحریکات میں فرقہ بندی اور اقتدار پسندی کا غلط الزام بعض ان اکابرین قوم پر ہفتہ وار لگایا گیا ہے جن کی عمریں قومی خدمت میں صرف ہوئی ہیں اور یہ سب کچھ ڈاکٹر صاحب کی غلط کاریوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اور ان کے ایما سے کیا جا رہا ہے اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک بار اظہار حقیقت کر دیا جائے۔

(باقی آئندہ)

مسٹر مسکری کا خط

[علی گڑھ کے اولڈ بوائز بلکہ تمام کے اور دوسرے [illegible] ہوئے مادر درسگاہ کے معاملات سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں [illegible] عزیز بھائی مسٹر مسکری نے علی گڑھ کے تازہ حالات سے متاثر [illegible] جو خط لکھا ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ صفی کی تاریخی نظم جو اس [illegible] کے ساتھ موصول ہوئی ہے سر ورق پر شائع کی جاتی ہے۔ [illegible] پہلی مرتبہ لکھنؤ ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۳ء میں پڑھی گئی تھی جبکہ [illegible] نے شرتیجلی پر حملہ کر کے مسلمانان عالم کو بے چین کر دیا تھا۔ اڈیٹر]

کوروہ منڈالی

۷ ، اکتوبر ۱۹۴۲ء

برادر مکرم ظفر عمر صاحب دام کرمہٗ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ [illegible]

۲۴ ، ستمبر کا اخبار سرگزشت جب یہاں پہونچا تب میں باہر چلا گیا تھا [illegible] تیسری اکتوبر کو واپس ہوا۔ ضروری کاموں سے فراغت پا کر [illegible] دیکھا کہ اس تاریخ کے اخبار کا اڈیٹر کون تھا۔ شکر خدا کا کہ [illegible] کا ہی نام نظر آیا۔ جب اخبار پڑھنا شروع کیا اور تیسرے صفحہ پر [illegible] ہوا کہ اس کی سرخی "شیطانوں کا جال ہے"۔ اس کو پڑھا [illegible] سعادت علی بیگ کا خط جو آپ کے نام آیا ہے نظر سے گزرا۔ مرحوم [illegible] کے برابر نکلا۔ خدا مغفرت کرے مرحوم ابراہیم بیگ صاحب [illegible] فرزند کو سعادت علی بیگ جو نام دیکھے تھے وہ واقعی اب [illegible] سعادت مندی بتلا کر اپنے والد مرحوم کی روح کو خوشی اور تسکین [illegible] کا باعث ہوا۔ آپ کی یہ پہلی کامیابی کی مبارکباد دیتا ہوں [illegible] ہوں، انشاء اللہ آئندہ بھی آپ ہی کے نصیب میں تمام کی [illegible] کامیابیاں لکھی ہوئی ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کو۔ مادر [illegible] کو اور بالخصوص اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کو بدخواہوں اور [illegible] سے محفوظ رکھے۔ آمین

اتفاقاً مولانا صفی صاحب لکھنوی کی نظم جو انھوں نے [illegible] میں لکھی تھی مل گئی۔ اس وقت کے لئے موزوں ہے اور میرا ارادہ [illegible] کے لئے ایک یادداشت ہے کہ وہ اپنی ایسوسی ایشن کو قائم [illegible] زندہ رکھنے میں ایک تازہ سبق اس سے لیں۔ مذکورہ نظم [illegible] درج کر کے اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ خدا صاحب آپ کو [illegible] رکھ کر مادر درسگاہ اور ایسوسی ایشن کی خدمت جو آپ کر [illegible] قبول فرما کر اس کی جزائے خیر آپ کو دے اور ہر وقت آپ [illegible] مددگار رہے۔ آمین ثم آمین

اے دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آپ کا نیازمند

محمد آصف مسکری

نقل خط موسومہ جناب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مخدوم مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب سلامت۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

گرامی نامہ دفتر وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ بجواب میرے عریضہ کے متعلق مسلم یونیورسٹی کورٹ بزبان انگریزی وصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ مسلم یونیورسٹی کورٹ علیگڑھ سے دفتر کی خط و کتابت بزبان اردو ہونے کے لئے تجویز منظور ہو چکی ہے لیکن باوجود اس کے آنجناب کے انگریزی زبان میں خط لکھنا نہایت درجہ قابل اعتراض امر ہے۔ اس سلسلہ میں اندراً مہربانی مجھے اجازت دیجئے کہ میں رحمت اللہ کمیٹی تحقیقات مسلم یونیورسٹی کی سفارشات کی طرف توجہ دلاؤں جس میں عبد اللہ کمیٹی کی رپورٹ کی تائید کرتے ہوئے عام طور پر قواعد و ضوابط کے اردو ہی میں ہونے پر تاکید کی گئی ہے (ملاحظہ ہو ترجمہ رپورٹ صفحات ۸۵ و ۸۶) اسی طرح کہ قواعد و ضوابط اردو ہی میں آنجناب کے موجودہ دور میں اعادہ ہونیکا سلسلہ قابل اعتراض طریقہ پر جاری ہے۔

بہر حال قبل اس کے کہ نا وقت ہو آنجناب قوم کے مطالبہ پر اپنی توجہ مبذول فرمائیں اور انگریزی زبان کی دلچسپی کے علاوہ اردو زبان کی بھی سرپرستی کے لئے بخل نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

راقم نیاز مند

(دستخط) الحاج مولانا مولوی محمد مولش خانصاحب

خان بہادر رئیس دتاؤلی ضلع علیگڑہ

مورخہ ۳؍اکتوبر [illegible]

آہ! مولوی اکرام عالم صاحب بہادر

یوں تو کون نہیں مرتا اور "کل نفس ذائقۃ الموت" کی کیسی کیسی عملی شہادتیں رونما نہیں ہوتی ہیں۔ عبرت ناک اموات کی انتہا نہیں۔ حسرت اور مایوسی کی کیا کیا نظیریں ملتی ہیں۔ ضعیف والدین اپنے کیسے کیسے ہونہار چشم و چراغ کو سپرد خاک نہیں کرتے۔ اور کتنی سعید اولاد اپنے شفیق والدین کو جبے وقت نہیں ہو دی کیسی فرمانبردار بیویاں اپنے شوہروں کی خدمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم نہیں ہو جاتی ہیں اور پھر گردش روزگار یہاں ہی ختم نہیں ہوتی، بدقسمت پسماندگان کی آئندہ زندگی کی تلخیوں سے کون واقف ہے۔ اکثر ایک کے اٹھ جانے سے پورا گھر برباد ہو جاتا ہے کبھی امتحان یہیں ختم ہو جاتا ہے اور قدرت آئندہ راحت و چین کے سامان کر دیتی ہے۔ ہاں! کبھی ایسی ہستیاں بھی اٹھ جاتی ہیں جن کی موت نہ صرف قریبی اعزہ کو خون کے آنسو رلاتی ہے بلکہ اپنے شہر قوم اور ملک کو سوگوار بنا دیتی ہے۔

بدایوں کی قسمت میں چند سال کے عرصہ میں ایسے ہی صدمات لکھے تھے۔ ابھی فصیح الدین صاحب مرحوم کے انتقال کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اکرام عالم صاحب مرحوم ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔

مرحوم جن اعلیٰ صفات کے حامل تھے اس کا ہر اپنا پرایا معترف ہے۔ ان کے بے نظیر اخلاق کا انکار کون کر سکتا ہے۔ عام انسانی ہمدردی کا جذبہ ان میں موجزن تھا۔ وہ اپنے بس بھر ہر شخص کی امداد کو تیار رہتے۔ ان کے اصول زندگی اعلیٰ تھے اور وہ ان پر سختی سے کاربند تھے۔ امیروں سے ان کے تعلقات تھے۔ سرکار رامپور میں انھیں خاص باریابی حاصل تھی لیکن وہ غریب نواز اور غریب دوست تھے۔ اپنے پیشہ کے بہترین آدمیوں میں ان کا شمار تھا، اور وہ فخر خاندان تھے۔ بدایوں اور بدایوں ہی پر کیا موقوف صوبہ ان پر بجا طور پر نازاں تھا۔ وہ سیاسی عقائد میں مسلم لیگی تھے لیکن ان کے احباب میں جو آج انھیں رو رہے ہیں ہندو اور مسلمان سب شریک ہیں۔ انسانی ہمدردی ہی انسان کا پہلا فرض ہے جس کا وہ عملی نمونہ تھے۔ افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی ورنہ اور بھی بہتر خدمت انجام دیتے۔ مرحوم قدیم روش اور وضع کے پابند تھے۔ ان سے چھوٹے ان کے بزرگانہ برتاؤ کو یاد کر کے روئیں گے اور بزرگ ان کی سعادت مندی پر آنسو بہائیں گے ان کی محفلوں میں بزرگوں کی محفلوں کا سا لطف تھا۔ ان کی گفتگو میں مربیانہ انداز تھا۔ وہ علم دوست تھے اور اپنے طرز تحریر کے مالک تھے۔ وہ فصیح البیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر شیریں تھی، اور جامع۔ ممکن ہے ان کی اور تصانیف ہوں۔ مجھے معلوم نہیں۔ ہاں! حقیقت رامپور کو پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ یہ ریاست عالیہ رامپور کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل سب ہی پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ سرکار جنت نشان اور سرکار موجودہ کی رعایا پروری اور ہر دلعزیزی کا صحیح حال تحریر کیا ہے۔ ریاست کے خوشحال مستقبل کی خوشخبری دی ہے جس کی امید ریاست کے جوان بخت اور جواں سال ولیعہد بہادر سے قائم ہے۔ یقیناً ضرورت تھی کہ روہیلکھنڈ کی واحد ہر دلعزیز ریاست کا حال روہیلکھنڈ کی مشہور اور اعلیٰ شخصیت کے قلم کا رہین منت ہوتا۔ کتاب کی تالیف کا مبارک مقصد، رعایا اور راعی میں سچے تعلقات قائم کرنا ہے۔ کتاب کے سادہ اور سلیس طرز بیان کی تعریف کرنا تو کسی زباندان ہی کا حق ہے۔

مرحوم کی موت نہ صرف ہمارے خاندان اور وطن کیلئے ایک عظیم الشان نقصان ہے بلکہ ان کی موت سے تمام قوم اور صوبہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔

خدا ان کے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے اور ان کے مراتب بلند کرے کہ وہ اعلیٰ عادات و فضائل کے مالک تھے

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

"معتشم"

رفتار حوادث اور افکار زمانہ

انگلستان کی عظمت کا سبب

آسٹریلیا کے سابق وزیر اعظم مسٹر منزیز نے اپنی ایک تازہ تقریر میں کہا اس جنگ میں ہماری شرکت زندگی یا زندگی پر ختم ہوگی۔ ہم اس وقت تک اس جنگ میں کامیاب نہ ہونگے جب تک ہمارے باپ دادوں کے خیالات کی اصلاح نہ ہو جائے جو جنگ سے پہلے بیس برس کے دوران میں دوسروں کی تحقیر احتراز دنیاداری اور اپنے آرام و اطمینان کی فکر کو شیوۂ حیات سمجھتے رہے ہیں۔ انگلستان نے اپنی عالمگیر بحری طاقت اور قیادت یا تجارت سے عظمت حاصل نہیں کی تھی بلکہ اس اعتقاد کی علمبرداری سے پائی تھی جس نے اس دنیا میں اخلاقیات میں رہبر بنا دیا تھا۔

ساورکر کو چین کے مسلم سیاح کی ہی شکایت ہے

چین کے دو جدید سیاح ہندوستان پہنچے ہیں۔ انہوں نے ساورکر سے بھی ملاقات کی۔ مسٹر ساورکر نے مسلم سیاح ڈاکٹر عثمان وو کے مشن کی کارگزاریوں پر جو وہ ہندوستان میں کر رہے ہیں توجہ دلائی۔ بالخصوص بمبئی میں ان کی ایک تقریر پر جس میں ڈاکٹر وو نے تبلایا کہ مسلمانان چین نے اپنے امتیاز کو قائم اور بے داغ رکھا ہے اور اسلامی قومیت کا جذبہ انھیں بھی اسی قدر قوی ہے جس قدر ہندوستانی مسلمانوں میں ہے۔" مسٹر ساورکر نے کہا مسلمانان ہند کی حوصلہ افزائی یہ کہکر کی ہے کہ ان کے اتحاد اسلام کی تحریک میں چینی مسلمان مدد کریں گے۔

لیڈی چھتاری صاحبہ بالقابہا کا عطیہ

محترمہ لیڈی چھتاری صاحبہ بالقابہا نے ڈیوٹی سوسائٹی کو ایک سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا۔ سوسائٹی اس مرحمت خاص کی شکر گزار ہے۔

خبریں

بنگال میں تناسب آبادی

سنہ ۱۹۴۱ء کی تازہ مردم شماری سے صحیح اعداد یہ ہیں:

بنگال میں مسلمان آبادی ۳۱۸۵۸۸۶۵

" غیر مسلم " ۲۵۳۰۷۰۰۹

مجموعی آبادی کا تناسب ۱۴ : ۱۱ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ۵۷ فی صدی مسلمان ہیں اور ۴۳ فی صدی میں ہندو، عیسائی، انگریز و دیگر اقوام بنگال شامل ہیں۔

کلکتہ اور بردوان کمشنری میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ڈھاکہ، راج شاہی و چاٹگام کمشنریوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

بیگم آصف علی کا مال ضبط کر دیا گیا

نئی دہلی۔ بیگم آصف علی کا تمام مال ضبط قرار پایا ہے اور اعلان ہوا کہ اگر ایک مہینہ میں خود پولیس میں حاضر نہ ہوئیں تو ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ماتحت انھیں روپوش قرار دیا جائے گا۔ مجل کشو سکھنا کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔

پنجاب میں کانگریس خلاف قانون قرار دی گئی

گورنر پنجاب نے ایک غیر معمولی گزٹ میں صوبہ بھر کی تمام کانگریس کمیٹیوں کو شہری ہو یا دیہاتی خلاف قانون قرار دیا ہے۔

اتحادیوں کی امداد ایک بے نتیجہ چیز
اسٹالن کا تحریری بیان

ایک امریکن نامہ نگار کی ملاقات پر اس کے سوالات کے جواب بجا ہیں۔ اسٹالن صدر جمہوریہ روس نے کہا "سوویٹ روس کے نزدیک موجودہ مشکلات کے حل کرنے میں دوسرے محاذ کو دوسری تمام تجویزوں پر فوقیت ہے۔"

اتحادی امداد کی نسبت کہا کہ جرمنی کی فاسسٹ طاقتوں کی ساری زد کا بار اپنے اوپر لے کر سوویٹ یونین جو امداد اتحادیوں کی کر رہی ہے اس کے مقابلہ میں اتحادی جو امداد اس کو پہنچا رہے ہیں وہ بالکل بے حقیقت ہے۔ سوویٹ کی طاقت کی نسبت کہا کہ جرمنی کی جارحانہ طاقت کے مقابل سوویٹ کی قوت مدافعت اگر زیادہ نہیں ہے تو کم بھی نہیں ہے۔ اسٹالن نے یہ جواب اپنے دستخطوں سے نامہ نگار کے حوالے کئے۔

ترکی سے کروم کے ٹھیکہ کی تجدید

آئندہ جنوری میں خریدِ کروم کے پہلے ٹھیکہ کی میعاد ختم ہو جائیگی وجہ سے آئندہ خریداری کو جاری رکھنے کی غرض سے وزیر اعظم ترکی سراج اوغلو اور سفیر برطانیہ کی پھر ٹھیکہ کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ترکی میں کروم کی سالانہ پیداوار ایک لاکھ ٹن کی رہتی ہے۔

حکومت سی۔ پی دو اخباروں پر مقدمہ چلائے گی

ناگپور۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت سی۔ پی دو اخبارات سوا آدھن اور دیہاتی دنیا پر حکومت ہند کے احکام متعلق خبر نویسی کی خلاف ورزی کے جرم میں مقدمہ چلانے والی ہے۔ (اے پ)

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۴۸۰ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر بلند شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

سوکھا و جھونا و بلو نتا پسران کلوا و ہیرا و کیسٹ و نتھی پسران [illegible] بنام حکم سنگھ و مہر سنگھ پسران جسونتہ و کھمیرا و ہر گیان ساکن موضع بنڈاویہ پرگنہ اگوتہ ضلع بلند شہر و انترام و بدھا پسران لال قوم گوجر مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء وقت دس بجے بمقام بلند شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو ایسے سوالات کا جواب دے سکے حاضر ہو جیئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے۔ اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۹ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

مسل سنہ ۱۹۴۲ء بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر مقام انوپ شہر ضلع بلند شہر

بوہرا سیٹھ طوطا رام زمیندار نمبردار موضع اسی سر پرگنہ انوپ شہر مدعی بنام مساۃ مان کنور بیوہ ٹوڈر سنگھ و مساۃ گوکا کنور بیوہ ہری سنگھ و نہال سنگھ ولد صدن سنگھ قوم ٹھاکر و خیلکار دہکر مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ لگان کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۷ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے بمقام انوپ شہر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو جیئے اور جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ [illegible] ماہ [illegible] سنہ [illegible] جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

یونیورسٹی کی خبریں

چونکہ بیشتر طلبہ تعطیل موسم خزاں کی وجہ سے [illegible] گئے تھے اس لئے عید کے دن احاطۂ یونیورسٹی میں امسال وہ چہل پہل نہیں رہی جو عید الفطر کے دن ہر سال دیکھی جاتی ہے۔

گرم ہے کہ ماہ رواں کے اخیر میں قائد اعظم مسٹر جناح علی گڑھ تشریف لانے والے ہیں ان کے استقبال کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نعرۂ [illegible] لیگ زندہ باد کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ [illegible] سال میں مسلم لیگ نے کیا کام کیا۔ نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی قومی درسگاہ کے متعلق جو بد دلی پیدا ہو گئی ہے اور کورٹ کے ممتاز اراکین مستعفی [illegible] اس کے کیا اسباب ہیں۔

برسوں سے علی گڑھ میں اس قدر بارش نہیں ہوئی جس قدر امسال ہوئی۔ اوسط ۲۰ انچ کے قریب ہے مگر امسال ۳۷ انچ بارش ہوئی۔ ملیریا کی اگرچہ زیادتی ہو گئی لیکن کثرت بارش نقوی پارک کے لئے بہت مفید ہوئی۔ یونیورسٹی کے [illegible] میں ڈاکخانہ تک سبزہ زار ہے۔ بیچ میں بڑا سا خوشنما [illegible]

وزیر ہند کے بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف کے تاثرات

حیدرآباد۔ ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر مسٹر ایمری کی کیا کسٹن ہال والی تقریر مسلم لیگ کے لئے سبق آموز ہونی چاہئے بالخصوص جبکہ مسٹر ایمری کو مسلم لیگ عملاً اپنا دوست اور ہمنوا تصور کرتی ہے۔ ان الفاظ میں ڈاکٹر سید عبداللطیف نے ایک بیان جاری کیا ہے جس میں مسلم لیگ کی پالیسی پر انھوں نے روشنی ڈالی ہے۔

سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں "اگست ۱۹۴۰ء کا مشہور برطانوی ڈیکلریشن جس پر مسٹر جناح نے اپنی قوت اور تمناؤں کی بنیاد فخر کے ساتھ رکھی اس کی اب تشریح ہوئی اور خود اس ہستی کی زبان سے جو اس ڈیکلریشن کی ذمہ دار ہے۔ یہی تشریح اور توضیح صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ایک الگ تھلگ اور منقطع پاکستان کا جو خواب مسٹر جناح دیکھ رہے ہیں وہ کچھ ایسا خوش آئند خواب نہیں ہے۔ اس کے برخلاف وہ ایسی اسکیم کی طرف مائل ہے جس کے لئے میں نے ابتدا سے اب تک غیر مبہم طریقہ پر ہمیشہ اپنی تحریروں اور تقاریر میں مسلم لیگ کو دعوت فکر دی ہے اور جس کے تحت ہندوستان میں ان خود مختار مملکتوں کا ایک اتحاد قائم ہو سکتا ہے جن میں ایک شمال مغربی اور دوسری شمال مشرقی مملکتیں بھی شامل ہونگی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

اس اتحاد کا دستور ایسا ہوگا کہ متحد ہونیوالی مملکتوں کو وسیع ترین حکومت خود اختیاری، اختیارات مابقی اور حقوق علیحدگی حاصل ہوں گے۔ مرکز بھی ایسا ہوگا جہاں صرف چند ہی شعبہ جات کو باہمی مفاد کی تکمیل کے مد نظر اس کے سپرد کر دیا جائیگا۔ بالخصوص مسٹر ایمری اس سے واقف ہیں کہ مسلمانوں میں مرکز کی نسبت یہ حقیقی خوف موجود ہے کہ جہاں ہندو اپنی اس کثرت تعداد کی بنا پر جو ملک میں مجموعی حیثیت سے انہیں حاصل ہے مسلمانوں پر غالب رہیں گے اس لئے بطور چارہ کار وہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ایسا مرکزی نظام رائج کرنا چاہئے جس میں کوئی ایک عنصر دوسروں پر غالب نہ آ سکے یا جیسا کہ میں نے اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے کوئی ایک طبقہ یا اتحاد طبقات دوسرے طبقات پر غلبہ حاصل نہ کرے۔"

جب مسٹر ایمری کا یا یوں کہئے خود برطانوی حکومت کا یہ آئینی نقطۂ نظر ہے تو کیا یہ توقع کرنا بیجا ہوگا کہ لیگ وقت ضائع کئے بغیر اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے گی اور ایک منقطع پاکستان کے تصور کو عام مسلمانوں کے ذہنوں میں پرورش کرنا ترک کر دے گی۔

موجودہ دور میں چھوٹی چھوٹی علیحدہ آزاد و خود مختار مملکتوں کو جو تلخ تجربات پیش آئے ہیں وہ نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ دانشمندی کا اقتضا تو یہ ہے کہ معقول شرائط پر ایسے پاکستان کے حصول کے لئے ساری قوتیں مجتمع کی جائیں جو بقیہ ہندوستان سے منسلک رہکر شمال مغرب اور شمال مشرق کے مسلمانوں کی اکثریت ہی نہیں بلکہ ہندو رقبہ جات کی مسلمان اقلیتوں کے مفاد کو بھی محفوظ کر لے۔ لیگ کو یہ جاننا چاہئے کہ وہ حالات جن کی وجہ سے افتراق و تقسیم ہند کا سوال پیدا ہوا تھا اب باقی نہیں رہے۔ کانگریس کو بہت سمجھ آگئی ہے۔ مسلمانوں کو مطمئن کرانے کے لئے اس نے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔ کانگریس اب اس امر پر بھی متفق ہے کہ وفاقی وحدتوں کو وسیع ترین حکومت اختیاری، اختیارات مابقیہ اور حقوق علیحدگی حاصل رہیں۔ صحیح طریقہ پر گفت و شنید ہو جائے تو یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ ہندوستان کی آئینی تعمیر مسلمانوں کی خواہش کے مطابق مکمل کر لی جائے۔

مسٹر ایمری نے مسٹر ریلے کو جو جواب ایوان عام میں دیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مسٹر ایمری کا جواب ہمت افزا ہے۔ انکا خیال ہے کہ کرپس کی تجاویز میں ترمیمات ہو سکتی ہیں بشرطیکہ ہندوستان کی سیاسی جماعتیں ایک متحدہ تجویز پیش کریں۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۱ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت جناب کنور بہادر پرتاب سنگھ صاحب بہادر آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول مقام جہانگیرآباد

جگن لال ولد رام پرشاد قوم ویش ساکن موضع مجولی پرگنہ سیانہ — مدعی

بنام رام اچپال پسر ... قوم ویش ساکن قصبہ ... وغیرہ — مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۳۰ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن بمقام جہانگیرآباد اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو کر جوابدہی دعوے کی کیجئے اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کیجئے اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۵ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

(مطبوعہ سرگزشت پریس علیگڑھ)

بیادگار مرزا ابراہیم بیگ

سرگزشت

علی گڑھ

چندہ سالانہ
پرہیزی پانچ روپیہ
عام چار روپیہ

تاریخہائے اشاعت ۱۔ یکم۔ ۸۔ ۱۶۔ ۲۴

جلد ۱۴ | مورخہ ۲۴؍ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳؍ شوال المکرم سنہ ۱۳۶۱ ہجری | نمبر (۳۲)

مقدمہ استقرار ناجوازی کارروائی جلسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

[جیسا کہ ضمیمہ سرگزشت مورخہ ۸؍ اکتوبر سنہ ۴۲ء کے ذریعہ اطلاع دی جا چکی ہے ڈاکٹر حافظ حفیظ اللہ صاحب ممبر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے عدالت منصفی میں مقدمہ [illegible] دائر کیا ہے۔ عرضی دعوے [illegible] ذیل ہے]

عدالت منصفی [illegible] علی گڑھ

مقدمہ [illegible]

ڈاکٹر حاجی حافظ حفیظ اللہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ریٹائرڈ سول سرجن ساکن حفیظ منزل اعظم گڑھ ۔۔۔ مدعی

نام

۱۔ عمر الدین صاحب لکچرر شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و وارڈن محسن الملک ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۔ حاجی عبدالرب صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر شیر کوٹ ہاؤس پولیس لائن علی گڑھ

۳۔ خان بہادر راغب عادل صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل سرکار آگرہ

۴۔ ڈاکٹر عابد احمد علی صاحب ریڈر عربک ڈپارٹمنٹ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۵۔ خان بہادر عبدالمجید صاحب قریشی ریڈر و چیرمین شعبۂ ریاضی

۶۔ جمیل احمد صاحب لکچرر شعبۂ انگریزی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۷۔ ڈاکٹر سید محمد طاہر صاحب رضوی چیرمین شعبۂ جغرافیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۸۔ خواجہ [illegible] صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ علی منزل علی گڑھ

۹۔ خواجہ عبدالعلی صاحب ریٹائرڈ سب جج علی منزل علی گڑھ

۱۰۔ خان بہادر حافظ محمد یونس صاحب چیرمین میونسپل بورڈ علی گڑھ

۱۱۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب ضیا منزل علی گڑھ

۱۲۔ خان بہادر مولوی عبدالرحمن خاں صاحب شروانی حبیب منزل علی گڑھ

مدعا علیہم فریق اول

۱۳۔ پروفیسر محمد حبیب صاحب پروفیسر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۱۴۔ پروفیسر میاں محمد شریف صاحب شعبۂ فلسفہ " "

مدعا علیہم ترتیبی

مدعی مذکور حسب ذیل عرض پرداز ہے۔

۱۔ یہ کہ علی گڑھ میں ایک انجمن موسومہ دی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن قائم ہے جو زیر ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ء باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اور مدعی اس کا عرصہ دراز سے ممبر چلا آتا ہے اور اس کی سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا حسب دفعہ ۱۰ قواعد ایسوسی ایشن بذریعہ انتخاب باقاعدہ ۱۱؍ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء سے ممبر ہے اور اس طرح وہ ایسوسی ایشن مذکور کے انتظام و مفاد سے دلچسپی اور اس کے معاملات اور انتخابات میں حق رائے دہندگی رکھتا ہے۔

۲۔ یہ کہ کچھ عرصے سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب مدعا علیہ ۱۱ مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن مذکور سے اس بنا پر رنج رکھتے ہیں کہ مسٹر ظفر عمر نے بہ حیثیت اڈیٹر اخبار سرگزشت کچھ مضامین و مراسلات ایسے شائع کئے کہ جن سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب مدعا علیہ ۱۱ کی الکشن بازی۔ فریق بندی و قابل اعتراض کارروائیوں پر جو وہ مسلم یونیورسٹی کے معاملات میں کرتے رہتے ہیں روشنی پڑتی ہے اور اسی باعث ایسوسی ایشن مذکور کے کچھ ممبران بھی جو مدعا علیہ مذکور کے زیر اثر ہیں اور جن میں زیادہ ملازمین یونیورسٹی شامل ہیں ان کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لئے مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

۳۔ یہ کہ مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن مذکور نے ایسوسی ایشن مذکور کا ایک غیر معمولی جلسہ بجٹ و چند دیگر تجاویز پر غور کرنے کے لئے بہ تعین ۲۷؍ اگست سنہ ۱۹۴۲ء طلب کیا تھا جس کا ایجنڈا بطور ضمیمہ الف منسلک بہ عرضیہ ہو نے کیا جاتا ہے۔

۴۔ یہ کہ اس موقع پر ایک تجویز مسٹر یامین زبیری و دیگر چند اشخاص کی جو مدعا علیہ ۱۱ کے زیر اثر ہیں اس مفہوم کی تھی کہ یا تو عہدہ داران ایسوسی ایشن اخبار سرگزشت سے بے تعلق ہو جائیں ورنہ ایسوسی ایشن کے عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں اور یہ تجویز جیسا کہ ایجنڈا ضمیمہ الف سے ظاہر ہے مد ۸ پر درج تھی۔

۵۔ یہ کہ چونکہ مدعی بوجہ علالت خود حاضر ہو کر شرکت جلسہ سے مجبور تھا اس لئے اس نے حسب دفعہ ۲۴ (ب) قواعد ایسوسی ایشن اپنی تحریری رائے جو ریزولیوشن مد ۸ مذکورہ بالا کے خلاف تھی بذریعہ ڈاک باقاعدہ بھیجدی جو آنریری سکریٹری ظفر عمر کے پاس وقت معینہ کے اندر پہونچ گئی اور ہر طرح پر جائز اور قواعد کے مطابق تھی۔

۶۔ یہ کہ ۲۷؍ اگست سنہ ۱۹۴۲ء کو جلسہ مطلوبہ وقت معینہ پر شروع ہوا اور حاجی عبدالرب صاحب مدعا علیہ ۲ جو ڈاکٹر صاحب مدعا علیہ ۱۱ کے خاص آدمی ہیں قابل اعتراض طریقہ پر ایک اسکیم کے ماتحت جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہوا اس جلسہ کے صدر ہو گئے۔

۷۔ یہ کہ مسٹر ظفر عمر نے بخیال رفع شر و ریزولیوشن مد ۸ مندرجہ ایجنڈا کے پیش نظر قبل اس کے کہ اس پر بحث و تمحیص ہو

(عبدالرشید خاں علیگ اڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے سرگزشت پریس علی گڑھ میں چھپوا کر شائع کیا)

اس بات کا اعلان کر دیا ہے اصول نے اخبار سرگزشت سے علیحدگی کا فیصلہ کر دیا ہے۔

۸۔ یہ کہ مسٹر ظفر عمر نے اس اعلان سے منشائے ریزولیوشن مذکور قطعی طور پر پورا ہو گیا تھا اور کوئی وجہ ریزولیوشن مذکور کے پیش کرنے اور اس پر بحث کرنے کی باقی نہیں رہی تھی۔

۹۔ یہ کہ باوجود محض اس بنا پر کہ اس وقت جلسہ میں ڈاکٹر صاحب مدعا علیہ کی پارٹی کے لوگ اکثریت میں حاضر تھے انھوں نے اپنی اکثریت سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور اپنی جماعت وارانہ عناد کو آسودہ کرنے کے لئے جائز و ناجائز خلاف قانون طور پر مسٹر ظفر عمر۔ دیگر عہدہ داران کو جن میں مدعی بھی شامل ہے بخیال خوشی ایسوسی ایشن سے علیحدہ و برخاست کرنے کی جبری کارروائی الحقیقت انھیں کوئی حق و اختیار کسی طور پر نہیں تھا ٹھان لی۔

۱۰۔ یہ کہ اس مقصد کے ماتحت مدعا علیہ ۱ نے ریزولیشن مندرجہ ایجنڈا کو جو مسٹر ظفر عمر کا متذکرہ بالا اعلان کے باعث کہ وہ اخبار سرگزشت سے علیحدہ ہو جائیں بہت غیر ضروری ہو گیا تھا نہ صرف غیر ضروری خیال نہیں کیا بلکہ اس پر بلا وجہ معقول رولنگ کے ذریعہ قبل از بحث جو بحیثیت ایجنڈا مذکور کی مد ۲ پر درج تھا اجازت دیدی اور ریزولیشن ۴ مذکور کو مسٹر ظفر احمد صدیقی نے پیش کیا۔

۱۱۔ یہ کہ بعد ازاں ڈاکٹر عبدالعزیز خاں یوری ہیڈ ماسٹر یونیورسٹی اسکول نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اعلان متذکرہ بالا منجانب مسٹر ظفر عمر کے بعد اصل ریزولیشن میں کلیۃً باقی نہیں رہا اور ان کی پارٹی کا مقصد پورا نہیں ہو سکا۔ یہ ترمیم پیش کی کہ اصل ریزولیشن میں لفظ "ورنہ" کی بجائے "اور" قائم کر دیا جائے۔

۱۲۔ یہ کہ اس ترمیم کی جس سے کہ اصل ریزولیشن کی نوعیت ہی کلیۃً تبدیل ہو رہی تھی سخت مخالفت کی گئی۔ مدعا علیہ ۲ نے بہ پاس جانبداری بے جا طور پر اس خلاف قاعدہ ترمیم کو جو محض فریق بندی پر مبنی تھی ناجائز طریقہ سے خلاف قانون و قواعد ایسوسی ایشن ملاشتار [illegible] قرار خود منظور کر لیا۔

۱۳۔ یہ کہ ریزولیشن مذکور کے خلاف کثیر تعداد میں تحریری [illegible] موجود تھیں کہ جن پر شمار کئے جانے پر کوئی امکان ریزولیشن کے پاس ہونے کا نہیں تھا جس کا احساس مدعا علیہ ۲ اور ان کے ساتھیوں کو بخوبی تھا۔ چنانچہ مدعا علیہ ۲ نے اسی خیال سے جملہ تحریری آرا کو جن میں مدعی کی رائے بھی شامل تھی شمار کرنے سے کھلم کھلا ناجائز طور پر انکار کر دیا اور بغیر تحریری آرا [illegible] کئے ہوئے اس خلاف قاعدہ ترمیم شدہ ریزولیشن کے پاس ہو جانے کا اعلان کر دیا حالانکہ ریزولیشن مذکور بوجود گی تحریری آرا قانوناً نامنظور ہوا۔

۱۴۔ یہ کہ ریزولیشن مذکور بعد ترمیم ناجائز اس طرح خلاف قاعدہ منظور ہو جانے کے بعد بھی عہدہ داران کی جگہ خالی نہیں کی جا سکتی اور نہ قانوناً خالی ہو سکتی ہے۔ اس لئے بھی کہ عہدہ داران کو جن میں شامل مدعی بعض علی گڑھ سے باہر مقیم ہیں ریزولیشن مذکور کے پاس ہو جانے کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی اور نہ بموجب ریزولیشن عہدہ داران سے ان کے عہدوں سے علیحدہ ہونے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

۱۵۔ یہ کہ بغیر عہدہ ان کے خالی ہوتے جلسہ مذکور میں خلاف ایجنڈا خلاف قانون ایک پراویژنل کمیٹی قائم کر لی ہے جس میں مدعا علیہم ۳ لغایت ۱۰ ہیں اور مدعا علیہ ۵ کو اس کا پراویژنل سکریٹری مقرر کیا ہے اور جملہ مدعا علیہم لغایت اپنے غلط طور ممبران عہدہ داران خیال کرتے ہیں اور تمام ایسوسی ایشن ہو رہے ہیں۔

۱۶۔ یہ کہ علاوہ مدعا علیہم لغایت ایک پروفیسر محمد حبیب صاحب و پروفیسر میاں محمد شریف صاحب مدعا علیہم ۱۱ و ۱۲ کو بھی جلسہ مذکور میں اس نام نہاد پراویژنل کمیٹی میں مقرر کیا ہے لیکن انھوں نے اس کمیٹی کے جواز کو تسلیم اور اپنے اس خلاف قانون و قواعد تقرر کو قبول و منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ اس سے بے تعلق ہیں اس لئے ان کو محض مدعا علیہ ترتیبی بنایا گیا ہے۔

۱۷۔ یہ کہ اس نام نہاد پراویژنل کمیٹی میں اکثر ان ہی لوگوں کو دوبارہ مقرر کیا جاتا ہے جن کو بذریعہ ریزولیشن ترمیم شدہ مذکورہ بالا خلاف قانون اسی جلسہ میں علیحدہ کیا گیا تھا۔

۱۸۔ یہ کہ اس بات سے بھی بخوبی واضح ہے کہ اس تمام خلاف قواعد و روایات ایسوسی ایشن اور بے جا کارروائی سے مدعا علیہ ۱ اور ان کے ساتھیوں کا منشا یہی تھا کہ مسٹر ظفر عمر سکریٹری اور ان کے ہم خیال اصحاب کو کسی نہ کسی طرح ایسوسی ایشن کے عہدوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔

۱۹۔ یہ کہ اسی جلسہ مذکور (مورخہ ۲۷ اگست [illegible]) میں ایک ریزولیشن یہ بھی پاس کیا گیا کہ پراویژنل کمیٹی مذکور بالا ایسوسی ایشن مذکور کی جنرل میٹنگ دو مہینے کے اندر بغرض انتخاب عہدہ داران طلب کرے۔

۲۰۔ یہ کہ از روئے قواعد ایسوسی ایشن عہدہ داران ایسوسی ایشن کا انتخاب صرف جلسہ سالانہ ایسوسی ایشن میں ہو سکتا ہے اور جلسہ سالانہ کی تاریخ مقرر کرنے کا اختیار صرف سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کو حاصل ہے اور اس کا ایجنڈا صرف آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن جاری کر سکتا ہے۔

۲۱۔ یہ کہ اس نام نہاد پراویژنل کمیٹی نے اپنے [illegible] تقرر تاریخ جلسہ سالانہ و اجرا نوٹس میں خامی [illegible] محسوس کرتے ہوئے [illegible] کی ہے کہ اپنے نام میں سنٹرل اسٹینڈنگ کا اضافہ کر لیا ہے اور بجائے جنرل میٹنگ کے جس کے طلب کرنے کا حق اس کو ریزولیشن مذکورہ بالا کے ذریعہ دیا گیا تھا سالانہ جلسہ طلب کرنے کی ضرورت بغرض انتخاب عہدہ داران محسوس کر کے سالانہ جلسہ طلب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

۲۲۔ یہ کہ اب مدعا علیہم لغایت ۱۰ نے ۱۸ ستمبر یا اس کے قریب ایک نوٹس بغرض سالانہ جلسہ برائے انتخاب عہدہ داران بہ تعین ۱۴ اکتوبر [illegible] جاری کیا ہے جس میں عہدہ مدعی اور دیگر عہدہ داران ایسوسی ایشن کی جگہوں کو خالی تصور کر کے انتخاب کے لئے نامزدگیاں طلب کی ہیں جو سراسر ناجائز ہے۔

۲۳۔ یہ کہ مدعا علیہم ۱ لغایت ۱۲ نے ۲۷ اگست [illegible] کے جلسہ کی ناجائز کارروائی کو من مانی طور پر بغیر کسی حق و قاعدہ کے جائز مان کر مسٹر ظفر عمر آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن کو روپیہ ایسوسی ایشن دینے سے انکار کر دیا ہے جس کی وجہ سے تعلیم وفلاح طلبا میں دشواری ہو رہی ہے اور کام ایسوسی ایشن میں رکاوٹ ہو رہی ہے۔

۲۴۔ یہ کہ ان حالات میں ضرورت ہے اور مدعی مستحق ہے کہ اپنے حقوق کی بابت اور جلسہ ناجائز کارروائی جلسہ منعقدہ ۲۷ اگست [illegible] مابعد کی بابت استقرار کرا لیوے اور مدعا علیہم ۱ لغایت ۱۰ کو جن کا تقرر ناجائز ہے بذریعہ حکم امتناعی مدالعمر جلسہ سالانہ کرنے اور ایسوسی ایشن کا کام کرنے سے باز رکھے اور مدعا علیہم ۱ و ۱۲ کو اس حرکت بے جا سے باز رکھے جو انھوں نے خلاف قاعدہ ایسوسی ایشن کا روپیہ روکنے میں کی ہے تاکہ مقاصد ایسوسی ایشن پورے ہوتے رہیں۔

۲۵۔ یہ کہ بنائے مخاصمت نالش ہذا بتاریخ ۲۷ اگست [illegible] یوم جلسہ و مفروضہ علیحدگی مدعی و تقرر پراویژنل کمیٹی ہیں اور تاریخ ۱۸ ستمبر [illegible] یا اس کے قریب یوم اجرا نوٹس منجانب پراویژنل کمیٹی برائے جلسہ سالانہ بغرض انتخاب عہدہ داران بمقام علی گڑھ اندر حدود علاقہ عدالت ہذا پیدا ہوئی اور عدالت کو اختیار سماعت حاصل ہے۔

۲۶۔ یہ کہ تعین نالش بغرض اختیار سماعت برائے استقرار مبلغ [illegible] کیا جاتا ہے اور [illegible] کورٹ ادا کیا جاتا ہے اور بغرض حکم امتناعی بنام مدعا علیہم ۱ لغایت ۱۰ مبلغ [illegible] و حکم امتناعی بنام مدعا علیہم ۱ و ۱۲ مبلغ [illegible] ہر دو پر جداگانہ کورٹ فیس مبلغ [illegible] ادا کیا جاتا ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ پر)

Are we downhearted

It was long

long way to Tipperary

"معنوی معصومیت اور صداقت نما کذب"

(از خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی)

شمارہ ۱۲

جناب اڈیٹر صاحب تحریک تحریر فرماتے ہیں۔

(الف) "اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے اندر جو فضا مسموم ہوئی وہ ہوس پرستان اقتدار کی وجہ سے ہوئی اور انھیں کی عداوت کے زہریلے جراثیم بن کر کالج اور بعدہٗ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ قاضی صاحب اس رپورٹ کے مصنف[1] ہیں جو اولڈ بوائز کی ہاؤ ہو اور نوں کے نتائج کی تحقیقات کے لئے سنہ ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے وہ تمام پمفلٹ لیفلٹ، دورسرکلر لیٹر بھی دیکھے ہیں جو ان کے دوستوں اور رفیقوں[2] نے ولایت منزل اور مختلف مقامات سے جاری کئے۔"

(ب) "اولڈ بوائز ایسوسی ایشن پر کون قبضہ کرنا چاہتا ہے اور کس نے قبضہ رکھا ہے اس غرض اقتدار سے نے تو اس ادارہ کو کبھی پنپنے نہیں دیا۔"

مندرجہ بالا جملے "معنوی معصومیت اور صداقت نما کذب" کی بدترین مثال ہیں۔ ان کے لکھنے سے مضمون نگار کا مقصد یہ خیال پیدا کرنا ہے کہ وہ اشخاص جو اس وقت ڈاکٹر ضیاء الدین کی وائس چانسلری کو مسلم یونیورسٹی کے لئے باعث بربادی سمجھتے ہیں وہ وہی ہیں جو ہمیشہ مترمنی رہے ہیں۔ اس لئے موجودہ خلفشار کو بھی پچھلے سلسلہ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے۔ لوگوں کو عموماً پرانے واقعات یاد نہیں رہتے اور اگر ان کا مبہم خاکہ کسی کے ذہن میں ہوتا بھی ہے تو اس کے نقوش ایسے نمایاں نہیں ہوتے کہ وہ ماضی و حال کے حالات کا موازنہ کرکے امور بحث طلب کی تنقیح کر سکے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں بعض اشارات سے کام لیا گیا ہے اور واقعات کے لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اصل حقیقت کو عریاں کرنے کے لئے شروع ہی میں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے سنہ ۱۹۲۳ء تک صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، خان بہادر مولوی محمد حبیب اللہ خاں، مولانا سید طفیل احمد، شیخ عبداللہ وغیرہ کے باہمی تعلقات دوستانہ تھے اس وقت تک جتنے پمفلٹ لیفلٹ سرکلر لیٹر یونیورسٹی یا ایسوسی ایشن کے معاملات کے متعلق ان لوگوں نے یا ان میں سے بعض نے علی برادران (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے) یا ان کی قائم کردہ ریفارم لیگ کے خلاف جاری کئے وہ سب ڈاکٹر صاحب کے مشورے سے ہوئے۔ ان میں سے کئی پر خود ڈاکٹر ضیاء الدین کے دستخط ہیں جن کا میں آگے چل کر مفصل ذکر کرونگا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ۱۹۱۳ء میں مجھے ڈاکٹر ضیاء الدین سے نیاز حاصل ہوا اور اس کے بعد سے رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال تک میرے ان کے تعلقات قائم رہے اور مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں آج بھی تامل نہیں ہے کہ اس زمانہ میں میں نے ان کی فرمائش سے متعدد سرکلر لیٹر اور پمفلٹ اور خود ان کے الکشن کمپین کے مسودے لکھے۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم (خدا ان کی مغفرت کرے) مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔ یہ وقت تھا جب ڈاکٹر صاحب اپنی مسلسل سعی کی وجہ سے کورٹ اور ایگزیکیٹو کونسل میں اقتدار حاصل کر چکے تھے اپنے فرائض منصبی کو جو ان پر بحیثیت پرو وائس چانسلر عائد تھے خیر باد کہہ کر اپنے وقت کو پراونشل کاؤنسل کی ممبری اور سیاسی اغراض مشاغل میں صرف کر رہے تھے جو آگے چل کر یونیورسٹی کی اور خود ان کی بدنامی کا باعث ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب نے افہام و تفہیم کے ذرائع استعمال کئے مگر وہ سب بے اثر ثابت ہوئے۔ بالآخر انھوں نے دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں ایک پمفلٹ مرتب کرکے ممبران کورٹ کے سامنے پیش کیا جس میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی تعلیمی فرائض سے غفلت مطلق العنانی اور بے ضابطگیوں کے حالات بیان کئے اور اصلاحات کی طرف توجہ دلائی اس واقعہ سے چند ماہ قبل ایک تحقیقاتی کمیٹی خود ایگزیکیٹو کونسل نے مقرر کی تھی جس کے صدر شیخ عبداللہ تھے۔ اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ "عام طور پر قواعد و ضوابط سے لاپروائی برتی جاتی ہے اور کسی کو اس امر سے انکار کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ اس لاپروائی کی ذمہ دار منتظم لوگ۔ اسٹاف اور طلباء تک ہیں اور نہ کوئی شخص اس امر سے منکر ہو سکتا ہے کہ موجودہ مشکلات کی تہ میں یہی لاپروائیاں ہیں۔" اس رپورٹ کو شیخ صاحب موصوف نے اپنے خط کے ساتھ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کو بھیجا۔ اور یہ لکھا کہ "ڈاکٹر صاحب نے اول تو بہت کچھ اودھم مچایا تھا کہ میرے ماتحت افسر ہر گز اظہار نہ دیں گے لیکن بعد جلسہ میں جب چند الفاظ میں ان کو ان کی غلطی سے متنبہ کر دیا گیا تو پھر بالکل ٹھیک ہو گئے لیکن اس سے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ حقیقی اصلاح نہیں ہونے دیں گے۔ جب تک موجود ہیں ان کو کسی دوسرے افسر کے تحت میں رکھنا ہوگا۔"

اس رپورٹ پر صاحبزادہ صاحب نے احکام جاری کئے اور ان کی تعمیل کی ڈاکٹر صاحب کو ہدایت کی۔ عبداللہ کمیٹی کی رپورٹ کے تین ماہ بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم کا مفصل نوٹ ممبران کورٹ کے پاس بھیجا گیا جس میں اپنے ان احکام کی عدم تعمیل کی بابت لکھتے ہیں۔

"پرو وائس چانسلر نے میری انتہائی طولانی خامہ فرسائی پر بہت کم التفات کیا وہ مطلب کی بات ہر جگہ بچا گئے اور تقریباً میری ہر ہدایت کو انھوں نے پس پشت ڈال دیا یعنی Ordinances کے بعض مشوروں کی نسبت آرڈی نینس اور اکیڈمک ریگولیشنس Academic Regulation کی بعض دفعات کے متعلق میں نے صریح ہدایت کر دی تھی کہ ان کو بحث اور فیصلے کے لئے اکیڈمک کونسل میں پیش کر دیا جائے لیکن پرو وائس چانسلر نے توجہ بھی نہ کی۔۔۔ قانون کی بعض نہایت ضروری دفعات کے بارے میں میں نے صریح ہدایات کی تھیں مگر انھوں نے کوئی توجہ نہ کی اور ان کی بابت مجھ کو کوئی جواب بھی نہیں دیا۔"

ڈاکٹر صاحب کے طرز عمل کے سلسلہ میں اپنے معرکۃ الآرا پمفلٹ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں تحریر فرماتے ہیں۔

(الف) "جس وقت میں نے سنہ ۱۹۲۳ء میں منصب وائس چانسلری قبول کر لینے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت نواب سید محمد علی مرحوم نے جو سابق ایم۔ اے۔ او کالج کے دو سال تک آنریری سکرٹری رہے تھے جبکہ ڈاکٹر ضیاء الدین پرنسپل تھے نیز مہاراجہ محمود آباد نے جو سب سے پہلے وائس چانسلر تھے اور جنھوں نے دو سال سے زیادہ ڈاکٹر ضیاء الدین کے ساتھ جبکہ وہ پرو وائس چانسلر تھے کام کیا تھا۔ مجھے ان کے خلاف آگاہ کیا تھا۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ میں ڈاکٹر ضیاء الدین کو جانتا ہوں اور یہ کہ میرا ان کے ساتھ اشتراک عمل کرنے کا ارادہ ہے' چنانچہ میں نے حتی الامکان ان کے ساتھ کام کرنے کی کوشش کی لیکن تلخ تجربات نے بالآخر میری آنکھیں کھول دیں کیونکہ ان کی شخصیت کا دوسرا رخ میرے سامنے نمایاں ہو گیا۔ تین سال تک عہدہ وائس چانسلری کی خدمات ادا کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یونیورسٹی کے اہم ترین مفاد اور ان کی نمایاں خصوصیات متضاد ہیں۔"

---

[1] اس تحقیقاتی رپورٹ پر صرف میرے بلکہ ممبران کمیٹی کے دستخط ہیں جن میں خود ڈاکٹر ضیاء الدین بھی شامل ہیں۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم اس کے پریسیڈنٹ تھے اور یہ رپورٹ جملہ ممبران کی متفقہ تصنیف ہے۔ تنہا میری طرف اس کی نسبت کرنا ڈاکٹر صاحب اور دیگر ممبران کی جنھوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اسے مرتب کیا ہے حق تلفی ہے۔

[2] ان دوستوں اور رفیقوں میں خود ڈاکٹر صاحب شامل رہے ہیں اور اکثر پمفلٹوں پر خود ڈاکٹر صاحب نے دستخط کئے ہیں۔

[3] پچھلے چند نمبروں کے واقعات اس کا جواب ہیں۔

طریقۂ انتخاب

(ب) "کورٹ اور ایگزیکیٹو کونسل ورم کی خواہشات اور خیالات ظاہر کرنے کے واسطے اس کے نمائندے ہیں لیکن ان طریقوں اور ذریعوں کے ذکر سے جو ممبران کورٹ و دیگر مجالس کے الکشن کے سلسلے میں پرو وائس چانسلر صاحب اور ان کے دوستوں نے اختیار کئے ہیں اس حالت کا کچھ اندازہ ہو جائے گا جو عنقریب ہونے والی ہے ... انتخاب کے واسطے رائیں حاصل کرنے کا باقاعدہ انتظام تھا۔ کورٹ کے اکثر ممبران کوششوں سے واقف ہونگے جن کے ذریعہ سے ان کو بعض ایسے امیدواروں کے واسطے رائے دینے کی ترغیب دی گئی تھی جن کے نام قبل از وقت ایک فہرست میں درج کر لئے گئے تھے اور جن کے واسطے رائیں حاصل کی جاتی تھیں ... انتخاب اسٹریچی ہال کے اندر کورٹ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء میں ہونے والا تھا۔ بعض ممبروں کو چھوٹے کاغذ ول کے بنڈل اسٹریچی ہال کے برآمدے میں تقسیم کئے گئے۔ جن پر بعض منتخب امیدواروں کے نام چھپے ہوئے تھے۔ اس طرح سے ہر قسم کا پروپیگنڈا بعض مخصوص اشخاص کے الکشن کے واسطے جاری رہا۔ اس طرح سے یہ صاف ہے کہ کورٹ آئندہ زمانہ میں عملی طور پر ایک ایسی جماعت ہو جائیگی جو پرو وائس چانسلر صاحب کے زیر اثر ہو"

(ج) ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اشتراک عمل کی سعی کا ذکر صاحبزادہ صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"میں نے جنوری فروری ۱۹۲۶ء میں اپنے مکان پر دو یا تین جلسے ایسے کئے جن میں ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب شیخ عبداللہ صاحب مولوی حبیب اللہ خاں صاحب اور مولانا طفیل احمد صاحب شریک تھے اور ان جلسوں میں میں نے ڈاکٹر ضیاء الدین کے دل پر زور کے ساتھ نقش کرنے کی کوشش کی کہ یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی دوڑ دھوپ اپنی پرو وائس چانسلری کے کام تک محدود کر دیں اور میں نے صاف طور پر بتا دیا کہ ان کی پوری توجہ اور قوت کا ان کے فرائض تک محدود ہونا اور میرے ساتھ وفاداری سے اشتراک عمل ضروری ہے۔ ان جلسوں میں پورے طور سے اور آزادی کے ساتھ مباحثہ ہوا اور بعد ازاں ڈاکٹر ضیاء الدین نے یونیورسٹی کے کاموں میں میرے ساتھ اپنے پورے اشتراک عمل کا مجھ کو یقین دلایا"۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو دوبارہ اپنی سفارش سے پرو وائس چانسلر بنوایا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنے طرز عمل کو نہیں بدلا بلکہ۔ انہوں نے وائس چانسلر صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم ایک وسیع الاثر شخص تھے ان کی تحریر کو نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال نے جو اس وقت وائس چانسلر تھیں ایک آزاد تحقیقاتی کمیٹی (رحمت اللہ کمیٹی) مقرر کی ہے جس نے شہادت قلم بند کرنے کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین کو خطاوار قرار دیا اور ان کو مسلم یونیورسٹی سے علیحدگی پر مجبور کیا۔ اس نازک موقع پر ڈاکٹر صاحب کے بہت سے دوستوں نے جن میں خان بہادر مولوی حبیب اللہ خاں مولانا طفیل احمد اور میں بھی شامل تھے۔ یونیورسٹی کے مفاد کو ذاتی تعلقات پر ترجیح دی اور ان سے الگ ہو گئے۔ اور جناب خاں صاحب نے اور میں نے تو کمیٹی کے روبرو شہادت بھی دی۔

یہ ہے مختصر کیفیت اس واقعہ کی جس کی وجہ سے بہت سے ڈاکٹر صاحب کے احباب ان سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوئے اور جس کو آج غلط جامہ پہنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ رحمت اللہ کمیٹی کی رپورٹ نے ثابت کر دیا کہ یونیورسٹی کی بربادی کا باعث ڈاکٹر ضیاء الدین کی نافرض شناسی اور عدم اہلیت تھی۔ اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم اور ڈاکٹر صاحب کے دوست دراصل حقیقت معلوم ہونے پر ان سے علیحدہ ہو گئے اور حق بجانب تھے۔ کمیٹی نے لکھا کہ "ہم مجبوراً اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ حالت بہت خطرناک ہے فرقہ بندی اور سازش یونیورسٹی کا خون چوس رہی ہیں۔ ایکٹ اور اس کی دفعات ناجائز کارروائیوں کو روکنے اور ان سے محفوظ رکھنے کی بجائے فرقہ بندی کے ہاتھوں میں اوزار اور کھلونہ بن گئے ہیں"۔ اس رائے کے اظہار کے بعد کمیٹی کا آخری فیصلہ یہ تھا۔ "سخت طرز عمل کی ضرورت بالکل صاف ہے۔ اگر علیگڑھ بچنا ہونا چاہتا ہے تو فرقہ بندی کا استیصال ضروری ہے ..... کورٹ کے کانسٹی ٹیوشن اور اس کے ممبروں کے طریقوں) سے فرقہ بندی کا زور ہو گیا ہے اور اسی وجہ سے جو لوگ کورٹ کے ممبر منتخب ہوئے ہیں وہ اگزیکیٹو کونسل میں بھی اپنے خیالات کے لوگوں کو داخل کر سکتے ہیں ...... یونیورسٹی کی مختلف سرگرمیوں کو صحیح راستہ پر ڈالنا ناممکن ہو جائیگا اگر یونیورسٹی کے کاموں میں ان لوگوں کو شریک ہونے کا موقع دیا گیا جو گزشتہ چند سال کے افسوسناک واقعات میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں ... ہم کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حال کی خرابیوں میں ان کے (یعنی ڈاکٹر ضیاء الدین کے) گہرے تعلق [illegible] کی وجہ سے ان کا یونیورسٹی کی ملازمت میں رہنا اس ترقی اور توازن کی [illegible] کے مانع ہے جو علیگڑھ کی آئندہ کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ غالباً بہترین صورت یہ ہوگی کہ ڈاکٹر ضیاء الدین پنشن لینے کی نیت سے طویل رخصت پر تشریف لے جائیں"۔

میں تمام ہمدردان یونیورسٹی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ حق پر کون تھا؟ صاحبزادہ صاحب اور وہ لوگ جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی رفاقت چھوڑ کر اصل واقعات تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے پیش کئے اور ڈاکٹر صاحب کے اخراج کا باعث ہوئے یا ڈاکٹر صاحب جن کا غلط طریق عمل یونیورسٹی کی بربادی کا باعث ہوا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے اڈیٹر صاحب تحریک میرے متعلق لکھتے ہیں "اصل حقیقت تو یہ ہے کہ قاضی صاحب اور ان کے احباب خاص ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اتنے مخالف ہیں کہ ان کو تعمیر بھی تکلیف دیتا ہے"۔ لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ مخالفت کے وجوہ کیا ہیں۔ جو انشقاق حقیقت ۱۹۲۸ء میں ہوا اس کے بعد کسی کو یہ کہنے کا منصب نہیں ہے کہ زیادتی میری جانب سے ہوئی اور ڈاکٹر صاحب محض بے قصور تھے یا ان کی مخالفت کسی ذاتی خلش پر مبنی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے بعض سابقہ واقعات کو یاد دلایا مگر مجھے یہ اپنی صفائی میں کرنا پڑا۔ آئندہ کسی نمبر میں بالتفصیل بتلاؤنگا کہ انھیں تجربے کیوں کبیدگی کا طرز شروع ہوئی جو رفتہ رفتہ مخالفت کی صورت میں مبدل ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

مراسلت

انتقال

علیگڑھ اولڈ بوائز کو اس خبر سے افسوس ہوگا کہ سید مظہر علیم صاحب نے اپنے وطن فریدآباد ضلع گوڑگانواں میں ۱۹ر اکتوبر کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نے ۱۹۰۵ء میں کالجیٹ اسکول علیگڑھ سے اسکول ماسٹر کی حیثیت سے سفر حیات شروع کیا۔ ممتاز ہاؤس کے نگراں بھی رہے۔ طلباء میں ہر دلعزیز تھے۔

۱۹۱۴ء سے نواب صاحب ریاست دادوں کے پاس بحیثیت پرائیوٹ سکریٹری کے تشریف لے گئے جہاں نواب صاحب کی حیات باقی تک عزت و احترام کے ساتھ رہے۔ نواب صاحب مرحوم کی وفات کے بعد ۱۹۲۶ء میں نواب صدر یار جنگ بہادر کی قدرشناسی کی وجہ سے ان کے پوتوں کے اتالیق کی حیثیت سے ریاست حبیب گنج میں مقیم رہے۔ مولانا صاحب کی زندگی کی یہ شام نواب صاحب ممدوح کی صحبت میں بہت لطف سے گزری۔ مرحوم نے تقریباً ۶۰ سال کی عمر پائی۔ انکی یادگار فرزند سید اکبر رضا صاحب صاحبزادہ ہیں جو خاندانی جائداد کے انتظام و اہتمام میں مصروف ہیں۔

آوازِ خلق

[دہلی کے ہفتہ وار اخبار "حریت" نے اپنے عید نمبر میں ذیل کا مضمون تحریر کیا ہے!

مسلم یونیورسٹی کیلئے کمیشن

جو ناگفتہ بہ الزامات ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب پر حکومت کے مقرر کردہ کمیشن (رحمت اللہ کمیٹی) نے لگائے تھے اور جس بری طرح ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی سے نکالے گئے اس کے دیکھنے والے ابھی زندہ ہیں ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

جس یونیورسٹی کے در و دیوار حسرت سے نظر کرتے ہوئے یا بہ صد جگر ڈاکٹر صاحب نے مراجعت فرمائی اس پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہلِ وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

کسے خبر تھی کہ اس ورق ناک انجام کے بعد پھر یہ غیرت دار ڈیٹھا چانسلر یونیورسٹی کے سیاہ و سفید کے مالک ہو جائیں گے اور پہلے سے زیادہ مہمل طریقہ سے پارٹی بازی کے ماتحت یونیورسٹی کو لب گور پہنچائیں گے۔

جس یونیورسٹی کے دروازے پرنسپل آف برار پر بند ہوں۔ جس یونیورسٹی میں نواب اسمٰعیل خاں جیسے مخلص اور دیرینہ تجربہ کار کے لئے گنجائش نہ ہو۔ جس یونیورسٹی سے ڈاکٹر ذاکر حسین جیسا ماہر تعلیم پارٹی بازی سے متنفر ہو کر مستعفی ہو جائے۔ جس یونیورسٹی میں حیدرآباد کے نمائندوں کو ذلیل کیا جائے اور ایک لوعیت سے جس یونیورسٹی نے اعلیٰ حضرت حضور نظام کی منشاء کے خلاف کام کیا ہو کیا اس یونیورسٹی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا وہ ملت اسلام کی ضروریات کو سمجھ سکتی ہے؟ اور کیا اس کا پایہ تعلیمی اعتبار سے بلند ہو سکتا ہے؟

جن حالات میں ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی سے علیحدہ کئے گئے تھے اس سے بدتر حالات پھر ڈاکٹر صاحب نے پیدا کر دئے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے خلاف پھر تحقیقاتی کمیشن کیوں نہ بٹھایا جائے اور کیوں نہ ڈاکٹر صاحب کے پنجہ سے مسلمانوں کی پچاس سالہ تعلیمی جد و جہد کے مرکز کو نہ بچایا جائے۔

اگر ڈاکٹر صاحب ان الزامات سے بری تھے تو ان کے لئے صفائی کا بہترین موقع تھا چونکہ وہ اخبارات کے عائد کردہ الزامات کی تردید کرنے کی جرأت نہ کر سکے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے یونیورسٹی کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک آزاد کمیشن تحقیقات مقرر نہ فرمائیں۔

مسلم یونیورسٹی میں اسلامی ہفتہ

انجمن اسلامی تاریخ و تمدن کے زیر اہتمام حسب معمول امسال اسلامی ہفتہ ۱۵ر شوال المکرم تا ۲۱ر شوال المکرم ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۲ء تا ۲؍ نومبر ۱۹۴۲ء منعقد ہوگا جس میں حسب ذیل مشاہیر و علمائے کرام کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۔ متکلم اسلام حضرت اقدس مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی
۲۔ مفسر قرآن حضرت اقدس مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی
۳۔ شیخ المفسرین حضرت اقدس مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی۔
۴۔ فخر الاماثل حضرت اقدس مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب
۵۔ مبلغ اسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی القادری
۶۔ حضرت اقدس مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی
۷۔ حضرت فاضل گرامی مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ایم اے
۸۔ قائد ملت اسلامیہ دکن نواب بہادر یار جنگ بہادر
۹۔ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد عبدالقدیر صاحب بدایونی مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد دکن۔
۱۰۔ مجتہد العصر حضرت اقدس مولانا حافظ کفایت حسین صاحب
۱۱۔ جناب ڈاکٹر سید وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی

طلبائے قدیم علی گڑھ کا عصرانہ

حیدرآباد۔ انجمن طلبائے قدیم علی گڑھ نے آج "ریور گارڈن" کے وسیع سبزہ زار پر ایک پُرتکلف عصرانہ ترتیب دیا جس میں طلبائے قدیم نے جوش و خروش سے حصہ لیا اور عہدہ داران سرکار عالی و دیگر افراد نے جو جامعہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلبہ پر مشتمل تھے۔ ایک دوسرے سے عید کی ملاقات کی اور جشن سالِ نو بھی منایا۔ شرکائے عصرانہ میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہز ایکسیلنسی نواب صدر اعظم بہادر۔ سر محمد یعقوب۔ نواب ناظر یار جنگ بہادر۔ مسٹر اظہر حسین۔ مسٹر خلیل الزماں۔ مسٹر مشتاق احمد کرنل معین الدین۔ قاضی عبدالغفار صاحب۔ مسٹر محمد سلطان پروفیسر جامعہ لکھنؤ۔ مولانا حسرت موہانی۔

(یونائیٹڈ پریس)

اپیل

مسلم لیگ کے نیشنل گارڈ کا تربیتی ہفتہ علی گڑھ میں عنقریب باجازت ورکنگ کمیٹی صوبہ مسلم لیگ و بموجب پروگرام سالار صوبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ منایا جانے والا ہے۔ علی گڑھ کا شہری نیشنل گارڈ اپنی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپکی نظر التفات کا محتاج ہے اور بار بار نگاہیں آپ کے فیض و کرم پر پڑتی ہیں۔ امید کہ دست کرم بڑھایا جائیگا۔

نوٹ:۔ جو عطیہ جات اس سلسلہ میں وصول ہوں گے اس کی رسیدات براہ راست دفتر شہری مسلم لیگ سے ارسال خدمت کی جائیں گی۔

محمد انوار الرب تگلہ ارکمی
انچارج مسلم نیشنل گارڈ علی گڑھ سرکل
حفیظ منزل۔ میرس روڈ۔ علی گڑھ

سر محمد ظفر اللہ خاں کا نیا منصب

معلوم ہوا ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خاں جو حال میں چین سے واپس آئے ہیں اب ہندوستان سے امریکہ ایک وفد کے قائد ہو کر جائیں گے اس میں چار اور ممبر بھی شریک ہوں گے جن میں مسٹر جان مکار۔ بیگم شاہنواز اور رائے بہادر مہر چند کھنہ ہندوستان سے ساتھ جائیں گے اور سر اے راما سوامی انگلستان سے آکر شامل ہونگے۔ یہ وفد امریکہ میں یہاں کے حقیقی حالات سے پبلک کو آگاہ کریگا۔

ملک کے افلاس کا انجام

چتور (مدراس) میں ٹرین کو پٹری سے اتار دینے کے ایک مقدمہ میں مسٹر نواسام اسپیشل جج نے آٹھ ملزموں کو پانچ پانچ سال قید بامشقت کا حکم سناتے ہوئے کہا۔ جہاں انسانوں کو زندگی کی ابتدائی ضروریات بھی لائق اطمینان طور پر میسر نہ ہوں۔ وہاں ان سے نیک اطوار اختیار کرنے کی توقع کرنا فضول ہے۔ انتہائی غربت اور افلاس اس ملک میں بغاوت برپا کرنے میں ایک قسم کی بارود ہے جسے صرف دیا سلائی دکھانے کی ضرورت ہے۔ یہ بارود ملک میں بڑی مقدار میں موجود ہے۔

چین میں اتحادیوں کے مفاد خصوصی ختم ہو گئے

برطانیہ اور امریکہ کا جو نیا معاہدہ چین سے ہوا ہے اس میں طے پایا ہے کہ چین میں ان دونوں حکومتوں کے جو علاقہ جاتی مراعات تھے اور خاص حقوق حاصل تھے ان سے دونوں حکومتیں دستبردار

رفتارِ حوادث و افکارِ زمانہ

مسئلہ ہند میں روز ویلٹ کی مداخلت

مسٹر فضل حق وزیر اعظم بنگال کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر روز ویلٹ صدر جمہوریہ امریکہ ہندوستانی مسئلہ میں دخل دینے میں پیشقدمی کریں تو یہ عقدہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اتحادیوں کے طریقہ کار کے قائم کرنے میں ان کی رائے کو وزنی دخل ہے ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس کا حل اتحادیوں کی راہ میں سب سے زیادہ توجہ کا طالب ہے۔ محض اعلان اور تقریروں سے یہ عقدہ حل نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہے کہ موصوف زبردستی مداخلت کرنے کا اعلان کریں اور دخل دیں۔ عقدہ کشائی کے لئے محض اعلان آزادی کافی نہیں ہے بلکہ اثر انداز ہوں کی حاجت ہے۔

ترکی کی کوشش مصالحت

مسٹر وینڈل ولکی کے سیاحت کے دوران میں ترکی مدبرین سے گفتگو کے متعلق قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ ایک خیال یہ ہے کہ ترکی مدبرین نے ان سے صلح کی نسبت تبادلۂ خیال کیا ہے اور اب برطانیہ کے سفیر سے بھی اہم گفتگو ہوئی ہے۔ غالب قیاس ہے کہ حکومت انگورہ محوریوں اور اتحادیوں کے درمیان مصالحت کی کوشش کر رہے ہیں۔

ملک میں قیام امن کی تنہا صورت

ٹائمز لندن نے ایک مقالہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر ہندوستان کو سارے اتحادیوں کے مقصد کو اپنا بنانا ہے تو برطانیہ کو ہندوستانیوں کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا اور جب تک برطانیہ اختیارات اپنے پاس رکھے گا اسی کو سیاسی مسائل کے حل میں پہل کرنی ہوگی۔ کرپس تجاویز جس مرحلہ پر بات چیت ٹوٹی تھی وہاں سے ہی دوبارہ شروع ہونی چاہیئے۔ اتحادی قوموں کی قسمت ہندوستان سے وابستہ ہے اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امریکہ کے لوگ برطانیہ کے رویہ پر بہت سخت نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ بلاشبہ بہت کچھ نکتہ چینی مسئلہ کی پیچیدگیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے اور یہ امر اور بھی افسوسناک ہے کہ مسٹر ولکی جنہوں نے مشترکہ مقصد کے لئے اس قدر خدمات سر انجام دی ہیں اپنے ایشیائی دورہ میں ہندوستان کو شامل نہیں کر سکے۔

تاہم یہ ضروری ہے کہ برطانیہ کوئی تعمیری قدم اٹھائے۔ تاکہ اس کی پوزیشن کو کوئی چیلنج نہیں کر سکے۔ ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں زیادہ سے زیادہ ذمہ داری دینا ایسی منزل کی طرف

[illegible] دو قدم ترقی کرنا ہے جسے برطانوی حکومت اور ہندوستان کی پارٹیاں متفقہ طور پر چاہتی ہیں۔

پی میں ایڈیٹروں میں بھی جوابی کاروائی کرنے کی طاقت ہے

[illegible] مسٹر جی بہار لی مین صدر مجلس استقبالیہ ایڈیٹرز کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں خبروں پر سنسر کے سخت خلاف ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اخبارات کو بھی کچھ قوت حاصل ہے۔ خبروں کا روکنا ایک قسم کا سودا ہے جو دو پارٹیوں کے ہی درمیان ہو سکتا ہے۔ ہم تمام ایڈیٹروں میں یہ بھی طاقت ہے کہ جوابی کارروائی کریں اور حکومت کی تمام خبروں اور سرکاری پروپیگنڈا کا بلیک آؤٹ کر دیں۔ کانفرنس نے رزولیوشن پاس کیا کہ ہم سنسر کی مذمت کرتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ حکومت نے ذہلی میں جو معاہدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ وہ صرف فوجی خبروں پر سنسر لگا سکتی ہے۔ صدر کانفرنس نے کہا کہ پریس کی آزادی بھی ملک کی آزادی کا ایک حصہ ہے۔ جب تک ملک آزاد نہ ہو اخبارات کو پابندیاں سہنی پڑتی ہیں۔ ہم ایسی تجویز جو اخبار نویسوں کے وقار کے خلاف ہو اس کے سامنے رضامندی سے سر نہیں جھکا سکتے۔

اخبار خلافت لکھتا ہے کہ:۔

بمبئی میں اس وقت تمام ہندوستان کے ایڈیٹروں کی جو کانفرنس ہو رہی ہے اس کی کارروائی کے ذریعہ بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس میں سب سے اہم مسئلہ حکومت کے رویہ اور ذہنیت کا ہے۔ کانفرنس کے ذمہ دار اور باخبر اراکین کے بیانات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حکومت نے پریس پر جو پابندیاں لگا دی ہیں وہ صرف اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ذہنیت اور دماغ بھی پریس کی طرف سے بہت بگڑا ہوا ہے۔ اس لئے اخبارات کے ایڈیٹروں کی اسٹینڈنگ کمیٹی سے مشورہ کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ ——— سالانہ جلسۂ عام کا التواء

مجلس انتظامیہ یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے جلسہ میں یہ قرار داد منظور کی ہے:۔

سالانہ جلسۂ عام کی تاریخ کے تعین پر غور کیا گیا۔ طے پایا چونکہ جنگ سے پیدا شدہ حالات میں جلسۂ عام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہذا امتحاناً جلسۂ عام ملتوی رکھنا مناسب ہے۔ اور اسی وجہ سے موجودہ عہدیداران و ممبران آئندہ جلسۂ عام تک کے لئے برقرار رہیں۔ مزید طے پایا کہ اس فیصلہ کو جنرل ممبران کی اطلاع کے لئے اخبارات میں شائع کرا دیا جائے اور ان سے استدعا کی جائے کہ جن صاحب کو مجلس انتظامیہ کے اس فیصلہ سے اختلاف ہو وہ ۳۰ اکتوبر تک سکریٹری یتیم خانہ کو مطلع فرمائیں۔

احمد اللہ انصاری
سکریٹری یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ ۵۸ سید صالح لین کلکتہ

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ قاعدہ ۶۶)

بعدالت مال تحصیل سکندرہ راؤ جناب تحصیلدار صاحب بہادر
مقام سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ
مقدمہ نمبر ۲۳ ۲۷ بابتہ [illegible]

لالہ ماسد یوسہائے خلف لالہ بہاری لال قوم ولیش ساکن و زمیندار قصبہ پرولنگر و زمیندار نمبردار قصبہ پرولنگر پرگنہ و تحصیل سکندرہ راؤ
ڈگریدار

بنام آنندی لال و ۲ مہیش سرن و ۳ بھگوان سرن پسران لالہ چتر بہاری لال و مسماۃ شانتی دیوی بیوہ رام سرن خود و والدہ رگھبیر سرن و مگن بہاری لال متوفی قوم کایستھ ساکن اچھن بردوکان لالہ چتر بہاری لال آنندی لال کتب فروش بکسیلر و کشن سروپ ولد بہاری لال قوم کایستھ ساکن و کاشتکار و خیلکار قصبہ پرولنگر پرگنہ و تحصیل سکندرہ راؤ مدیونان

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان اجرائے ڈگری ڈگریدار نے واسطے نیلام آراضی جوت کے درخواست گزرانی ہے لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۳۱ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۷ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

(بقیہ مضمون صفحہ ۲)

۲۷ بنا بریں مدعی مستدعی دادرسی ہائے ذیل کا ہے۔

(الف) یہ کہ استقرار اس امر کا فرمایا جاوے کہ ریزولیوشن ۳ مندرجہ ایجنڈا ضمیمہ الف منسلکہ عرضیدعوے تا حکم [illegible] اور تحریری ووٹ علاوہ قاعدہ شمار کرکے جو پاس کیا گیا ہے وہ مع جملہ کارروائی کے جو اس کے تابع کی گئی ہے ناجائز اور مدعی و دیگر عہدہ داران ایسوسی ایشن ہنوز ایسوسی ایشن کے عہدہ دار ہیں۔

(ب) یہ کہ مدعا علیہم نمبر ۱ لغایت ۱۰ کو بذریعہ حکم امتناعی جدید سالانہ انتخاب عہدہ داران ایسوسی ایشن مذکور منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء و نیز دیگر کام ایسوسی ایشن کرنے سے ممنوع فرمایا جائے۔

(ج) یہ کہ حکم امتناعی بنام مدعا علیہم ۱۱ و ۱۲ اس امر کا جاری فرمایا جائے کہ وہ ایسوسی ایشن مذکور کا کوئی روپیہ مدعا علیہم ۱ لغایت ۱۰ کو نہ دیویں۔

(د) یہ کہ خرچہ نالش مع محنتانہ وکیل مدعی کو مدعا علیہم ۱ لغایت ۱۲ سے دلایا جاوے یا جو مدعا علیہم ذمہ دار قرار پاویں۔

عبارت تصدیق

آہ! [illegible] مولو[illegible]

علی گڑھ کی بزم سے [illegible]

نیا

(از ایم۔ نور احمد [illegible])

(ایچ۔ یو۔ مدرسہ [illegible])

مولوی سید عبدالسلام صاحب ایم۔ اے۔ اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں علی گڑھ کالج کے قرن اولیٰ کے ہونہار طلبا میں سے ہونے کی سعادت حاصل ہی ہے۔ آپ سرسید و نذیر احمد و حالی و شبلی کے کمالات کی یادگار تھے۔ اور دور انقلاب کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کا وطن مانوف [illegible] گڑھ تھا جہاں آپ اپنے والد محترم کی زمانہ نظربندی میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب مرحوم [illegible] نامی ایک قریہ کابل کے سادات [illegible] میں تھے۔ سرکاری کشمکشوں اور خانگی منافستوں کے باعث ہجرت کر کے ٹونک چلے آئے جہاں والئ ریاست نواب محمد علی خاں صاحب نے وزیر جنگ کے عہدۂ جلیلہ پر مامور فرمایا تھا لاوا اور ٹونک کی باہمی جنگ میں حصہ لینے کے باعث گورنمنٹ برطانیہ نے معہ اہل و عیال کے نظربند [illegible] گڑھ کے قلعہ میں محبوس کر دیا تھا وہیں مولوی صاحب کی ولادت ہوئی۔ چار سال کی عمر میں آپ کے والد صاحب کی وفات ہوگئی اور آپ کا خاندان منتقل ہو کر ٹونک چلا آیا۔ پانچ برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا اور پھر معمولی اردو اور فارسی پڑھنے کے بعد مدرسہ فرقانیہ میں درس نظامیہ کی تکمیل کی اور پھر ۱۲ سال کی عمر میں ۱۸۹۴ء میں منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا چونکہ طبیعت میں غیر معمولی جودت و روانی تھی۔ شعر و شاعری شروع کر دی اور ٹونک کے مسلم استاد حضرت بسمل سے اصلاح سخن شروع کی اور خیال تخلص کیا۔ کچھ ہی دن بعد انگریزی بھی طور پر پڑھ کر ٹونک کے مقامی مدرسہ ورنا[illegible] ہائی اسکول میں داخل ہو کر انگریزی میں میٹرک کا امتحان درجہ اول پاس کیا۔ اس کے بعد پورے کے مہاراجہ کالج میں ایف۔ ایس۔ سی کلاس میں داخل ہو کر فرسٹ ایر پاس کیا اور پھر ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں داخل ہو کر ۱۸۹۸ء میں ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان انتہائی امتیاز کے ساتھ درجہ اول میں پاس کیا جس کے اعزاز میں آپ کا نام کالج کے ریکارڈ اسٹون پر کندہ کرا کر ثبت کیا گیا۔ اسی زمانہ میں عسرت و افلاس سے مجبور ہو کر ۱۸۹۹ء میں اٹاوہ کے اسلامیہ ہائی اسکول میں سائنس ٹیچر ہو گئے اور دوسرے ہی سال ۱۹۰۰ء میں بحیثیت ٹیچر کے ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ سے بی۔ اے فلسفہ، تاریخ اور فارسی میں پاس کیا اور ۱۹۰۱ء میں دربار ہائی اسکول ٹونک میں ہیڈ ماسٹر کی جگہ پر بلوا لئے گئے پھر ۱۹۰۸ء میں اسی کالج سے فارسی میں ایم۔ اے۔ فرسٹ ڈویژن پاس کیا۔ وہ ٹونک کے مشہور حکیم اپنے ایک عزیز حکیم عبدالرحیم سے طب سیکھا اور ٹونک کی تعلیمی اور طبی خدمات بہت دنوں تک انجام دیتے رہے۔ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کا زمانہ تھا کسی نے نواب کو آپ کی طرف سے بدظن کر دیا اور آپ ٹونک چھوڑ کر بھوپال چلے گئے جہاں کچھ عرصہ تک مطب [illegible] کے بعد الگزینڈرا ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر کر دئے گئے۔ انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے بھوپال چھوڑنا پڑا اور تب جاورہ چلے آئے پہلے یہاں کچھ دن تو ہیڈ ماسٹر رہے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد انسپکٹر آف اسکولز مقرر کر دئے گئے اور پھر دو سال کے بعد وسط ہند کے ایجی۔ جی کے اور ڈیوٹرمؤرک کے نواب نے اور بھی [illegible] دیا اور دو سال کے بعد ریاست کی خدمات کے لئے واپس بلا لیا اور مجسٹریٹ درجہ اول مقرر کر دیا۔ اور شاندار حسن خدمات سے خوش ہو کر نائب وزیراعظم مقرر کر دیا۔ ابھی ایک ہی سال ہوا ہوگا کہ چند ہم چشموں نے آپ کے خلاف نواب کے کان بھر دئے اور جب آپ نے دیکھا کہ نواب کی آنکھوں میں بل آگیا ہے استعفیٰ دے کر ۱۹۱۲ء میں جے پور چلے آئے اور ۱۹۲۲ء تک حیدرآباد کے دارالترجمہ سے الحاق کر کے مختلف مضامین دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے بھجواتے رہے۔ پھر ۱۹۲۵ء میں وکالت شروع کر دی اور اس میں بھی کچھ ایسا کمال پیدا کیا کہ اپنے افسران و معاصرین میں سب سے افضل و ممتاز ہو گئے۔ چیف جسٹس نے خوش ہو کر جج مقرر کر دیا۔ ابھی اسی عہدۂ جلیلہ پر سرکاری خدمات انجام دے رہے تھے کہ اچانک ۶ اکتوبر ۱۹۴۲ء کی شام کو چھپن برس تراویح کے بعد ۶۰ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ موت العالم موت العالم۔ آپ کا سانحۂ ارتحال جے پور کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے لئے عموماً ایک حادثۂ فاجعہ ہے کہ جس کی تلافی بہت دنوں تک ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ آپ بڑے خلیق۔ قوم پرور۔ صوفی منش۔ علم نواز اور ملنسار انسان تھے۔ شاعری، فلسفہ اور قانون میں دستگاہ کمال حاصل تھا بڑے متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ فیاضی اور قوم پروری کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات پہننے کے کپڑے تک سائل کو دے دیا کرتے۔ طبیعت میں انکسار اس درجہ تھا کہ ہمیشہ سرنگوں رہتے اور اپنی تعریف سننے سے احتراز کرتے۔ بیوا[illegible] یتیموں بیکس لوگوں۔ قومی اداروں کی اس قدر خاموش خدمت بلا اظہار کرتے کہ دست راست سے زائد شخواہ ہر ماہ صرف کر دیتے مگر بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوتی۔ چنانچہ ایک موقع پر حسب حال کیا خوب کہا ہے۔ کہتے ہیں ؎

ہوشیاری ہے فریب عاشقی کھانے کا نام

عاشقی ہے بندگی کر کے لٹ جانے کا نام

بہرحال [illegible] صاحب مرحوم کی ذات گرامی ایک مجموعۂ کمالات ذاتی تھی۔ وہ بیک وقت ایک بہترین معلم، باکمال انشا پرداز، مسلم شاعر، پختہ کار مفتی، باعظمت صوفی اور متبحر عالم تھے۔ اتنی خوبیاں ایک ہی شخص میں جمع ہو جانا زمانہ کا ایک اتفاق ہے۔ میر نے خوب کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حیدرآباد کی خبریں

ہزاگزالٹیڈ ہائینس حضور شاہ دکن کی علم نوازی

کوئٹہ اسلامیہ ہائی اسکول کو ۲۰ ہزار کا عطیہ

کوئٹہ۔ معلوم ہوا ہے کہ حضور شاہ دکن خلد اللہ ملکہ نے اسلامیہ ہائی اسکول کی بلڈنگ کے لئے ازراہ مرحمت خسروانہ بیس ہزار روپیہ نقد کا عطیہ قاضی محمد عیسیٰ خاں بار ایٹ لا جنرل سکریٹری انجمن اسلامیہ بلوچستان کوئٹہ کے نام عنایت فرمایا ہے۔ اسی اسلامیہ ہائی اسکول کوئٹہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ کے مزید عطیہ کا وعدہ شاہانہ بھی فرمایا گیا ہے۔ اس خبر سے بلوچستان کے طول و عرض میں حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی معارف نوازی اور معارف پروری پر ہزار ہزار اظہار تشکر کیا جا رہا ہے اور عام اسلامی حلقوں میں بجد مسرت پائی جاتی ہے۔ قاضی محمد عیسیٰ صاحب موصوف کی عملی کوششوں اور جادو بیانی کے تحسین بھرے کارناموں پر پنجاب ان کو مبارکباد پیش کر رہا ہے۔

انٹریونیورسٹی بورڈ

حیدرآباد۔ ہمارے عزیز او[illegible] مولوی ہارون خاں صاحب شروانی صدر شعبۂ تاریخ جامعہ عثمانیہ و معتمد عمومی انٹریونیورسٹی بورڈ نے پریس نوٹ جاری کیا ہے۔

"انٹریونیورسٹی بورڈ کا آئندہ اجلاس ۷، ۸، ۹ جنوری کو میسور میں منعقد ہوگا۔ یہ اجلاس نہایت اہم ہوگا کیونکہ اس میں جامعاتی امتحانوں مختلف جامعات پر تعامل نظر اندازی کامیاب قرار دینے کے مستقیم نمبروں کے لحاظ سے درجہ داری اور ذہنی امتحانات حکومت ہند کے امتحانی مقابلوں کے مضامین اور دیگر اہم مسائل پر

سرگزشت

جلد ۱۴ | مورخہ ۸ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۸ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳۴

برائے فصل کردن آمدی؟

۲۴ اکتوبر کے سرگزشت میں ہم نے اخبار روزنامہ ڈان (DAWN) کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی تھی یہ اخبار جو قائد اعظم کی کوششوں کی بدولت جاری ہوا ہے۔ مسلمانان ہند کی شیرازہ بندی اور ان کے حقوق کی حفاظت کا زبردست آرگن ہوگا۔

ڈان کے معنی صبح صادق کے ہیں اور جس طرح صبح کی روشنی میں رات کا اندھیرا غائب ہوجاتا ہے۔ اس اخبار کی روز افزوں روشنی میں ہماری سیاسی زندگی کے تاریک حصے کو روشن و منور ہو جانے کی امید ہو چلی تھی۔ یہ اخبار وصل کرانے کے لئے جاری ہوا ہے نہ کہ فصل کرنے کے لئے۔ بڑے بڑے سیاسی مسائل کے متعلق مسلمانان ہند کو غور و فکر کی دعوت دینے کے لئے نہ کہ فرقہ پرستوں اور جتھا بند لوگوں کا آلہ کار بننے کے لئے۔

اس لحاظ سے ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب یہ دیکھا کہ ایک ہفتہ میں تین مرتبہ ۲۱، ۲۷ اور ۲۸ اکتوبر کی اشاعتوں میں ڈان کے علی گڑھ کے نامہ نگار کی جو بظاہر ڈاکٹر صاحب کی پارٹی کا رکن ہے کی طرف سے ایک ہی خبر مختلف پیرایہ میں شائع کی ہے کہ مسٹر ظفر عمر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے موجودہ خلفشار کو طے کرنے کے لئے عدالت سے چارہ جوئی کا اور ایسا ہی دوستانہ طریقہ سے فیصلہ کرنے کا تجویز کو بھی مسٹر سلام الدین اور مسٹر شعیب نے پیشتر ہی ہوتی رد کر دیا۔ ناظرین سرگزشت جانتے ہیں کہ یہ سراسر غلط اور بے بنیاد الزام آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن پر لگایا جاتا ہے۔ سرگزشت مورخہ یکم اکتوبر میں مسٹر ظفر عمر کے خطوط مورخہ ۱۴ ستمبر، ۱۸ ستمبر اور ۲۷ ستمبر بنام ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد شائع ہو چکے ہیں۔

جن قارئین کرام کو معلوم ہوا ہوگا کہ صلح و آشتی کی تمام کوششوں کو ڈاکٹر صاحب نے ٹھکرا دیا اور کسی خط کا جواب تک نہ دیا۔

۱۸ ستمبر کے خط میں آنریری سکریٹری نے تحریر کیا تھا:

"مجھے یقین ہے کہ سینیر اولڈ بوائز جو اطراف ملک میں ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں دوستانہ تصفیہ کی اطلاع پاکر بہت خوش ہوں گے۔ میں اپنی جانب سے ان اختلافات پر خاک ڈالنے کے لئے تیار ہوں جن سے ہماری برادری کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہے اور اس غرض سے میں اور چند سینیر اولڈ بوائز آپ سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ ایسوسی ایشن کو تخریب سے بچا سکیں۔ امید ہے کہ میری دوستانہ مصالحت کی پیش کش کو آپ رد نہ کریں گے جس سے ایسوسی ایشن کا مفاد وابستہ ہے۔"

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آنریری سکریٹری نے اس خط کے لکھنے کے بعد کئی ایک مراسلوں میں دوستانہ تصفیہ کی درخواست کی مگر محترم ڈاکٹر صاحب نے ان تمام مصالحانہ کوششوں کو نظر انداز کیا اور اس کے بعد مسٹر ظفر عمر نے نہیں بلکہ ڈاکٹر حاجی حافظ حفیظ اللہ ممبر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے عدالت منصفی میں استقرار ناجائزی کارروائی جلسہ ۲۷ اگست کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اس لئے افسوس ہے کہ نامہ نگار اخبار ڈان کی ان غلط اتہامات اور دروغ بافیوں کا جواب اب تک شائع نہیں کیا۔ ہم ادب کے ساتھ نوابزادہ لیاقت علی خاں اور قائد اعظم کی توجہ اس ناانصافی کی جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ اس قومی اخبار کو ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی پارٹی کا آرگن اور تحریک کا دم راڈیشن نہ بننے دیں اور اخبار کے صحافتی وقار کو نقصان نہ پہونچنے دیں۔ امید ہے کہ آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن اس کے متعلق اپنا مفصل بیان جلد شائع کر کے بیرونی اولڈ بوائز کو واقعات سے مطلع کریں گے۔

نمائندگی کورٹ مسلم یونیورسٹی

اولڈ بوائز واقف ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کورٹ میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی نمائندگی کا مسئلہ عرصہ سے معرض التوا میں رہا ہے۔ سر شاہ سلیمان مرحوم نے ۱۹۳۶ء میں اپنے زمانہ وائس چانسلری میں گورنمنٹ ہند سے یہ طے کرا لیا تھا کہ ایسوسی ایشن کو ۱۰ نشستیں دی جائیں اور اس کے متعلق ریگولیشن میں ضروری ترمیم کر دی جائے۔

بہت اصرار اور کشمکش کے بعد موجودہ وائس چانسلر نے گورنمنٹ کے پاس مسودہ ریگولیشن روانہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعتراض کے ساتھ مسودہ واپس آیا ہے مگر اس اعتراض کی کوئی نقل آنریری سکریٹری کے پاس نہیں بھیجی گئی تاکہ اولڈ بوائز کے غور کے لئے اسے بھیجا جاتا۔ لیکن افسوس ہے کہ محترم وائس چانسلر صاحب نے بلا مشورہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی یا ممبران کو اطلاع کئے بغیر ۹ ستمبر ۱۹۴۲ء کو کوئی تحریر مخصوص اولڈ بوائز کے نام بھیجی ہے جس میں نئی تجاویز منجانب وائس چانسلر پیش کی گئیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ برسوں کی کوشش کے بعد از سر نو اس مسئلہ کو اٹھانا اور التوا میں ڈالنا اولڈ بوائز میں مایوسی اور ناراضگی پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ حیدرآباد کی مقامی کمیٹی کی قراردادوں سے پایا جاتا ہے۔ امید ہے کہ دوسرے مقامات کے اولڈ بوائز بھی حیدرآباد کی قراردادوں کی بموجب فیصلہ کریں گے اور محترم وائس چانسلر کو مطلع کر کے درخواست کریں گے کہ جو بات سر شاہ سلیمان کے زمانہ میں طے پا چکی تھی اس پر قائم رہنا چاہیئے۔

شیشے کا مکان

اس اشاعت میں خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب بلگرامی سابق کلکٹر صوبہ متحدہ کا چوتھا مضمون محترم ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے نقیب کے جواب میں درج کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں اندیشہ تھا کہ تجربات نے گذشتہ واقعات کو طشت از بام کر کے ڈاکٹر صاحب ممدوح کی معصومیت ثابت کرنے اور بلگرامی صاحب کو ملوث کرنے کی ناکام کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی دیرینہ فرقہ بندی پر نئی اور تیز روشنی پڑنے لگی۔ انگریزی مقولہ ہے کہ جو لوگ شیشے کے مکانات میں رہتے ہیں انہیں دوسروں کی طرف ڈھیلا نہ پھینکنا چاہیئے۔ یہ مقولہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کے نادان دوستوں پر صادق آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے معاملات میں مداخلت کر کے جو خلفشار اس وقت برپا کیا ہے اس کا راز اس مخالفت میں پنہاں ہے جو انہیں ایسوسی ایشن سے [illegible] ہمیشہ سے ہے۔ اولڈ بوائز جانتے ہیں کہ مولانا [illegible] کے زمانہ سکریٹری شپ میں ایسوسی ایشن [illegible] ترقی کی۔ اس زمانہ میں لاج کی عمارت [illegible] صرف سے تیار ہوئی لیکن باوجود اس کے ڈاکٹر [illegible] اپنے خط مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایسوسی

ایشن کی روز افزوں ترقی اور ہر دلعزیزی کو نقصان پہونچانے کے لئے ایک علیحدہ برادری قائم کیا جائے مگر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مقامی جتھہ بندوں اور ڈاکٹر ضیا کے ہاتھوں کا نام نہیں ہے اور باہر کے اولڈ بوائز نے اس خطرناک سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

مسلم یونیورسٹی کی خبریں

قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی آمد کے وقت ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا گیا۔ خان بہادر حاجی محمد مزمل خاں صاحب صدر مسلم لیگ ضلع علی گڑھ اور دیگر اراکین لیگ ٹرین کی آمد سے قبل موجود تھے۔ وائس چانسلر یونیورسٹی ٹرین کے آنے کے ۲۰ منٹ بعد تشریف لائے۔ غالباً کبرسنی کی وجہ سے حافظہ خراب ہو گیا ہے اور ٹرین کا وقت یاد نہ رہا۔ چونکہ سواری کا انتظام نہ تھا اور میزبان وائس چانسلر صاحب نہ آئے تھے اس لئے قائداعظم ویٹنگ روم میں انتظار کرتے رہے۔

یکم نومبر کو نواب زین یار جنگ بہادر معیت خان بہادر محمد سلیمان انجینئر دہلی سے موٹر کار پر بسلسلہ تعمیر مسجد نیز علی گڑھ تشریف لائے اور شام کو دہلی واپس تشریف لے گئے۔

یکم نومبر کو اگزیکٹیو کونسل کا اجلاس منعقد ہوا کافی طویل ایجنڈا تھا جس میں عام اور معمولی انتظامی مدات تھیں۔ رجسٹرار صاحب کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ حکومت ہند نے زنانہ کالج، زنانہ اسکول اور ٹیکنیکل کالج کے ڈپلومے منظور کر لئے ہیں۔ ان اداروں کی انتظامیہ کمیٹیوں کی تشکیل کی گئی اور ان میں علاوہ دیگر ممبران کے وائس چانسلر صدر، پرو وائس چانسلر اور ٹریژرر اور کالجوں کے پرنسپل ایکس آفیشیو ممبر قرار دئے گئے۔ زنانہ کالج کمیٹی میں ڈاکٹر رشید جہاں بیگم کے علاوہ دو اور خواتین بھی انتخاب کی گئیں۔ ٹیکنیکل کالج کمیٹی میں خان بہادر محمد سلیمان انجینئر، اے جی خان اور مسٹر وڈ پرنسپل انجینئرنگ کالج ہینٹ دہلی بھی شامل ہیں۔

امسال کل ہند مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس حیدرآباد میں ہے جو کرسمس کی تعطیلات میں ہوگا۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر مملکت دکن کے وزیر سیاسیات جنرل کانفرنس کو دعوت دی ہے استقبالیہ کمیٹی کے صدر تجویز ہوئے ہیں۔

علی گڑھ میں قائداعظم مسٹر جناح کا ورود

یونیورسٹی میں بصیرت افروز تقریر

قائداعظم محمد علی جناح اپنے سالانہ دورے کے سلسلہ میں دہلی سے ۲ر نومبر کو یونیورسٹی میں تشریف لائے اور تین دن مہمان رہے۔ یونیورسٹی کی جانب سے بڑا عالی اور شایان شان خیر مقدم کئے گئے اور پروگرام مرتب کئے گئے جن کو قلت گنجائش سے نہیں لکھا جا سکتا۔ اسی روز شام کو اسٹریچی ہال میں جلسہ میں آپ کی تقریر تھی۔ اس تقریر میں سے چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

دوران تقریر آپ نے فرمایا "میری اپیل پر حال میں ہزاروں مسلمانوں کی طرف سے مجھ کو جو رقوم اور خطوط موصول ہوئے ہیں ان سے مجھے بدرجہا تقویت پہنچی ہے۔ اب لیگ ہزاروں اور لاکھوں کی نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی ترجمان اور نمائندہ ہے۔ کانگریس کمیٹی کے آخری جلسہ میں پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ مسلم لیگ برطانوی سامراج کی آلہ کار ہے اور مسلمانوں کو عام طور سے اس سے سروکار نہیں لیکن کانگریس تحریک کے دوران میں مسلمانوں نے اس سے الگ رہکر بتا دیا کہ وہ مسلم لیگ کے ہی ساتھ ہیں۔ اب استصواب رائے کے ذریعہ ہم اپنا مطالبہ خاطر خواہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سیاسی تصویر مسلم لیگ کو ۱۹۳۵ء کے دستور ملکی سے اتفاق تھا مگر وہ اس کے وفاقی جزو کی مخالف تھی مگر کانگریس اس دستور کی مجموعی تخریب کرنے والی تھی تاہم انتخابات کے بعد گاندھی جی اور وائسرائے کی مفاہمت ہو گئی اور کانگریس نے عنان حکومت سنبھال لی۔ اس کی حکمرانی کے ڈھائی سال نے مسلمانوں کو بے روح قالب بنا دیا تھا اگر وفاق کا نفاذ بھی ہو جاتا تو ان کی موت کا پیام پہونچ جاتا۔

آغاز جنگ تک مسلم لیگ میں اتنی قوت ہو گئی تھی کہ انگریزی حکومت اس کو نظر انداز نہ کر سکی اور گاندھی جی کی طرح صوبہ مسلم لیگ کو بھی دعوت موصول ہوئی۔ لیگ کا کانگریس کے مساوی درجہ حاصل کر لینا گاندھی جی کو ہرگز گوارا نہ تھا اور وہ متواتر لیگ کو اس جگہ سے ہٹانے میں ساعی رہے اور پہلو بدلتے رہے۔ چنانچہ اسی ملاقات میں وہ آمادہ بھی ہوئے لیکن دل میں ایران پارلیمنٹ اور ویسٹ منسٹر ایسی تجزیہ کے منصوبے بھی گانٹھتے رہے اور واپس ہو کر کانگریس ورکنگ کمیٹی کی قرارداد میں اپنی بے بسی کا اعلان کر دیا۔ اسی دوران میں حکومت نے وفاق کا نفاذ ملتوی کر دیا تو مسلم لیگ نے اس پر اظہار خوشنودی کرکے جتلا دیا کہ آئندہ کوئی دستور عارضی ہو یا مطلق ہماری تائید اور مرضی کے بغیر ہم پر مسلط نہ ہونا

چاہیئے۔ آخر یہ وفاق کالعدم ہو گیا اور یہ اعلان بھی ہو گیا کہ آئندہ مسلمان اور دوسری اقلیتوں کی مرضی کے خلاف کوئی دستور نافذ نہ کیا جائے گا۔

اس پر گاندھی جی کی بازیگری نے حکومت کو پریشان کرنے کے لئے جبر و تشدد سے کام لینے کے حربے اختیار کئے اور وزارتوں سے استعفے دلائے تو وائسرائے نے انہیں منظور کر کے دفعہ ۹۳ سے کام لیا۔ گاندھی جی نے انفرادی ستیہ گرہ کا رنگ دکھلایا گو پھیکا تھا تاہم کرپس کی تجاویز سامنے آئیں اس کا خلاصہ یہ تھا۔

جنگ کے بعد برطانیہ ہندوستان کو کامل آزادی دیگی اور آزاد ہندوستان کو اس کا اختیار ہوگا کہ وہ دولت مشترکہ برطانیہ کی پناہ میں رہے یا اس سے باہر ہو جائے۔ مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ بھی شامل کر دیا تھا کہ دستور حکومت کے مرتب ہو جانے پر ہر صوبہ کو مرکز میں شامل ہونے یا اس سے الگ ہونے کا اختیار ہوگا۔ چونکہ مرکز میں مسلمان بہر صورت اقلیت میں ہیں لہذا یہ قرار دیا گیا کہ استصواب رائے کے حق کے حصول کے لئے یہاں چالیس فی صدی رائے جماعت میں ہونی چاہئیں اور اس طرح دستور ساز اسمبلی کو جو ہمارے شمار میں ہی نہیں ہے ہمارے راستے میں پہلی دیوار بنا دیا ہم تفصیل حق استصواب رائے کے لئے اس کے محتاج کر دئے گئے پھر جس صوبہ کے لئے مانگتے اس میں بھی اسمبلی کی منزلوں کو دوسری دیوار بنا دیا۔ یہ تمام خطرناک تماشے تھے ہم نے ان کو ترک کر دیا۔ اگرچہ مسٹر گاندھی نے ان تجاویز کو دوسرے وجوہ سے مسترد کیا لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ اس میں پاکستان کی بو آتی تھی۔ اس کھیل کے بعد ہندوستان چھوڑ دو کا نعرہ بلند کیا۔ انگریزوں نے اپنی غرض اور ضرورت سے کانگریس کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کیا اس سے ہم پر کوئی احسان نہیں کیا۔

موجودہ کیفیت ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک گاندھی جی کی آخری بازی ہے۔ اگر اس وقت لیگ کانگریس کا ساتھ دیتی تو بہت شدید غلطی کرتی۔ تمام دنیا میں اس کا نقارہ پٹ جاتا کہ مسٹر گاندھی ہی ہندوستان کے واحد نمائندے ہیں۔ اگر ہم کو انگریزوں کے قول اور دیانت پر کچھ بھی بھروسہ ہوتا تو اس تحریک کے دبانے میں ان کی مدد کرتے لیکن ہم ان پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ وہ دونوں اپنے کرتب دکھلا رہے ہیں اور ہم دونوں سے الگ ہیں اب یہ دونوں طرح طرح کے مطالبے کر رہے ہیں لیکن

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

مراسلات

جناب اڈیٹر صاحب سرگزشت۔ تسلیم۔ مندرجہ ذیل خط جو سالے آج اخبار تحریک کو بھیجا ہے اس کی نقل بغرض اشاعت آپ کی خدمت میں بھی ارسال ہے۔

"جناب اڈیٹر صاحب تحریک۔ تسلیم۔ براہ کرم اپنے اخبار کی آئندہ اشاعت میں میرا عریضہ شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

۱۔ آپ نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں ڈاکٹر حاجی محمد ضیاء اللہ صاحب کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "معلوم ہوا ہے کہ مدعی نے اپنے مختار خاص قاضی عزیز الدین بلگرامی کو باز دعوے داخل کرنے کی ہدایت کی ہے"۔ یہ واقعہ صریحاً غلط ہے۔ مجھے کوئی ہدایت مدعی نے مقدمہ واپس لینے کی نہیں کی ہے۔ نہ میں اس کام کے لئے ان کا مختار مجاز ہوں۔ میں آپ سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اس قضیہ کا آپ آئندہ ذکر نہ فرمائیں ورنہ بدرجہ مجبوری مجھے انکشاف حقیقت کے لئے حافظ صاحب کا خط شائع کرنا پڑے گا۔ جس شخص کو اس جعلی کارروائی کا آلہ کار بنایا گیا ہے وہ میرے محترم استاد کا لڑکا ہے اس لئے میں اس قصہ پر خاک ڈالنا چاہتا ہوں۔ آپ غلط باتیں لکھ کر مجھے تردید پر مجبور نہ کریں۔

۲۔ اسی تاریخ کے اخبار میں آپ نے ڈاکٹر ضیاء الدین کے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"دس گیارہ ماہ کے صبر و انتظار کے بعد اولڈ بوائز نے وہ میمورینڈم شائع کیا جس پر چون دستخط ثبت تھے اور سرگزشت کے مضامین کی ذمہ داری ایسوسی ایشن پر ڈالی گئی تھی لیکن کسی طرف سے اس ذمہ داری کے متعلق انکار نہیں کیا گیا حالانکہ اسی وقت اسٹینڈنگ کمیٹی کو جس کے ممبر خود قاضی صاحب بھی تھے جن کا دل بہت بیقرار ہے اور اس مسموم ہوا کو داخل نہ ہونے دینے کے لئے گویا وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں اپنا جلسہ طلب کر کے اس ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دینا چاہیے تھا اب جبکہ عدم اعتماد کے رزولیوشن آئے تو یہ ڈھونگ رچایا گیا اور دوسروں کو اس کشمکش اور فریق بندی کا مورد الزام بنایا جاتا ہے"۔ یہ ساری عبارت دروغ بافی کا بدترین نمونہ ہے۔ ان ایام میں میں سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر نہ تھا نہ اب ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے مسٹر ظفر عمر اڈیٹر سرگزشت نے میمورینڈم مذکورہ کی تردید کی اور ایک سلسلہ مضامین بعنوان "نیا محاذ" لکھا تھا اور دکھلایا تھا کہ یہ سب کارروائی کیوں کی جا رہی ہے اور اس سے

بیمارے میں آپ کی تحریر کا جواب دینے سے اس لئے معذور ہوں کہ اس میمورینڈم سے لے کر ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے جلسہ اولڈ بوائز تک جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے متعلق دیوانی میں مقدمہ دائر ہے اور میں آپ کی طرح اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتا ہوں۔ والسلام

نیازمند
عزیز الدین احمد بلگرامی۔ علی گڑھ
۲۴ اکتوبر ۱۹۴۲ء

مصنوعی معصومیت اور صداقت نما کذب

(از خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی)

شمارہ ۱۲

میں نے پچھلے نمبر میں جو لکھا ہے کہ اپریل ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی پارٹی کو شکست ہوئی اور مولانا شوکت علی مرحوم ایسوسی ایشن کے سکریٹری ہو گئے۔ اس سے ممکن ہے کوئی واقف شخص یہ نتیجہ نکالے کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کی فریق بندی اور حرص اقتدار ثابت کرنے کے لئے انھیں ایک جماعت کا لیڈر قرار دیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ علی برادران کی مخالفت کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ جنوری ۱۹۱۲ء سے خان بہادر مولوی حبیب اللہ خان ریاست کدورہ باونی میں دیوان ہو کر چلے گئے اور اگست ۱۹۱۲ء تک وہیں رہے۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم کو نور نیچارم لیگ کے خلفشار سے متنفر ہو رہے اور کچھ اپنی ذاتی مصروفیتوں کی وجہ سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ یہ ان کی پریکٹس کے شباب کا زمانہ تھا اور پھر امپیریل کونسل کی ممبری۔ انھیں اپنے اشغال سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ ایسوسی ایشن کے جھگڑوں میں پڑتے۔ یہ وہ دور تھا جب اسلامی ممالک پر آئے دن نئے مصائب ٹوٹ رہے تھے۔ طرابلس کی لڑائی۔ مشہد مقدس کی گولہ باری۔ جنگ بلقان اور کانپور کی مسجد کا واقعہ اور سب سے آخر میں جنگ عظیم نے عام مسلمانوں کے جذبات کو تحریک خلافت کی صورت میں ظاہر کر دیا تھا جس کی قیادت علی برادران کے ہاتھ میں تھی۔ ان کا سیاسی میدان میں آنا تھا کہ وہ گورنمنٹ کے مخالفین میں شمار ہونے لگے اور آگے چل کر تو چھندواڑہ اور مہرولی میں سرکاری مہمان بھی ہو گئے۔ اس لئے نکلیہ تو پارٹی [illegible] دفن ہو پاگنڈا کی اہلیت کی بناء پر کلیہ علی گڑھ کے مقامی اصحاب کی غیر حاضری اور عدیم الفرصتی کے سبب سے اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ ان ایام میں علی برادران کی مخالفت کرنا گورنمنٹ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مولانا شوکت علی مرحوم کو ایسو

سی ایشن سے نکالنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ مولانا مرحوم اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سکریٹری تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ انجمن خدام کعبہ کے بھی جو اس وقت سرکاری حلقوں میں مشتبہ نظر سے دیکھی جاتی تھی اس لئے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر بمقام آگرہ مولانا شوکت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ یا تو وہ ایسوسی ایشن سے قطع تعلق کر لیں یا انجمن خدام کعبہ سے مستعفی ہو جائیں۔ اس مضمون کا ایک محضر نامہ بھی اکتوبر ۱۹۱۴ء میں ڈاکٹر ضیاء الدین نے مسٹر ممتاز حسین بیرسٹر ایٹ لا مرحوم سے مرتب کرایا جس پر خود تو کالج کی ملازمت کی وجہ سے دستخط نہیں کئے مگر مسلسل سعی سے سو اولڈ بوائز سے جن میں میں بھی شامل تھا دستخط کرائے لیکن باوجود اس تگ و دو کے مولانا شوکت علی پورے تین سال اپنے عہدے سکریٹری شپ پر قائم رہے۔

۱۹۱۵ء کا سالانہ جلسہ اولڈ بوائز بڑے معرکہ کا تھا اس میں ایک تو مولانا شوکت علی مرحوم کے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا دوسرے ان لوگوں پر جن میں ڈاکٹر ضیاء الدین میاں اور چند دستخط کنندگان محضر نامہ شامل تھے اظہار نفرت کا رزولیوشن زیر بحث آنے والا تھا۔ سکریٹری شپ کے امیدواروں میں دو شخص تھے، ڈاکٹر ضیاء الدین کی پارٹی کی طرف سے خان بہادر سید زین الدین مرحوم اور مولانا شوکت علی کی جماعت کی جانب سے مسٹر عبد المجید خواجہ اس الکشن کے سلسلہ میں ہماری پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر ضیاء الدین نے ممالک متحدہ کے متعدد ڈسٹرکٹوں کا دورہ کر کے سید زین الدین مرحوم کے لئے ووٹ فراہم کئے تھے لیکن باوجود اس تمام کوشش کے ڈاکٹر صاحب کو سخت ناکامی ہوئی۔ اس کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو ۱۹۱۵ء کو ڈاکٹر صاحب نے خان بہادر مولوی محمد حبیب اللہ خاں کو بمقام کدورہ باونی جہاں وہ دیوان تھے بھیجا تھا۔ وہ خط حسب ذیل ہے۔

کان پور

مخدومی جناب حبیب اللہ خاں صاحب۔

ایسوسی ایشن کا جلسہ اور پمفلٹ بھی ملاحظہ سے گزرے ہوں گے۔ پرسوں سے الہ آباد میں گفتگو ہو رہی ہے۔ آج میں یہاں آیا ہوں۔ کل مدر الحسن صاحب سے بھی گفتگو کروں گا۔ سید زین الدین صاحب کے لئے برابر کوشش ہو رہی ہے کہ امید کامیابی کی مستلم ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ بالکل نہیں ہے۔ وہاں کنویسنگ تاخیر سے شروع ہوئی تھی [illegible] جانے سے بیشتر ووٹ

خواجہ کے لئے اپنے فرد سے ہو گئے تھے۔

اس وقت ہمارے سامنے دو مسئلہ ہیں جن پر غور کرنا ہے۔

(۱) کچھ لوگ جن میں قاسم حسین ڈپٹی کلکٹر الہ آباد کے ہیں ۔۔ بیان میں پڑے ہیں کہ رزولیوشن نمبرہ و نمبر ۷ متعلقہ ووٹ نعرین اور شوکت علی کے انتخاب کے واپس لے لئے جائیں اور ہماری طرف سے زین الدین ... آپ کو واپس لے لیں۔

(۲) اس وقت ہم اپنے آپ کو ایسوسی ایشن سے علیحدہ کر کے اپنی ایسوسی ایشن موسومہ ایم۔ اے۔ او کالج اولڈ بائز براد رہڈ قائم کر لیں۔ کچھ لوگ اس پر بہت مستعد معلوم ہوتے ہیں۔

یہ ایک ایسی بڑی چیز ہے جس پر بلا آپ جیسے تجربہ کار بزرگوں کی رائے کے عملی حصہ لینا مشکل ہے۔ اس لئے نوازش فرما کر آپ کافی غور فرما کر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں اور جواب مجھ کو علی گڑھ بھیجیں۔ اس وقت ہمیں دوسری حالت میں مفصل ذیل اصحاب سے مدد ملے گی۔

(۱) خان بہادر عبد الحمید (۲) ابن احمد بیرسٹر (۳) ہدایت حسین بیرسٹر (۴) بدر الحسن (۵) ظل الحسن (۶) حاجی عبد الرشید خاں (۷) قاضی عزیز الدین۔

(۸) علی گڑھ میں میر صاحب اور میں اور غالباً شمشاد۔

امید ہے کہ شروع ہی میں ہم کو پچاس سے لیکر سو تک ممبر مل جائیں گے جن کے ماہواری چندہ کی تعداد قریب سو روپیہ ماہوار ہوگی۔ اس پر بھی آپ توجہ فرمائیے کہ جو ... شوکت علی صاحب اختیار کرتے ہیں ہم اس کو نہیں استعمال کر سکتے۔

نیازمند

ضیاء الدین احمد"

... بالا خط ... میں ہے اور خود ڈاکٹر صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۱۲ء کے اجلاس میں ڈاکٹر ضیاء الدین ... پارٹی کو شکست ہوئی اور مسٹر خواجہ سکریٹری منتخب ... اس کے بعد ڈاکٹر صاحب برابر اپنے ہم خیال ... علیحدہ ایسوسی ایشن بنانے کا پروپیگنڈا کرتے ... لیکن ان کے رفقاء میں ان کے ہم خیال ... تھے اس لئے اُن کی یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی اور ... سی ایشن انتشار سے بچ گئی ... اب میں ڈاکٹر صاحب سے ... اور اپنے آجکل کے مخالفین کو غلط طریقہ سے بدنام کرنے کے لئے اپنی پارٹی کے اخبار تحریک میں مضامین

لکھوا رہے ہیں یہ سوال کرتا ہوں کہ دونوں فریق میں سے حریص اقتدار کون تھا۔ آیا مولانا شوکت علی کی پارٹی جو ۱۹۱۲ء سے برسر حکومت ہوئی یا خود ڈاکٹر صاحب کی جو ان کو بیدخل کر کے خود ایسوسی ایشن پر قابض ہونا چاہتی تھی۔

جیسا کہ مندرجہ بالا خطوط اور محضر نامہ مذکورہ کے دستخطوں سے ثابت ہے۔ خان بہادر مولوی حبیب اللہ خاں۔ مولانا طفیل احمد اور میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تھے، اور مولانا شوکت علی مرحوم کے مخالف لیکن باوجود اس کے ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے اخبار تحریک میں اڈیٹر صاحب نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں نواب وقار الملک بہادر مرحوم کا ایک قول نقل کر کے جس میں انھوں نے کالج کے ٹرسٹیوں اور اسٹاف کی دو پارٹیوں کا ذکر کیا تھا۔ مجھے اور مولوی طفیل احمد اور خان بہادر حاجی حبیب اللہ خاں صاحب کو علی برادران کی پارٹی کے "اعوان و انصار" میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ

"ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ کالج اسٹاف جس میں ڈاکٹر ضیاء الدین بھی شامل تھے اس فریق بندی سے بالکل الگ تھا"

مندرجہ بالا واقعات سے تحریک کا جھوٹ طشت از بام ہو گیا۔ میری یاد میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جب میں یا مولوی حبیب اللہ خاں یا مولوی طفیل احمد یا صاحبزادے صاحب مرحوم علی برادران کی پارٹی میں شامل ہوئے ہوں۔ ہم لوگ تو ہمیشہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہے اور ایسوسی ایشن کے معاملات میں مولانا شوکت علی مرحوم کے خلاف۔ رہا یہ سوال کہ ڈاکٹر ضیاء الدین اس فریق بندی سے الگ تھے یا نہیں خود ان کا خط مندرجہ بالا زبانِ حال سے اس کا جواب دے رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس خط میں جو انھوں نے مولوی حبیب اللہ خاں کو لکھا تھا اپنے اعوان و انصار کے نام درج کئے ہیں جن سے انھیں نئی ایسوسی ایشن کے بنانے میں مدد کی توقع تھی اور اس فہرست میں میرا نام بھی موجود ہے۔ اگر کوئی شخص ایک خلاف واقعہ بات کو "بلا خوف تردید" کہہ دے تو کیا وہ سچ ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔

اس قسم کا جھوٹ جیسا کہ اخبار تحریک نے تراشا ہے اور "بلا خوف تردید" شائع کیا جاتا ہے۔ نہ تو "معنوی معصومیت" ہی ہے اور نہ ... "کذب" بلکہ ... اور کذب صریح کا بدترین نمونہ ہے۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴)

نہیں معلوم کس کے لئے کر رہی ہیں۔ اب بہادران وطن سے ملے اور لینے کی بجائے اتحادیوں سے مداخلت کی درخواست کر رہی ہیں۔ انگریز اب کہتے ہیں کہ کانگریس ہندو جماعت ہے لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے معاملہ کرو تو کہتے ہیں کہ کانگریس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور کانگریس نے معاملات الجھا دئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پڑوسی بن کر رہیں اپنے اپنے علاقوں میں اقلیتوں کو پناہ دیں لیکن کانگریس چاہتی ہے کہ ہم کو تسلیم و رضا سے کام لیں اور اقلیت بن کر رہیں یہ ہم سے کبھی نہ ہوگا۔

مسلمانانِ ہند خود ایک قوم ہیں اس لئے استصواب رائے چاہتے ہیں اس پر ہم کبھی نہ جھکیں گے۔ مجھ سے لوگ کہتے ہیں کب تک انتظار کیا جائے۔ انگریز کانگریس کے سامنے جھک جائیں گے تو مسلمان کا کیا حشر ہوگا۔ میرا جواب ہے کہ چین اور امریکہ جو کانگریس کی حمایت کر رہے ہیں اس مطلب سے اپنی ساری طاقتیں بھی لگا دیں تب بھی وہ مسلمانانِ ہند کو فنا نہیں کر سکتیں۔ اگر وہ ہم کو نظر انداز کریں گے تو ہم ان کی حکمرانی کو ناممکن العمل بنا دیں گے۔

آخر میں فرمایا مسلمان اگر زندہ رہنا چاہیں اور اپنے فضائل عزیز کو باقی رکھنا چاہیں تو اس وقت کام کریں۔ مسلم لیگ کی تنظیم کریں۔ کام میں اشتراک عمل باہمی امداد اور خدمت ہے غرض بے لوث ہو کر کریں۔ جب تم میں یہ خوبیاں ہوں گی تو کوئی طاقت دنیا کی تم کو نہ مٹا سکے گی۔

نیا فنانشیل کمشنر آف ریلویز

ریلویز کے فنانشیل کمشنر مسٹر سنکلیئر کی مدت ملازمت میں ایک سال کی توسیع کا مسئلہ زیر غور ہے۔ مسٹر آئر ملازمت کی میعاد پوری کر کے پچھلے سال ریٹائرڈ ہو گئے تھے مگر ایک سال کے لئے فنانشیل کمشنر مقرر کئے گئے تھے اب وہ دسمبر میں ریٹائر ہو جائیں گے ان کی جگہ سپلائی فنانس کے ایڈیشنل فنانشیل ایڈوائزر کا تقرر بطور فنانشیل کمشنر آف ریلویز کیا گیا ہے۔ چونکہ سپلائی ڈیپارٹمنٹ نے ایک سال کے لئے ان کی خدمات اور حاصل کر لی ہیں اس لئے مسٹر سنکلیئر اس جگہ اور ایک سال رہیں گے۔

الہ آباد یونیورسٹی یونین

وائس چانسلر یونیورسٹی الہ آباد نے اگزیکٹو کونسل کے حکم سے یونین کو بند کر دیا ہے۔ آئندہ یونین مذکورہ کے تحت میں کوئی جلسہ یونیورسٹی حدود میں نہ ہو سکے گا۔

متفرق خبریں

مسٹر جناح سیاسی جمود دور کرنے پر آمادہ ہو گئے
عنقریب کوئی اہم اسکیم پیش کرینگے

نئی دہلی۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ ۱۴ اور ۱۵ نومبر کو جالندھر میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں مسٹر جناح کوئی اہم سیاسی اعلان کرنے والے ہیں۔ جن لوگوں کا لیگ کے پالیٹکس سے تعلق ہے ان کی رائے ہے کہ مسٹر جناح کوئی اسکیم پیش کریں گے جس سے کہ موجودہ جمود کا کوئی قابل عمل حل نکل آئے۔ اس موقعہ پر جالندھر میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بلایا جانا خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر مسٹر جناح اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس تجویز پیش کریں گے تو وہ پہلے اپنی پارٹی کی رضامندی حاصل کر لیں گے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر جناح کی اسکیم میں ایک ضروری شرط یہ ہوگی کہ برطانوی حکومت ہندوستان کی حکومت کو ان پارٹیوں کو منتقل کر دے جو موجودہ آئین کے اندر رہتے ہوئے جنگی کوششوں کو کامیابی سے چلانے کی ذمہ داری لیں۔

مرکزی حکومت کے چند دفاتر منتقل کر دئے جائینگے
حکومت ہند کا ہیڈ کوارٹر خاتمہ جنگ تک دہلی ہی میں رہیگا

نئی دہلی۔ پچھلے سال حکومت ہند نے فیصلہ کیا تھا کہ اس بار سرکاری ہیڈ کوارٹر دہلی میں رہے گا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ یہ فیصلہ جنگ کے خاتمہ تک رہے گا۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ دہلی اور شملہ میں رکھے جانے والے دفاتر کا ہمیشہ کے لئے تعین ہو جائے گا۔ اس طرح رہائشی مکانوں کے مسئلہ میں بھی آسانی پیدا ہو جائے گی۔

یہ بھی تجویز کی جا رہی ہے کہ چند ماتحت دفاتر کو دہلی اور شملہ کے علاوہ دیگر مرکزوں میں بھیجا جائے تاکہ مکانوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو کم کیا جا سکے۔ جلد ہی دفتروں کے تعین کا بھی نئے سرے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

واقعات ۱۰۔ رائٹر
اٹلانٹک چارٹر اور ہندوستان

ایک مقتدر سیاسی مبصر نے وزیر ہند مسٹر ایمری اور مسٹر اے۔ ڈی۔ ہارو کے تبادلہ خیال کو واضح کیا ہے۔ اس میں اٹلانٹک چارٹر میں ہندوستان کے تذکرہ پر جب پوچھا گیا کہ پارلیمنٹ کے عمل سے ہندوستان کو چارٹر مذکور کے معاہدے سے محروم رکھا ہے۔ وزیر ہند نے جواب دیا کہ جب یہ چارٹر کا مسودہ تیار ہو رہا تھا اس وقت صرف یورپ کی مفتوح و مظلوم قوموں کی آزادی پیش نظر تھی۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے اس کو بعد جنگ اپنے لئے جلد سے جلد دستور حکومت خود مرتب کرنے کی آزادی حاصل ہو گی اور اس کا بھی اختیار تھا کہ وہ برطانوی جمہوریت کے حصار میں رہے یا اس سے آزاد ہو جائے۔ مسٹر ایمری نے اس ارادہ کی وضاحت میں کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ ہم ہندوستان کو اپنی طرح آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔

موجودہ مطالبہ کی نسبت وزیر ہند نے کہا کہ یہ معاملہ برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان نہیں ہے بلکہ ہندوستانیوں میں باہم ہے۔ آپ نے ہندوستانیوں سے سرگرم مخالفت چاہنے سے مصالحت کے امکانات کا اعلان تو کیا مگر اس کا جواب نہیں دیا کہ مصالحت جب تک نہ ہوئی کیا حالات اسی طرح قائم رہیں گے؟ ان کی اس خاموشی سے یہ مفہوم لیا گیا ہے کہ جب تک کانگریس کے طرز عمل میں اصلاحی تبدیلی نہیں ہوتی یا وہ ختم نہ ہو جائے گی حکومت اس وقت تک انتظار کرے گی۔

نئے نظام کی پہلی شرط

ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے مدراس ریڈیو سے تقریر کے دوران میں فرمایا کہ "اگر جنگ کی خونریزیوں سے انسانیت کو نجات دلانی ہے تو پھر تمام نوع انسانی پر فرض ہے کہ بروقت ایسی متحدہ کوشش کی جائے کہ زمین پر خدا کی امن بادشاہت ہو۔ از روئے قرآن پھر اس کی خلافت قائم ہو جائے کیونکہ بادشاہت صرف خدا کی ہے اور ہم اس خلافت و بادشاہت کے وارث اور امین ہیں۔"

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۳۰۵ ۱۹۴۲ء

بعدالت خفیفہ جناب سول جج صاحب بہادر مقام ہردوئی

اجلاسی جناب اقبال حسین اسکوائر سول جج ہردوئی

الٰہی بخش بنام عبدالغنی

بنام عبدالغنی ولد رحمٰن قوم [illegible] ساکن ہردوئی حال وارد [illegible]

محلہ منو گنج بر مکان انوار سری فروش دہرہ دون

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابتہ قیمت [illegible] کے دائر کی ہے۔ لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۵ ماہ نومبر ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہ تاریخ جو آپ کی حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر آپ استدلال کرنا چاہتے ہوں اسی روز ان کو پیش کریں۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور منفصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۹ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت بحکم عدالت دستخط سید مظہر حسین منصرم

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(زیر رول ۲۱۔ قاعدہ ۶۶)

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر تحصیل و مقام بلندشہر

ضلع بلندشہر مقدمہ نمبر ۱۱۵۱

اجرا کھاتہ نیلام موضع دہرہ صرور پرگنہ سیانہ

لالہ گنگا چرن ڈگریدار بنام گبر و عرف گوپی چند وغیرہ

بنام الوپ چند و لکھی چند و گبرو عرف گوپی چند پسران [illegible]

اقوام [illegible] مزارعان ساقط الملکیت موضع دہرہ صرور پرگنہ سیانہ مدیون ڈگری

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان میں ڈگریدار نے واسطے نیلام کھاتہ درخواست گذرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تاریخ ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۶ ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

۱۱۹۳	۱۱۱۹
۹ البوائی ۳ کچھائی	حال البوہ ۱۱ البوہ

کل ۲ قطعہ اراضی مالگذاری ۱۵۔۱۴۔۳ لگان سالانہ

مہر عدالت دستخط حاکم